فتاویٰ رحیمیہ

جلد چہارم

اللہ

فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون

اللہ

فتاویٰ دیوبند پاکستان

المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ

(جلد چہارم)

افادات

محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید دامت برکاتہم
جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تخریج و ترتیب

مفتی محمد وہاب منگلوری (سوات)

اہتمام واشاعت

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

نام کتاب: ——— فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ (جلد چہارم)

افادات: ——— محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید مجددی زروبوی
دامت برکاتہم شیخ الحدیث وصدر دارالافتاء جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ترتیب وتخریج: ——— مولانا مفتی محمد وہاب منگلوری نقشبندی دارالافتاء دارالعلوم صدیقیہ

کمپوزنگ: ——— حافظ ولی الرحمٰن صدیقی ..... (لوندخوڑ)

پروف ریڈنگ: ——— سلطان فریدی

ضخامت: ——— ۵۲۸/صفحات

طبع باردوم: ——— مارچ ۲۰۰۹ء، ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

تعداد باردوم: ——— تیرہ سو..... (۱۳۰۰)

قیمت: ———

نگرانی: ——— مولانا مفتی سیف اللہ حقانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اہتمام واشاعت: ——— مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی
مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی (پاکستان)

فون وفیکس دارالعلوم: 0938-480534 رہائش: 480156

موبائل: 0300-5681986

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین جلد چہارم

صفحہ	عنوانات

کتاب الصوم

باب رؤية الهلال واختلاف المطالع

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ

باب ما تجب به القضاء والكفارة

صفحہ	عنوانات
	باب العوارض المبیحة للفطر

عنوانات	صفحہ

باب الفدیة

باب الاعتکاف

كتاب الحج

باب تفسير الحج وشرائطه واركانه

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

مسائل منثورہ

فصل فی الاحرام

عنوانات	صفحہ
احرام باندھنے کے بعد ایک بار تلبیہ پڑھنا شرط اور زیادہ پڑھنا سنت ہے	۲۷۲
حالت احرام میں اضطباع کا مسئلہ	۲۷۳
احرام باندھنے اور ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز کا حکم	۲۷۴
حالت احرام میں نماز کے وقت کندھوں کو چھپانا اور زندہ آدمی کیلئے طواف وغیرہ کرنا	۲۷۴
صلاۃ احرام اور صلاۃ طواف بعد العصر اور بعد الفجر پڑھنے کا حکم	۲۷۵
احرام کی حالت میں اگر چادر علیحدہ ہو جائے تو تہبند کافی ہے	۲۷۶
محرم کیلئے حرم میں رات گزارنے اور سر و پاؤں کو ڈھانپنے کا مسئلہ	۲۷۷
اہل طائف کیلئے احرام باندھنے کا مسئلہ	۲۷۷
مدینہ منورہ سے جدہ جانے جانے والا پھر مکہ مکرمہ میں آنے کیلئے احرام کہاں سے باندھے؟	۲۷۸
کراچی سے جدہ تک بغیر احرام کے جانے کا مسئلہ	۲۷۹
مدینہ منورہ سے جانے والا ذوالحلیفہ سے بغیر احرام کے تجاوز کرے؟	۲۸۰

باب القران والتمتع

عنوانات	صفحہ
اہل جدہ کیلئے تمتع اور قران کا حکم	۲۸۳
اشہر حج میں جدی حاجی عمرہ کے بعد حج کی نیت کرے تو ......؟	۲۸۵
حج تمتع کی صورت میں دم شکر واجب اور عمرہ کے بعد احرام کھولنے کا مسئلہ	۲۸۷
مکہ مکرمہ میں مقیم کا شوال میں عمرہ ادا کرنے کی صورت میں حج افراد یا تمتع کا مسئلہ	۲۸۸

عنوانات	صفحہ

باب الحج عن الغیر

عنوانات	صفحہ

باب العمرة

باب الجنايات

باب زیارة

قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عنوانات | صفحہ

کتاب النکاح

باب رسم النکاح وشرائطہ وآدابہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات

صفحہ

باب مایجوز تزویجها

ومالا یجوز (المحرمات)

عنوانات	صفحہ
	۴۵۰

مسائل شتیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ (جلد چہارم)

الحمد لله القديم المنعم العظيم وصلى الله تعالىٰ على سيدنا محمد عبده الحليم ورسوله الكريم وعلىٰ آله وأصحابه اجمعين، امابعد!

ارباب علم وفضل، فقہاء ومشائخ، علماء وطلباء اور عام مسلمانوں کی خدمت میں فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ کی جلد چہارم پیش کی جارہی ہے، فقیر مرتب اللہ کریم کا شاکر بلانہایت ہے کہ مجھ جیسے بے مایہ اور سیاہ کار کو اس علمی اور دینی خدمت کی توفیق بخشی، **الحمد لله حمداً كثيراً على ذلك.**

فتاویٰ کی ابتدائی جلدوں میں سے جلد دوم اور سوم کے تین ایڈیشن نکل چکے ہیں جبکہ جلد اول کی ابھی تک چہار ایڈیشن نکلے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کریم نے خواص وعوام میں اس سلسلہ کو مقبولیت سے نوازا ہے اور امت مسلمہ برابر اس سے استفادہ فرمارہی ہے، یقیناً یہ سب کچھ خانوادہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی دینی، علمی اور اصلاحی خدمات جلیلہ اور دارالعلوم حقانیہ کے فیضان کا نتیجہ ہے، اس جلد (چہارم) میں **کتاب الصوم، کتاب الحج** (کامل) اور **کتاب النکاح** کے بعض ابواب شامل کئے گئے ہیں حسب سابق اس جلد کی ترتیب وتخریج اور بحث وتزئین میں بھی ان شرائط اور لوازمات کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے جو پہلی جلدوں میں ہم نے اختیار کئے تھے، بلکہ اس میں اس سے بھی زیادہ محنت اور لگن سے کام لیا گیا ہے، کامیابی اللہ کریم کے ہاتھ میں ہے۔

ہر باب اور فصل تیار ہوتے ہی رئیس دارالافتاء (جامعہ حقانیہ) حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی مدظلہ العالی کی خدمت میں پیش کیا جاتا، آپ انتہائی جانفشانی کے ساتھ اس پر نظر ثانی فرماتے اور بعض مقامات پر جہاں آپ وضاحتی کلمات کا اضافہ محسوس کرتے آپ ہی کے حوالہ سے اس میں درج کئے گئے ہیں تاکہ کسی کا یہ خدشہ باقی نہ رہے کہ شاید اس میں حک واضافہ کیا گیا ہے، ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے فتاویٰ اپنی اصل شکل میں نقل ہوں اور حضرت مفتی صاحب کے ہزاروں شاگرد اور مریدین ومتعلقین یہ فیصلہ خود بھی کرسکتے ہیں کہ یقیناً یہ فتاویٰ اپنی اصل شکل میں منقول ہیں۔

اللہ کریم کا اس پر بھی بندہ شاکر بلانہایت ہے کہ سابقہ جلدوں کی طرح یہ جلد بھی ایک ایک باب حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں پیش کی گئی اور شدید ضعف ونقاہت اور کمزوری وعلالت کے باوجود ملاحظہ فرما کر خوشی کا اظہار کیا، اللہ کریم سے دست بدعا ہوں کہ آنے والی جلدیں بھی اسی طرح آپ کی تصدیق وتصویب کے ساتھ شائع ہوں۔

ترتیب، حذف مکررات، تخریج وتحقیق میں تلاش وجستجو، کمپوزنگ کی نگرانی اور پروف میں فقیر نے کوئی کوتاہی نہیں ہونے دی، بہرحال سولہ مہینے کی شبانہ روز محنت اور مسلسل کاوش کے بعد ہم اس سے سبکدوش ہورہے ہیں محدود وسائل اور بے مایہ صلاحیتوں کے ساتھ اس عظیم علمی وفقہی ذخیرہ کیلئے ہم جتنا کچھ بھی اپنی طالب علمانہ بساط کی حدتک اپنی کاوشوں کو بروئے کار لا سکتے تھے اس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے: ؎ شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

فقیر کو کم مائیگی، تقصیر اور تہی دامنی کا پورا اعتراف ہے لیکن اپنے شیخ ومربی زینۃ المحدثین فقیہ النفس زبدۃ العارفین حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم اور اساتذہ کرام و والدین کی دعاؤں سے یہ فقیر اس علمی خدمت گرامی کے لائق ہوسکا ہے، اللہ کریم ان تمام کا سایہ عاطفت ہم پر تادیر قائم رکھے اور علمی اور دینی کاموں میں اخلاص اور پورے سکون کے ساتھ منہمک رکھے، فقیر مرتب ایک ادنیٰ طالب علم اور اپنے اکابر ومشائخ اور علماء اسلام کا خادم ہے، اسلئے کہیں بھی ٹھوکر کھانے اور غلطی کرنے سے کسی انسان کو مفر نہیں اسلئے ناظرین اور علماء کی خدمت میں عرض ہے کہ جہاں کہیں بھی کوئی غلطی نظر آئے بلا تأمل اطلاع سے نوازیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کردی جائے۔

آخر میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں (**من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ**) جو کسی بھی درجہ میں اس کام میں ہمارے ساتھ شریک ہوئے ہیں، خواہ صرف دعائیں کرنا اور حوصلہ افزا کلمات کہنا کیوں نہ ہو بالخصوص مولانا محمد اسحاق حقانی جو تخصص فی الفقہ کا طالب علم ہے نے تخریج میں پوری معاونت کی اسی طرح حافظ ولی الرحمٰن صدیقی (لوندخوڑ) جنہوں نے کمپوزنگ کا کام بہت چابکدستی کے ساتھ سرانجام دیا اور ساتھ جناب سلطان فریدی صاحب کہ آپ نے پروف اور اردو محاورہ کی تصحیح میں کامل جہد ومشقت سے کام لیا، اللہ کریم ہم سب کی ان محنتوں کو قبولیت سے نوازے اور دنیا وآخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں سے متمتع فرمائے، قارئین وناظرین سے استدعا والتجاء ہے کہ ہمیں دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

وللہ الحمد اولاً وآخراً وبہ التوفیق وھو المستعان وعلیہ التکلان ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا۔ آمین یارب العالمین

طالب دعا

فقیر محمد وہاب منگلوری عفی عنہ

۲۰/۰۷/۲۰۰۷

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بفتاوی فریدیہ جلد سوم

كتاب الصوم

باب رؤية الهلال واختلاف المطالع

۔۔۔۔۔۔: قال اللّٰہ تعالیٰ :۔۔۔۔۔۔

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن
هدیً للناس وبینٰت من الهدیٰ والفرقان،
فمن شهد منکم الشهر فلیصمه.

۔۔۔۔۔۔﴿البقرة: ۱۸۵﴾۔۔۔۔۔۔

بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب الصوم

باب رؤية الهلال و اختلاف المطالع

صوم وعید ثبوت شرعی پر ہے نہ کہ مفروضوں پر

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اہلیان مردان ہر سال دوتین دن پہلے محض مفروضوں اور حساب کتاب پر روزہ رکھتے ہیں، اسی طرح عید بھی کرتے ہیں جبکہ دوسرے علاقوں اور حکومتی کمیٹی کا اعلان بعد میں ہوتا ہے، اسی بنا پر بندہ نے ایک مسجد کی امامت سے استعفیٰ بھی دے دیا ہے اور میرے خلاف پروپیگنڈہ بھی کیا جاتا ہے اب کیا کروں؟ بینوا توجروا

المستفتی: خلیل الرحمٰن مردان

الجواب: السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ آپ ثبوت شرعی کے بغیر نہ روزہ رکھیں اور نہ عید منائیں ﴿۱﴾ اگر آپ امامت کرنے پر مجبور ہوں تو ظاہری طور پر عید منائیں اور افطار نہ کریں، حقیقت یہ

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: وبيان ما يعرف به وقته فان كانت السماء مصحية يعرف برؤية الهلال وان كانت متغيمة يعرف باكمال شعبان ثلاثين يوماً وكذلك ان غم على الناس هلال شوال اكملوا عدة رمضان ثلاثين يوما لان الاصل بقاء الشهر وكماله فلا يترك هذا الاصل الا بيقين على الاصل المعهود ان ما ثبت بيقين لا يزول الا بيقين مثله فان كانت السماء مصحية ورأى الناس الهلال صاموا وان شهد واحد برؤية الهلال لا تقبل شهادته مالم تشهد جماعة يقع العلم للقاضي بشهادتهم في ظاهر الرواية ولم يقدر في ذلك تقديراً.

(بدائع الصنائع ۲: ۲۲۰ قبیل اختلاف المطالع)

ہے کہ مردان کے لوگ احتیاط نہیں کرتے اللہ کریم ان کو توفیق دے۔ وھو الموفق

عید ورمضان کا حکم ثبوت شرعی پر ہے نہ کہ حساب وشمار پر

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال دنوں کے حساب سے عید جمعہ کے دن آتی ہے، رات گیارہ بجے ریڈیو نے بھی اعلان عید کر دیا اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ روزے مکمل ہو گئے اور بعض کہتے ہیں کہ روزے پورے نہیں ہوئے ڈائری میں بھی ایک دن کم ہے کیونکہ اس میں تیس روزے حساب کئے گئے ہیں لہٰذا اس ایک روزہ کا کیا حکم ہوگا؟ بینو اتو جروا

المستفتی: فضل حق ملکوٹ ضلع دیر......۲/ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: آپ کے روزے مکمل ہیں کیونکہ یہ رمضان انتیس دن کا تھا رؤیت ہلال کی بنا پر رمضان کا حکم دیا گیا تھا اور اسی طرح شوال کا بھی، ڈائری اور جنتری کے حسابات پر کوئی اہل علم اعتماد نہیں کرتا لہٰذا شک وشبہ نہ کریں اور آپ پر یا کسی اور کے ذمہ قضا نہیں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی مہینوں کا حساب غیر ثابت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے حساب سے مہینہ معلوم کر کے روزہ اور عید کا حکم بغیر رؤیت ہلال اور شہادت دے دیں تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور سند بن سکتی ہے یا نہیں؟ یہ حساب کتاب فتاویٰ نور الہدیٰ جامع الفوائد ۴۳۶ میں درج ہے۔ بینو اتو جروا

المستفتی: مولوی عبدالحیٔ اکبر پورہ......۱۹۷۵ء/۱۰/۱۲

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ان الاستقصاء فی معرفه الشهر لا الی الكتاب والحساب كما علیه اهل النجامة فالمعنى ان العمل على ما يعتاده المنجمون ليس من هدينا وسنتنا بل علمنا يتعلق برؤية الهلال فانا نراه مرة تسعا وعشرين ومرة ثلاثين.

(مرقاة المفاتيح شرح المشكواة ۴: ۲۴۴ باب رؤية الهلال الفصل الاول)

الجواب: یہ حساب روایۃً اور درایۃً مردود ہے، اما الاول فلانہ لم یرو عن اصحابنا لا فی الظواھر ولا فی النوادر ولا فی الفتاویٰ المعتبرة﴿۱﴾ واما درایة فلانہ معارض بالحدیث وتعامل السلف ﴿۲﴾ وایضا لم یرو عن علی رضی اللہ عنہ بسند صحیح ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: قوله ولا عبرة بقول الموقتین ای فی وجوب الصوم علی الناس بل فی المعراج لا یعتبر قولھم بالاجماع ولا یجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسه...... ووجه ما قلناه ان الشارع لم یعتمد الحساب بل الغاه بالکلیة بقوله نحن امة امیة لا نکتب ولا نحسب الشهر ھکذا وھکذا.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۱۰۰ مطلب لا عبرة بقول المؤقتین فی الصوم)

﴿۲﴾عن ابن عمر قال قال رسول اللهﷺ لا تصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاقدروا له متفق علیه،وقال رسول اللهﷺ صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلاثین متفق علیه، وقال رسول اللهﷺ انا امة امیة لا نکتب ولا نحسب الشهر ھکذا وھکذا و عقد الابهام فی الثالثة ثم قال الشهر ھکذا ھکذا وھکذا یعنی تمام الثلاثین یعنی مرة تسعا وعشرین ومرة ثلاثین متفق علیه .

(مشکواة المصابیح ۱: ۱۹۰ باب رؤیة الهلال)

﴿۳﴾ یہ توقیت اور اندازے بعض سلف سے منقول ہیں لیکن ان کی حیثیت محض لطائف سے زیادہ نہیں شریعت میں مشاہدہ کو اعتبار ہے مثلاً علامہ محمد مغربی نے لکھا ہے کہ قمری کیلنڈر میں چار مہینوں تک مسلسل تیس کا چاند ہوسکتا ہے مگر اس کے بعد نہیں اور انتیس کا چاند مسلسل تین ماہ تک ہوسکتا ہے اس کے بعد نہیں (الیواقیت العصریہ ۱۴۹) اور حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ کسی رمضان کی پانچ تاریخ جس دن ہو اگلے رمضان کا پہلا روزہ لازماً اسی دن ہوتا ہے علامہ مغربی کہتے ہیں کہ اس قاعدہ کو پچاس سال آزمایا گیا ہمیشہ صحیح نکلا (الیواقیت ۳۴۲) ابن عبدالبر نے تصریح کی ہے کہ مہینہ چار مہینوں تک مسلسل ناقص رہ سکتا ہے اور پانچواں پورا تیس رہے گا، اور علامہ نووی نے کہا ہے،قالوا وقد یقع النقص متوالیا فی شهرین وثلاثة واربعة ولا یقع فی اکثر من اربعة.

(نووی شرح مسلم ۱: ۳۴۷ باب رؤیة الهلال) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جب چاند نظر نہ آئے تو رؤیت ہلال کمیٹی پر اعتماد کرنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس دفعہ رؤیت ہلال کمیٹی کی جانب سے عیدالفطر کا جو اعلان ہوا تھا کہ کمیٹی والوں نے چاند خود دیکھا ہے یہاں ایک مولوی صاحب نے کہا کہ رؤیت ہلال کمیٹی کا اعلان ہمارے لئے حجت نہیں جب تک میرے پاس خود شواہد نہیں آئیں گے، میں عید کا اعلان نہیں کروں گا، کیا مولوی صاحب مذکور کا یہ طریقہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد فاروق احمد، احمد پور شرقیہ بہاولپور.....۱۹۸۳ء/ ۸/ ۱۰

الجواب: ریڈیو اور دیگر آلات اطلاعات ونشریات جب چاند کے متعلق اعلان کرتے ہیں تو

(بقیہ حاشیہ) لیکن علامہ نووی اور ابن عبدالبر نے اس میں استقراء پر اعتماد کیا ہے اور دلیل استقرائی مفید یقین نہیں ہوتی، قال ابو عبد الله قطب الدين الرازي: الاستقراء هو الحكم على كلي لوجوده في اكثر جزئياته..... لان مقدماته لا تحصل الا بتبع الجزئيات وهو لا يفيد اليقين لجواز وجود جزئ آخر لم يستقر ويكون حكمه مخالفا لما استقرئ، (القطبى ۳۴۸ بيان الاستقراء) لہٰذا یہ محض لطیفہ ہوسکتا ہے کلی حکم نہیں ہے، قال الملا علي قاري: فان النووي وابن عبد البر صرحا بان الشهر قد ينقص اربعة اشهر متوالية لا خمسة قال ابن حجر وكانهما اعتمدا في ذلك على الاستقراء ومع ذلك الظاهر انه لو وقع خلاف ذلك عمل به (مرقاة المفاتيح ۴: ۲۴۴ باب رؤية الهلال) اور یہ حدیث جو ہے شهرا عيد لا ينقصان رمضان و ذوالحجة متفق عليه، تو اس سے مراد حسی اور عددی نقصان نہیں ہے بلکہ ثواب مراد ہے، قال القاري: لا ينقصان اى غالبا عن الثلاثين او ثوابا ولو نقصا عددا او لا ينقصان معا في سنة واحدة او في سنة معينة اراها ﷺ وليس المراد انهما لا ينقصان حسا كما اجمعوا عليه ولا عبرة بمخالفة بعض الشيعة لانه مخالف للمشاهدة قال بعض الحفاظ صام رسول الله ﷺ تسع رمضانات منها رمضانان فقط ثلاثون كذا في شرح ابن حجر.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكواة المصابيح ۴: ۲۴۵ باب رؤية الهلال).....از مرتب

اعتمادی ادارہ (رؤیت ہلال کمیٹی) کی طرف سے اعلان کرتے ہیں جس سے اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے لہٰذا اس پر اعتماد کر کے عید اور روزہ رکھنا جائز ہے ﴿۱﴾ ہر ایک امام (مسجد) کے سامنے ثبوت رؤیت ضروری نہیں ہے بلکہ ایک جگہ رؤیت ثابت ہونے پر تمام لوگوں کو روزہ رکھنا ضروری ہے (لـمـا فـي الهندية ۱:۱۹۸) ﴿۲﴾. وهو الموفق

قمری سال کا حساب وکتاب بہت آسان اور مشاہد ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شمسی اور عیسوی سال تقریباً تین سو پینسٹھ دن کا مانا گیا ہے لیکن اس کے برعکس قمری سال میں ایک مہینہ تیس دن کا اور ایک انتیس اور کبھی دو تیس اور دو انتیس دن کے، لیکن میرے خیال میں کسی کو بھی صحیح علم نہیں کہ کونسا مہینہ قمری کا انتیس کا ہے اور کونسا تیس کا ہے اگر واقعی کوئی صحیح حساب موجود ہے تو اس کو مکمل طور پر تحریر کیجئے تا کہ ہم بخوبی واقف ہوسکیں، یا اس کا صحیح علم صرف خداوند کریم کو ہے، اور اگر یہ کوئی مشکوک چیز ہے تو کیا دین میں بھی شک جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: جمعہ خان خٹک نظام پور نوشہرہ......۱۹۶۹ء/۱۱/۲۶

الجواب: شمسی سال کا شروع اور اختتام اسی طرح مہینوں کی ابتدا اور انتہا ہمیں صرف تقلید اور

﴿۱﴾قال ابن عابدين: وقد يقال ان المدفع في زماننا يفيدغلبة الظن وان كان ضاربه فاسقا لان العادة ان المؤقت يذهب الى دارالحكم آخر النهار فيعين له وقت ضربه ويعينه ايضا للوزير وغيره واذا ضربه يكون ذلک بمراقبة الوزير واعوانه فيغلب على الظن بهذه القرائن عدم الخطا وعدم قصد الافساد.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۱۵ مطلب في جواز الافطار بالتحرى)

﴿۲﴾وفي الهندية: وان لم يكن بالسماء علة لم تقبل الاشهادة جمع كثير يقع العلم بخبرهم وهو مفوض الى رأى الامام من غير تقدير هو الصحيح كذا في الاختيارشرح المختار.

(فتاوىٰ عالمگيرية ۱:۱۹۸ الباب الثاني في رؤية الهلال)

حساب سے معلوم ہوتا ہے ﴿۱﴾ ورنہ ہم یہ نہیں دیکھ سکتے کہ سورج فلاں نقطہ سے فلاں تاریخ کو روانہ ہوا اور اسی نقطہ کو فلاں تاریخ کو پہنچا، اور اسی طرح مہینے کی ابتدا اور انتہا کا حال ہے بلکہ جو لوگ شمس کو ساکن خیال کرتے ہیں تو ان کیلئے سال شمسی کی بجائے سال ارضی نام رکھنا چاہئے، اور ان کیلئے ضروری ہے کہ زمین کے ایک خاص نقطہ سے حرکت کی ابتدا اور انتہا مقرر کریں بخلاف قمری سال اور مہینہ کے کہ اس کی ابتدا اور انتہا کا دارمدار شریعت مقدسہ میں ہمارے ثبوت پر رکھا گیا ہے جو کہ بہت آسان ہے اور اسی ثبوت کی بنا پر مہینے بعض

﴿۱﴾ زمین سورج کے گرد ایک چکر تین سو پینسٹھ دن پانچ گھنٹے اڑتالیس منٹ چھیالیس سیکنڈ میں مکمل کرتی ہے اگر ہر سال کو ۳۶۵ دن کا شمار کیا جاتا تو کیلنڈر پانچ گھنٹے اڑتالیس منٹ ۴۶ سیکنڈ سالانہ کے حساب سے مسلسل تیز چلتا جاتا جس سے مندرہ ذیل کیفیت جنم لیتی۔

چار سالوں میں تیئس گھنٹے پندرہ منٹ اور چار سیکنڈ کا فرق ہوتا۔

سو سالوں میں چوبیس دن پانچ گھنٹے سولہ منٹ چالیس سیکنڈ کا فرق ہوتا۔

چار سو سالوں میں ۹۶/ دن ۲۱/ گھنٹے ۶/ منٹ ۴۰/ سیکنڈ کا فرق ہوتا۔

چار ہزار سالوں میں ۹۶۸/ دن انیس گھنٹے چھ منٹ چالیس سیکنڈ کا فرق ہوتا۔

اس فرق کو دور کرنے کیلئے عیسوی شمسی تقویم میں مندرجہ ذیل ضابطے وضع کئے گئے ہیں۔

(۱)...... چار سال میں کیلنڈر سورج کے گرد زمین کی سالانہ گردش کے اعتبار سے تقریبا ایک دن آگے ہو جاتا ہے جسے اصل مقام پر لانے کیلئے ہر چوتھے سال ماہ فروری میں ایک دن کا اضافہ کر دیا جاتا ہے یوں جس سال کے اعداد چار پر پورا تقسیم ہو جائیں وہ لیپ کا سال کہلاتا ہے اس اضافہ کے باعث لیپ کا سال ۳۶۶/ دن کا ہو جاتا ہے۔

(۲)...... اگر مذکورہ بالا ضابطہ پر مکمل عمل کیا جائے تو ۱۰۰/ سال میں ۲۵/ دن کا اضافہ ہو جائے گا جبکہ اس عرصہ میں اصل فرق تقریبا چوبیس دن ہوتا ہے لہٰذا ۲۵ ویں دن کے فالتو اضافہ کو روکنے کیلئے صدی کا آخری سال یعنی وہ سال جس کے اعداد ۱۰۰/ پر پورا تقسیم ہو جائیں، لیپ شمار نہیں کیا جاتا، اس طرح ایک عام صدی میں لیپ کے کل چوبیس سال بنتے ہیں۔

(۳)...... اگر ہر صدی میں چوبیس دن بڑھائے جائیں تو چار سو سال میں ۹۶/ دن کا اضافہ ہوگا، جبکہ اس عرصہ میں اصل فرق تقریبا ۹۷/ دن ہوتا ہے لہٰذا اس ایک دن کی کمی کو پورا کرنے کیلئے.......... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تیس دن کے ہوں گے اور بعض انتیس دن کے، **فافھم وتدبر** ﴿۲﴾۔ لہٰذا اس کا یقین نہ کرنا شریعت سے ناواقفیت کا ثبوت ہے اور اللہ تعالیٰ کی معلومات میں کوئی شک ممکن نہیں ہے لیکن ہماری معلومات میں شک واقع ہوتا ہے مثلاً یوم الشک جو کہا جاتا ہے تو خدا کے علم میں کوئی شک نہیں ہوتا ہے خدا کو یہ معلوم ہے کہ یہ دن رمضان کا ہے یا شعبان کا، شک ہم کو عارض ہے کہ ہم سے مکمل تحقیق نہ ہوسکی۔ **وھو الموفق**

(بقیہ حاشیہ) چار صدیوں کا آخری سال یعنی وہ سال جس کے اعداد ۴۰۰/ پر پورا تقسیم ہو جائیں لیپ شمار کیا جاتا ہے۔

(۴)...... اگر ہر چار صدیوں میں ۹۷/ دن بڑھائے جائیں تو چار ہزار سال میں ۹۷۰/ دن کا اضافہ ہو جائے گا جب کہ اس عرصہ میں اصل فرق تقریباً ۹۶۹/ دن کا ہوتا ہے، لہٰذا ایک دن کے فالتو اضافہ کو روکنے کیلئے ہر چار ہزار سال بعد وہ سال جن کے اعداد ۴۰۰۰/ پر پورا تقسیم ہو جائیں لیپ شمار نہیں کیا جاتا، اس عرصہ کے بعد جو چند گھنٹوں کا فرق رہ جاتا ہے اسے چوبیس گھنٹے یا ایک مکمل دن بننے کیلئے تقریباً بیس ہزار سال چاہئیں۔

مذکورہ بالا سارا اہتمام جدید گریگورین کیلنڈر میں کیا گیا ہے قدیم جیولین کیلنڈر میں ہر صدی کا آخری سال لیپ شمار کیا جاتا تھا، لہٰذا جب پوپ گریگوری نے ۱۵۸۲ء میں ایک فرمان کے ذریعے جدید کیلنڈر کے ضوابط جاری کئے اس وقت عیسوی کیلنڈر اصل سے تقریباً ڈیڑھ ہفتہ پیچھے چل رہا تھا، اس فرق کو یوں دور کیا گیا کہ جمعرات چار اکتوبر ۱۵۸۲ء کے بعد دس دن حذف کر دیئے گئے یعنی اس سے اگلا روز جمعہ بجائے پانچ اکتوبر کے پندرہ اکتوبر قرار پایا، پروٹسٹنٹ ممالک نے پوپ سے اپنے مذہبی اختلافات کے پس منظر میں اس ترمیم کو جلد قبول نہ کیا تاہم مختلف ممالک اسے مختلف وقفوں سے اپناتے رہے، مصر اور جاپان نے اسے انیسویں صدی کے تیسرے ربع کے آخر میں قبول کیا، چین، ترکی، روس اور یونان نے اسے اپنے ہاں بیسویں صدی میں جاری کیا، اس وقت تک یہ فرق تیرہ دن ہو چکا تھا۔

اٹھارویں صدی کے وسط ۱۷۵۲ء میں جب گریگورین کیلنڈر انگلستان میں نافذ کیا گیا، مذکورہ بالا فرق گیارہ دن تھا، لہٰذا اس سال بدھ دو ستمبر کے بعد [illegible] اس سے اگلے روز جمعرات تین ستمبر کی بجائے چودہ ستمبر قرار دیا گیا، علاوہ ازیں انگلستان میں اس سال سے سال نو کا اول دن یکم جنوری [illegible] جبکہ اس سے پیشتر وہاں دو قسم کے کیلنڈر رائج تھے، سول Civil یا قانونی Legal سال کا آغاز پچیس مارچ سے ہوتا تھا اس طرح اگر مثال کے طور پر ۱۷۵۵ء کا آخری روز چوبیس مارچ تھا تو اس سے اگلا روز پچیس [illegible]

۱۵۵۱ء کا پہلا دن، اس کے برعکس تواریخی Historical سال یکم جنوری ہی سے شروع کیا جاتا تھا، اس طرح اگر ایک ہی دن قانونی سال کے اعتبار سے چوبیس مارچ ۱۵۵۰ء تھا تو تواریخی سال کے اعتبار سے چوبیس مارچ ۱۵۵۱ء ہر سال یکم جنوری سے چوبیس مارچ تک تمام دنوں کی یہی کیفیت تھی، اس سے قبل ساتویں صدی سے تیرھویں صدی تک سال نو کرسمس کے دن سے شمار کیا جاتا رہا، اس کے علاوہ بھی عیسوی تقویم میں چھوٹی موٹی تبدیلیاں ہوتی رہیں مگر موجودہ تقویمی حسابوں میں یکسانیت اور سہولت کی خاطر تمام عرصے کے سالوں کا آغاز یکم جنوری ہی سے کیا جاتا ہے (ماخوذ از جوہر تقویم)..... (از مرتب)

﴿۲﴾ واضح رہے کہ قمری مہینے نئے چاند سے شروع ہوتے ہیں اور حسابی قواعد صرف حساب میں اختصار اور آسانی کی خاطر ترتیب دیئے گئے ہیں علوم فلکیات کی رو سے رویت ہلال کے مشاہداتی معیار کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ جس طرح ہم ہفتے کے ایام اور شمسی تاریخیں مشرق کے ایک مخصوص مقام (۱۸۰/ درجہ طول بلد کے ساتھ گزرنے والی بین الاقوامی ڈیٹ لائن) سے ایک مخصوص وقت پر (رات بارہ بجے) شروع کرتے ہیں اور آئندہ چوبیس گھنٹوں کیلئے اس سے مغرب کی طرف واقع مقامات پر ان جگہوں کے معیاری اوقات کے مطابق ان کی یکساں مطابقت کرتے جاتے ہیں قمری اعتبار سے ایسا ہونا ہرگز ممکن نہیں، کیونکہ چاند کی غیر یکساں ماہانہ گردش کے باعث رویت ہلال کا آغاز ہمیشہ کسی ایک مخصوص مقام پر نہیں ہوتا، نیا چاند کرۂ ارض کے وسطی یا مغربی حصوں میں مشرقی مقامات سے پہلے نظر آ سکتا ہے دوسرے الفاظ میں ہر مہینے کی قمری ڈیٹ لائن مختلف مقامات سے شروع ہوتی ہے اور خاص بات یہ ہے کہ شمسی ڈیٹ لائن کی مانند یہ تقریباً ایک سیدھ میں نہیں بلکہ خمیدہ بیضوی قوس کی صورت میں ہوتی ہے اور یوں ایک ہی طول بلد پر واقع تمام مقامات سے نہیں گزرتی بلکہ مشرق سے مغرب کی جانب قوس کے صرف اندرونی درجوں کو گھیرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اسلامی ممالک میں چاند دیکھے جانے کے باقاعدہ انتظامات کے باوجود کئی مرتبہ ان کی رویت ہلال میں دوسرے ممالک سے ایک روز کی تاخیر ہو جاتی ہے ان وجوہات کی بنا پر رویت ہلال کے مطابق ایک حتمی بین الاقوامی قمری تقویم تیار کرنا قطعاً ممکن نہیں لہٰذا مذکورہ بالا حسابی قاعدوں کو ہم حرف آخر نہیں بلکہ قریب ترین درست تاریخ معلوم کرنے کا ایک آسان طریقہ کہہ سکتے ہیں، جس میں رویت ہلال سے ایک آدھ روز کا اختلاف بسا اوقات ہو جاتا ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قمری مہینوں کی اصل مدت ۲۹/ دن چھ گھنٹے اور ۲۹/ دن ۲۰/ گھنٹے کے درمیان مختلف مہینوں میں..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس زمانے میں فسق عام ہے اس لئے رؤیت کے مسئلے میں قاضی تحری کرے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو یا دو آدمیوں سے زیادہ نے گواہی دی کہ ہم نے عید کا چاند دیکھ لیا ہے اور ساتھ آسمان گرد آلود اور ابر آلود بھی ہو اور یہ لوگ عام لوگوں میں متہم بالفسق ہوں کیونکہ یہ لوگ بعض دفعہ بغیر کسی عذر کے نماز چھوڑتے ہیں اور پھر بھی رویت ہلال فطر کی گواہی دیتے ہیں تو کیا ان کا قول اور شہادت قبول کی جائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملا شیر محمد لورآلائی بلوچستان......۱۹۷۸ء/۱۰/۲۱

الجواب: اس باب میں ظن غالب کو دیکھا جاتا ہے اگر قاضی کی تشفی ان کے بیان پر ہو جائے تو پھر صحیح ہے اس زمانے میں تو فسق عام ہے اس وجہ سے قاضی تحری کرے گا، **والفاسق اهل للقضاء حتی لو قلد يصح الا انه لا ينبغي ان يقلد كما في حكم الشهادة فانه لا ينبغي ان يقبل القاضي شهادته ولو قبل جاز عندنا (هدايه ۲: ۱۲۲)** ﴿۱﴾. جب قاضی کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ اگر چہ

(بقیہ حاشیہ) مختلف ہوتی ہے مگر حسابی تقویم میں ان کی اوسط مدت (۲۹/ دن پونے تیرہ گھنٹے تقریباً) کو مدنظر رکھا جاتا ہے اس کے علاوہ حساب میں سہولت کی خاطر ہر قمری سال کے مہینے ایک ہی ترتیب سے ۳۰/ اور ۲۹/ دنوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں جبکہ عملی طور پر قطعاً ایسا نہیں ہوتا، اس معمولی سے سقم کے باوجود ان قاعدوں کی افادیت بہر حال مسلم ہے جو تحقیقی امور میں کافی مد ثابت ہو سکتی ہے۔

(ماخوذ از جوہر تقویم لضیاء الدین لاہوری)۔

خلاصہ:......ان دونوں نظاموں کی تفصیلی تقویم سے معلوم ہوا کہ شمسی نظام تقویم مفروضوں اور انسانوں کے تعین و تخصیص کے ساتھ قائم ہے، اور اس لئے طویل میعاد گزرنے کے بعد اس میں کمی بیشی کی جاتی ہے، جبکہ قمری حساب میں ایسا نہیں ہے اور اسلئے شریعت نے چاند کے ثبوت اور عدم ثبوت پر معیار رکھا ہے جو کہ انتہائی آسان اور سہل ترین طریقہ ہے۔......(از مرتب)

﴿۱﴾ **(هداية على صدر فتح القدير ۲: ۳۵۸ كتاب ادب القاضي)**

فساق ہیں لیکن جھوٹ نہیں بولتے ہیں تو پھر ان کی شہادت قبول کی جائے گی ﴿۱﴾ آج کل عادلین کہاں ہیں،لان قوله فی الدیانات غیر مقبول ای فی التی یتیسر تلقیها من العدول (ردالمحتار ۲: ۱۲۲)﴿۲﴾. وهو الموفق

ریڈیواور ٹیلی ویژن کی تفصیلی خبر پر اعتماد درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایسے مقام یا علاقہ میں لوگ رہتے ہیں جن کو عموماً اول رات کا چاند نظر آتا ہو اگر کسی وجہ سے ان کو چاند نظر نہ آئے تو اس قسم کے لوگ ریڈیو کے اعلان پر اعتماد کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: (شیخ الحدیث) مولانا مغفور اللہ صاحب دار العلوم حقانیہ ۳۰/۱/۱۹۷۸ء

الجواب: وہ امارات جو ظن غالب کا افادہ کریں ان پر اعتماد بلا تقید جائز ہے تو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بطریق اولیٰ جائز ہوگا، بشرطیکہ خبر تفصیلی ہو اور حکم دہندہ اور منشأ حکم پر مشتمل ہو، اما الاول فلما فی منحة الخالق علی هامش البحر ۲: ۲۷۰ لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن کان غائبا عن المصر کاهل القریٰ ونحوها الخ ﴿۳﴾. واما الثانی فلکونها

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: قال فی جامع الفتاویٰ واما شهادة الفاسق فان تحری القاضی الصدق فی شهادته تقبل والا لا، وفی الفتاویٰ القاعدیة هذا اذا غلب علی ظنه صدقه وهو مما یحفظ درد اول کتاب القضاء، وظاهر قوله وهو مما یحفظ اعتماده.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ۴: ۴۱۴ کتاب الشهادات)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المحتار ۲: ۹۹ قبیل مطلب لا عبرة بقول المؤقتین فی الصوم)

﴿۳﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبیل باب مایفسد الصوم وما لایفسده)

واضحة الدلالة لعدم احتمال التخلف بضرب المدافع وغیرها ﴿۱﴾۔ واما الثالث فلحصول الیقین علی الظن مالم یعتمدوا علی قول الطاعنین۔ وهو الموفق

سوال میں پیش کردہ تجویز اصولی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستان میں ہمیشہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور اسی طرح رمضان کے متعلق اختلاف آرہا ہے لہٰذا اگر ہم سعودی عرب کے ساتھ صرف ایک دن کا فرق رکھ کر صوم وغیرہ کا اعلان کرتے رہیں تو یہ تجویز عند الشرع جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملک عجب خان آفریدی درہ آدم خیل ۲۲/ ۷/ ۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ صوم وفطر کا دارمدار ثبوت شرعی پر ہے نہ کہ نفس الامر اور اصل حقیقت پر لہٰذا اس میں اختلاف سلفاً وخلفاً آرہا ہے اس کو منکر سمجھنا منکر ہے ﴿۲﴾ اور جو تجویز آپ نے پیش کی ہے وہ غیر اصولی ہے، نیز اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے میں خطرہ ہے کہ عوام کالانعام بلالگام پاکستانی رویت پر روزہ رکھیں گے اور ۲۷/ یا ۲۸/ دن بعد سعودی ریڈیو پر افطار کریں گے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: وقد یقال ان المدفع فی زماننا یفید غلبة الظن وان کان ضاربه فاسقا لان العادة ان الموقت یذهب الی دارالحکم آخر النهار فیعین له وقت ضربه ویعینه ایضا للوزیر وغیره واذا ضربه یکون ذلک بمراقبة الوزیر واعوانه للوقت المعین فیغلب علی الظن بهذه القرائن عدم الخطا وعدم قصد الافساد والا لزم تاثیم الناس وایجاب قضاء الشهر بتمامه علیهم فان غالبهم یفطر بمجرد سماع المدفع من غیر تحر ولا غلبة ظن والله تعالیٰ اعلم. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۱۵ مطلب فی جواز الافطار بالتحری)

﴿۲﴾ قال الامام ولی الله الدهلوی: قال النبی ﷺ لا تصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروه فان غم علیکم فاقدروا له وفی روایة فاکملوا العدة ثلاثین اقول لما کان وقت الصوم مضبوطا بالشهر القمری باعتبار رویة الهلال (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

افغانستان اور پاکستان کے درمیانی علاقہ کے لوگ اہل فتویٰ کے فیصلہ کا اتباع کریں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں پہلی رات کا چاند نظر نہیں آتا خواہ آسمان صاف ہو یا گرد آلود ہو کیونکہ یہاں اونچے اونچے پہاڑ ہیں چونکہ ہمارا علاقہ قبائلی ہے جو افغانستان اور پاکستان کے درمیان واقع ہے تو ہم عید اور صوم پاکستان کے ساتھ کریں یا افغانستان کے ساتھ، حالانکہ اکثر پاکستان اور افغانستان کے درمیان ایک دو دن کا فرق ضرور ہوتا ہے؟ بینو اتوجروا

المستفتی: عبید اللہ افغانی مقام تیراہ کرم ایجنسی.....شوال ۱۳۸۹ھ

الجواب: ایسے درمیانی علاقہ کے اہل کیلئے اہل علم وفتویٰ کے فیصلہ کے رو سے دونوں ملکوں کے ساتھ موافقت جائز ہے ﴿۱﴾ لیکن بہتر یہ ہے کہ جس وطن کی خبر پر رمضان کا حکم دیوے تو فطر میں بھی اس کی موافقت کریں۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وهو تارة ثلاثون يوما وتارة تسعة وعشرون وجب فی صورة الاشتباه ان يرجع الى هذا الاصل وايضا مبنى الشرائع على الامور الظاهرة عند الاميين دون التعمق والمحاسبات النومية، بل الشريعة واردة باخمال ذكرها وهو قوله ﷺ انا امة امية لا نكتب ولا نحسب واعلم ان من المقاصد المهمة فی باب الصوم سد ذرائع التعمق ورد ما احدثه فيه المتعمقون فان هذه الطاعة كانت شائعة فی اليهود والنصارىٰ ومتحنثى العرب ولما رأوا ان اصل الصوم هو قهر النفس تعمقوا وابتدعوا اشياء فيها زيادة القهر وفی ذلک تحريف دين الله وهو اما بزيادة الكم او الكيف واصل التعمق ان يؤخذ موضع الاحتياط لازما ومنه يوم الشک ومن الكيف النهى عن الوصال والترغيب فی السحور ثم الهلال يثبت بشهادة مسلم عدل او مستور انه رآه وقد سن رسول الله ﷺ فی كلتا الصورتين وكذلک الحكم فی كل ما كان من امور الملة فانه يشبه الرواية.

(حجة الله البالغة ۲: ۵۱ احكام الصوم)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ولو كانوا ببلدة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عیدوروزہ میں مقامی علماء کے فیصلہ کی پابندی اور باضابطہ ریڈیو اعلان......

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ تیراہ میں ہمیشہ آسمان غبار آلود ہوتا ہے ہمیشہ رمضان المبارک میں کمی آتی ہے لہٰذا اگر آپ کے پاس شعبان المعظم کی شہادت آئی ہواور کسی دن کا ثبوت ہوتو ہمیں ارسال فرما کر مشکور فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکیم محمد الیاس بزوٹ خیل تیراہ کوہاٹ......۱۹۷۶ء/ ۸/ ۳

الجواب: ہمارے ہاں ماہ شعبان المعظم کی رویت لیلۃ الاربعاء (بدھ کی رات) کو ہوئی تھی، نیز ماہ رمضان المبارک (۱۳۹۶ھ) کی رؤیت شب جمعہ کو ہوئی تھی اور اس پر شہادت بھی قائم کی گئی تھی اور قبول کی گئی تھی، باقی آپ کے علاقہ کے لوگ مقامی علماء کے فیصلہ کی پابندی کریں اور ریڈیو کی تفصیلی خبر پر بھی اعتماد کر سکتے ہیں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

رمضان اور عید ہمارے ہاں رؤیت ہلال شرعی پر ہوا ہے

سوال: بخدمت اقدس مخدومی وسیدی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدکم!

(بقيه حاشيه) لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة) وفي السراج ولو تفرد واحد برؤيته في قرية ليس فيهاوال ولم يأت مصرا يشهد وهو ثقة يصومون بقوله قلت والظاهر انه يلزم اهل القرىٰ الصوم بسماع المدافع او رؤية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذلك لغير رمضان بعيد اذ لا يفعل مثل ذلك عادة في ليلة الشك الا لثبوت رمضان.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۹۹ كتاب الصوم)

﴿۱﴾ قال العلامة عبد الحئى اللكنوى: المراد الجمع الذى يحصل بخبرهم غلبة الظن وهو مفوض الىٰ راى الامام من غير تقدير عدد وهو الصحيح والعالم الثقة في بلدة لا حاكم فيه قائم مقامه. (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية ۱: ۳۰۹ بيان روية هلال صوم)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! معروض اینکہ ہمارے علاقہ میں مطلع صاف ہونے کی وجہ سے رمضان شریف کے ابتدائی روزہ میں بہت اختلاف ہے بعض نے ریڈیو کی خبر پر جمعہ کو روزہ رکھا اور بعض نے ہفتہ کو، لہٰذا عرض ہے کہ آپ اپنے علاقہ کے حالات سے آگاہ فرماویں، تاکہ عید پر ہم چاند کا صحیح جائزہ لے سکیں اور یہ فتویٰ عوام الناس کے سامنے بطور حجت پیش کرسکیں۔ والسلام

المستفتی: مولانا عبداللطیف مدرسہ عربیہ حمیدیہ نعمانیہ اظہار الاسلام ڈیرہ غازی خان..... ۱۹۶۸ء/۱۲/۳۱

الجواب: ہمارے ہاں رؤیت ہلال شرعی کی بنا پر صوم اور افطار کا حکم دیا گیا ہے ہمارا جمعہ کے دن یکم رمضان تھا اور ہفتہ کے دن یکم شوال تھا﴿۱﴾ آپ کا خط سات شوال کو موصول ہوا اسلئے یہی وجہ تاخیر کی ہے۔ وھو الموفق

عید وروزہ کے ثبوت کیلئے ٹیلیفون کی خبر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید وروزہ کے ثبوت کیلئے ٹیلیفون کی خبر پر اعتماد کیا جاوے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عمر محمد ولایت زابل افغانستان..... ۱۹۸۶ء/۷/۲۳

الجواب: ٹیلیفون غیر محفوظ آلہ ہے البتہ اگر محفوظ ہو اور آواز کا امتیاز ہوسکتا ہے تو اس پر اعتماد

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: (قال رسول اللہ ﷺ لا تصوموا حتی تروا الهلال) ای حتی يثبت عندكم روية هلال رمضان بشهادة عدلين او اكثر ويثبت بعدل واحد عند ابی حنيفة ايضا اذا كان في السماء غيم وعند الشافعي ايضا في اصح قوليه وعند احمد سواء كان في السماء غيم ام لا وعند مالك لا تثبت اصلا قاله ابن الملك وقال القاضي ای لا تصوموا على قصد رمضان الا ان يثبت وهو ان يرى هو او من يثق عليه والمنفرد بالرؤية اذا لم يحكم بشهادته يجب عليه عندنا ان يصوم الخ.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكواة ۴: ۱۴۲ باب رؤية الهلال)

جائز ہے،لانہ لا فرق بین التلفون والتیلی غراف والرادیو عند افادۃ الظن الغالب الا اذا کان غیر محفوظۃ مثل التلفون العوامی، فافہم ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

ریڈیووغیرہ پراعلان صوم وعید معتبر اوروحدت صوم وعید غیر مطلوب ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو، ٹیلی فون اورتار کے ذریعے صوم وفطر کے اعلان کا اعتبار ہے یانہیں؟ اورایک ہی دن تمام عالم اسلام میں عیدین منانے اورصوم رکھنے کی کوششیں کس حد تک صحیح ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقہار دارالعلوم عربیہ ٹل...... ۱۹۷۶ء/۳/۲۵

الجواب: وحدت صوم وفطر مطلوب شرعی نہیں ہے اوراختلاف میں کوئی ضررنہیں ہے، ولم

﴿۱﴾ یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ شھادت من وراء الحجاب معتبر نہیں ،اورفون کے ذریعہ خبرایک قسم کی غائبانہ اطلاع ہوتی ہے نہ کہ شہادت،شہادت میں مجلس قضامیں شاہد کا سامنے آ کر بیان کرنا شرط ہوتا ہے،پس یہ شہادت نہیں بلکہ خبر ہوتی ہے،لہٰذا حدود شرعیہ کے ساتھ مطابقت کی صورت میں یہ خبر معتبر ومقبول ہوسکتی ہے مطلقاً اور ہر حال میں مقبول ومعتبر نہیں ہوگی جب غلبہ ظن کیلئے مفید ہواوردھوکہ وفریب کا اندیشہ نہ ہوتواس خبر کا اعتبار صحیح ہے۔

قال ابن الهمام: ولو سمع من وراء حجاب كثيف لا يشف من ورائه لا يجوز له ان يشهد ولو شهد وفسره للقاضى بان قال سمعته باع ولم ارشخصه حين تكلم لا يقبله لان النغمة تشبه النغمة الا اذا احاط بعلم ذلك لان المسوغ هو العلم غير ان رؤيته متكلما بالعقد طريق العلم به فاذا فرض تحقق طريق آخر جاز.

(فتح القدير ۶: ۴۶۳ فصل كيفية الشهادة).

اورعلامہ حصکفی درمختار میں لکھتے ہیں: وقبل بلا دعوى وبلا لفظ اشهد وبلا حكم ومجلس قضاء لانه خبر لا شهادة للصوم مع علة كغيم وغبار.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۹۸ كتاب الصوم)

اورملاعلی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

يبال به الصحابة رضى الله عنهم كما فى حديث رواه مسلم وابوداؤد ﴿۱﴾ حيث صرح فيه باختلاف اهل المدينة باهل الشام فى الصوم والفطر ﴿۲﴾. اورآلات وعلامات پراعتماد جائز ہے عند افادة الظن الغالب كما فى منحة الخالق على هامش البحر ۲: ۲۷۰ لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع

(بقيه حاشيه) (وعن ابن عباس قال جاء اعرابى) اى واحد من الاعراب وهم سكان البادية (الى النبى ﷺ فقال انى رايت الهلال) يعنى وكان غيما وفيه دليل على ان الاخبار كاف ولا يحتاج الى لفظ الشهادة ولا الى الدعوىٰ. (مرقاة المفاتيح شرح المشكواة ۴: ۲۴۸ هل يقبل شهادة المستور فى الهلال) (ازمرتب)

﴿۱﴾ عن كريب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته الى معاوية بالشام قال فقدمت الشام فقضيت حاجتها واستهل على رمضان وانا بالشام فرأيت الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة فى آخر الشهر فسألنى عبد الله بن عباس ثم ذكر الهلال فقال متى رايتم الهلال فقلت رأيناه ليلة الجمعة فقال انت رأيته فقلت نعم ورواه الناس وصاموا وصام معاوية فقال لكنا رأيناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلثين او نراه فقلت اولا تكتفى برؤية معاوية وصيامه فقال لا هكذا امرنا رسول الله ﷺ.(مسلم ۱: ۳۴۸ باب ان لكل بلد رؤيتهم ، وابوداؤد ۱: ۳۲۶ باب اذا رأى الهلال فى بلد قبل الآخرين بليلة، ورواه الجماعة الا البخارى وابن ماجه (نيل الاوطار ۴: ۱۹۴)

﴿۲﴾وفى المنهاج: (قوله قال الصوم يوم تصومون) ... ولا يبعد ان يكون معناه انكم اذا صمتم او افطرتم او اضحيتم او وقفتم عرفات وفقا لقواعد رؤية الهلال ولم يكن الامر الواقع كذلك فلا ضير فيه لان المعتبر فى هذه الامور الثبوت الشرعى دون الموافقة بنفس الامر، ففى هذا الحديث دليل واضح على ان تعدد الاعياد والصيامات غير منكر، وتوحيدها ليس بمطلوب، لان المدار على الثبوت الشرعى وهو ربما يختلف دون نفس الامر وهو لا يختلف. قلت وكذا وقوع هذا الاختلاف فى عهد (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

فی زمانـنا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن کان غائبا عن المصر کاهل القریٰ ونحوها الخ ﴿۱﴾ قلت والرادیو آلة محفوظ جدا فجاز الاعتماد بخبرها عند بیان منشأ الحکم واسم الحاکم خاصة لا یصل الیها کل احد اذا عرف السامع الصوت وصاحبه فافهم. وهو الموفق

ریڈیو پر عید کا اعلان خبر مستفیض میں داخل ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خبر مستفیض میں ریڈیو اعلان برائے عید داخل ہے یا نہیں اور ہمارے قبائلی علاقے اس اعلان کی حدود میں آ سکتے ہیں یا نہیں؟ بعض علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ روزہ رکھنے کیلئے اگر یقین آ جائے تو گنجائش ہو سکتی ہے لیکن عید کیلئے رؤیت یا شہادت یا خبر مستفیض کی ضرورت ہے اور ریڈیو کی خبر شرعی لحاظ سے ان میں داخل نہیں ہے رؤیت اور شہادت تو ظاہر ہے اور خبر مستفیض تو کتب فقہ میں استفاضہ کا یہ معنیٰ لکھا ہے، قال الرحمتی: معنی الاستفاضة ان تأتی عن تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة

(بقیه حاشیه)معاویة رضی الله عنه من غیر نکیر یدل علی انه غیر منکر. (منهاج السنن شرح جامع السنن ۴: ۱۶ باب ان الفطر یوم تفطرون الخ) قال العلامة مفتی محمد شفیع الدیوبندی: تمام شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانا نہ مسلمانوں پر لازم ہے نہ اس کے اہتمام میں پڑنا کوئی اسلامی خدمت یا شرعی اجر ہے اور نہ عادۃً ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ مغربی اور مشرقی ممالک میں مسافت طویلہ کے بعد اختلاف مطالع کا وجود یقینی اور اس کا اعتبار جمہور کے نزدیک ثابت ہے اسلئے عہد صحابہ میں رمضان و عید مدینہ میں کسی اور مکہ میں کسی روز، شام میں کسی دن، عراق و مصر میں کسی دن ہوتی تھی، ان سب شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانے کا جو اہتمام اس زمانہ میں ممکن تھا حضرات صحابہ و تابعین نے اس کا بھی اہتمام نہیں فرمایا الخ۔
(آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۱۷۵ وحدت صوم و عید کا کوئی شرعی اجر نہیں)

﴿۱﴾ (منحة الخالق علی هامش بحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبیل باب مایفسد الصوم ومالا یفسده)

انهم صاموا عن رويته لا مجرد الشيوع من غير علم من اشاعه (شامی مصری ۱ : ۱۲۹) نیز احسن الفتاویٰ ۳۴۹ اور بہشتی زیور حصہ ششم اور جدید آلات کا شرعی حکم مصنفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب میں عدم جواز کا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالمستعان مہند ایجنسی ۱۷/۷/۱۹۷۳ء

الجواب: وفی منحة الخالق بعد ذكر عدم اختلاف المطالع وبعد تعريف الاستفاضة: لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرىٰ ونحوها الخ (هامش البحر ۲ : ۲۷۰) ﴿۱﴾ قلت الآلة المسماة بالراديو محفوظة جدا فكما جاز الاعتماد عليها لمن تحت ولاية الحاكم لافادة الظن الغالب فكذلک جاز الاعتماد لغيرهم ايضا للعلة السابقة مع ان اهل القرى ونحوها اعم ممن يكون تحت الولاية ولان ضرب المدافع وانارة القناديل لا يختصان بالحكم فافهم وتدبر. وقلت اخبار الجماعات قد يتحقق فيه الغلط والتلبيس فلما جاز الاكتفاء عليه فجواز الاكتفاء بالاخبار الذى يوجد بتوسط هذه الآلة يكون مشروعا بطريق اولىٰ لعدم مظنة الغلط والتلبيس كما هو مشاهد ومجرب. وهو الموفق

ریڈیو پر ہلال کمیٹی کے اعلان کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو پر ہلال کمیٹی جو اعلان عید

﴿۱﴾ (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ۲ : ۲۷۰ قبيل باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

وصوم کرتی ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ نیز موجودہ ہلال کمیٹی کے جو ممبر ہیں یہ عادل ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو ان کے اعلان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالسلام.....۱۹۷۴ء/۹/ ۱۷

الجواب: ہلال کمیٹی کا اعلان اور اخبار بذریعہ ریڈیو وغیرہ واجب الاعتماد ہوگا جبکہ خبر تفصیلی ہو، اس میں حکم دہندہ اور سبب حکم مذکور ہوتا کہ ظن غالب حاصل ہو اور توہمات یعنی سائنسی اصول پر مبنی ہونا، دوربینوں سے دیکھنا، ہوائی جہازوں وغیرہ سے دیکھنا وغیرہ سے قطع اور زائل ہو، **فليتفكر في ما حرره العلامة الشامي في منحة الخالق على هامش البحر (۲: ۲۷۰) لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرىٰ ونحوها كما يجب العمل بها على اهل المصر الذين لم يروا الحاكم اه ﴿۱﴾ قلت: الراديو وغيرها اشد حفاظة واوضح دلالة كما لا يخفىٰ بخلاف ضرب المدافع او روية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به ﴿۲﴾ قلت هذا يقتضى كون غلبة الظن مقصودة ومطلوبة ايضا.** چونکہ قاضی اور محکم اور سلطانی منادی میں عدالت شرط نہیں ہے لہٰذا ان

﴿۱﴾ (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبيل باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله وقيل بلاعلة يقع العلم الشرعي وهو غلبة الظن) لانه العلم الموجب للعمل لا العلم بمعنى اليقين نص عليه في المنافع وغاية البيان ابن كمال ومثله في البحر عن الفتح وكذا في المعراج.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۰ كتاب الصوم)

ممبران کی عدالت کی تحقیق ضروری نہیں ہے، وفی الهندية ۵: ۳۴۲ خبر منادی السلطان مقبول عدلا كان او فاسقا كذا فی جوهر الاخلاطی ﴿۱﴾.

ملاحظہ: کمیٹی کا یہ اعلان کہ رؤیت نہیں ہوئی ہے اس سے دیگر مسلمانوں کی رؤیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وهو الموفق

صوم وعید کیلئے سعودی اعلان پر اعتماد علماء کا منصب ہے نہ کہ عوام کا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو سعودیہ عربیہ کا اعلان برائے صوم وعید پاکستانیوں کیلئے حجت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں اور کسی نے افطار کیا تو اس پر کفارہ ہے یا نہیں؟ بينوا توجروا

المستفتی: تحریک طلباء اسلام برمل وزیرستان ۔ ۱۹۸۶ء/۷/۸

الجواب: بنا بر ظاہر الروایت اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے اور ریڈیو بنسبت امارات کے واضح الدلالت ہے لعدم احتمال الغلط فيه بخلاف المدافع ﴿۲﴾، پس سعودی عرب کی تفصیلی خبر پر اعتماد کرنا قابل اعتراض نہیں ہے البتہ یہ اعتماد علماء کا منصب ہے نہ کہ عوام کا ﴿۳﴾۔ عوام کالانعام بلا لگام سے بعید نہیں کہ پاکستانی رؤیت پر روزہ رکھیں گے اور عرب کی رؤیت پر افطار کریں گے اور ستائیس اٹھائیس

﴿۱﴾ (فتاوىٰ عالمكيرية ۵: ۳۰۹ كتاب الكراهية باب فی العمل بخبر الواحد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر الخ.
(منحة الحالق على بحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبيل باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

﴿۳﴾ قال العلامة عبد الحئی اللكنوی: المراد الجمع الذی يحصل بخبرهم غلبة الظن وهو مفوض الى راى الامام من غير تقدير عدد وهو الصحيح والعالم الثقة فی بلدة لا حاكم فيه قائم مقامه.
(عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية ۱: ۳۰۹ بيان رؤية هلال صوم)

روزے رکھیں گے جوکہ امر اجماعی اور منصوصی کے خلاف ہے اور جس نے اس پر اعتماد کیا اور نصف النہار میں افطار کیا تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا لوجود الشبهة فافهم ﴿۱﴾. وهو الموفق

روزہ باعلان پاکستان اور عید باعلان سعودیہ عربیہ جائز نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ روزہ رمضان پاکستان کے اعلان پر رکھتے ہیں اور آخر میں عید سعودی اعلان پر کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا حاجی محمد بنوں......۱۹۸۷ء/۲/۲

الجواب: چونکہ قمری مہینہ انتیس دن سے کم نہیں ہوتا، اور رویہ مذکورہ اس حکم منصوصی اور اجماعی کا خلاف ہے ﴿۲﴾ لہٰذا یہ ناجائز ہے اور علاوہ ازیں عوام قضاء کرنے پر بھی تیار نہیں ہوتے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: وانما لم تجب الكفارة فيما اذا رأى هلال رمضان ولم يصم لان القاضي رد شهادته بدليل شرعي وهو تهمة الغلط فاورث شبهة وهذه الكفارة تندرئ بالشبهات لانها الحقت بالعقوبات الخ.

(البحر الرائق ۲: ۲۶۵ كتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال الشرنبلالي: يثبت رمضان برؤية هلاله لقوله ﷺ صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته فان غم عليكم فاكملوا عدة شعبان ثلاثين فلذا قال او بعد شعبان ثلاثين يوما ان غم الهلال فلم ير لغيم ونحوه لما روينا وهذا بالاجماع.

(امداد الفتاح شرح نورالايضاح ۲۶۲ فصل فيما يثبت به الهلال)

﴿۳﴾ ☆ قال العلامةابن عابدين: لو صام رائ هلال رمضان واكمل العدة لم يفطر الامع الامام لقوله عليه الصلاة والسلام صومكم يوم تصومون وفطركم يوم تفطرون رواه الترمذی وغيره والناس لم يفطروا فی مثل هذا اليوم فوجب ان لا يفطر. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حکومت کی جانب سے رؤیت ہلال کمیٹی کا قیام قابل تحسین ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت پاکستان نے موجودہ صورت حال میں رؤیت ہلال کمیٹی مقرر کی ہے وہ روزہ افطار وغیرہ کا حکم لگا کر ریڈیو ٹی وی پر اعلان کرتے ہیں اور لوگ ان پر اعتماد بھی کرتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ یہ کمیٹی کوئی شرعی حیثیت رکھتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری اشرف گل ذھب سنگینی کرک.....۱۹۸۹ء/۵/۱۸

الجواب: حکومت پاکستان کی طرف سے رؤیت ہلال کمیٹی کا قیام قابل تحسین ہے، لیکن پاکستان کے مغربی صوبوں میں یہ کمیٹی ناکام ہے نہ حکومت نے علت سے خالی فضاؤں میں رؤیت کنندہ گان مقرر کئے ہیں اور نہ عوام الناس کی اس کمیٹی یا حکومت سے کوئی ہمدردی ہے، نیز یہ کمیٹی آزاد (بااختیار) بھی نہیں ہے جب مشرقی صوبوں کے لوگوں کے روزے اٹھائیس ہوں یا جمعہ کو عید ہونے والی ہو تو یہ کمیٹی شریعت پر مصلحت کو ترجیح دیتی ہے۔ بہرحال ضرورت رؤیت کنندگان کی تقرری کا ہے، عید وفطر کا حکم ایک معتمد عالم بھی دے سکتا ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۹۸ مبحث فی صوم یوم الشک)

☆وفی المنهاج: لا نفطر برادیو العرب فی باكستان لان العوام یصومون برؤیة باكستان ویفطرون برؤیة العرب ثم لا یقضون عند نقصان الشهر ویقومون لیلة العید دون لیلة رمضان بالتلوم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴: ۱۵ قبیل باب ما یستحب علیه الافطار)

﴿۱﴾ قال عبد الرحمن الجزیری: لا یشترط فی ثبوت الهلال ووجوب الصوم بمقتضاه علی الناس حکم الحاکم ولکن لو حکم بثبوت الهلال بناء علی ای طریق فی مذهبه وجب الصوم علی عموم المسلمین ولو خالف مذهب البعض منهم لان (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چاند دیکھنے کے ثبوت شرعی کے بعد ہلال کمیٹی کے اعلان نہ کرنے کا حکم وغیرہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ!

(۱) اگر شرعی ثبوت کے ہوتے ہوئے عید کا اعلان مقامی طور پر علماء کریں تو عام لوگ عید مناتے ہیں لیکن فوجی لوگ جو وہاں رہائش پذیر ہیں ان کیلئے مخالفت کرنا کیسا ہے؟ (۲) شرعی رؤیت اور اعلان قاضی کے بعد رؤیت ہلال کمیٹی کا اعلان نہ کرنا مانع حکم شرعی ہے؟ (۳) اگر ثبوت کے باوجود ہلال کمیٹی اعلان نہ کرے تو اس اعلان نہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا اشرف الدین خطیب فوج نوشہرہ ۱۹۷۸ء/۱۱/۲۴

الجواب: (۱) ثبوت شرعی کے بعد کوئی شخص خواہ آرمی کا آدمی ہو یا سول، مخالفت کرنے کا مجاز نہیں ہے ﴿۱﴾۔ (۲) ہلال کمیٹی کا اعلان نہ کرنا حکم شرعی کیلئے مانع نہیں ہے (بشرط صدق وثبوت) ﴿۲﴾۔ (۳) ثبوت شرعی کے باوجود کمیٹی کا اعلان نہ کرنا مصلحت پر مبنی ہو سکتا ہے خدا پرستی نہیں ہے۔ **وھو الموفق**

(بقیہ حاشیہ) حکم الحاکم یرفع الخلاف وھذا متفق علیه. (الفقه علی المذاهب الاربعة ۱: ۴۸۲ کتاب الصیام)

﴿۱﴾ وقال فی الهندیة: ولا یشترط فی هذه الشهادة لفظ الشهادة ولا الدعویٰ ولا حکم الحاکم حتی انه لو شهد عند الحاکم وسمع رجل شهادته عند الحاکم وظاهره العدالة وجب علی السامع ان یصوم ولا یحتاج الی حکم الحاکم.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۹۷ الباب الثانی فی رؤیة الهلال)

﴿۲﴾ قال عبد الرحمن الجزیری: لا یشترط فی ثبوت الهلال ووجوب الصوم بمقتضاه علی الناس حکم الحاکم ولکن لو حکم بثبوت الهلال بناء علی ای طریق فی مذهبه وجب الصوم علی عموم المسلمین.

(الفقه علی المذاهب الاربعة ۱: ۴۹۳ هل یشترط حکم الحاکم فی الصوم)

صبح کومشرق اور شام کومغرب کی طرف چاند دیکھنا ممکن ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جید عالم دین نے اعلان کیا کہ کل عید ہوگی لیکن اس سے کم تر علم رکھنے والے نے یہ لکھ دیا کہ یہ عید نا جائز ہے چنانچہ خود بھی روزہ رکھا ہوا تھا اور متعلقین کو بھی تلقین کرتا رہا، دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ اس دن میں نے چاند مشرق کی جانب دیکھا ہے لہٰذا اسی روز مغرب کی جانب چاند نہیں دیکھا جا سکتا، اب ان میں کون غلطی پر ہے اور کون صحیح؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد ابراہیم طوطی آباد لکی مروت ۲۴/شوال ۱۴۰۶ھ

الجواب: السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ ردالمحتار ۲:۱۳۱ میں مسطور ہے کہ صباحا اور مساء رؤیت ممکن ہے وعبارتہ ھذا: **وشمل قولهم لا عبرة برويته نهارا ما اذا رؤى يوم التاسع والعشرين قبل الشمس ثم رؤى ليلة الثلاثين بعد الغروب وشهدت بينة شرعية بذلك فان الحاكم يحكم برؤيته ليلا كما هو نص الحديث ولا يلتفت الى قول المنجمين انه لا تمكن رؤيته صباحا ثم مساءً في يوم واحد كما قدمناه**﴿۱﴾ پس بہر حال اس مخالفت کنندہ کا منشأ فاسد ہے۔ وھو الموفق

مملکۃ سعودیہ کے ریڈیو کی تفصیلی خبر پر (دربارۂ روزہ وغیرہ) اعتماد درست ہے

سوال: ما ذا يقول العلماء في المسائل الآتية: (۱) ما حكم الاخبار والعمل براديو الرياض من السعودية او غيره من الممالك الاسلامية العربية والحال ان في الافغانستان ليس بسلطان ولا امير الا امراء المجاهدين والعلماء؟ (۲) وما حكم التلفون والراديو من الآلات الاستخبارية في القوة والضعف والظن واليقين؟ (۳) فاذا

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۴ مطلب في اختلاف المطالع)

لم يوجد السلطان والامير فكيف حكم العالم بالعمل بهذا الاخبار مع وجود الاختلاف الشديد بين العلماء فبعضهم يعمل بهذا الاخبار وبعضهم لا يعمل به فما حكم الفريقين؟ بينوا توجروا

المستفتی: ہیئت علماء حرکت انقلاب اسلامی افغانستان ۱۹۸۷/۱/۳

الجواب: (١) جاز الاعتماد باخبار راديو الرياض اذا كان مفصلا ذكر فيه الحاكم وسبب الحكم (ماخوذ من منحة الخالق على هامش البحر) (٢: ٢٧٠)﴿١﴾. (٢) التلفون آلة غير محفوظة فلا بد من التحرى فى الاخبار الموصولة بها. (٣) العلماء اتفقوا على ان لا يتفقوا ولاضير فى الاختلاف لوجوده سلفاً وخلفاً ﴿٢﴾. وهو الموفق

﴿١﴾ قال العلامة ابن عابدين الشامي: واذا كانت الاستفاضة فى حكم الثبوت لزم العمل بها ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردين من بلدة الثبوت الى البلدة التى لم يثبت بها لا مجرد الاستفاضة لانها قد تكون مبنية على اخبار رجل واحد ..... ولم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع فى زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرىٰ ونحوها الخ.
(منحة الخالق على هامش البحر الرائق ٢: ٢٧٠ قبيل باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

﴿٢﴾ وفى المنهاج: ان تعدد الاعياد والصيامات غير منكر وتوحيدها ليس بمطلوب لان المدار على الثبوت الشرعى وهو ربما يختلف دون نفس الامر وهو لا يختلف، قلت وكذا وقوع هذا الاختلاف فى عهد معاوية رضى الله عنه من غير نكير يدل على انه غير منكر.
(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذى ٣: ١٦٠ باب ان الفطر يوم تفطرون) وقال الحصكفى: ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة وافطروا باخبار عدلين.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ٢: ٩٩ مطلب لا عبرة بقول الموقتين)

صوم وفطر میں اختلاف نہ امر مستبعد ہے اور نہ امر منکر

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں آس پاس دیہاتی علاقوں میں عیدالفطر منانے پر اختلاف کی وجہ سے دوعیدیں منائی گئی ہیں، ایک طبقہ نے پورے شعبان کے تیس دن پوری کر کے روزہ شروع کیا تھااور انتیس روزے رکھے اور دوسرے طبقہ نے بھی اسی دن سے روزے شروع کر کے تیس روزے رکھے، لہٰذا ہر دو فریق ایک دوسرے پر لعنت اور کفارت کی پکار لگاتے ہیں ایک طبقہ کہتا ہے کہ عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے، دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ آپ نے روزہ کھا کر کفارہ ادا کرنا ہے، اور یادر ہے کہ طبقہ اولیٰ نے ٹیلفون کر کے عید منائی ہے اب جانبین آپ صاحبان کے حکم کے منتظر ہیں، لہٰذا آپ اس بارے میں کیافرماتے ہیں؟ بینو اتوجروا

المستفتی: محمد جان خطیب جامع مسجد داروڑہ ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: واضح رہے کہ حدیث صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته سے معلوم ہے کہ صوم وفطر کا دارمدار ثبوت شرعی پر ہے نہ کہ نفس الامر پر ﴿۱﴾ پس اس بنا پر صوم وفطر میں اختلاف نہ امر مستبعد ہے

﴿۱﴾ یؤخذ من هذا الحدیث (۱) وجوب صیام شهر رمضان اذا ثبتت رؤیة هلال و وجوب الفطر اذا ثبتت رؤیةهلال شوال. (۲) استحباب اشاعة خبر دخول شهر رمضان وخروجه بأوسع وسیلة واسرعها. (۳) ان الحکم بالصوم والفطر معلق برؤیة الهلال فلا یصام ولا یفطر الا بالرؤیة. (۴) اذا حال دون مغیب الهلال ما یمنع الرؤیة من سحاب او غبار او نحوهما لیلة الثلاثین من شعبان فتکمل عدة شعبان ثلاثین یوما ولا یصام یوم تلک اللیلة. (۵) الرؤیة هي المستند الشرعی فی احکام الصیام والافطار ولا عبرة بالحساب ولا یصح الاعتماد علیه بحال من الاحوال لان الرؤیة لا تنضبط بامر حسابی فانها تختلف باختلاف ارتفاع المکان وانخفاضه وغیر ذلک.

واختلف العلماء فیما اذا رؤی الهلال ببلد من (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اور نہ امر منکر ہے، صحیح مسلم شریف وغیرہ کی روایات کی بناپر خیر القرون میں بھی یہ اختلاف وقوع پذیر ہوا ہے پس صورت مسئولہ میں فریقین کا ایک دوسرے پر لعن وطعن کرنا ایک عوامی اور جاہلانہ رویہ ہے عوام کیلئے ضروری ہے کہ اپنے مقامی ارباب علم وفتویٰ پر اعتماد کیا کریں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) البلدان فهل يجب الصيام او الافطار على عموم المسلمين او ان كل قطر له حكمه في الصيام والافطار حسب مطلع قطره الذى هو فيه؟ فذهب جمهور العلماء ومنهم الامامان ابو حنيفة واحمد الى انه اذا رؤى فى بلد لزم حكمه جميع الناس عملا بهذا الحديث والخطاب للمسلمين عامة ولا عبرة باتفاق المطالع واختلافها ، وذهب الشافعي وجماعة من السلف الى القول بالحكم باختلاف المطالع وقالوا ان الخطاب في الحديث نسبى فان الامر بالصوم والفطر موجه الى من وجد عندهم الهلال. فمسألة اعتبار اختلاف المطالع من عدمه من المسائل النظرية التى للاجتهاد فيها مجال والاختلاف فيها واقع ممن لهم الشأن فى العلم والدين وهو من الاختلاف السائغ وقد اختلف اهل العلم فى هذه المسألة على قولين فمنهم من رأى اعتبار اختلاف المطالع ومنهم لم يراعتباره واستدل كل فريق بادلته وقد مضىٰ على ظهور هذا الدين مدة اربعة عشر قرناً ولا نعلم فيها فترة جرى فيها توحد اعياد اسلامية على رؤية واحدة، فيجب صوم رمضان على رؤية الهلال او الشهادة على الرؤية والاخبار بها او اكمال عدة شعبان ثلاثين يوما فخلاصة الاقوال فى الصوم والفطر ثلاثة الاول انه اذا رؤى فى بلد لزم الناس كلهم الصوم نظرا الى ان الخطاب لكل المسلمين بقوله اذا رأيتموه ، الثانى اعتبار اختلاف المطالع وتحديده بالكيلات مع الاختلاف وهذا ملاحظ فيه ان الخطاب خاص لمن يمكن رؤيته فى قطرهم، الثالث لزوم الصوم والفطر اذا كانوا تحت ولاية واحدة اى بلاد متقاربة، فالصحيح من حيث الدليل الاول وعمل اليوم على الثالث. (ملخص ماقرر مجلس هيئة كبار العلماء فى المملكة السعودية على هامش على بلوغ المرام ۲۰۷ كتاب الصيام) ازمرتب

﴿۱﴾ قال العلامة عبد الحئى اللكنوى: والعالم الثقة فى بلدة لا حاكم فيه قائم مقامه.

(عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية ۱ : ۳۰۹ بيان رؤية هلال صوم اوفطر)

مسئلہ لاعبرۃ لاختلاف المطالع فقہاء کے درمیان میں اختلافی ہے اجماعی نہیں

سوال: فضیلۃ الشیخ المحترم مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک: بعد از سلام

(۱) لا عبرۃ لاختلاف المطالع مسئلہ متون است وظاہر المذہب آنست وظاہر الروایۃ وهو الاصح وعلیه الفتویٰ علی ما فی المستخلص ونور الایضاح وغیرہ، پس قول زیلعی کہ از اہل اجتہاد نیست بلکہ قول مقلد وناقل است بکدام دلیل شرعی نزد او ثانی معمول شد ومذہب احناف ومالکیہ وحنابلہ راشما علماء کرام پاکستان ترک کردہ اند دلیل شرعی آن رانوشتہ کنید۔ (۲) سپیکر ورادیو تعامل الناس وجمیع العلماء معمول است پس شمار در خصوص صوم چرا آنرا اعتبار نمید ہید وآں مثل مشافہہ ہم میباشد، اعلانات علی العموم خبر نیست حتی کہ شرائط بخواہد بلکہ انشاء است استفاضہ آں شرط نیست، پس اعلان قضائی وسلطنت عربستان را بکدام دلیل شرعی شما اعتبار نمید ہید، دلیل منع نوشتہ مع حوالہ کتب معتبرہ؟ واجرکم علی الله

المستفتی: افغان مہاجرین اکوڑہ خٹک کیمپ......۱۹۸۹ء/۵/۲۰

الجواب: واضح باد کہ ظاہر الروایت اگر چہ عدم اعتبار اختلاف مطالع است لیکن مراد ازیں عدم اعتبار در بلاد قریبہ ست نہ در بلاد قریبہ ونائیہ ہر دو ﴿۱﴾۔

پس اہل پاکستان واہل کیمپہا را برؤیت عربستان اعتماد کردن خلاف فقہ حنفی ست، اما اولا فلما فی البدائع ۲: ۱۹۹ فی مبحث رؤیۃ الهلال وشهوده فاما اذا کانت بعیدۃ فلا یلزم احد البلدین حکم الآخر لان المطالع عند المسافۃ الفاحشۃ تختلف فیعتبر فی اهل کل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر، انتهیٰ مافی البدائع ﴿۲﴾ واما ثانیا، فلان مسئلۃ اختلاف المطالع وعدمه مسئلۃ اجتهادیه، وعدم کون الشهر اقل من تسع وعشرین امر

﴿۱﴾ قال الفقیه نصر بن محمد السمرقندی: اهل بلدۃ صاموا ثلاثین یوما بالرؤیۃ واهل بلدۃ اخریٰ صاموا تسعۃ وعشرین یوما بالرؤیۃ ایضا فعلیهم قضاء یوم اذا لم تختلف المطالع بینهما اما اذا اختلفت المطالع لا یجب القضاء. (فتاویٰ النوازل ۶ ۸۴ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۲۲۴ مبحث اثبات الاهلۃ)

منصوصی اجماعی فاذا صام اهل باکستان برؤیتهم وافطروا برؤیة العرب کما هو المظنون من العوام فیلزم خلاف الامر الاجماعی والمنصوصی وهو واضح. واما ثالثا: فلان اهل البلد النائیی کامیریکة اذا رؤا الهلال واخبر بها مسلم بالآلات الجدیدة الی اهالی باکستان فیصل الیهم الخبر عند طلوع الشمس لان وقت الغروب. علیهم وقت الشروق علینا فیلزم الحرمان من صلاة التراویح وصیام الیوم الاول حتما دائماً.

واما ما قالوا فیلزم اهل المشرق برؤیة اهل المغرب فالمراد منه المشرق والمغرب للبلد القریب مثلا اذا رآها الناس فیٔ مغرب باکستان فیلزم اهل المشرق من الهند والباکستان برؤیة اهل المغرب﴿۱﴾.

ملاحظه:...... کتبت المسئلة بالعربیة لئلا تقع عند غیر اهل العلم. وهو الموفق

﴿۱﴾قال العلامة عبد الحئی اللکھنوی: نزد طائفہ از محققین حنفیہ ایں است کہ بلادے کہ بحسب قواعد علم ہیئت اختلاف مطالع دارند ومقدارش نزد ایشاں مسافت یک ماہ است دراں اختلاف مطالع معتبر شدہ حکم یک بلدہ ببلدہ دیگر ملزوم نہ خواہد شد، ودر بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از کم یک ماہ دارند ثبوت رؤیت یک بلدہ ببلدۂ دیگر ملزم خواہد شدہ، درمراقی الفلاح مے نویسد، اذا ثبت الهلال فی بلدة ومطلع قطرها لزم سائر الناس فی ظاهر الروایة وعلیه الفتویٰ وهو قول اکثر المشائخ فیلزم قضاء یوم علی اهل بلدة صاموا تسعة وعشرین یوما لعموم الخطاب صوموا لرؤیته وقیل یختلف ثبوته باختلاف المطالع واختاره صاحب التجرید کما اذا زالت الشمس عند قوم وغربت عند غیرهم فالظهر علی الاولین لا للغرب لعدم انعقاد السبب فی حقهم. وطحطاوی درحواشی مراقی الفلاح مے نویسد: قوله کما ذهب الیه صاحب التجرید وهو الاشبه لان انفصال الهلال من شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار کما فی دخول الوقت وخروجه وهذا مثبت فی علم الا فلاک والهیئة واقل ما اختلف المطالع مسیرة شهر کما فی الجواهر، ودرفتاویٰ تاتارخانیہ مے آرد: اهل بلدة اذا رأوا الهلال هل یلزم فی حق کل بلدة اختلف فیه فمنهم من قال (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اختلاف مطالع اور ریڈیو اعلان کے بارے میں تفصیلی استفسار اور مختصر جواب

سوال: موجودہ رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سے جو طریقہ کار منظر عام پر آچکا ہے وہ شرعی لحاظ سے بہت تشویشناک ہے بنابریں مناسب معلوم ہوا کہ اپنی علمی بے بضاعتی کے باوجود جو نقائص شرعی لحاظ سے ہمیں

(بقیہ حاشیہ) لا یلزم فانما المعتبر فی حق اهل بلدة رؤيتهم وفی الخانية لا عبرة باختلاف المطالع فی ظاهر الرواية وفی القدوری ان کان بین البلدتین تفاوت لا یختلف به المطالع یلزمه وذكر شمس الائمة الحلوانی انه الصحيح من مذهب اصحابنا، وصاحب ہدایہ در مختارات النوازل مے آرد: اهل بلدة صاموا تسعة وعشرين يوما بالرؤية واهل بلدة اخرىٰ صاموا ثلاثين بالرؤية فعلى الاولين قضاء يوم اذا لم يختلف المطالع بينهما واما اذا اختلف لا يجب القضاء، ...... وزیلعی در تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق مے طراز د: ولا عبرة باختلاف المطالع ومعناه اذا رأى الهلال اهل بلدة ولم يره اهل بلدة اخرىٰ يجب ان يصوموا برؤية اولئک كيف ما كان على قول من قال لا عبرة باختلاف المطالع وعلى قول من اعتبره ينظرفان كان فيهما تقارب بحيث لا يختلف المطالع يجب وان كان بحيث يختلف لا يجب واكثر المشائخ على انه لا يعتبر حتى اذا صام اهل بلدة ثلاثين يوما واهل بلدة اخرىٰ تسعة وعشرين يوما يجب عليهم قضاء يوم، والاشبه ان يعتبر لان كل قوم مخاطبون بما عندهم وانفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف المطالع كما فی دخول وقت الصلاة وخروجة يختلف باختلاف الاقطار ...... خلاصہ کلام این است کہ مذہب اعتبار اختلاف مطالع مطلقا وعدم لزوم حکم رؤیت یک بلدہ بہ بلدۂ دیگر اگر چہ متقارب باشد غیر معتبر است ومذہب عدم اعتبار اختلاف مطالع مطلقا ولزوم حکم رؤیت یک بلدہ بہ بلدۂ دیگر اگر چہ متباعد باشد بغایت بعد مخالف حدیث ابن عباس است واصح المذاہب عقلا ونقلا ہمیں است کہ ہر دو بلدۂ کہ فیما بین آنہا مسافتی باشد کہ دراں اختلاف مطالع مے شود وتقدیرش مسافت یک ماہ است دریں صورت حکم رؤیت یک بلدہ بہ بلدۂ دیگر نخواہد شد ودر بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از یک ماہ داشتہ باشند حکم رؤیت یک بلدۃ بہ بلدۂ دیگر لازم خواہد شد بشرطیکہ ثبوت آن بطریق موجب شدہ باشد۔

(مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوىٰ ۱: ۲۵۵ كتاب الصوم)

معلوم ہوئے ہیں بزرگوں کے سامنے رکھ کر اطمینان حاصل کریں۔ (۱) تمام مملکت کیلئے بیک وقت روزہ، افطار اور عید کو ضروری قرار دینے کی نظیر خیر القرون میں نہیں ملتی اور غیر ضروری قرار دینے کی بھی۔ (۲) کئی ہزار مربع میل مملکت میں یہ بات اعتبار اختلاف مطالع کے خلاف ہے کیونکہ اختلاف مطالع کا مقدار ایک ماہ کی مسافت فقہاء کرام تحریر فرما چکے ہیں جو کہ میلوں کے حساب سے تقریباً چار سو اسی میل مسافت بنتی ہے جبکہ کراچی تکی مروت سے آٹھ سو میل سے زیادہ فاصلہ پر واقع ہے، اور محققین فقہاء کرام کے نزدیک اعتبار اختلاف مطالع کا قول صحیح اور راجح ہے جس کی تحقیق کیلئے مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ کی مختصر مگر جامع بحث درجہ ذیل ہے:

در باب اختلاف مطالع فقہاء حنفیہ بر چند اقوال مختلف اند، بعضے برآنند کہ اختلاف مطالع معتبر است، واعتبار رؤیت یک بلدہ ببلدہ دیگر نیست، بلکہ برائے اہل ہر بلدہ رؤیت ہماں بلدہ معتبر است ونزد اکثر مشائخ حنفیہ موافق ظاہر الروایۃ اختلاف مطالع را مطلقاً اعتبار نیست، پس رؤیت یک بلدہ ببلدۂ دیگر اگر چہ فیمابین ہر دو فاصلہ کثیر باشد، بعد ثبوت آن بطریق شرعی ملزم ومعتبر خواہد شد، ونزد طائفہ از محققین حنفیہ ایں است کہ بلادی کہ بحسب قواعد علم ہیأۃ اختلاف مطالع دارند ومقدارش نزد ایشاں مسافت یک ماہ است دران اختلاف مطالع معتبر شدہ حکم یک بلدہ ببلدۂ دیگر ملزم نخواہد شد ودر بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از یک ماہ دارند ثبوت رؤیت یک بلدہ ببلدۂ دیگر ملزم خواہد شدہ، در مراقی الفلاح می نویسد **اذا ثبت الهلال فی بلدة ومطلع قطرها لزم سائر الناس فی ظاهر الرواية وعليه الفتوىٰ وهو قول اكثر المشائخ فيلزم قضاء يوم على اهل بلدة صاموا تسعة وعشرين يوما لعموم الخطاب صوموا لرؤيته وقيل يختلف ثبوته باختلاف المطالع واختاره صاحب التجريد كما اذا زالت الشمس عند قوم وغربت عند غيرهم فالظهر على الاولين لا المغرب لعدم انعقاد السبب فی حقهم انتهىٰ،** وطحطاوی در حواشی مراقی الفلاح می نویسد **قوله كما ذهب اليه صاحب التجريد وهو الاشبه لان انفصال الهلال من شعاع الشمس يختلف باختلاف الاقطار**

كـمـا فـي دخول الوقت و خروجه و هذا مثبت في علم الافلاک و الهيأة و اقل ما اختلف المطالع مسيرة شهر كما في الجواهر انتهیٰ، و در فتاوی تا تارخانیہ سے آرد اهل بلدة اذا رأوا الهلال هل يلزم في حق كل بلدة اختلف فيه فمنهم من قال لا يلزم فانما المعتبر في حق اهـل بـلـدة رويتهـم وفـي الـخـانية لا عبـرة بـاختلاف المطالع في ظاهر الرواية، وفي الـقـدوری ان كان بين البلدتين تفاوت لا يختلف به المطالع يلزمه و ذكر شمس الائمة الـحـلـوانـي انه الصحيح من مذهب اصحابنا انتهیٰ وصاحب ہدایہ در مختارات النوازل سے آرد، اهـل بـلـدة صاموا تسعة و عشرين يوما بالرؤية و اهل بلدة اخرىٰ صاموا ثلاثين بالرؤية فعلى الاولين قضاء يوم اذا لم يختلف المطالع بينهما و اما اذا اختلف لا يجب القضاء انتهیٰ، وزیلعی در تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق می طرازد، و لا عبرة باختلاف المطالع ومعناه اذا رأى الهلال اهـل بـلدة ولم يره اهل بلدة اخرىٰ يجب ان يصوموا برؤية اولئک كيف ماكـان على قول من قال لا عبرة باختلاف المطالع وعلى قول من اعتبره ينظر فان كان فيهمـا تـقارب بحيث لا يختلف المطالع يجب و ان كان بحيث يختلف لا يجب و اكثر الـمشـائـخ عـلـى انه لا يعتبر حتى اذا صام اهل بلدة ثلاثين يوما و اهل بلدة اخرىٰ تسعة وعشـريـن يـومـا يـجـب عـليهـم قـضاء يوم و الاشبه ان يعتبر لان كل قوم مخاطبون بما عـنـدهـم و انفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف المطالع كما في دخول وقـت الـصلوٰة و خروجه يختلف باختلاف الاقطار حتى اذا زالت الشمس في المشرق لا يـلـزم ان تـزول في المغرب و كذا طلوع الفجر و غروب الشمس بل كلما تحركت الشـمـس درجة فتـلک طـلـوع الـفجر لقوم وطلوع الشمس لبعضهم و غروب لبعض ونـصـف لـيـل لـغـيـرهم و الدليل على اختلاف المطالع ما روى كريب ان ام الفضل بعثته

الی معاویة بالشام قال فقدمت الشام وقضیت حاجتها واستهل علی شهر رمضان وانا بالشام فرأیت الهلال لیلة الجمعة ثم قدمت المدینة فی آخر الشهر فسألنی عبدالله ابن عباس ثم ذکر الهلال متی رایتم الهلال فقلت رایناه لیلة الجمعةفقال انت رأیته فقلت نعم وراه الناس وصاموا وصام معاویة فقال لکنا رایناه لیلة السبت فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلاثین اونراه فقلت اولاتکتفی برویة معاویة وصیامه قال لاهکذا امرنا رسول ﷺ قال فی المنتقی رواه الجماعة الا البخاری وابن ماجة انتهی خلاصہ کلام این است کہ مذہب اعتبار اختلاف مطالع مطلقا وعدم لزوم حکم رویت یک بلدہ بلدۂ دیگر اگر چہ متقارب باشد غیر معتبر است ومذہب عدم اعتبار اختلاف مطالع مطلقا ولزوم حکم رؤیت یک بلدہ بلدۂ دیگر اگر چہ متباعد باشد بغایت بعد مخالف حدیث ابن عباس است واصح المذاہب عقلاً ونقلاً ہمین است کہ ہردو بلدہ کہ فیما بین آنہا مسافتی باشد کہ دران اختلاف مطالع میشود وتقدیرش مسافت یک ماہ است دریں صورت حکم رؤیت یک بلدہ بلدۂ دیگر نخواہد شد، ودر بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از یک ماہ داشتہ باشند حکم رؤیت یک بلدہ بلدۂ دیگر لازم خواہد شد بشرطیکہ ثبوت آن بطریق موجب شدہ باشد انتھیٰ (ما فی مجموعة الفتاویٰ علی هامش خلاصة الفتاویٰ ۱: ۲۵۴، ۲۵۵).

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے عرف الشذی ۳۵۳ (مطبع قاسمیہ دیوبند) میں علامہ زیلعی شارح کنز کا مذکورہ بالا مسلک نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے، وکنت قطعت بما قال الزیلعی ثم رأیت فی قواعد ابن رشد اجماعا علی اعتبار اختلاف المطالع فی البلدان النائیة، رمضان کا مسئلہ تو نسبتاً کچھ ضعیف سا ہے کیونکہ اس میں تو شہادت نہیں صرف اخبار ہے مگر مشکل مسئلہ آگے عید کا آرہا ہے جس کیلئے شہادت ضروری ہے، اور شہادت میں تو شرعاً اور عقلاً گواہوں کی حاضری ضروری ہے اور اگر نقل حکم قاضی ہو تو اس کیلئے بھی دو گواہ ضروری ہیں حالانکہ یہاں حکومت نے اس جگہ کے علاوہ جہاں رؤیت

ہوئی ہو، دیگر تمام جگہوں کیلئے ٹیلی فون اور ریڈیو پر حکم پہنچانے کا انتظام کیا ہے، حالانکہ ہمارے ناقص خیال میں یہ قواعد فقہیہ کی رو سے قطعاً غلط معلوم ہو رہے ہیں صاحب بحر لکھتے ہیں، **واعلم ان ماکان من باب الدیانات فانه یکتفی فیه بخبر الواحد العدل کهلال رمضان وماکان من حقوق العباد وفیه الزام محض کالبیوع والاملاک فشرطه العدد والعدالة ولفظ الشهادة مع باقی شروطها ومنه الفطر انتهیٰ** (بحر ۲:۲۶۷) اور مجموعۃ الفتاویٰ ۱:۲۷۵ میں ہے، بحسب ضوابط فقہیہ مجرد اخبارات تار وغیرہ در باب صوم وافطار معتبر نہیں۔

درمختار میں ہے: **فیلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم روية اولئک بطریق موجب** جس پر علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں **قوله بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشهادة ویشهدا علی حکم القاضی او لیستفیض الخبر**، اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں، **قال الرحمتی معنی الاستفاضة ان تأتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة انهم صاموا عن رؤية لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعه انتهیٰ**.

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ رؤیت ہلال رمضان کے بارے میں ریڈیو، ٹیلی فون اور تار کے ذریعہ اطلاعات ان صورتوں میں شامل نہیں ہوسکتیں جن کو فقہاء امت شرعی لحاظ سے قابل اعتبار قرار دیتے ہیں چہ جائیکہ اس پر عید کی بنا کر سکے، کیونکہ صاحب بحر وغیرہ تمام فقہاء کرام نے بالاتفاق رویت ہلال عید کے اثبات شرعی لحاظ سے شہادت کو شرط قرار دیا ہے اور شہادت میں تو شرعاً اور عقلاً دونوں لحاظ سے گواہوں کی حاضری شرط اول ہے شرعی لحاظ سے کتب فقہیہ میں ثبوت موجود ہے اور عقلاً اس لئے کہ آج تک تمام ذی عقل اور اہل تعلیم فاضل جج صاحبان نے چاہے وہ کافر کیوں نہ ہوں ریڈیو، ٹیلی فون اور تار پر شہادت لیکر فیصلہ دینا جائز قرار نہیں دیا ہے۔

پس اگر ہم قول مرجوح پر عمل کریں اور اعتبار اختلاف مطالع کا نہ کریں تو ایک مجرب جھوٹی منادی (ریڈیو) پر کیسا اعتماد کیا جائے جبکہ مجرب جھوٹا پن کے ساتھ ساتھ اعلان کنندہ بھی فاسق ہو اور اگر ہم ان سارے نقائص کو نظر انداز کر سکتے ہیں تو پھر سعودیہ عربیہ کے اعلان پر لبیک کیوں نہ کہیں تا کہ ساری امت کا روزہ اور عید ایک ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عزیز الرحمٰن بنوں تحصیل لکی مروت......۱۹۷۵ء/۶/۳

الجواب: واضح رہے کہ خیر القرون میں صوم وعید کی وحدت کے ضروری یا غیر ضروری ہونے دونوں کی نظیر نہیں ملتی، البتہ وحدت کے مشروع ہونے کی دلیل ملتی ہے وھو قوله علیه الصلاة والسلام صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته ﴿۱﴾ وجه الدلالة ان الخطاب فيه عام لجميع المسلمين، والمراد من الرؤية ثبوت الرؤية بالمشاهدة او الشهادة وغيرها لا الرؤية المحضة اجماعا وهو واضح فاذا ثبتت عند اهل المشرق رؤية اهل المغرب ثبوتا شرعيا فيلزم عليهم الصوم والافطار وهو ظاهر الرواية كما صرحوا به، وخصص ابن عباس الخطاب باهل البلد حيث قال هكذا امرنا رسول الله ﷺ فيكون عدم حكمه بناء على رأيه المستنبط من الحديث دون منطوق الحديث والاصل فى الخطاب هو العموم فيكون ظاهر الرواية قويا من حيث الدليل وهو الراجح عند المحققين كذا صرحوا به﴿۲﴾، واما ما اختاره الزيلعى فهو غير ظاهر الرواية والمراد من الاجماع فى

﴿۱﴾اخرجه احمد فى المسند (۲: ۴۵۴) والبخارى فى الصوم باب قول النبى ﷺ اذا رأيتم الهلال فصوموا، ومسلم فى الصيام باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال والفطر لرؤية الهلال وغيرهم من حديث ابى هريرة رضى الله عنه مرفوعاً.

﴿۲﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلى: ان الجمهور استدلوا بالسنة والقياس اما السنة فهو حديث ابى هريرة وغيره صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کلام ابن رشد اجماع المالکیۃ، نیز واضح رہے کہ ریڈیو نہایت ایک محفوظ آلہ ہے اس کے ذریعہ سے جوخبر نشر کی جاتی ہے وہ واضح الدلالت ہوتی ہے بخلاف مدافع وغیرہ کے جن میں غیر کا احتمال بھی موجود ہوتا ہے، پس جب مدافع پر اعتماد درست اور مشروع ہے تو اس آلہ پر اعتماد بہ طریق اول درست ہوگا، کما فی منحة الخالق على هامش البحر ۲: ۲۷۰ لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من

(بقیہ حاشیہ) فان غم عليكم فاكملوا عدة شعبان ثلاثين فهو يدل على ان ايجاب الصوم على كل المسلمين معلق بمطلق الرؤية والمطلق يجرى على اطلاقه فتكفى رؤية الجماعة اوالفرد المقبول الشهادة ، واما القياس فانهم قاسوا البلدان البعيدة على المدن القريبة من بلد الرؤية اذلا فرق والتفرقة تحكم لا تعتمد على دليل هذا وقد ذكر ابن حجر في الفتح ستة اقوال في الموضوع، وقال الصنعاني: والاقرب لزوم اهل بلد الرؤية وما يتصل بها من الجهات التى على سمتها اى على خط من خطوط الطول وهى ما بين الشمال الى الجنوب اذ بذلک تتحد المطالع وتختلف المطالع بعدم التساوى فى طول البلدين او باختلاف درجات خطوط العرض.

وقال الشوكاني ان الحجة انما هي في المرفوع من رواية ابن عباس لا في اجتهاده الذى فهم عنه الناس، والمشار اليه بقوله هكذا امرنا رسول الله ﷺ وقوله فلا نزال نصوم حتى نكمل الثلاثين والامر الوارد فى حديث ابن عمر، لا يختص باهل ناحية على جهة الانفراد بل هو خطاب لكل من يصلح له من المسلمين فالاستدلال به على لزوم رؤية اهل بلد لغيرهم من اهل البلاد اظهر من الاستدلال به على عدم اللزوم لانه اذا رآه اهل بلد فقد رآه المسلمون فيلزم غيرهم ما لزمهم وهذا الرأى (رأى الجمهور) هو الراجح لدى توحيدا للعبادة بين المسلمين.

(الفقه الاسلامى وادلته ۳: ۱۶۶۲ المطلب فى اختلاف المطالع)

سمعها ممن کان غائبا عن المصر کاھل القریٰ ونحوھا الخ ﴿۱﴾. نیز واضح رہے کہ منادی سلطان میں عدالت کی شرط نہیں ہے کما فی الھندیۃ ۵: ۳۴۲ وخبر منادی السلطان مقبول عدلا کان او فاسقا کذا فی الجواھر الاخلاطی﴿۲﴾ اور جب ریڈیو کے ذریعہ سے تفصیلی خبر جس میں فیصلہ کنندہ اور منشأ (رؤیت وغیرہا) مذکور ہو کوئی خدشہ نہیں ہے۔ وھو الموفق

تکمیل ثلاثین کے بعد عید کا حکم دیا جائے گا جبکہ دو گواہوں سے ثبوت رمضان ہوا ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بشب پیر تیسویں رمضان کو چاند دیکھنے پر شہادت شرعی پیش ہوئی اور عید فطر کا اعلان کیا گیا اس کے بعد بشب منگل یعنی یکم شوال کو آئندہ رات چاند نہیں دیکھا گیا، آیا یہ دوسرے دن کا چاند نہ دیکھنا شہادت مذکورہ کی تکذیب کی دلیل نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل محمد واہلیان خویشکی نوشہرہ...... ۱۹۷۷ء/۱۰/۲۶

الجواب: چونکہ دوسری رات کا چاند بنسبت پہلی رات کے بلند اور بڑا ہوتا ہے لہٰذا دوسری رات کو نظر نہ آنا دروغ بیانی یا غلطی کی دلیل ہے البتہ تیس دن پورے ہونے کی وجہ سے باوجود عدم رؤیت کے عید کا حکم دیا جائے گا، کما فی الھندیۃ ۱: ۲۱۱ واذا شھد علی ھلال رمضان شاھدان والسماء متغیمۃ وقبل القاضی شھادتھما وصاموا ثلثین یوما فلم یروا الھلال شوال ان کانت السماء متغیمۃ یفطرون من الغد بالاتفاق وان کانت مصحیۃ یفطرون ایضا علی الصحیح کذا فی المحیط ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ (منحۃ الخالق علی ھامش البحر ۲: ۲۷۰ قبیل باب ما یفسد الصوم وما لایفسدہ)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریۃ ۵: ۳۰۹ کتاب الکراھیۃ)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریۃ ۱: ۱۹۸ الباب الثانی فی رؤیۃ الھلال)

اثبات ماہ رمضان کیلئے تین افراد کی گواہی اور خبر مستفیض کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں رمضان شریف کا چاند دیکھا گیا اور اس میں روزہ کا اعلان کیا گیا، اب جب دوسرے گاؤں والے یہ خبر لے کر جائیں تو اس کے موجب طریقہ کونسا ہے اگر تین عام آدمی اس گاؤں سے آجائیں اور یہ کہہ دیں کہ اس دوسرے گاؤں میں چاند دیکھا گیا ہے اور فرضیت رمضان کا اعلان کریں کیا یہ شہادت کافی ہے یا خبر مستفیض ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالرحمٰن وانڈہ شہاب خیل لکی مروت

الجواب: واضح رہے کہ ثبوت علی طریق موجب تین قسم کا ہے کما فی ردالمحتار ۲: ۱۳۲ **قوله بطريق موجب كان يتحمل اثنان الشهادة او يشهدا على حكم القاضي او يستفيض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اهل بلدة كذا رء وه لانه حكاية** ﴿۱﴾ پس اس بنا پر یہ خبر جو کہ استفتاء میں مسطور ہے خبر مستفیض نہیں ہے اس پر عمل کرنا واجب نہیں ہے لیکن چونکہ ظن غالب بھی موجبات سے شمار کیا گیا ہے، کما فی ردالمحتار ۲: ۱۲۵ **وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به** ﴿۲﴾ **قلت والخبر المستفيض يوجب من حيث انه يفيد الظن الغالب فلا يلزم الزيادة على الثلاثة فافهم**، پس اگر یہ اشخاص معتمد ہوں تو ان کی خبر پر اعتماد کرنا غلط نہ ہوگا، **لان خبرهم ليس مادون من صوت المدافع فافهم. وهو الموفق**

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۵ كتاب الصوم مطلب في اختلاف المطالع)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: والظاهر انه يلزم اهل القرىٰ الصوم بسماع المدافع او رؤية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۹۹ كتاب الصوم مطلب لا عبرة بقول المؤقتين)

افواہیں خبر مستفیض نہیں ہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جگہ چند آدمی قاضی یا امام کو خبردیں کہ مثلاً فلاں جگہ میں شہادت دی گئی ہے کہ چاند نظر آیا ہے اور ساتھ یہ بھی کہدے کہ وہاں کے مولوی صاحب نے عید کا اعلان کیا ہے اور مولوی صاحب کا تعین نہیں ہے اور نہ گواہوں کے بارے میں کچھ علم ہے تو کیاوہ قاضی یاامام عید کا اعلان کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی یحیٰ مہمند ایجنسی متعلم حقانیہ ...... یکم ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

الجواب: اس قسم کی خبروں سے عید یاصوم کا حکم دینا بے قاعدہ امر ہے، یہ افواہیں ہیں خبر مستفیض نہیں ہے، فی ردالمحتار ۲: ۱۲۹ قال الرحمتی معنی الاستفاضة انه تأتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة انهم صاموا عن رؤیة لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعه کما قد تشیع اخبار یتحدث بها سائر اهل البلدة ولا یعلم من اشاعها الخ ﴿۱﴾. وهوالموفق

ریڈیووغیرہ کے اعلان روزہ وفطر پراعتماد کی شرائط

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موجودہ زمانے میں حکومت ریڈیو اوردیگرذرائع ابلاغ پرصوم وفطر کا اعلان کرتی ہے کیاعندالشرع ان کا اعتبار کیاجائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا احمد زمان منگوری پاڑہ چنار ۱۹۸۶ء/۱/۱۸

الجواب: جبکہ مدافع وغیرہ پراعتماد جائز ہے، کما فی ردالمحتار ۲: ۱۲۵ ﴿۲﴾

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۲ قبیل مطلب فی رؤیة الهلال نهاراً)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: قلت والظاهر انه یلزم اهل القری الصوم بسماع المدافع ورؤیة القنادیل من المصر لانه علامة ظاهرة تفید غلبة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ومنحة الخالق علی هامش البحر ۲: ۲۷۰ ﴿۱﴾ پس ریڈیو وغیرہ پر اعتماد بہ طریق اولیٰ جائز ہے، لکونها ادل علی المرام لان اصوات المدافع قد تکون لغیر دخول الشهر، البتہ جواز اعتماد میں شرط یہ ہے کہ اعلان کرنے والا مسلم ہو اور خبر تفصیلی ہو ﴿۲﴾ کیونکہ موجودہ دور میں یہ خطرہ ہے کہ انہوں نے ماہرین فلکیات کے مفروضوں پر اعتماد نہ کیا ہو اور چونکہ شریعت میں مہینہ انتیس دنوں سے کم نہیں ہوتا تو

(بقیہ حاشیہ) الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذلك لغير رمضان بعيد اذ لا يفعل مثل ذلك عادة في ليلة الشك الا لثبوت رمضان. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۹۹ كتاب الصوم مطلب لا عبرة بقول الموقتين في الصوم)

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امين الشهير بابن عابدين: لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها فمن كان غائبا عن المصر كاهل القرىٰ ونحوها كما يجب العمل بها على اهل المصر الذين لم يروا الحاكم قبل شهادة الشهود.

(منحة الخالق على هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبيل باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

﴿۲﴾ ریڈیو اعلان برائے صوم وعید اس حد تک معتبر ہے کہ اس سے غلبہ ظن جو موجب حجت ہو حاصل ہو سکتا ہو۔

(۱) رؤیت ہلال کمیٹی متدین علماء مفتیوں اور اہل لوگوں پر مشتمل ہو۔

(۲) ریڈیو حکومتی کنٹرول میں ہو اور اس ملک میں حکومتی ریڈیو سٹیشن خبروں کے لحاظ سے محفوظ ہو اور عوام میں وہ مشہور و معروف ہو ورنہ عوامی ایف ایم ایٹنیوں سے خطرہ رہے گا۔

(۳) اعلان تفصیلی ہو محض ادھر ادھر کی خبروں پر مشتمل نہ ہو مثلاً یہاں عید ہے فلاں جگہ چاند دیکھا گیا ہے ہمارے یہاں بھی آج عید ہے یا رمضان ہے وغیرہ یہ خبر محض ہے اعلان شہادت وغیرہ نہیں۔

(۴) ہلال کمیٹی کے شرعی فیصلے کے رو سے سرکاری اعلان ہو۔

(۵) کمیٹی اور اعلان کنندہ پر اطاعاتی وزراء یا اور کسی شخص یا حکومتی مفاد اثر انداز نہ ہو۔

(۶) حکومتی ذرائع اس کے اہتمام میں مشہور و معروف ہو، وغیرہ۔

(ماخوذ از فتاویٰ شیخ الاسلام، نظام الفتاویٰ، جدید فقہی مسائل، جواہر الفقہ وغیرہ)۔ (از مرتب)

وو اعتماد غیر معتمد ہوگا جو اس کیلئے مستلزم ہو ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

دن کے وقت چاند کا نظر آنا آئندہ رات کا شمار ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید کا چاند جب دن میں نظر آ جائے تو کس وقت افطار کرنا چاہئے بعض کہتے ہیں کہ دیکھنے کے وقت اور بعض کہتے ہیں کہ شام کو اذان کے وقت افطار کرنا چاہئے صحیح قول کونسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صلاح الدین ایبٹ آباد... ۱۸/ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: جب دن کو چاند نظر آ جائے تو یہ چاند آئندہ رات کا شمار ہوگا، اور غروب سے قبل افطار نا جائز ہوگا، كما في شرح التنوير ورؤيته بالنهار لليلة الآتية مطلقا على المذهب ذكره الحدادي وفي ردالمحتار ۲: ۱۳۰ قوله مطلقا اى سواء رؤى قبل الزوال او بعده ﴿۲﴾. وهو الموفق

ثبوت عید ورمضان اور بقر عید میں اختلاف مطالع کا اعتبار وعدم اعتبار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں پاکستانی مسلمان ہوں اور امریکہ میں مقیم ہوں یہاں ہر سال عید کے دنوں میں مسئلہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ عید کا چاند امریکہ میں نظر آ جائے تو عید منائی جائے اور رمضان کا چاند یہاں نظر آ جائے تو روزے شروع کئے جائیں یا اگر چاند مصر،

﴿۱﴾ قال العلامة شبير احمد العثماني: فينبغي ان يعتبر اختلافها ان لزم منه التفاوت بين البلدتين باكثر من يوم واحد لان النصوص مصرحة بكون الشهر تسعة وعشرين او ثلاثين فلا تقبل الشهادة ولا يعمل بهما فيما دون اقل العدد ولا ازيد من اكثره.

(فتح الملهم بشرح مسلم ۳: ۱۱۳)

﴿۲﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۳ كتاب الصوم مطلب في رؤية الهلال نهارا)

عرب وغیرہ میں نظر آ گیا ہوتو امریکہ میں بھی عید منائی جا سکتی ہے حالانکہ امریکہ اور عرب کے اوقات میں آٹھ گھنٹے کا فرق ہے اور بعض جگہوں میں تو بارہ گھنٹے کا فرق ہے اسلئے جس روز چاند وہاں نظر آئے یہاں نظر نہیں آتا، لہٰذا ہم عید وروزہ میں کیا موقف اختیار کریں، نیز یہ کہ بقرعید کے موقع پر ایک طرف وہ مسلمان ہیں جو کہتے ہیں کہ حج چونکہ سعودی عرب میں ہوتا ہے لہٰذا جس روز سعودیہ میں عید ہو یہاں بھی ہونی چاہئے، دوسری طرف وہ مسلمان ہیں جو کہتے ہیں کہ ایسا صحیح نہیں ہے لہٰذا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: کوکب صدیقی یو ایس اے ۲۳/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: محترم المقام سلمہ الرحمٰن السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ ظاہر الروایت کی بنا پر اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے پس اہالیان امریکہ عرب کی ثابت شدہ رؤیت پر صوم وعید کر سکتے ہیں، لما فی شرح التنویر: واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاهر المذهب وعلیه اکثر المشائخ و علیه الفتویٰ، فیلزم اهل المشرق برؤیة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤیة اولئک بطریق موجب انتهیٰ بحذف، (هامش ردالمحتار ۲: ۱۳۱) ﴿۱﴾ البتہ قربانی اپنے مطلع پر کرنی ضروری ہے کما فی ردالمحتار ۲: ۱۳۲ وهل یقال كذلك فی حق الاضحیة لغیر الحجاج لم اره والظاهر نعم لان اختلاف المطالع انما لم یعتبر فی الصوم لتعلقه بمطلق الرؤیة وهذا بخلاف الاضحیة، فالظاهر انها کاوقات الصلوات یلزم کل قوم العمل بما عندهم فتجزئ الاضحیة فی الیوم الثالث عشر وان کان علی رؤیا غیرهم هو الرابع عشر﴿۲﴾. وهو الموفق

بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا مسئلہ اور سعودی اعلان پر صوم وعید کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا علاقہ مہمند ایجنسی

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۰۴ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۰۵ قبیل باب مایفسد الصوم ومالایفسده)

کے اس خطہ میں واقع ہے کہ جہاں نہ پاکستانی حکومت ہے اور نہ افغانی بلکہ مکمل طور پر آزاد علاقہ ہے ہم سعودی عرب کے اعلان پر عیدین وصوم کرتے رہتے ہیں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو سعودی اعلان پر عمل نہیں کرتے، اب سوال یہ ہے کہ سعودی اعلان پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس دوسرے طبقہ کا کیا حکم ہے کہ وہ سعودی اعلان پر عمل نہیں کرتے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فضل اللہ آزاد قبائل مہمند ایجنسی......۱۹۸۹ء/۱۰/۸

الجواب: واضح رہے کہ بنا بر ظاہر الروایت اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے پس اہل مشرق اہل مغرب کی رؤیت پر اکتفا کر سکتے ہیں کما فی شرح التنویر قبیل باب مایفسد الصوم ومالا یفسده ﴿۱﴾ اور بعض اہل علم اسی روایت پر عمل کرتے ہیں اور بعض علماء اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ عدم اعتبار بلاد قریبہ میں ہے نہ کہ بلاد بعیدہ میں، کما یشیر الیه کلام البدائع ۲: ۸۳ هذا اذا كانت المسافة بين البلدتين قريبة لا تختلف فيه المطالع فاما اذا كانت بعيدة فلا يلزم احد البلدين حكم الآخر لان مطالع البلاد عن المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر فى اهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر، انتهىٰ مافى البدائع ﴿۲﴾ اور ہر چہ سعودیہ عربیہ ہے وہ بلا شک وشبہ بلاد بعیدہ میں سے ہے۔

(۱)......اور یہ کہ جس طرح ہلال شب اول افق انتہائی سے بلند ہو جائے اور بعد از غروب شمس اکیاون منٹ گزر جائے پس یہ چاند مغربی بلاد میں اسی بلندی کے وقت میں سات سو پچاس میل تقریباً افق پر

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفى: واختلاف المطالع غير معتبر على ظاهر المذهب وعليه اكثر المشائخ وعليه الفتوىٰ فيلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۰۴ كتاب الصوم)

﴿۲﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۲۲۴ كتاب الصوم اثبات الاهلة)

دیکھا جاسکتا ہے اور یہ بلاد بلاد قریبہ ہیں اور اسی مسافت سے بعید بلاد بلاد بعیدہ ہیں۔

(۲)...... نیز یہ منصوصی اور اجماعی حکم ہے کہ مہینہ کا انتیس روز سے کم ہونا قیاس اور رائے سے متغیر کرنا جائز نہیں ہے اور اگر ظاہر الروایت کو اپنے اطلاق پر چھوڑا جائے تو اس سے یہ تغیر لازم آتا ہے کہ اہل پاکستان (عوام) روزے کو پاکستانی رؤیت پر رکھیں گے اور فطر کو سعودی ریڈیو پر کریں گے، پس رمضان بعض اوقات میں اٹھائیس دن کا رہے گا خلاصہ کلام یہ کہ اگر ظاہر الروایت بر اطلاق خود حمل شود پس عوام بے لگام صوم بہ رؤیت پاکستان وفطر برراد یوعرب خواہند کرد واز قضاء یک یا دو روز گریز خواہند کرد، پس بر اہل علم انسداد ایں مفسدہ ضروری است ﴿۱﴾۔وهو الموفق

اختلاف مطالع اور ریڈیو وغیرہ پر اعلان کا حکم

سوال: ما يقول العلماء في هذه المسئلة اى فى خبر الآلات الجديدة كالتار والتلفون وغيرهما اذا اخبرمن العرب وغير ذلک من الممالک الاسلامية هل يصح لنا الصوم والافطاربه ام لا؟ وهل يثبت حكم الشرعى بهذه ام لا؟ وهل يختلف المطالع باختلاف الاقطار ام لا؟ نرجوا منكم ان ترشدنا الى طريق الصواب بالبراهين.

المستفتی: مولانا غلام رسول...... ۱۹۷۶ء/۵/۷

﴿۱﴾ قال الشيخ محمد يوسف البنورى: ولا بد من تسليم قول الزيلعى والا لزم وقوع العيد يوم السابع والعشرين والثامن والعشرين اوالحادى والثلاثين والثانى والثلاثين اذا كان بين البلدتين مسافة بعيدة كالهند والقسطنطينية فربما يتقدم طلوع الهلال فى بلاد القسطنطينية يومين فاذا رؤى الهلال فى بلاد الهند بعد رؤية الهلال هناک بليلتين ثم بلغتنا رؤيتهم فان لزمتنا رؤيتهم لزم تقدم العيد وان رآى رجل الهلال فى القسطنطينية ثم جاء نا قبل العيد فهل يعمل برؤيته او برؤية اهل بلدنا؟ لم اجد هذه الصورة فى كتبنا والظاهر انه يتبع اهل بلدنا الخ.
(معارف السنن ۵:۳۳۷ مسئلة اختلاف المطالع)

الجواب: ليعلم ان ههنا مسائل: الاولیٰ فی اعتبار اختلاف المطالع، فالراجح فيه عدم الاعتبار الا اذا يستلزم التغير لامر متقرر فی الشرع كما اذا استلزم كون الشهر ثمانية وعشرين يوما يدل عليه ما فی الدرالمختار، واختلاف المطالع غير معتبر علی ظاهر المذهب وعليه اكثر المشائخ وعليه الفتویٰ﴿۱﴾ واما حديث ابن عباس فيمكن ان يقال ان رده مبنی علی فوات المحل فكانها شهادة الفرد علی الافطار، او يقال ان الظاهر عدم بناء الرد علی اعتبار اختلاف المطالع عنده بل الرد بناء علی اعتبار الرؤية ای كل قوم مخاطب بما ثبت عندهم دون غيرهم قربوا او ابعدوا ولم يذهب اليه احد من الحنفية، او يقال انه فهم من حديث صوموا لرؤيته (الحديث) والحق انه حجة لعدم اعتبار اختلاف المطالع والحجة هی الرواية دون رأی الراوی (هامش الرد ۲: ۱۳۱).

والثانية: فی الاعتماد علی الآلات والامارات فالمحقق هو الاعتماد عند افادة الظن الغالب لما فی منحة الخالق علی هامش البحر ۲: ۲۷۰ لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر كضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القریٰ وغيرها كما يجب العمل بها علی اهل المصر الذين لم يروا الحاكم قبل شهادة الشهود ﴿۲﴾.

والثالثة: ان حكم الحاكم خارج ولايته لايلزم العمل به نعم يجب التحری فان غلب علی ظنه الصدق فيقبل كما صرحوا به ﴿۳﴾ ولا شک ان الراديو آلة محفوظة

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۰۴ كتاب الصوم)

﴿۲﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبيل باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: الصحيح من مذهب...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

جدا فاذا نشر به الحكم المفصل بحيث ذكر فيه الحاكم والحكم ومنشأ الحكم فلا شک فی افادته الظن. وهو الموفق

بلاد بعیدہ میں سعودی اعلان پر روزہ اور عید کا عوامی رواج

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے مہمند ایجنسی میں کئی سالوں سے یہ رواج ہے کہ لوگ روزہ اور عید سعودی عرب کے اعلان پر کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر حبیب الرحمٰن چنارے پایاں مہمند ایجنسی

الجواب: اگر آپ کے علاقہ کے معتمد علماء کے فتویٰ اور فیصلہ سے یہ رواج جاری ہو تو قابل اعتراض نہیں ہے ﴿۱﴾ البتہ عید الاضحیٰ میں اس رواج کا جاری نہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ عوام اور جرگہ کا فیصلہ ہے۔ وهو الموفق

(بقيه حاشيه) اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فيما بين اهل البلدة الاخرىٰ يلزمهم حكم هذه البلدة قلت ووجه الاستدراک ان هذه الاستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلک البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها لان البلدة لا تخلو عن حاكم شرعی عادة فلا بد من ان يكون صومهم مبنيا على حكم حاكمهم الشرعی فكانت تلک الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور وهی اقوىٰ من الشهادة بان اهل تلک البلدة رأوا الهلال وصاموا لانها لا تفيد اليقين فلذا لم تقبل الا اذا كانت على الحكم او على شهادة غيرهم لتكون شهادة معتبرة والا فهی مجرد اخبار بخلاف الاستفاضة فانها تفيد اليقين فلا ينافی ما قبله.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۲ قبيل مطلب فی رؤية الهلال نهارا)

﴿۱﴾قال الحصكفی: واختلاف المطالع غير معتبر على .... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

(بقیہ حاشیہ) ظاهر المذهب وعليه اكثر المشائخ وعليه الفتوىٰ فيلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولٰئک بطريق موجب (درمختار ۲: ۱۰۴) .

اس پر بعض اہل علم کا عمل ہے اور بعض اہل علم کا قول یہ ہے کہ یہ عدم اعتبار بلاد قریبہ میں معتبر ہے نہ کہ بلاد بعیدہ میں کما يشير اليه كلام البدائع (۲: ۲۲۴) هذا اذا كانت المسافة بين البلدتين قريبة لا تختلف فيه المطالع فاما اذا كانت بعيدة فلايلزم احد البلدين حكم الاخر لان مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر فى اهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر انتهىٰ.

اسی بنا پر معتمد علماء اور مفتیان علاقہ کا فیصلہ فقہاء کے اقوال اور علمی بنیادوں پر مضبوط ہوتا ہے جبکہ عوام اور جرگوں کا فیصلہ انتشار کا باعث بن سکتا ہے اور پھر یہ خطرہ رہتا ہے کہ عوام پاکستانی رؤیت پر روزہ رکھیں گے اور سعودی رؤیت پر عید کریں گے اور یوں روزے اٹھائیس رہیں گے وغیرہ۔

......(از مرتب)......

الفرائد اللوامع فی تحقیق اختلاف المطالع

چند سالوں سے یہ مسئلہ بڑے شدومد کے ساتھ منظر عام پر آیا ہے، بعض علماء کی رائے ہے کہ تمام عالم اسلام میں عید وصوم ایک ہی دن ہونا چاہئے اور توحید الصوم والاعیاد کیلئے علمی بنیادوں پر کوشش کررہے ہیں جبکہ فقہاء کے درمیان اختلاف اور عملی طور پر اس کی تنفیذ میں حائل رکاوٹوں کی وجہ سے بعض علماء اس سے اختلاف کررہے ہیں، یہاں حضرت مفتی صاحب کا ایک مقالہ جو منہاج السنن میں موجود ہے حوالہ جات اور بعض جدید آراء کے ساتھ شامل فتاویٰ کیا جاتا ہے اور یہی حضرت مفتی صاحب کا اختلاف مطالع میں موقف بھی ہے۔......(از مرتب)

واضح رہے کہ نفس اختلاف مطالع میں کوئی نزاع نہیں ہے اس معنی پر کہ کبھی دو شہروں میں اتنا فاصلہ ہوتا ہے کہ ایک میں چاند نظر آتا ہے اور دوسرے میں نظر نہیں آتا اور اسی طرح مطالع شمس بھی ہیں کیونکہ شعاع شمس سے چاند کا جدا ہونا اختلاف اقطار کی وجہ سے ہوتا ہے یہاں تک کہ جب سورج مشرق میں ڈوب جائے تو یہ لازم نہیں کہ مغرب میں بھی ڈوبا ہو، اسی طرح طلوع فجر اور غروب شمس بھی مختلف بلاد میں مختلف رہتا ہے بلکہ سورج جب ایک ایک درجہ حرکت کرتا ہے تو کسی قوم کیلئے طلوع فجر ہوتا ہے اور کسی کیلئے طلوع شمس، اسی طرح بعض بلاد میں غروب شمس اور بعض میں نصف رات ہوتی ہے

ھکذا فی الزیلعی ﴿۱﴾ اور بعد کا اندازہ جس سے مطلع مختلف ہو جاتا ہے بعض نے مہینہ یا اس سے زیادہ کی مسافت بتائی ہے ذکرہ القھستانی عن الجواھر، اور تاج تبریزی نے اس پر تنبیہ کی ہے کہ اختلاف مطلع چوبیس فرسخ سے کم فاصلہ میں ممکن نہیں ہے ﴿۲﴾ اور معارف السنن میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے تحقیق تک یہ بات پہنچائی ہے کہ مطلع میں وقوع اختلاف تقریباً پانچ سو میل تک ہوتا ہے ﴿۳﴾۔ اب اختلاف مطالع کو اعتبار دینے اور نہ دینے میں اختلاف ہے اور اس میں تین اقوال ہیں۔

(۱) ہر قوم کے لیے اپنے مطلع کا اعتبار واجب ہے اور دوسروں کیلئے ان کے مطلع پر عمل لازم نہیں،

﴿۱﴾ قال العلامة فخر الدین الزیلعی : وانفصال الهلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار کما ان دخول الوقت وخروجه یختلف باختلاف الاقطار حتی اذا زالت الشمس فی المشرق لایلزم منه ان تزول فی المغرب وکذا طلوع الفجر وغروب الشمس بل کلما تحرکت الشمس درجة فتلک طلوع فجر لقوم وطلوع شمس لآخرین وغروب لبعض ونصف لیل لغیرهم.

(تبین الحقائق شرح کنز الدقائق ۱: ۳۲۱ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: وقدر البعد الذی تختلف فیه المطالع مسیرة شهر فاکثر علی مافی القهستانی عن الجواهر......وفی شرح المنهاج للرملی وقد نبه التاج التبریزی علیٰ ان اختلاف المطالع لا یمکن فی اقل من اربعة وعشرین فرسخا وافتیٰ به الوالد الخ. (ردالمختار هامش الدر المختار ۲: ۱۰۵ اختلاف المطالع قبیل مایفسد الصوم وما لا یفسده)

﴿۳﴾ قال الشیخ محمد یوسف البنوری :وعلی کل حال بلاد الهند واسعة الأرجاء تختلف عروضها من ست عشرة درجة الی اربع وثلاثین درجة والمسافة بینها تبلغ الی نحو الفی میل وحققوا وقوع الاختلاف فی المطلع بنحو خمسماة میل فکیف یتصور الجهد للتوحید فی مثله.

(معارف السنن ۵: ۳۴۰ تحقیق اعتبار اختلاف المطالع)

واعتمده الزیلعی﴿۱﴾وهو الصحیح عندالشافعیة﴿۲﴾.

(۲) اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ جہاں بھی چاند نظر آیا تو دوسرے لوگوں پر عمل واجب ہے وهو ظاهر الروایة عن ائمتنا وهو المعتمد عندنا و عندالمالکیة والحنابلة والیه ذهب بعض الشا فعیة ﴿۳﴾.

(۳) یہ عدم اعتبار بلاد متقاربہ میں ہے نہ کہ بلاد متباعدہ میں وهذا مختار عند بعض المشائخ قال الکاسانی فی البدائع :هذا اذا کانت المسا فة بین البلدتین قریبة لاتختلف منه المطالع فاما اذاکانت بعید ة فلا یلزم احدالبلدین حکم الاخر لان مطالع البلاد عندالمسافة الفاحشة تختلف فیعتبر فی اهل کل بلد مطلع بلد هم دون البلدالاخر .انتهی ﴿۴﴾وقال العلامة ابن رشد :اجمعو ا علی انه لا یراعی

﴿۱﴾ قال العلامة الزیلعی:والاشبه ان یعتبر لان کل قوم مخاطبون بما عندهم وانفصال الهلال عن شعا ع الشمس یختلف باختلاف الاقطار.

(تبین الحقائق شرح کنز الدقائق ۱ : ۳۲۱ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال عبدالرحمن الجزیری: الشافعیة قالوا اذاثبت رؤیة الهلال فی جهة وجب علی اهل الجهة القریبة منها من کل ناحیة ان یصوموا بناء علی هذا للثبوت ، والقرب یحصل باتحاد المطلع بان یکون بینهما اقل من اربعة وعشرین فرسخا تحدیدا اما اهل الجهة البعیدة فلا یجب علیهم الصوم بهذه الرؤیة لاختلاف المطلع .

(الفقه علی المذاهب الاربعة ۱ : ۱۳۸۱اذا ثبت الهلال بقطر من الاقطار)

﴿۳﴾ قال ابن عابدین :لکن المعتمد الراجح عندنا انه لا اعتبار به وهو ظاهر الروایة وعلیه المتون کالکنز وغیره وهو الصحیح عندالحنابلة کما فی الانصاف وکذا هو مذهب المالکیة.(رسائل ابن عابدین ۱ : ۲۵۱ تنبیه الغافل والوسنان علی احکام هلال رمضان)

﴿۴﴾ (بدائع الصنائع ۲ :۲۲۴ شروط صحة الاداء)

ذلک فی البلد ان النائیة .﴿۱﴾ وقاابن عبدالبر اجمعوا علی انه لاتراعی الرؤیة فیما بعدمن البلاد﴿۲﴾.

قول اول کی دلیل اجتہاد ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے عن کریب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته الی معاویة بالشام قال فقدمت الشام فقضیت حاجتها و استهل علی هلال رمضان و انا بالشام فراینا الهلال لیلة الجمعة ثم قدمت المدینة فی آخر الشهر فسالنی ابن عباس ثم ذکر الهلال فقال متی رایتم الهلال فقلت رایناه لیلة الجمعة فقال انت رایته لیلة الجمعة فقلت راه الناس وصاموا و صام معاویة فقال لکن رایناه لیلة السبت فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلاثین یوما او نراه فقلت الا تکتفی برؤیة معاویة و صیامه قال لاهکذا امرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم رواه الترمذی﴿۳﴾.

اس حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نہ نبی علیہ السلام کا کوئی لفظ ذکر کیا ہے اور نہ معنی لفظ بلکہ ایک مجمل صیغہ ذکر کیا ہے والحجة انما هی فی المرفوع لا فی اجتهاده الذی فهم عنه الناس. اور آپ کے اس قول کہ هکذا امرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم کا مشار الیہ یہ قول ہے فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلاثین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو امر منقول ہے، شیخین وغیرہ نے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے لا تصوموا حتی تروا الهلال و لا تفطروا حتی تروه فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین هکذا قال الشوکانی فی النیل﴿۴﴾ یہ روایت

﴿۱﴾(بدایة المجتهد ۱:۲۱۰ کتاب الصیام قبیل الرکن الثانی وهو الامساک)

﴿۲﴾(فتح الباری بشرح صحیح البخاری۵:۱۰۲ باب اذا رأیتم الهلال فصوموا)

﴿۳﴾ رواه الجماعة الاالبخاری و ابن ماجه(نیل الاطار ۴/۱۹۴)

﴿۴﴾ قال الشوکانی:ان الحجة انما هی فی المرفوع (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اس پر دلالت کرتی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چاند دیکھا تھا اور مسلم کی روایت اس میں صریح ہے کہ کریب نے بھی چاند دیکھ لیا تھا۔

قول ثانی کی دلیل یہ حدیث ہے: صوموا لرؤیته و افطروا لرؤیته ﴿۱﴾ کیونکہ یہ خطاب عام ہے جو مسلمان بھی خطاب کی صلاحیت رکھتا ہو جو کسی خاص علاقہ اور بلد کے ساتھ خاص نہیں ہے اور اسی طرح یہ حدیث بھی ہے انا امة امیة لا نکتب و لا نحسب متفق علیه ﴿۲﴾ کیونکہ اختلاف مطالع کو اعتبار دینا علم ہیئت اور علم حساب پر موقوف ہے جس کے ہم مکلف نہیں ہیں۔

قول ثالث کی دلیل یہ ہے کہ اگر بلاد بعیدہ جیسے عرب اور ہند میں اختلاف کو معتبر نہ مانا جائے تو اٹھائیسویں رمضان کو مثلاً عید ہو جائے گی ﴿۳﴾۔

ہمارے فقہاء احناف نے قول ثانی کو ترجیح دی ہے اور یہ ظاہر الروایت ہے۔ اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ جواب کیا ہے: بان الحجة روایة الراوی لا رأیه ولم یذکر لفظ الحدیث

(بقیه حاشیه) من روایة ابن عباس لا فی اجتهاده الذی فهم عنه الناس و المشار الیه بقوله هکذا امرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم قوله فلا نزال نصوم حتی نکمل الثلاثین.
(نیل الاوطار ۱۹۵/ ج۴ باب الصوم)

﴿۱﴾ رواه البخاری باب قول النبی صلی الله علیه وسلم اذا رأیتم الهلال فصوموا حدیث رقم (۱۹۰۹) ومسلم باب وجوب صوم رمضان حدیث رقم (۱۰۸۱) و ابن ماجه باب ما جاء فی صوموا لرؤیته و افطروا لرؤیته حدیث رقم (۱۶۵۵) و احمد فی المسند (۲: ۴۵۴) والطبرانی فی الصغیر حدیث رقم (۱۶۱)

﴿۲﴾ اخرجه البخاری فی صحیحه باب قول النبی صلی الله علیه وسلم لا نکتب و لا نحسب برقم (۱۹۱۳) ومسلم باب وجوب صوم رمضان لرؤیة الهلال برقم (۱۰۸۰) من حدیث عبد الله بن عمر رضی الله عنهما.

﴿۳﴾ قال الشیخ محمد یوسف البنوری: ولا بد من ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ولامعناه فلم نعلم انه بلغه الحديث الصريح فی اعتبار مطلع کل بلد لاهله دون غیره او استنبطه من حدیث اخرجه الشیخان او لم یقبله لانه شهادة الواحد فی غیر غیم او لانه فات محل الشهادة وهو اول الشهر وباالجمله ان هذا واقعة الحال ولم ینکشف اجماله فلا یمکن الاستدلال به﴿۱﴾ اور یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ظاہر الروایت اگر چہ مطلق ہے لیکن حدیث صریح اور اجماع یہ ہے کہ مہینہ انتیس دن سے کم اور تیس دن سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اور یہ دونوں (حدیث، اجماع) ظاہر الروایت کے مقید ہونے کا تقاضا کرتی ہیں یعنی اذالم یستلزم عدم الاعتبار نقصان الشهر عن تسع وعشرین اورزیادته علی الثلاثین. پس ظاہر یہ ہے کہ ظاہر الروایت اور قول ثالث کا مآل ایک ہے۔ فافهم.

اور جو لوگ اس امر کے درپے ہیں کہ توحیدالصوم والاعیاد ہونی چاہیے تو یہ امر مطلوب نہیں ہے

(بقیه حاشیه) تسلیم قول الزیلعی والا لزم وقوع العید یوم السابع والعشرین والثامن والعشرین اوالحادی والثلاثین والثانی والثلاثین اذا کان بین البلدتین مسافة بعیدة کالهند والقسطنطینیة فربما یتقدم طلوع البلاد فی بلاد القسطنطینیة یومین فاذا رؤی الهلال فی بلادالهندبعدرؤیةالهلال هناک بلیلتین ثم بلغتنا رؤیتهم فان لزمتنا رؤیتهم لزم تقدم العید.

(معارف السنن ۵/۳۳۷ مساله اختلاف المطالع وتحقیق عدم عبرتها)

﴿۱﴾قال العلامةابن الهام: وقد یقال ان الاشارة فی قوله هکذاالی نحو ماجری بینه وبین رسول ام الفضل وحینئذٍ لادلیل فیه لان مثل ما وقع من کلامه لووقع لنا لم نحکم به لانه لم یشهد علی شهادة غیره ولا علی حکم الحاکم فان قیل اخباره عن صوم معاویة یتضمنه لانه الامام یجاب بانه لم یأت بلفظة الشهادة ولو سلم فهو واحد لا یثبت بشهادته وجوب القضاء علی القاضی.

(فتح القدیر ۲/۲۴۳ فصل فی رؤیة

اور بلاد اسلامیہ میں جو یہ اختلاف بین الناس واقع ہوتا ہے اس میں کوئی ضرور نہیں ہے ﴿۱﴾، عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون والاضحی يوم تضحون ﴿۲﴾. بظاہر یہ کلام لغو معلوم ہوتا ہے لیکن ہم جواب میں کہتے ہیں کہ خطابی نے کہا ہے: معناه ان الخطأ مرفوع عن الناس فی ما كان سبيله الاجتهاد فلو ان قوماً اجتهدوا فلم يروا الهلال الابعد ثلثين فلم يفطروا حتی استوفوا العدد ثم ثبت عندهم ان الشهر كان تسعا وعشرين فان صومهم وفطرهم ماضٍ لاشيئ عليهم من وزرٍ اوعيب ،ولا يبعد ان يكون معناه انكم اذا صمتم او افطرتم او اضحيتم اووقفتم عرفات وفقا لقواعدرؤية الهلال ولم يكن الواقع كذلک فلا ضير فيه لان المعتبر فی هذه الامور الثبوت الشرعی دون

﴿۱﴾قال العلامةالبنوری:وقد دارت المسألة فی هذه الايام فی توحيد نظام الامة فی الصيام والعيد فی بلادالهند وكل ذلک تنطع وتكلف ينبو عن مقاصد الشرع..... ثم كيف يتصور هذا التوحيد فی القری والجبال والبوادی التی لم تبلغ اليها هذه الوسائل المادية؟.....وعلی كل حال بلاد الهند واسعة الارجاء تختلف عروضها من ست عشرة درجة الی اربع وثلاثين درجة والمسافة بينها تبلغ الی نحو الفی ميل وحققوا وقوع الاختلاف فی المطلع بنحو خمسمأة ميل فكيف يتصور الجهد للتوحيد فی مثله ،فكل ذالک نبوء وبعد عن السهلة السمحة البيضاء.

(معارف السنن ۳۴۰/ج۵ بحث اختلاف المطالع)

﴿۲﴾اخرجه الترمذی فی الصيام باب ما جاء فی الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون حديث رقم (۶۹۷) وقال حديث حسن غريب ،واخرج بنحوه ابو داؤد فی الصيام باب اذا اخطأ القوم الهلال (۲۳۲۴) والبيهقی فی السنن الكبری (۴: ۲۵۲) من حديث ابی هريرة بلفظ صومكم يوم تصومون واضحاكم يوم تضحون .

الموافقة بنفس الامر ﴿۱﴾ . پس اس حدیث میں یہ اس بات پر واضح دلیل ہے۔کہ تعدد اعیاد وصوم غیر منکر ہے اوراس میں اتحاد مطلوب نہیں ہے کیونکہ ان امور کا مدار ثبوت شرعی پر ہے اور ثبوت میں اختلاف واقع ہوسکتا ہے نہ کہ نفس الامر میں کہ اس میں اختلاف واقع نہیں ہوسکتا۔ قلت و کذا وقوع هذا الاختلاف

﴿۱﴾قال الشيخ عبدالله البسام السلفي :ان مجلس هيئة كبار العلماء في المملكة العربية السعودية فقرروا بقرارهم بالاجماع ما خلاصته بعد دراسة المجلس للموضوع وتداول الرأى فيه تقرر ما يلى اولاً:اختلاف مطالع الاهلة من الامور التى علمت بالضرورة حسا وعقلا ولم يختلف فيها احد وانما وقع الاختلاف بين العلماء في اعتبار المطالع من عدمه.ثانياً:مسألة اعتبار اختلاف المطالع من عدمه من المسائل النظرية التى للاجتهاد فيها مجال والاختلاف فيها واقع ممن لهم الشان في العلم والدين وهو من الاختلاف السائغ وقد اختلف اهل العلم في هذه المسألة فمنهم من رأى اعتبار اختلاف المطالع ومنهم لم يراعتباره......وقد مضى على ظهور هذا الدين مدة اربعة عشرقرنا ولانعلم فيها فترة جرى فيها توحد اعياداسلامية على رؤية واحدة فان اعضاء الهيئة يقررون بقاء الامم على ما كان عليه وان يكون لكل بلد اسلامى حق اختيار ما تراه بواسطة علمائها من الرأيين المشار اليها، واما مايتعلق باثبات الاهلة بالحساب فقد اجمع اعضاء الهيئة على عدم اعتباره ... واصل المسألة ان الله تعالى علق احكاماً شرعية بمسمى الهلال ،والشهر كالصوم والفطر والنحر،فشرط كونه هلالا وشهرًافلو طلع في السماء ولم يعرفه الناس لم يكن هلالاً فلا يسمى هلالاً الابالظهور والاشتهار كمادل عليه الكتاب والسنة .فخلاصة الاقوال في الصوم والفطر ثلاثة:الاول:انه اذا رؤى في بلد لزم الناس كلهم الصوم نظراً الى ان الخطاب لكل المسلمين بقوله:اذارأيتموه.الثاني:اعتبار اختلاف المطالع وتحديده بالكيلات الفان ومئتان وستة وعشرون (۲۲۲۶) كيلاً فاقل.وهذا ملاحظ فيه ان الخطاب خاص لمن يمكن رؤيته في قطرهم.الثالث:لزوم الصوم والفطر اذاكانوا تحت ولاية واحدة ... والعمل الآن على الثالث.(التعليق للشيخ البسام على بلوغ المرام ص ۲۱۰ كتاب الصيام)

فـي عهد معاوية رضي الله عنه من غير نكير يدل على انه غير منكر﴿۱﴾ .ولذا لا نفطر بـراديو العرب في باكستان لان العوام يصومون برؤية باكستان ويفطرون برؤية العرب ثم لا يقضون عند نقصان الشهر يقومون ليلة العيد دون ليلة رمضان بالتلوم.

(ماخوذ از منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی)

﴿۱﴾عن كريب قال قدمت الشام..... فرأيت الهلال ليلة الجمعةثم قدمت المدينةفي اخر الشهرفسالني عبدالله بن عباس ثم ذكر الهلال فقال متى رايتم الهلال فقلت رأيناه ليلة الجمعةفقال انت رايته فقلت نعم وراه الناس وصاموا وصام معاويةفقال لكنا رايناه ليلةالسبت فلانزال نصوم حتى نكمل ثلثين اونراه فقلت أولاتكتفي برؤية معاوية وصيامه فقال لاهكذاامرنارسول الله ﷺ.(صحيح مسلم ۱ :۳۴۸ باب ان لكل بلد رؤيتهم)

وقال الامام ولي الله الدهلوى: قال النبي ﷺ: لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فان غم عليكم فاقدروا له وفي رواية فاكملوا العدة ثلاثين، اقول: لما كان وقت الصوم مضبوطا بالشهر القمرى باعتبار رؤية الهلال وهو تارة ثلاثون يوما وتارة تسعة وعشرون وجب في صورة الاشتباه ان يرجع الى هذا الاصل وايضا مبنى الشرائع على الامور الظاهرة عند الاميين دون التعمق والمحاسبات النومية بل الشريعة واردة باجمال ذكرها وهو قوله ﷺ : انا امة امية لا نكتب ولا نحسب. (حجة الله البالغة ۲ : ۵۱ احكام الصوم)

وقال الشیخ المفتی محمد شفیع الدیوبندی: تمام شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانا نہ مسلمانوں پر لازم ہے نہ اس کے اہتمام میں پڑنا کوئی اسلامی خدمت یا شرعی اجر ہے،اور نہ عادۃً ایسا ہوسکتا ہے کیونکہ مغربی اور مشرقی ممالک میں مسافت طویلہ کے بعد اختلاف مطالع کا وجود یقینی اور اس کا اعتبار جمہور کے نزدیک ثابت ہے اسلئے عہد صحابہ میں رمضان وعید مدینہ میں کسی روز مکہ میں کسی روز شام میں کسی دن عراق ومصر میں کسی دن ہوتی تھی ان سب شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانے کا جو اہتمام اس زمانہ میں ممکن تھا حضرات صحابہ وتابعین نے اس کا بھی اہتمام نہیں فرمایا الخ۔(آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۱۷۵ ہوائی رؤیت ہلال)

الله الله

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بہ فتاوی فریدیہ جلد دوم

باب تعریف الصوم وانواعه

بسم الله الرحمن الرحيم

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

في الجنة ثمانية ابواب منها باب يسمى الريان لا يدخله الا الصائمون.

﴿متفق عليه﴾

باب تعریف الصوم وانواعه

علامات بلوغت ظاہر نہ ہونے کی صورت میں روزہ کی فرضیت کیلئے عمر کی حد

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماہ رمضان کے روزے کتنی عمر کے لڑکے یالڑکی پرفرض ہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۵ء/۱۱/۱۱

الجواب: اگرعلامات بلوغت ظاہر نہ ہوئے ہوں تو پندرہ سال کی عمر تک پہنچنے پر روزہ رکھنا فرض ہوجاتا ہے﴿۱﴾۔وھوالموفق

جہاں اکیس گھنٹہ دن ہووہاں اکیس گھنٹہ روزہ رکھا جائے گا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سفر میں ہے اور ایسے علاقہ میں اس کا سفرشروع ہورہا ہے جہاں ساڑھے تین بجے سورج طلوع ہوتا ہے اور بارہ بجے غروب ہوکر بھی اس سورج کی سرخی ختم نہیں ہوتی اس حساب سے رات صرف تین یا ساڑھے تین گھنٹہ رہ جاتی ہے باقی تمام وقت دن میں آجاتا ہے، یعنی تقریباً اکیس گھنٹے کا دن رہتا ہے اب ماہ رمضان میں سائل روزہ کس وقت رکھے اور کس وقت افطار کرے چونکہ مقامی لوگ اس مسئلہ سے بالکل ناآشنا اور بےخبر ہیں۔بینوا توجروا

المستفتی: آدم خان ساکن بلل حال کنیڈا (امریکا)......۱۹۷۶ء/۸/۲۳

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: فان لم یوجد فیھما شیء منھا فحتی یتم لکل منھما خمس عشرة سنة وبه یفتیٰ.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۵:۱۰۷ کتاب الحجر بلوغ الغلام)

الجواب: چونکہ اس علاقہ میں چوبیس گھنٹہ کے اندر باقاعدہ طلوع اور غروب ہوتا ہے لہٰذا یہاں باقاعدہ روزہ رکھا جائے گا کیونکہ جب چوبیس گھنٹہ کے اندر ایک دفعہ کھانا کھایا جائے تو روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہوتی، بہرحال غروب کے متصل افطار کیا جائے اور طلوع سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل روزہ بند کیا جائے گا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ طویل النہار علاقوں میں روزے کے احکام:

(۱)...... جن مقامات میں سورج کی عام گردش یومیہ کے اعتبار سے روزانہ طلوع وغروب نہ پایا جاتا ہو بلکہ کئی کئی دن یا کئی کئی ماہ تک مسلسل آفتاب طلوع ہی رہتا ہو یا غروب ہو کر زمین کے اوٹ میں غائب ہی رہتا ہو جیسا کہ ارض تسعین اور اس کی اطراف میں ایسا ہو سکتا ہے تو ان مقامات میں آفتاب کا ایک پورا دورہ (چوبیس گھنٹہ کا) جو ایک لیل ونہار کا مجموعہ شمار ہوتا ہے اور اس کے نصف آخر کو دن کا حصہ شمار کیا جاتا ہے اس میں روزہ رکھیں اور اس نصف کے شروع ہونے سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے ہی سحری کھانا بند کر کے روزہ کی نیت کرے، اور نصف اول جو رات کا حصہ شمار ہوتا ہے اس میں مغرب، عشاء، وتر، تراویح فجر سب نمازیں پڑھ لیا کریں اور پھر جب یہ مجموعہ لیل ونہار پورا ہو کر دوسرے دور کا آغاز ہو فوراً نماز مغرب پڑھنے کی طرح افطار بھی کر لیا کریں اور پھر اس دوسرے دور کی نصف اول میں کھانا پینا وغیرہ اور رات کی سب نمازوں سے فراغت پالیا کریں اور نصف ثانی کے شروع ہونے سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے سحری کھالیا کریں اور روزہ کی نیت کرلیا کریں، **ذلک للدلیل الذی بینه فی ردالمحتار ۱: ۳۲۹ تحت التتمة.**

(۲)...... جن مقامات میں طلوع وغروب شمس تو روزانہ پورے سال پایا جاتا ہو لیکن ہر موسم میں غروب شمس کے بعد سے فجر صادق طلوع ہونے سے قبل تک اتنا موقع نہ ملتا ہو کہ کھایا پیا جا سکے اور پھر اس کے بعد غروب تک روزہ پورا کیا جا سکے تو ان مقامات میں روزہ کی مقدار گھنٹوں سے یا نصف گردش شمس وغیرہ سے متعین نہ کریں بلکہ اس ماہ (رمضان) کے بعینہ یہی دن روزوں کے لئے متعین رہے لیکن چونکہ اس طرح بغیر آسودگی سے کھائے پئے پورے ماہ میں صوم پر عادۃً وعموماً قدرت نہیں ہو سکتی، اس لئے ناغہ دے کر حسب قدرت واستطاعت روزہ رکھا کریں اور جن دنوں میں افطار کریں ان دنوں کے روزوں کے عوض...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غروب شمس کے تحقق کیلئے مشرق کی جانب سرخی کا زوال شرط نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں افطار صوم اور نماز مغرب میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ آفتاب جب پہاڑ کے پیچھے ہو جائے اور جانب مشرق سے تاریکی نمودار ہو جائے تو نماز مغرب پڑھنا چاہئے اور یہی افطاری کا وقت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جانب مشرق میں جب سرخی زائل نہ ہو جائے اس وقت تک نماز یا افطاری جائز نہیں مسئلہ کا حل کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبید اللہ دکی لورآلائی......۱۵/ رمضان ۱۴۰۷ھ

الجواب: مشرق کی سرخی کے زوال کا قید نہ قرآن اور احادیث سے ثابت ہے اور نہ آثار اور

(بقیہ حاشیہ) میں دوسرے مہینوں کے دنوں میں حسب قدرت ناغہ دے دے کر ادا کرتے رہیں۔

(۳)......جن مقامات میں غروب وطلوع شمس تو روزانہ پایا جاتا ہے لیکن سال کے صرف بعض مہینوں میں غروب شمس سے صبح صادق کے درمیان میں نماز ہائے مفروضہ واجبہ ادا کرنے کے بعد اطمینان سے کھا پی کر روزہ رکھنے کا وقت ملتا ہو اور بعض مہینوں میں نہ ملتا ہو تو جس وقت ماہ رمضان ان مہینوں میں واقع ہو جائے جس میں یہ موقع نہ ملتا ہو تو ناغہ دے دے کر حسب استطاعت روزہ رکھیں اور جن دنوں میں روزہ نہ رکھ سکیں ان دنوں کی قضا اسی سال کے دوسرے دنوں میں کر لیا کریں۔

(۴)......جن مقامات میں طلوع وغروب شمس روزانہ پایا جاتا ہو اور غروب کے بعد سے فجر صادق کے غروب ہونے کے پیشتر تک پورے سال اتنا کافی وقت ملتا ہو جس میں نماز ہائے مفروضہ وواجبہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اطمینان سے کھانے پینے اور کچھ آرام وسکون لینے کا وقت بھی مل جاتا ہو تو ان مقامات کے لوگوں پر ماہ رمضان میں ہی ہمیشہ ادائیگی صوم واجب وضروری ہوگی اور فجر صادق طلوع ہونے سے ہی روزہ شروع کر دینا لازم ہوگا اور وقت فجر کی مقدار طویل ہونے کی وجہ سے روزہ کی مقدار اگرچہ طویل ہو جائے لیکن یہ اتنی طوالت نہیں ہے کہ کوئی شخص روزہ پر قدرت نہ رکھتا ہو، البتہ اگر کسی کو وقتی وعارضی مجبوری یا...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

معتبراتِ فقہ میں مسطور ہے بلکہ حدیث اذا اقبل اللیل من ھھنا وادبر النھار من ھھنا وغربت الشمس ﴿۱﴾ سے متصادم ہے، البتہ جن علاقوں میں مغرب کی طرف بڑے بڑے پہاڑ ہوں تو اس میں کچھ گنجائش ہے ﴿۲﴾۔وھو الموفق

ایک علاقے میں روزہ اور دوسرے میں عید ہو تو عید والے علاقے میں جا کر کیا کرنا چاہئے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان کے آخر میں کسی علاقہ میں عید الفطر نہ ہو اور وہاں کا باشندہ ایسے علاقے میں جائے جہاں عید الفطر کا اعلان ہوا ہو تو اس

(بقیہ حاشیہ) عذر شرعی مثلاً حمل، حیض، مرض، سفر وغیرہ پیش آجائے تو ان کو رخصت ہے اور قضاء کریں گے، کمافی الھدایۃ.

(۵)......جن علاقوں میں طلوع وغروب شمس روزانہ پایا جاتا ہو لیکن شفق احمر غروب ہوتے ہی یا اس سے بھی قبل فجر کی سفیدی شروع ہو جاتی ہو جیسے (۶۰) عرض البلد کے بعد کے بعض مقامات میں ہوتا ہے اور کسی امام کے نزدیک بھی وقت عشاء متحقق نہ ہوتا ہو تو روزہ باقاعدہ رکھا جائے گا اور تینوں نمازیں (مغرب، عشاء، فجر) یکے بعد دیگرے بغیر لحاظ جمع بین الصلاتین ادا کی جائیں گی، اور جہاں تک ہو سکے صبح صادق کے طلوع سے قبل فرض عشاء ووتر سے فراغت کی کوشش کی جائے گی اور تراویح کا موقع نہ ملے اسی طرح سنن ورواتب کا موقع نہ ملے تو نہ پڑھیں (کما حققه الامام ابن الهمام فی فتح القدیر ۱:۱۵۶)۔

(ماخوذ از منتخبات نظام الفتاویٰ وغیرہ)......از مرتب

﴿۱﴾ (متفق علیه (مشکواة المصابیح ۱:۱۷۵ قبیل باب تنزیه الصوم)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: (اذا اقبل اللیل) ای ظلامه (من ھھنا) ای جانب الشرق (وادبر النھار) ای ضیاؤه (من ھھنا) ای جانب الغرب (وغربت) ای غابت (الشمس) ای کلها قال الطیبی وانما قال وغربت الشمس مع الاستغناء عنه لبیان کمال الغروب کیلا یظن انه یجوز الافطار لغروب بعضها.

(مرقاة المفاتیح شرح المشکواة ۴:۲۵۲ باب الفصل الاول) .

کیلئے اس دن روزہ پورا کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقیوم مدرس مڈل سکول مدہ شبقدر فورٹ چارسدہ......۱۰/ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر اس دوسرے علاقہ میں ثبوت شرعی سے با قاعدہ عید کا حکم دیا گیا ہو تو وہاں روزہ پورا کرنا ضروری نہیں بلکہ ان پر اعتماد صحیح ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ ......☆: قال في التاتارخانية: اهل مصر صاموا رمضان بغير رؤية وفيهم رجل لم يصم حتى رأى الهلال من الغد فصام اهل المصر ثلاثين يوماً وهذا الرجل تسعة وعشرين ثم افطروا جميعا فان كان اهل المصر رأوا الهلال شعبان وعدوا شعبان ثلاثين يوما كان على هذا الرجل قضاء يوم الاول الخ.

(فتاویٰ تاتارخانية ۲ : ۳۵۴ الفصل الثاني فيما يتعلق برؤية الهلال)

......☆ : وفي المنهاج: فاذا رأى الهلال في العرب ليلة الجمعة وفي باكستان ليلة السبت وصام رجل في باكستان ثمانية وعشرين يوما وذهب الى العرب في الطيارة وقد رأى هلال شوال هنا فيقضي يوما مثلاً ولا يعتذر باني صمت بالرؤية المعتبرة وافطرت بالرؤية المعتبرة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذي ۴: ۱۴ باب لكل بلد رؤيتهم)

......☆: وقال الدكتور وهبة الزحيلي: فسافر من بلد الرؤية من صام به فالاصح انه يوافقهم وجوبا في الصوم آخر، وان كان قد اتم ثلاثين، لانه بالانتقال الى بلدهم صار واحدا منهم فيلزمه حكمهم وروى ان ابن عباس امر كريبا بذلک ومن سافر من البلد الآخر الذى لم يرفيه الهلال الى بلد الرؤية، عيد معهم وجوباً لانه صار واحدا منهم سواء اصام ثمانية وعشرين يوما ام تسعة وعشرين بان كان رمضان تاما عندهم وقضى يوما ان صام ثمانية وعشرين لان الشهر لا يكون كذلک ومن اصبح معيدا، فسارت سفينته او طائرته الى بلدة بعيدة اهلها صيام فالاصح ان يمسک بقية اليوم وجوبا لانه صار واحد منهم.

(الفقه الاسلامي وادلته ۳: ۱۶۵۹ المطلب الثالث اختلاف المطالع)

......☆: قال العلامة محمد يوسف البنوري: وان ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سحری کا آخری وقت اور دن میں یارات سے نیت روزہ رمضان کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) الکلام الاول آیت ذیل: قوله تعالیٰ: (کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر) (الآیۃ) میں تحدید وقت آیا ہے کیا کھانا پینا اس وقت بند کرنا چاہئے، جب طلوع فجر کے متعلق علم حقیقی حاصل ہو جائے ساتھ اس کے کہ رات کو نہ چاندنی ہو اور نہ بادل ہو کیا طلوع فجر ثانی کے ظہور تک کھانا پینا مباح ہے یا طلوع فجر ثانی سے گھنٹہ یا نصف گھنٹہ پہلے بند کرنا چاہئے۔

(۲) والکلام الثانی فی اول وقت الصوم وآخره أيبتدء من طلوع فجر الثانی المعترض فی الافق وآخره الی اللیل ام یبتدء من بعض اللیل وآخره الی بعض اللیل؟.

(۳) والکلام الثالث فی نیة صوم رمضان أیصح من اللیل والنهار کلیهما ام یصح من اللیل فقط؟ بینوا توجروا

المستفتی: (مفتی) عبداللہ شاہ (دارالعلوم اسلامیہ) چارسدہ......۱۹۷۶ء/۱/۲۹

الجواب: (۱) المدار هو تیقن طلوع الفجر الثانی لکن الاستحباب هو الامتناع من الاکل وغیره فی السبع الآخیر مما بین غروب الشمس وبین الفجر الثانی کما فی امداد الفتاویٰ﴿۱﴾.

(بقیہ حاشیہ) رأی رجل الهلال فی القسطنطینیة ثم جاء نا قبل العید فهل یعمل برؤیته او برؤیة اهل بلدنا؟ لم اجد هذه الصورة فی کتبنا، والظاهر انه یتبع اهل بلدنا نظیره ما یقوله الشافعیة فیمن صلی الظهر فی بلد ثم وصل من فوره الی بلد لم یدخل وقت انه یصلی معهم . والله اعلم (معارف السنن ۵:۷ ۳۳ مسألة اختلاف المطالع)

﴿۱﴾ قال الشاه اشرف علی التهانوی: ہیئت کے قاعدہ سے...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) صرح جميع الفقهاء فی اول کتاب الصوم ان مبدء ہ طلوع الفجر الثانی ومنتهاه الغروب الملازم باقبال الليل ﴿۱﴾.

(۳) النية افضل من الليل وجاز قبل نصف النهار الشرعی کما فی الهداية وغيرها ﴿۲﴾. وهوالموفق

(بقیہ حاشیہ) طلوع آفتاب کے وقت سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل تک سحری کھا سکتے ہیں اور فقہاء نے احتیاط کی ہے کہ غروب سے طلوع تک کل وقت جتنا ہے اس کو سات پر تقسیم کریں چھ حصہ میں سحری کھا سکتے ہیں.

(امداد الفتاویٰ ۱: ۹٦ کتاب الصوم والاعتکاف)

﴿۱﴾ قال العلامة سيد احمد الطحطاوی: النهار عبارة عن زمان ممتد من طلوع الفجر الصادق الی غروب الشمس وهو قول اصحاب الفقه واللغة، الی الغروب، هو اول زمان بعد غيبوبة تمام جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة فی جهة المشرق وفی البخاری عنه ﷺ اذا اقبل الليل من ههنا فقد افطر الصائم ای اذا وجدت الظلمة حسا فی جهة المشرق فقد دخل وقت الفطر او صار مفطرا فی الحکم لان الليل ليس ظرفا للصوم قهستانی ولذا ذکره الوصال منح.

(الطحطاوی علی المراقی ۱: ٦۳۱ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال العلامة المرغينانی: وسبب الثانی النية وجه قوله فی الخلافية قوله عليه الصلاة والسلام لا صيام لمن لم ينو الصيام من الليل ولانه لما فسد الجزء الاول لفقد النية فسد الثانی ضرورة انه لا يتجزأ بخلاف النفل لانه متجزی عنده ولنا قوله ﷺ بعد ما شهد الاعرابی برؤية الهلال الا من اکل فلا يأکلن بقية يومه ومن لم يأکل فليصم ومارواه محمول علی نفی الفضيلة والکمال او معناه لم ينوانه صوم من الليل ولانه يوم صوم فيتوقف الامساک فی اوله علی النية المتأخرة المقترنة باکثره کالنفل وهذا لان الصوم رکن واحد ممتد والنية لتعيينه لله تعالیٰ.

(هداية علی صدر فتح القدير ۲: ۲۳٦ کتاب الصوم)

غروب شمس سے متصل افطار کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان یا غیر رمضان میں سورج غروب ہونے سے متصل اذان کرنا چاہئے یا احتیاط بھی کرنا چاہئے؟ اگر ایک شخص نے سورج غروب ہونے سے متصل افطار کیا تو اس کا روزہ ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: تقدیر اللہ ساکن زنڈو بانڈہ

الجواب: غروب شمس اور طلوع لیل میں ملازمہ ہے، لہٰذا غروب کے ساتھ متصل اذان دینا جائز ہے﴿۱﴾ البتہ اگر غبار یا پہاڑ وغیرہ کی حیلولت کی وجہ سے غروب میں شک ہو تو وہاں چند منٹ احتیاط ضروری ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

رمضان میں گندم کی کٹائی کیلئے روزہ چھوڑنا بے باکی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں گندم کی کٹائی

﴿۱﴾ قال العلامة سید احمد الطحطاوی: النهار عبارة عن زمان ممتد من طلوع الفجر الصادق الی غروب الشمس وهو قول اصحاب الفقه واللغة، الی الغروب هو اول زمان بعد غیبوبة تمام جرم الشمس بحیث تظهر الظلمة فی جهة المشرق وفی البخاری عنه ﷺ اذا اقبل اللیل من ههنا فقد افطر الصائم، ای اذا وجدت الظلمة حسا فی جهة المشرق فقد دخل وقت الفطر او صار مفطرا فی الحکم لان اللیل لیس ظرفا للصوم قهستانی ولذا ذکره الوصال منح.

(الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۱ : ۶۳۱ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال العلامة الطاهر البخاری: ویستحب للصائم تعجیل الافطار قبل طلوع النجوم وتاخیر السحور وفی یوم الغیم لا یستحب التعجیل ولا یفطر مالم یغلب علی ظنه غروب الشمس. (خلاصة الفتاویٰ ۱ :۲۶۶ قبیل فصل فی الاعتکاف کتاب الصوم)

کاوقت رمضان میں آیا ہے اب اگر گندم کی کٹائی نہ کی جائے تو گندم خراب ہو جاتے ہیں اور روزہ کی حالت میں گندم کی کٹائی انتہائی مشکل کام ہے اسلئے بعض علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ روزہ چھوڑ کر گندم کی کٹائی کرو، اور دلیل شامی جلد دوم کی عبارت پیش کرتے ہیں، **وکذا لو خاف هلاک زرعه او سرقته ولم یجد من یعمل له باجر مثل الخ**، آپ صاحبان اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: جلات خان دکاندار دکی لورآلائی ۱۵/رمضان ۱۴۰۷ھ

الجواب: چونکہ یہ کٹائی مراہق کرسکتے ہیں نیز رات کو بھی ہوسکتی ہے نیز سحری کھانے کے بعد دس بجے تک ہوسکتی ہے، لہٰذا اس کو مرخص قرار دینا بے باکی کا دروازہ کھولنا ہے۔ **وهو الموفق**

حالت حمل کا خون مانع صوم نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مسماۃ ہندہ حاملہ ہے اور یہ حمل کم وبیش تین ماہ کا ہے ہندہ نے رمضان میں روزے شروع کئے، غالباً دوسرے یا تیسرے روزے کے دوران کپڑوں پر دم (خون) کا داغ معلوم ہوا ممکن ہے کہ یہ داغ طبیعت کی گرمی کی وجہ سے ظاہر ہوا ہو، اب ہندہ کا روزہ رہا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: محمد عبدالرحیم عزیز مولے پور ملتان ۱۹۶۹ء/۳/۱۹

الجواب: حالت حمل میں دم دم حیض نہیں ہوتا ہے بلکہ دم استحاضہ ہوتا ہے ﴿۱﴾ جو کہ صوم کیلئے مانع نہیں ہے (**ردالمحتار ۱: ۲۶۳، ۲۷۵**) ﴿۲﴾۔ **وهو الموفق**

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وما تراه صغيرة دون تسع ..... وحامل ولو قبل خروج اكثر الولد استحاضة. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۱: ۲۰۹ قبيل مبحث فى مسائل المتحيرة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ودم استحاضة حكمه كرعاف دائم وقتاً كاملا لا يمنع صوما وصلاة الخ. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۱: ۲۱۸ قبيل مطلب فى حكم وطء المستحاضة)

ایران میں ایرانی اعلان کے خلاف پاکستانی اعلان پر عید منانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں ایرانی حکومت نے اتوار کے دن عام عید منائی، اوراسی دن ہمارے تیس روزے بھی پورے ہوئے یہاں کچھ پاکستانیوں اور افغانیوں نے ہفتہ کے دن عید منائی اور دلیل یہ پیش کررہے تھے کہ پاکستان میں چاندنظر آیاہے کیا یہ عید درست ہے؟ یا قضالازم ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: ضیاء الرحمٰن اصفہان جمہوری اسلامی ایران......۱۹۷۴ء/۶/۲۶

الجواب: اگران پاکستانیوں یا افغانیوں نے کسی معتمد مفتی اور عالم کے حکم کے بغیر یہ اقدام کیا ہوتوان پرایک روزہ کی قضا کرنا ضروری ہے﴿۱﴾۔وهو الموفق

کسی کومعلوم نہ ہوکہ عید ہےاوراپنے قیاس پرعید سمجھ کرروزہ افطار کیا؟

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہفتہ کے دن مردان وپشاوراور مضافات میں عید منائی گئی یہاں اٹک میں عید کا اعلان نہیں ہواتھا، زید نے قبل ازغروب شمس چاندکو دیکھاتو خیال کیا کہ یہ چاندتو بڑاہےآج کادن عیدمعلوم ہوتی ہےتواس نے افطار کیااگرچہ اس کوعید ہونے کاباقاعدہ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: رأى مكلف هلال رمضان او الفطر ورد قوله بدليل شرعي صام مطلقا وجوبا وقيل ندبا فان افطر قضىٰ فقط فيهما لشبهة الرد واختلف المشائخ لعدم الرواية عن المتقدمين والراجح عدم وجوب الكفارة، وقال العلامة ابن عابدين: لو صام رأى هلال رمضان واكمل العدة لم يفطر الامع الامام لقوله عليه الصلاة والسلام صومكم يوم تصومون وفطركم يوم تفطرون رواه الترمذی وغيره والناس لم يفطروا في مثل هذا اليوم فوجب ان لا يفطر نهر.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۹۸ قبيل مطلب لا عبرة بقول الموقتين)

پتہ نہ تھا اب اس پر قضاء وکفارہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالرؤف پرلی شادی خان مسجد ڈھوک اٹک......۱۹۶۹ء/۱/۲

الجواب: چونکہ ہفتہ کے دن با قاعدہ عید ہوئی لہٰذا اس شخص پر نہ قضا واجب ہے اور نہ کفارہ بیشک اس شخص کا افطار بے قاعدہ ہے لہٰذا افطار کرنے پر مجرم ہے۔ فقط

یوم الشک کا نفل روزہ با قاعدہ ثبوت رمضان کے بعد فرض شمار ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماہ رمضان سے صرف ایک دن قبل میں نے نفل روزہ رکھا اس دن دو پہر کے وقت اطلاع آئی کہ آج رمضان کا دن ہے اور چاند نظر آیا ہے پس میں نے بغیر کسی رد وبدل کے روزہ جاری رکھا کیا یہ روزہ رمضانی حساب ہوگا یا قضا رکھنی ہوگی؟ کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شک کے دن سرے سے روزہ نہیں ہوتا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقیوم مٹہ مغل خیل چارسدہ......۱۰/ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: یہ نفل روزہ رمضان کا شمار ہوگا تمام کے تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ رمضان کا روزہ نفل کی نیت سے ادا ہوسکتا ہے لہٰذا رمضان کے ثبوت کے بعد خواہ یہ ثبوت اسی دن میں ہو جائے یا بعد میں ہو جائے یہ روزہ رمضان میں شمار ہوگا، اس کی قضا نہیں کی جائے گی اور شک کے دن روزہ ہوتا ہے لیکن عوام کیلئے بہتر نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة المرغيناني: قوله ولا يصومون يوم الشك الا تطوعا لقوله ﷺ لا يصام اليوم الذى يشك فيه انه من رمضان الا تطوعا...... ثم ان ظهر ان اليوم من رمضان يجزيه لانه شهد الشهر، قال ابن الهمام: فاما صوم ماقبله ففي التحفة قال والصوم قبل رمضان بيوم او يومين مكروه اى صوم كان لقوله عليه الصلاة والسلام لا تقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين الا ان يوافق صوما كان يصومه احدكم قال وانما ......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

خواص کیلئے صوم یوم الشک کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں صوم یوم الشک کو بعض لوگ بہت اہمیت دیتے ہیں کہتے ہیں کہ اس کا بہت بڑا ثواب ہے اگر بالفرض رمضان ہو تو یہ رمضان میں شمار ہوگا اگر نہیں تو بھی ثواب ملے گا اس کے بارے میں آپ صاحبان کی رائے کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالرشید کوٹ ملاکنڈ ایجنسی......۱۷/رمضان ۱۳۹۹ھ

الجواب: خواص کیلئے یوم الشک کا روزہ رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے کما فی شرح التنویر ﴿۱﴾ البتہ اس سے کون خواص مراد ہیں اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مفتین مراد ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو کہ اس کی نیت سے واقف ہوں یعنی صرف نفل کی نیت رکھتے ہوں اس کے علاوہ دیگر نیات سے اس روزہ کا رکھنا مکروہ ہے (شامی وغیرہ) ﴿۲﴾ والحدیث

(بقیہ حاشیہ) کرہ علیہ السلام خوفا من ان یظن انہ زیادۃ علی صوم رمضان اذا اعتادوا ذلک وعن ھذا قال ابویوسف یکرہ وصل رمضان بست من شوال وذکر قبلہ باسطر عدم کراھة صوم یوم الشک تطوعا ثم قیدہ بکونہ علی وجہ لا یعلم العوام ذلک کی لا یعتادوا صومہ فیظنہ الجھال زیادۃ علی رمضان.

(فتح القدیر فی ذیل الھدایۃ ۲: ۲۴۴ کتاب الصوم)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: والا یصومہ الخصوص ویفطر غیرھم بعد الزوال بہ یفتیٰ نفیا لتھمة النھی. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۹۷ مطلب فی صوم یوم الشک)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: الخواص کل من علم کیفیة صوم یوم الشک فھو من الخواص والا فمن العوام قال ابن عابدین: فعامة المشائخ علی انہ ینبغی للقضاۃ والمفتین ان یصوموا تطوعا ویفتوا بذلک خاصتھم ویفتوا العامة بالافطار وھذا یفید ان التلوم افضل فی حق الکل کما فی النھر لکن فی الھدایۃ والمحیط......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

المشهور على الالسنة لم يثبت مرفوعا بل هو موقوف ﴿۱﴾. وهوالموفق

یوم الشک کا روزہ جب نفل کی نیت سے ہو مکروہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان سے پہلے یوم الشک کے

(بقیہ حاشیہ) والخانية وغيرها ان المختار ان يصوم المفتي بنفسه اخذا بالاحتياط ويفتي العامة بالتلوم الى وقت الزوال ثم بالافطار والتلوم الانتظار.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۹۷ مطلب في صوم يوم الشك)

﴿۱﴾ الحديث: "من صام يوم الشك فقد عصىٰ ابا القاسم" اخرجه البخاري باب قول النبي ﷺ اذا رأيتم الهلال فصوموا واذا رأيتموه فافطروا رقم (۱۹۰٦) وابوداؤد في سننه باب كراهية يوم الشك رقم (۲۳۳۴) والترمذي باب ماجاء في كراهية صوم يوم الشك رقم (٦۸٦) وقال حسن صحيح، والنسائي باب صيام يوم الشك رقم (۲۱۸۷) وابن ماجة باب ماجاء في صيام يوم الشك برقم (۱٦۴۵) والمزي في تحفة الاشراف رقم (۱۰۳۵۴) وصححه ابن حبان رقم (۳۵۸۵) والحاكم في المستدرك ۱:۴۲۳ ووافقه الذهبي في تلخيصه، وكلهم من قول عمار رضي الله عنه لا مرفوعا الى النبي ﷺ فانما هو موقوف ولا يصح رفعه.

وقال في منهاج السنن: واجيب عن هذا الحديث ان الصاغاني ذكره في الموضوعات وفيه انه ليس في سنده من يتهم بالوضع، واجيب عنه ايضا بانه موقوف وفيه ان مثله كالمرفوع (منهاج السنن ۴:۷).

وقال العلامة الحصكفي: واما حديث من صام يوم الشك فقد عصى ابا القاسم فلا اصل له، قال الشامي: كذا قال الزيلعي ثم قال ويروى موقوفا على عمار بن ياسر وهو في مثله كالمرفوع، قلت وينبغي حمل نفي الاصلية على الرفع كما حمل بعضهم قول النووي في حديث صلاة النهار عجماء انه لا اصل له على ان المراد لا اصل لرفعه والا فقد ورد موقوفا على مجاهد وابي عبيدة وكذا هذا اورده البخاري مطلقا بقوله وقال صلة عن عمار من صام الخ. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۹٦ باب صوم يوم الشك) ......از مرتب

موقع پر لوگوں کو نفلی روزہ رکھنے پر مجبور کرنا درست ہے یا نہیں؟ نیز مندرجہ ذیل حدیث کی وضاحت لکھ کرارسال فرمائیں، عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ لا یتقدمن احدکم رمضان یوم او یومین الا ان یکون رجل یصوم صوما فلیصم ذلک الیوم متفق علیه (مشکواة) وعن عمار بن یاسر قال من صام الیوم الذی یشک فیه فقد عصی ابا القاسم ﷺ رواه ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجة والدارمی (مشکواة). بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمود شبقدر فورٹ چارسدہ......١٩٧٦ء/٩/١٨

الجواب: یوم الشک کو روزہ رکھنا مکروہ ہے جبکہ فرض یا واجب کی نیت سے ہو اور مکروہ نہیں ہے جبکہ نفل کی نیت سے ہو، کما فی شرح التنویر: والتنفل فیه احب ان وافق یوم یعتاده. واما حدیث من صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم فلا اصل له (ای لرفعه او محمول علی نیة رمضان) والا فیصومه الخواص ویفطر غیرهم بعد الزوال به یفتی نفیا لتهمة النهی. وکل من علم کیفیة صوم یوم الشک فهو من الخواص والا فمن العوام. والنیة المعتبرة هنا ان ینوی التطوع علی سبیل الجزم من لا یعتاد صوم ذلک الیوم انتهیٰ بحذف یسیر ﴿١﴾ قلت: وعوام زماننا لا یقضون الصوم اصلا فالتنفل احوط وارعیٰ وهو الصواب ﴿٢﴾. وهو الموفق

﴿١﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ٢: ٩٦، ٩٧ مبحث فی صوم یوم الشک)

﴿٢﴾ وفی المنهاج: قیل المختار التلوم فی حق الخواص ایضا لما ذکره صاحب النهر عن السراج، ولان العوام یقعون فی الفتنة ویقولون هل زمام الشریعة فی ایدیهم حیث حرموا الصوم علینا واحلوه لانفسهم، قلت، لا ندع قول الاکثرین لقول البعض، ولانه لو روعیت فتنة العوام لکان الانسب الافتاء بصیام یوم الشک تطوعا وان کان من العوام لانه ربما یثبت کون یوم الشک من رمضان فی اثناء الشهر، وربما ... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

یوم الشک کے بارے میں وارد احادیث اور مفتیٰ بہ قول

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صوم یوم الشک کے متعلق علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر ۲:۵۴، ۵۵ میں چند احادیث نقل کی ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا رکھنا مستحب اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے اور بعض اس کو ناجائز کہتے ہیں اس کے بارے میں مفتی بہ حکم کونسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی فضل حق خاں ضلع دیر بالا ۲۵ جولائی ۱۹۷۹

الجواب: دلائل کی رو سے صوم یوم الشک بذات خود مکروہ نہیں ہے، البتہ حدیث لا تقدموا رمضان بصوم یوم او یومین (رواه الستة) ﴿۱﴾ سے مخالفت کی تہمت کی بناپر خواص کیلئے اخفاء اور عوام کیلئے تلوم کا فتویٰ دیا جاتا ہے کما لا یخفیٰ علی من راجع الی کتب علمائنا

(بقیه حاشیه) یحکم بالفطر عند الرؤیة لیلة تسع وعشرین فیقول العوام اف لعلماء هذا الزمان امرنا بافطار یوم رمضان ولو امرنا بالصیام ما احتجنا الی القضاء فا رتکا ب ترک الا فضل اهون من ارتکاب الحرام لان الغالب من حال العوام انهم لا یقضون.

(منهاج السنن شرح ترمذی ۳:۷،۸ باب کراهیة صوم یوم الشک)

﴿۱﴾ رواه البخاری فی کتاب الصوم باب لا یتقدم رمضان بصوم یوم ولا یومین (۳:۱۲۷) ومسلم فی کتاب الصوم باب لا تتقدموا رمضان بصوم یوم ولا یومین (۲:۶۲۷) وابوداؤد فی کتاب الصوم باب فی من یصل شعبان برمضان (۲:۳۰۰) والترمذی فی کتاب الصوم باب ماجاء لا تقدموا الشهر بصوم (۳:۶۸،۶۹) والنسائی باب التقدم قبل شهر رمضان (۳:۱۴۹) وابن ماجة باب ماجاء فی النهی ان یتقدم رمضان بصوم (۱:۵۲۸) ومسند احمد (۲:۲۳۴، ۲۸۱، ۳۴۷) والدارمی باب النهی عن التقدم فی الصیام قبل الرؤیة (۲:۸).

کردالمحتار وغیرہ ﴿۱﴾. وھو الموفق

بھول کر کھانا پینا یا جماع کرنا روزے کیلئے نقصان دہ نہیں

سوال: حضرت شیخ الحدیث صاحب بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: اس مسئلہ میں بندکو اشتباہ ہے کہ اگر کسی نے بھول کر روزہ مبارکہ میں بیوی کے ساتھ جماع کیا تو اس پر قضا یا کفارہ ہے یا نہیں مذہب حنفی مع دلائل اور حوالہ کتب کے ساتھ ارسال فرمائیں۔ والسلام

المستفتی: عباس خان زائی خیل ڈاگئی صوابی......۱۹۶۹ء/۵/۸

الجواب: احناف کے نزدیک نسیاناً خوردنوش اور جماع سے روزہ کو نقصان نہیں پہنچتا ہے لہٰذا اس پر نہ قضا واجب ہے اور نہ کفارہ (وفی الھدایۃ ۱ :۱۹۶) واذا اکل الصائم او شرب او جامع نهارا ناسيا لم يفطر والقياس ان يفطر وهو قول مالك لوجود ما يضاد الصوم فصار

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قوله والا يصومه الخواص اى وان لم يوافق صوما يعتاده ولا صام من آخر شعبان ثلاثة فاكثر استحب صومه للخواص قال فى الفتح وقيده فى التحفة بكونه على وجه لا يعلم العوام ذلك كى لا يعتادوا صومه فيظنه الجهال زيادة على رمضان ويدل عليه قصة ابى يوسف المذكورة فى الامداد وغيره حاصلها ان اسد بن عمر وسأله هل انت مفطر فقال له فى اذنه انا صائم وفى قوله يصوم الخواص اشارة الى انهم يصبحون صائمين لا متلومين بخلاف العوام لكن فى الظهيرية الافضل ان يتلوم غير آكل ولا شارب مالم يتقارب انتصاب النهار فان تقارب فعامة المشائخ على انه ينبغى للقضاة والمفتيين ان يصوموا تطوعا ويفتوا بذلك خاصتهم ويفتوا العامة بالافطار وهذا يفيد ان التلوم افضل فى حق الكل كما فى النهر لكن فى الهداية والمحيط والخانية وغيرها انّ المختار ان يصوم المفتى بنفسه اخذا بالاحتياط ويفتى العامة بالتلوم الى وقت الزوال ثم بالافطار والتلوم الانتظار كما فى المغرب.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲ :۹۷ مطلب فى صوم يوم الشك)

کالکلام ناسیا فی الصلوٰۃ وجه الاستحسان قوله علیه الصلاۃ والسلام للذی اکل وشرب ناسیا تم علی صومک فانما اطعمک الله وسقاک﴿۱﴾ قال العینی رواه الستة فی کتبهم﴿۲﴾. وهو الموفق

شام سے پہلے چاند دیکھ کر شبہ کی وجہ سے افطار کرنا موجب کفارہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امسال عید کے متعلق بڑا شبہ رہا بعض لوگوں نے جمعرات کو عید منائی اور بعض نے جمعہ کو، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جمعرات کے دن جن لوگوں نے روزہ رکھا تھا ان میں سے بعض نے شام سے پہلے چاند دیکھ کر روزہ افطار کرلیا، اب سوال یہ ہے کہ شام سے پہلے جبکہ سورج غروب نہ ہوا ہو اور اسی طرح چاند دیکھ کر روزہ افطار کرے تو ان کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ گل داد خان چارخانہ پشاور......۱۹۷۴/۱۱/۲۱

الجواب: ثبوت شرعی سے قبل افطار کرنا غلط اور بے قاعدہ امر ہے البتہ شبہ کی وجہ سے موجب کفارہ نہیں ہے، کما فی الدر المختار: ورؤيته بالنهار لليلة الآتية مطلقا وفی ردالمحتار (۲: ۱۳۰) ای سواء رءى قبل الزوال او بعده وقوله علی المذهب ای الذی هو قول

﴿۱﴾ (هداية علی صدر فتح القدير ۲: ۲۵۴ باب مايوجب القضاء والكفارة)

﴿۲﴾ اخرجه البخاری: (۱۹۳۳) ومسلم: (۱۱۵۵) وابو داؤد: (۲۳۹۸) والترمذی: (۷۲۱) وابن ماجة: (۱۶۷۳) كلهم من حديث ابی هريرة: جاء رجل الی النبیﷺ فقال يا رسول الله انی اكلت وشربت ناسيا وانا صائم فقال: الله اطعمك وسقاك، واللفظ لابی داؤد ورواية الجماعة "من نسی وهو صائم فاكل او شرب فليتم صومه فانما اطعمه الله وسقاه، وسياق المصنف نسبه الزيلعی لابن حبان فی صحيحه وكذا هو فی سنن الدارقطنی (۲: ۱۷۹) انظر نصب الراية (۲: ۴۴۵).

(تخريج احاديث اللباب ۱: ۱۵۶ فصل ما لا يفطر به الصائم)

ابی حنیفة ومحمد، قال فی البدائع فلا یکون ذلک الیوم من رمضان عندهما وقال ابویوسف ان کان بعد الزوال فکذلک وان کان قبله فهو للیلة الماضیة ویکون الیوم من رمضان وعلی هذا الخلاف هلال شوال ﴿۱﴾. وهوالموفق

مقامی اور مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی میں اختلاف کی صورت میں قضاء کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سرحد میں جس دن روزہ تھا اس کے اگلے دن ہلال کمیٹی نے رمضان کا اعلان کیا تھا کیا ان پر قضا لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اورنگ زیب حوسلکی بدین ۱۰/شوال ۱۴۰۰ھ

الجواب: جس نے ہلال کمیٹی کی خبر پر صوم وفطر بنا کئے ہیں اس پر قضا لازم نہیں ہے شاید کہ ہلال کمیٹی کو صوبہ سرحد سے باقاعدہ ثبوت نہ پہنچا ہو ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

مختلف علاقوں میں اختلاف رمضان کی وجہ سے قضاء کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند سالوں سے ہم مرکزی رؤیت

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۳ مطلب فی رؤیة الهلال نهاراً)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: لان قضاء القاضی حجة وقد شهدوا به لا لو شهدوا برؤیة غیرهم لانه حکایة نعم لو استفاض الخبر فی البلدة الاخریٰ لزمهم علی الصحیح من المذهب، قال ابن عابدین: لانه حکایة فانه لم یشهدوا بالرؤیة ولا علی شهادة غیرهم وانما حکوا رؤیة غیرهم کذا فی فتح القدیر ، قلت وکذا لو شهدوا برؤیة غیرهم وان قاضی تلک المصر امر الناس بصوم رمضان لانه حکایة لفعل القاضی ایضا ولیس بحجة بخلاف قضائه ولذا قید بقوله ووحد استجماع شرائط الدعویٰ الخ.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۲ قبیل مطلب فی رؤیة الهلال نهارا)

ہلال کمیٹی کے اعلان پر رمضان اور عید کرتے ہیں حالانکہ چند سالوں سے رمضان کا مہینہ انتیس دن کا آرہا ہے کیا ہم پر قضا لازم آئے گا جب کسی اور علاقے سے مثلاً مردان وغیرہ سے یہ اطلاع پہنچے کہ وہاں تیس روزے پورے ہوئے یا وہاں ہم سے پہلے روزہ رکھا گیا تھا وغیرہ، اور یہ اطلاع بھی محض خبر ہوتی ہے شہادت نہیں ہوتی، اس اختلاف کی وجہ سے دوسرے علاقوں کے لوگ کیا کریں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر نذیر احمد ثمر باغ ضلع دیر...... ۱۹۸۶ء/۶/۲۶

الجواب: اگر آپ حکومت کے اعلان پر صوم وفطر کرتے رہتے ہوں تو فراغت ذمہ کیلئے یہی کافی ہے ہر اختلاف کی وجہ سے قضا کرنے کا حکم بے قاعدہ حکم ہے۔ وھو الموفق

انتہائے سحری یعنی طلوع فجر کے وقت کا تعین

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ سحری کے بعد جب اذان ہو جاتی ہے تو اس کے بعد پندرہ منٹ تک کھانا جائز ہے یہاں تقریباً تین بجکر ستائیس منٹ پر اذان ہو جاتی ہے صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اسلم پی او ایف واہ کینٹ...... ۲۱/ رجب ۱۴۰۱ھ

الجواب: انتہائے سحری انتہائے لیل سے آتا ہے نہ کہ اذان سے ﴿۱﴾ اور مشاہدہ اور تجربہ سے معلوم ہے کہ صبح صادق طلوع شمس سے سوا گھنٹہ قبل طلوع ہوتی ہے پس اس بنا پر ہمارے یہاں چار بجے تک اور واہ (کینٹ) میں تقریباً تین بجکر ۵۵/ منٹ تک یا احتیاطاً تین بجکر پچاس منٹ تک اکل وشرب

﴿۱﴾ قال الشرنبلالی: ومعناه شرعا هو الامساک نهارا، النهار عبارة عن زمان ممتد من طلوع الفجر الصادق الی غروب الشمس وهو قول اصحاب الفقه واللغة، ولهذا قال صاحب ديوان الادب النهار ضد الليل وينتهي الليل بطلوع الصبح الصادق كذا في الحاشية. (امداد الفتاح شرح نور الايضاح ٦٥٠ كتاب الصوم)

روزہ کوضرررساں نہیں ہے ﴿۱﴾۔

ملاحظہ: ریاضی کے حساب سے اور بھی گنجائش ہے۔ وھو الموفق

سحری کیلئے لاؤڈ سپیکر پرصلاۃ وسلام پڑھ کرلوگوں کو جگانا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں مؤذنین حضرات بوقت سحری لاؤڈ سپیکر پر الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا حبیب اللہ، یا آدم

﴿۱﴾ قال عبد الرحمن الجزيري: ووقت الصبح من طلوع الفجر الصادق وهو ضوء الشمس السابق عليها الذى يظهر من جهة المشرق وينتشر حتى يعم الافق، ويصعد الى السماء منتشرا واما الفجر الكاذب فلا عبرة به وهو الضوء الذى لا ينتشر، ويخرج مستطيلا دقيقا يطلب السماء بجانبيه ظلمة ويشبه ذنب الذئب الاسود فان باطن ذنبه ابيض، بجانبيه سواد، ويمتد وقت الفجر الى طلوع الشمس.

(الفقه على المذاهب الاربعة ۱: ۱۶۹ كتاب الصلاة وقت الصبح)

وقال الشيخ محمد فريد مدظله: وفى الشامية ان التفاوت بين الفجرين وكذا بين الشفقين الاحمر والابيض انما هو بثلاث درج انتهىٰ وفى التصريح اذ قد علم بالتجربة ان انحطاط الشمس اول الصبح الكاذب وآخر الشفق ثمانية عشر درجة وفى الحاشية ان المراد من الانحطاط فى الجانبين انحطاط مركز الشمس من الافق الشرقى اوالغربى وهو قدر ثمانية عشر درجة ويقطعه الفلك الاعظم فى ساعة وخمس ساعة وهذا مجموع الصبحين الكاذب والصادق ومن ذلك المجموع خمس ساعة حصة الصبح الكاذب والساعة الواحدة حصة الصبح الصادق انتهىٰ قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بين طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بين غروب الشمس وغيوب البياض بتفاوت المواسم والبلاد. والمشاهد فى ديارنا قدر ساعة وربع ساعة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذى ۲: ۱۰ باب مواقيت الصلاة عن النبى ﷺ)

صفی اللہ یا نوح نبی اللہ، وغیرہ کے الفاظ کہہ کر لوگوں کو جگاتے ہیں کیا یہ الفاظ جائز ہیں؟ اور سحری کیلئے یہ طریقہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالقیوم منگل زئی گلستان بلوچستان......۱۹۹۱ء/۶/۴

الجواب: سحری کیلئے لوگوں کو جگانا جائز ہے ﴿۱﴾ یہ اعانت علی البر ہے البتہ ایسے کلمات سے بیدار کرنا جو کہ دائی ناجائز ہوں یا موہم شرک ہوں ناجائز ہے البتہ شرک کا دارمدار عقیدہ پر ہے نہ کہ موہم شرک کلمات کے تلفظ پر، فافہم۔ وھو الموفق

روزے مکمل کرنے کیلئے حیض کی بندش کی گولیاں کھانا تکلف اور تعمق ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان کا مہینہ قریب آرہا ہے چونکہ رمضان کے روزے کا ثواب تمام عمر کے روزوں سے افضل ہے اب اگر عورتیں ماہواری بند کرنے کیلئے گولیاں کھالیں تاکہ اس افضلیت سے محروم نہ رہیں تو کیا یہ جائز ہے یا شرعاً ممنوع ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سیاب لکی مروت

الجواب: حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس شخص سے عذر کی وجہ سے کوئی عبادت رہ جائے تو اس کو باقاعدہ مکمل ثواب دیا جائے گا (رواہ ابوداؤد وغیرہ) ﴿۲﴾ پس ان گولیوں کا استعمال تکلف اور تعمق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وعن الحسن لا بأس بالدف في العرس ليشتهر وفي السراجية هذا اذا لم يكن له جلاجل ولم يضرب على هيئة التطرب اقول وينبغي ان يكون طبل السحر في رمضان لا يقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام تأمل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۲۴۷ قبيل فصل في اللبس)

﴿۲﴾ عن ابی انس ان رسول اللهﷺ قال لقد تركتم بالمدينة اقواما ما سرتم مسيرا ولا انفقتم من نفقة ولا قطعتم من واد الا وهم معكم فيه (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

ہے﴿۱﴾اگر چہ اس کا استعمال بذات خود نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے لحدیث و ما سکت عنه فهو عفو﴿۲﴾. وهو الموفق

ملاحظہ: لیکن فوات صوم سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے مفید ہے کیونکہ نساء کیلئے قضالا نا مشکل ہوتا ہے (سیف اللہ حقانی)

خنزیر کا گوشت فروخت کرنا، عریان معاشرہ اور گندہ خورد نوش روزہ کیلئے مانع نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) ہمارے چند ساتھی مشینی ذبحہ گوشت کی فیکٹری میں کام کرتے ہیں جس میں خنزیر کا گوشت بھی

(بقیہ حاشیہ) قالوا یا رسول الله و کیف یکونون معناوهم بالمدینة قال حبسهم العذر. (رواه ابو داؤد ۱:۳۴۵ باب فی الرخصة فی القعود من العذر). وعن انس ان رسول الله ﷺ رجع من غزوة تبوک فدنا من المدینة فقال ان بالمدینة اقواما ما سرتم مسیرا و لا قطعتم وادیا الا کانوا معکم وفی روایة الا شرکوکم فی الاجر قالوا یا رسول الله وهم بالمدینة قال وهم بالمدینة حبسهم العذر رواه البخاری ورواه مسلم عن جابر. (مشکواة المصابیح ۲:۳۳۱ کتاب الجهاد)

﴿۱﴾قال الامام ولی الله الدهلوی: فمن المقاصد الجلیلة فی التشریع ان یسد باب التعمق فی الدین لئلا یعضوا علیها بنوا جذهم فیأتی من بعدهم قوم فیظنوا انها من الطاعات السماویة المفروضة علیهم ثم تأتی طبقة اخری فیصیر الظن عندهم یقینا الخ.

(حجة الله البالغة ۲:۲۲ الاقتصاد فی العمل)

﴿۲﴾ عن سلمان قال سئل رسول الله ﷺ عن السمن والجبن والفراء فقال الحلال ما احل الله فی کتابه والحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفا عنه.

(سنن الترمذی ۱:۲۰۶ باب ماجاء فی لبس الفرآء)

وعن ابن عباس قال کان اهل الجاهلیة یأکلون اشیاء ویترکون تقذرا فبعث الله نبیه ﷺ وانزل کتابه واحل حلاله وحرم حرامه فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سکت عنه فهو عفو وتلاقل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الی آخر الآیة.

(سنن ابی داؤد ۲:۱۸۳ باب مالم یذکر تحریمه)

شامل ہے کیا یہ مسلمان ساتھی روزہ رکھیں گے؟

(۲) یہاں اوقات کار دس گھنٹے اور دن کا دورانیہ سترہ گھنٹے ہے لیکن یہاں عریانیت اور فحاشی بہت زیادہ اور آنکھوں کا زنا ہر وقت رہتا ہے اس صورت میں ہم روزہ رکھیں گے؟

(۳) یہاں خورد ونوش کا سامان ہر قسم کی گندگیوں سے اٹا پڑا ہے ان حالات میں ہم روزہ رکھیں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیر عالم خان جرمنی

الجواب: (۱) خنزیر کا ذبحہ اور اس کا گوشت فروخت کرنا فسق اور حرام ہے کفر نہیں ہے ﴿۱﴾ پس ان کی نماز وروزہ درست ہے گناہ کی وجہ سے نیکی کو نقصان نہیں پہنچتا۔

(یعنی گناہ کی وجہ سے نیکی ساقط نہیں ہوتی... (سیف اللہ حقانی)

(۲) جہاں سترہ گھنٹے دن ہو وہاں روزہ رکھنے میں کوئی اشکال نہیں نیز (اندام مخصوص کے علاوہ) دیگر اعضاء کے زنا سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ثواب میں کمی آتی ہے ﴿۲﴾۔

(۳) خورد ونوش کا سامان گندہ ہونے کی وجہ سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا روزہ میں یہ شرط نہیں کہ خورد ونوش حلال ہو۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد: ولو استأجر مسلما ليرعى خنازير يجب ان يكون على الخلاف كما في الخمر ولو استأجره ليبيع له ميتة لا يجوز واذا استأجر الذمي من المسلم دارا ليسكنها فلا بأس به ولو استأجر من اهل الذمة مسلما ليضرب لهم الناقوس لا يجوز. (خلاصة الفتاوىٰ ۳: ۱۵۰ كتاب الاجارات)

﴿۲﴾ قال الملا على قارى: وفي حديث الحاكم الذى صححه ليس الصيام من الاكل والشرب فقط انما الصيام من اللغو والرفث ويؤخذ منه ان يتاكد اجتناب المعاصى على الصائم كما قيل في الحج لكن لا يبطل ثوابه من اصله بل كما له فله ثواب الصوم واثم المعصية. (مرقاة المفاتيح شرح المشكواة ۴: ۲۶۰ باب تنزيه الصوم)

۲۳/ رمضان کوسورۃ عنکبوت وسورۃ روم پڑھنے کے بارے میں ارشادالطالبین کاحوالہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ۲۳/ رمضان کوسورۃ عنکبوت اور سورۃ روم پڑھنا ثابت ہے یانہیں؟ ارشادالطالبین ۲۲۳ میں لکھا ہے، در بیان شب کہ دراں شب گناہاں ہمہ بخشیدہ می شوند، وآن شب بست وسویم ماہ رمضان ست، واگر در شب ۲۳/ رمضان سورۃ روم وعنکبوت بخواند خوانندہ وشنوائدہ رابآتش دوزخ کارنباشد،اس کی تفصیل سے مطلع فرمائیں؟بینواتوجروا

المستفتی: صالح الدین حقانی......۱۹۸۶/۷/۷

الجواب: تلاوت قرآن اوراس کی سماعت عظیم عبادت ہےالبتہ اپنی طرف سے کسی سورت یاوقت کی تخصیص مکروہ ہے، کما اشار اليه صاحب البحر ۲: ۱۵۹ ولان ذكر الله تعالىٰ اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشيئ دون شيئ لم يكن مشروعا حيث لم يرد الشرع به ﴿۱﴾ عوام اس زعم میں مبتلا ہوجاتے ہیں کہ اس میں زیادہ ثواب ہے بہرحال یہ ابداع ہے نعم من قرء هما على وجه دفع الاعداء دون قصد الثواب فيكون مباحا لا عبادة﴿۲﴾. وهو الموفق

ملاحظہ:......اس متعلقہ حوالہ میں نہ دلائل موجود ہیں اور نہ فقہاء کی جزئیات، وقد صرح في ارشاد الطالبين بجواز الزوجات فوق الاربع وجواز المطلقة ثلاثا بلا تحليل وغير ذلك.

﴿۱﴾ (البحر الرائق ۲: ۱۵۹ كتاب العيدين)

﴿۲﴾ قال الشاه اشرف على التهانوى: (قرآن شریف برائے کشائش رزق یاقضاءحاجت کیلئے قرأت کرنا) درست ہے جیسا کہ حدیث میں سورۃ واقعہ کی یہی خاصیت وارد ہوئی ہے جوصریح دلیل ہے جواز کی۔
(امداد الفتاویٰ ۴: ۸۹ باب تعويذات واعمال)

فتاوى ديوبند پاکستان المعروف بفتاوى فريديه جلد سوم



باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده

الله الله

بسم الله الرحمن الرحيم

...... : قال اللّٰه تعالىٰ : ......

وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم
الخيط الابيض من الخيط الاسود من
الفجر، ثم اتموا الصيام الى اليل.

......﴿البقرة : ١٨٧﴾......

باب مایفسد

الصوم ومالایفسدہ

روزہ کی حالت میں کان، ناک اور آنکھ میں دوائی ڈالنے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح انسان دوائی کھالے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن آنکھ، ناک اور کان میں ڈالنے کا کیا حکم ہے؟ نیز انجکشن لگانے کا کیا حکم ہے؟ اور وجہ فرق کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عمر ضلع دیر......۱۹۷۸ء/۹/۱۰

الجواب: انجکشن خواہ رگ میں ہو یا گوشت میں مفسد صوم نہیں ہے کیونکہ اس عمل سے دوا باطن کو بذریعہ مسامات پہنچتی ہے نہ کہ بذریعہ منافذ کے کیونکہ ہاتھ پاؤں اور پیٹ کے درمیان کوئی سوراخ نہیں ہے، صرح بھذا الاصل فی الھندیة ۱: ۲۱۶ ﴿۱﴾، کان میں پچکاری کرنے سے جب دوا دماغ کو پہنچے تو روزہ فاسد ہوگا (شامی وغیرہ) ﴿۲﴾، آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے اگر چہ اس

﴿۱﴾ وفی الھندیة: وما یدخل من مسام البدن من الدھن لا یفطر ھکذا فی شرح المجمع. (فتاوی عالمگیریة ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد وما لایفسد)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: او احتقن او استعط فی انفه شیا او اقطر فی اذنه دھنا او داوی جائفة او آمة فوصل الدواء حقیقة الی جوفه ودماغه قال ابن عابدین: (قوله الی جوفه ودماغه) قال فی البحر والتحقیق ان بین جوف الرأس وجوف (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

کا رنگ وغیرہ ناک یا حلق میں ظاہر ہو (عالمگیری۔﴿۱﴾ شامی ﴿۲﴾) اگر ناک میں دوا ڈالنے کے وقت دماغ یا بطن میں دوا داخل ہونا مظنون یا متیقن ہو تو روزہ فاسد ہوگا (شامی وغیرہ) ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

روزہ کی حالت میں دوا سونگھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزہ کی حالت میں دوا سونگھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم

الجواب: چونکہ یہ عمل شم ہے سعوط نہیں ہے (یعنی دوائی ذرات شم سے اندر نہ جاتے ہوں) لہٰذا مشک وغیرہ کی طرح اس کا سونگھنا مفطر نہ ہوگا،

(بقیہ حاشیہ) المعدة منفذ اصليا فما وصل الى جوف الرأس يصل الى جوف البطن.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۱۱ باب مايفسد الصوم وما لايفسده)

﴿۱﴾ وفي الهندية: ولو اقطر شيئا من الدواء في عينه لا يفطر صومه عندنا وان وجد طعمه في حلقه واذا بزق اثر الكحل ولونه في بزاقه عامة المشائخ على انه لا يفسد صومه.

(فتاوى عالمگيرية ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فيما يفسد وما لايفسد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين (قوله او ادهن او اكتحل او احتجم وان وجد طعمه في حلقه) اى طعم الكحل او الدهن وكذا لو بزق فوجد لونه في الاصح لان الموجود في حلقه اثر داخل من المسام الذى هو خلل البدن والمفطر انما هو الداخل من المنافذ للاتفاق الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۶ مطلب يكره السهر اذا خاف فوت الصبح)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله او استعط) والسعوط الدواء الذى صب في الانف وعدم وجوب الكفارة في ذلك هو الاصح لانها موجب الافطار صورة ومعنى والصورة الابتلاع كما في الكافي وهي منعدمة والنفع المجرد عنها يوجب القضاء فقط امداد.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۱۱ باب مايفسد الصوم وما لايفسده)

فلیراجع الی ردالمحتار ۲: ۱۳۲) ﴿۱﴾﴿۲﴾. وھو الموفق

دمہ کے مریض کا انہیلر کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ضیق النفس (دمہ) کا مریض ہے جس کیلئے انہیلر گیس کا سپرے حلق میں کیا جاتا ہے یہ ایک سفید ہوا کی شکل میں دوائی کے ذرات ہوتے ہیں کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد احمد خان جہانگیرہ......

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: لا یکرہ للصائم شم رائحة المسک والورد ونحوہ مما لا یکون جوھرا متصلا کالدخان فانھم قالوا لا یکرہ الاکتحال بحال وھو شامل للمطیب وغیرہ ولم یخصوہ بنوع منہ وکذا دھن الشارب.

(ردالمحتار ھامش الدر المختار ۲: ۱۲۳ قبیل مطلب فی الفرق بین الجمال والزینة)

﴿۲﴾ اس زمانے میں بعض دوائیاں ایسی ہوتی ہیں جن کا استعمال ناک کے ذریعے ہوتا ہے اور اس میں دوائی کے اتنے باریک ذرات ہوتے ہیں کہ بظاہر یہ سونگھنا معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ان باریک ذرات کا ادخال مقصود ہوتا ہے جس کے ذریعے علاج کیا جاتا ہے پس چونکہ یہ ہوا مع الدواء جوف دماغ یا جوف معدہ میں پہنچ جاتا ہے جو کہ مفسد ہے، کما فی خلاصة الفتاویٰ ۱: ۲۵۳ وما وصل الی جوف الرأس والبطن من الاذن والانف والدبر فھو مفطر بالاجماع وفیہ القضاء، اور عام طور پر جو دوائیاں ہوتی ہیں اور ان کا بو کوئی شخص سونگھ لے تو یہ عمل شم میں داخل ہوگا سعوط نہیں ہوگا، والسعوط صب الدواء فی الانف (امداد الفتاح ۶۸۸) وقال الشرنبلالی: من ادخل دخان حلقہ بأی صورة کان الادخال فسد صومہ سواء کان دخان عنبر او عود وغیرھما حتی من تبخر ببخور فآواہ الی نفسہ واشتم دخانہ ذاکر الصومہ افطر لامکان التحرز عن ادخال المفطر جوفہ ودماغہ وھذا مما یغفل عنہ کثیر من الناس فلیتنبہ لہ ولا یتوھم انہ کشم الورد ومابہ والمسک لوضوع الفرق بین ھواء تطیب بریح المسک وشبھہ وبین جوھر دخان وصل الی جوفہ بفعلہ. (امداد الفتاح ۶۷۷) (ازمرتب)

الجواب: اس سپرے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے﴿۱﴾البتہ جب تکلیف قابل برداشت نہ ہوتو روزہ نہیں رکھنا چاہئے اور پھر صحت کے وقت قضالازمی ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

باب الصوم میں جلاب کے بارے میں بہشتی زیور کی عبارت کی وضاحت

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بہشتی زیور(ازمولانااشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)میں روزے کے باب میں اس جملہ کا کیا مطلب ہے؟''جلاب میں عمل لیااور پینے کی دوا نہیں پی''۔یہاں کوئی شخص اس کا مطلب نہیں سمجھتا پوری عبارت یہ ہے''کسی نے روزہ میں ناس لیایا کان میں تیل ڈالایاجلاب میں عمل لیااور پینے کی دوانہیں پی تب بھی روزہ جاتارہالیکن صرف قضاواجب ہےاور کفارہ واجب نہیں اوراگرکان میں پانی ڈالاتوروزہ نہیں گیا''؟بینوا توجروا

المستفتی:عبدالحمیدایس وی چودھواں ڈی آئی خان ۱۹۶۹ء/۱۲/۱

الجواب: جلاب کرنااحتقان کامعنی ہےاوراحتقان جلاب کےارادہ سےکیاجاتاہے﴿۳﴾یہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الھمام: ولو اکل او شرب ما یتغذی به او یتداوی به فعلیه القضاء والکفارة. (ھدایة علی صدر فتح القدیر ۲:۲۶۳ باب مایوجب القضاء والکفارة)

﴿۲﴾ قال العلامة الموصلی: ومن خاف المرض او زیادته افطر لقوله تعالیٰ: فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر، معناه فافطر فعدة من ایام اخر لان المرض والسفر لا یوجبان القضاء.

(الاختیار لتعلیل المختار ۱:۱۷۳ فصل فی المریض والمسافر)

﴿۳﴾ فیروزاللغات ۴۶۷ میں ہے،جلاب ایسی دوائی جس سے دست آئے،مسہل،دست آوردوا،وقال ابن نجیم: احتقن ای وضع الحقنة فی الدبر (بحر الرائق ۲:۲۷۸) اورمعدن الحقائق میں ہے(۲۳۶) پیٹ صاف کرنے کیلئے پاخانہ کےمقام سےدواپہنچانا،اورالقاموس الجدید(۱۹۳) میں ہے، حقن حقنا: پچکاری دینا پچکاری سےدواداخل کرنا۔ (ازمرتب)

تمام مسائل ہدایہ کی عبارت کا ترجمہ ہے جو مکمل اور مدلل بہشتی زیور کے حاشیہ میں موجود ہے﴿۱﴾۔

کلی کر کے تری حلق میں پہنچ جانے سے روزہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزہ میں کلی وغیرہ کر کے اس کی تری حلق میں پہنچ جائے اگرچہ پیٹ میں پانی نہ جائے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی

الجواب: صورت مسئولہ میں فساد کا حکم دیا جائے گا﴿۲﴾ لان عند تعذر الاطلاع علی المسبب یدار الحکم علی السبب الظاهر﴿۳﴾ ولم اجده صريحا. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة المرغيناني: ومن احتقن او استعط او اقطر في اذنه افطر ولا كفارة عليه ولو اقطر في اذنه الماء او دخله لا يفسد صومه.

(هدايه على صدر فتح القدير ۲:۲٦٦ باب مايوجب القضاء والكفارة)

﴿۲﴾ يدل عليه ما قال الحصكفي: او خرج الدم من بين اسنانه ودخل حلقه يعني ولم يصل الى جوفه اما اذا وصل فان غلب الدم او تساو يافسد والا لا الا اذا وجد طعمه، قال العلامة ابن عابدين: ولما كان هذا القول خلاف ما عليه الاكثر من التفصيل حاول الشارح تبعا للمصنف في شرحه بحمل كلام المتن على ما اذا لم يصل الى جوفه لئلا يخالف ما عليه الاكثر قلت ومن هذا يعلم حكم من قلع ضرسه في رمضان ودخل الدم الى جوفه في النهار ولو نائما فيجب عليه القضاء. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۱۰۷ قبيل مطلب مهم المفتي في الوقائع لابدله الخ)

﴿۳﴾ قال الحافظ احمد ملا جيون: وقد يقام السبب الداعي والدليل مقام المدعو والمدلول ..... وذلك اى قيام الداعي والدليل اما لدفع الضرورة والعجز كما في الاستبراء او للاحتياط كما في تحريم الدواعي الى الوطي من النظر والقبلة واللمس اقيمت مقام الوطي في الاستبراء وحرمة المصاهرة والاحرام والظهار والاعتكاف للاحتياط فهو ايضا مثال لاقامة الداعي مقام المدعوا. (نور الانوار ۲۸۰ مبحث الاحكام)

انجکشن مفسد صوم نہیں ہے

سوال: چہ مے فرمایند علماء دین دریں مسئلہ کہ دوائی بواسطہ انجکشن در بدن انسان خواہ دررگ باشد یادرگوشت حکم شرعی چیست مفسد صوم است یا نیست، بوجہ خوب مع ادلہ شرعیہ بیان کندزیرانکہ در وطن یعنی افغانستان ولایت غزنی مایاں بسیار نزاع برپاست؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سید حسن کتوزغزنی افغانستان..... ۱۹۶۹ء

الجواب: انجکشن خواہ دررگ باشد یادرگوشت مفطر ومفسد صوم نیست الا آنکہ براہ راست درصدر یادربطن باشد، دلیل عدم فساد ایں است کہ درمیان دست وپا وباطن منفذ نیست ودواء بذریعہ مسامات درباطن مے رسد مثل روغن بادام وروغن کاہو، کہ برسر مالش کردہ شوند ودر باطن دماغ بذریعہ مسامات داخل مے شوند، وہر چیز کہ بذریعہ مسامات داخل شود مفسد روزہ نیست(۱) یدل علیہ ما فی الهندية ۱: ۲۱۶ وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر هكذا في شرح

(۱) وفي المنهاج: اعلم انه ليس بين العين وبين الدماغ والحلق منفذ، والدمع يخرج الى العين بطريق الترشح من المسامات كالعرق، والمفطر هو الدخول من المنافذ دون المسامات كما صرح به في البحر وشرح المجمع وغيره ولذا لا يفطر الادهان والغسل وهذا يدل على ان الدواء الداخل في الباطن بتوسط الحقن والابرة لا يفطر سوآء ادخلت الابرة في اللحم او العرق، لان هذا الدواء وان وصل الى اللحم والعرق بالمنفذ لاكنه يدخل الباطن بوساطة المسامات دون المنافذ لعدم المنفذ بين مثل اليد والباطن، وعروق البدن ليست بمجوفة كما ان عروق الاشجار ليست بمجوفة وكما ان الماء يصل الى اغصان الاشجار واوراقها بالتموج في العروق فكذلك الدم والدوآء تصل الى القلب وغيره بالتموج في العروق.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذي ۴: ۳۴ باب الكحل للصائم)

المجمع ولو اقطر شیئا من الدواء فی عینه لا یفسد صومه عندنا وان وجد طعمه فی حلقه واذا بزق فرئ اثر الکحل ولونه فی بزاقه عامة المشائخ علی انه لا یفسد صومه کذا فی الذخیرة وهو الاصح هکذا فی التبیین ﴿۱﴾. وهمچنین ازنیش عقرب وغیرہ ایں حکم عدم فساد مستفاد مے شود۔ وهو الموفق

وریدی اور جلدی انجکشن کے حکم میں کوئی فرق نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وریدی یا جلدی انجکشن سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے یانہیں؟ اگرنہیں تو دونوں میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل ولی گڑھی کپورہ مردان

الجواب: واضح رہے کہ انجکشن خواہ وریدی ہو یا لحمی اور جلدی مفسد صوم نہیں ہے، کیونکہ انجکشن سے دوا باطن کو بذریعہ مسامات کے پہنچتی ہے نہ کہ بذریعہ منافذ، والمفطر هو الثانی دون الاول کما فی الهندیة ۱ : ۲۱۶ وما یدخل من مسام البدن من الدهن لا یفطر هکذا فی شرح المجمع ولو اقطر شیئا من الدواء فی عینه لا یفسد صومه عندنا وان وجد طعمه فی حلقه واذا بزق فرئ اثرا لکحل ولونه فی بزاقه عامة المشائخ علی انه لا یفسد صومه ﴿۲﴾ ، نیز واضح رہے کہ رگ پائپ جیسی نہیں ہوتی ہے بلکہ درخت کی جڑوں جیسی ہوتی ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگریہ ۱ :۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد وما لایفسد)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱ :۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد ومالایفسد)

﴿۳﴾...... ☆ قال العلامة شمس الدین محمد القهستانی: او وصل دواء الی جوفه او دماغه من غیر المسام فلو وصل شیئ من المسام الی الجوف......

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

انجکشن کے مسئلہ پردوبارہ استفسار

سوال: محترم مفتی صاحب زیدمجدکم؛

آپ نے فتویٰ میں فرمایا ہے کہ انجکشن خواہ لحمی ہو یا وریدی اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن یہاں بعض لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں ازراہ کرم تفصیلی جواب لکھ کر ممنون فرمائیں تاکہ مخالفین کا جواب دیا جاسکے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل ولی گڑھی کپورہ مردان ......۱۷/ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

الجواب: ہمارے پاس فتاویٰ عالمگیری کی جزئیات موجود ہیں شائد میں نے حوالہ بھی دیا ہوگا، آپ ان مخالفین کی دلائل لکھ کر روانہ کریں تاکہ ان کا جائزہ لیا جائے۔ وھو الموفق

وریدی انجکشن مفسد صوم نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمیں وریدی انجکشن لگانے میں

(بقیہ حاشیہ) لم یفسد بلا خلاف لکن ینبغی ان یکون مکروھا علی الخلاف قیاسا علی صب الماء علی البدن.

(جامع الرموز ۱: ۳۶۲ فصل موجب الافساد)

☆ قال العلامة النووی: لو اوصل الدواء الی داخل الساق او غرز فیه سکینا او غیرھا فوصلت مخه لم یفطر بلا خلاف لانه لا یعد عضوا مجوفا.

(شرح مھذب ۵: ۳۱۴ باب ما یفسد به الصوم ومالایفسد)

☆قال الدکتور وھبة الزحیلی: لا یفسد الصوم عند الحنفیة بالحقن فی العضل او تحت الجلد اوفی الورید.

(الفقه الاسلامی وادلته ۲: ۱۷۱۲ مبحث ما یفسد الصوم ویوجب القضاء والکفارة)

مشکلات پیش آرہی ہیں کیونکہ اس سے روزہ ٹوٹ جانے کے اعتراضات موجود ہیں تو کیا وریدی انجکشن سے یقیناً روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لطیف الرحمٰن مردان......۱۹۷۸ء/۸/۲۳

الجواب: وریدی (رگ) انجکشن مفسد صوم نہیں ہے کیونکہ ورید سے دوا وغیرہ باطن میں بذریعہ مسامات پہنچتی ہے نہ کہ بذریعہ منافذ۔

کما فی الهندیة ۱: ۲۱۶ ومایدخل من مسام البدن من الدهن لا یفطر هکذا فی شرح المجمع وفیها بعد عبارة واذا بزق فریٔ اثر الکحل ولونه فی بزاقه عامة المشائخ علی انه لا یفسد صومه کذا فی الذخیرة وهو الاصح هکذا فی التبیین ﴿۱﴾ رگ پائپ جیسی نہیں ہے بلکہ درخت کی جڑوں جیسی ہے۔ وهو الموفق

روزہ میں گلوکوز انجکشن یا ڈریپ چڑھانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزہ میں گلوکوز انجکشن یا گلوکوز تھیلا چڑھانے سے روزہ پر کچھ اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر حبیب الرحمٰن ورسک ڈیم پشاور......۱۹۸۶ء/۶/۲۹

الجواب: انجکشن اور گلوکوز تھیلا لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ اس طریقہ کار سے یہ دوا قلب وجگر کو بذریعہ مسامات پہنچتی ہے نہ کہ بذریعہ منافذ، والمفطر هو الثانی دون الاول کما اشار الیه الفقهاء ﴿۲﴾ البتہ سینہ اور پیٹ میں براہ راست انجکشن لگانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ یہ

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد وما لایفسد)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: وما یدخل من مسام البدن من الدهن لا یفطر هکذا فی شرح المجمع. (فتاویٰ عالمگیرة ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد وما لایفسد)

دوا منفذ (سوراخ) سے باطن میں داخل ہوتی ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

ریڑھ کی ہڈی میں انجکشن لگانا مفسد صوم نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڑھ کی ہڈی میں بعض اوقات انجکشن لگایا جاتا ہے اور دوا پہنچائی جاتی ہے جبکہ ریڑھ کی ہڈی کا بدن میں مرکزی حیثیت ہوتی ہے کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:ڈاکٹر محمد علی جان غوریوالہ بنوں ۱۹۷۵ء/۱۰/۱۲

الجواب: ریڑھ کی ہڈی میں انجکشن لگانا مفسد صوم نہیں کیونکہ یہ دوائی قلب وغیرہ کو بذریعہ مسامات پہنچتی ہے جوکہ مفسد نہیں،ماخوذ از ھندیه ۱:۲۱۶ ﴿۲﴾ نیز ہاتھ پاؤں کے زخم پر دوا اور پٹی لگانا مفطر اور مفسد صوم نہیں ہوتا ہے البتہ اگر زخم پیٹ میں سوراخ ہو تو دوا داخل ہونے اور پیٹ میں پہنچنے کی صورت میں روزہ فاسد ہوجاتا ہے﴿۳﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: او داوى جائفة او آمة فوصل الدواء حقيقة الى جوف دماغه، قال ابن عابدين: الجائفة الطعنة التي بلغت الجوف او نفذته والآمة من امته بالعصا الخ.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۱۱۱ كتاب الصوم)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ومايدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر ... ولو اقطر شيئا من الدواء في عينه لا يفطر صومه عندنا وان وجد طعمه في حلقه واذا بزق فرئ اثر الكحل ولونه في بزاقه عامة المشائخ على انه لا يفسد صومه كذا في الذخيرة.
(فتاوىٰ عالمگيرية ۱:۲۰۳ الباب الرابع فيما يفسد وما لايفسد)

﴿۳﴾ قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي: وقال ابويوسف ومحمد لا يفسد الصوم في الجائفة والآمة لان الشرط عندهما الوصول من منفذ اصلي ولعدم التيقن بالوصول لاحتمال ضيق المنفذ وانسداده بالدواء وصار كاليابس، وله ان (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

انجکشن سے روزہ ٹوٹنے کا حکم اصول مسلمہ کا مخالف ہے

سوال: محترم جناب مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ العالی:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: عرض ہے کہ''انجکشن سے روزہ ٹوٹتا ہے'' کے عنوان سے یہ چند صفحات بھیج رہا ہوں اپنے رائے مبارک سے نوازیں۔ واجر کم علی اللہ۔ (صفحات مہیا نہ ہو سکے)...... (از مرتب)

المستفتی: صوفی عبدالحمید سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گجرانوالہ......۱۹۸۹/۱/۳

الجواب: بندہ کو اس حکم (انجکشن سے روزہ فاسد ہونے کا حکم) سے اتفاق نہیں ہے یہ اصول مسلمہ کے مخالف ہے انجکشن سے غذا اور دوا باطن میں پہنچتی ہے لیکن بذریعہ مسامات کے نہ کہ بذریعہ منافذ ﴿۱﴾ سوئی کے منتہیٰ اور باطن میں نہ قدرتی سوراخ ہوتا ہے اور نہ مصنوعی، بہرحال ان جدید تحقیقات کو اصول مسلمہ کا مؤید بنانا نقصان دہ نہیں ہے اور ان تحقیقات کو متبوع کا درجہ دینا تحریف دین کا پیش خیمہ ہے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) رطوبة الدواء اذا اجتمعت مع رطوبة الجراحة ازداد سیلانا الی الباطن فیصل بخلاف الیابس لانہ ینشف الرطوبة فینسد فم الجراحة، قال مشائخنا والمعتبر عندہ الوصول حتی لو علم بوصول الیابس فسد، ولو علم بعدم وصول الرطب لا [illegible]

(الاختیار لتعلیل المختار ۱: ۱۷۰ فصل ما یفطر الصائم)

﴿۱﴾ قال العلامة الکاسانی: واما ما وصل الی الجوف او الی الدماغ من غیر المخارق الاصلیة بان داوی الجائفة والآمة فان داواها بدواء یابس لا یفسد لانہ لم یصل الی الجوف ولا الی الدماغ، ولو علم انہ وصل یفسد فی قول ابی حنیفة وان داواها بدواء رطب یفسد عند ابی حنیفة وعندھما لا یفسدھما اعتبرا المخارق الاصلیة لان الوصول الی الجوف من المخارق الاصلیة متیقن بہ ومن غیرھا مشکوک فیہ فلا نحکم بالفساد مع الشک.

(بدائع الصنائع ۲: ۲۴۳ فصل فساد الصوم)

نسوار لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نسوار لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملک تاج محمد طورو مردان ۱۹۸۴ء/۴/۱۶

الجواب: چونکہ نسوار نگلتا ہے اوراس کا اثر حلق میں محسوس ہوتا ہے لہٰذا نسوار استعمال کرنے والا قضاء کرے گا، ونظیره ما فی شرح التنویر: اذا مضغه ووجد طعمه فی حلقه ﴿۱﴾. وهو الموفق

نسوار سے روزہ ٹوٹ جانے کی تفصیل

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) نسوار کے عادی نے روزہ کی حالت میں منہ میں نسوار ڈالا، اورنسوار کا نشہ بدن میں سرایت کرگیا لیکن تلخ ذائقہ تھوک کے ساتھ پیٹ میں نہیں گیا اورنسوار کی کوئی ٹھوس جز بھی حلق کے نیچے نہیں گیا پھراس نے نسوار تھوک دیا اور پانی کے ساتھ منہ صاف کیا اس سے روزہ فاسد ہوایانہیں؟

(۲) ایک شخص نے منہ میں نسوار ڈالا بعد میں اسے پتہ چلا کہ جس وقت اس نے منہ میں نسوار ڈالا تھا اس وقت صبح صادق طلوع ہوا تھا اس وجہ سے اس نے روزہ فاسد تصور کرکے بعد میں کھانا بھی کھایا کیا ایسے آدمی پر کفارہ لازم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالحلیم کوہستانی (ایم این اے) سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ.....۱۹۸۹ء

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: الا اذا مضغ بحيث تلاشت فی فمه الا ان يجد الطعم فی حلقه الخ. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۲۲ باب مایفسد الصوم ومالایفسد)

الجواب: واضح رہے کہ تمبا کو نہ مسکر ہے اور نہ مفتر، کمافی ردالمحتار ۶: ۴۵۹ آخر کتاب الاشربة الطبع المصطفیٰ البابی، فانه لم یثبت اسکاره ولا تفتیره ولا اضراره ﴿۱﴾ اور ہمارے علاقہ میں اس کا استعمال دو طریقوں سے ہوتا ہے۔

(۱) دھواں نگلنا (چلم یا سگریٹ) (۲) منہ میں رکھنا بغیر نگلنے کے۔

قسم اول اور طریق اول مفطر ہے اور عادی آدمی کیلئے موجب کفارہ بھی ہے، کما صرحوا به ﴿۲﴾. اور قسم دوم اور طریق دوم بذات خود مفطر نہیں ہے، لانه یوضع فی الفم، نہ کہ اس کا کھانا یا نگلنا عادت ہوتی ہے، وفی شرح التنویر عن البدائع ومفاده ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد، (باب ما یفسد الصوم ومالایفسده) ﴿۳﴾. وان ثبت انه دخل الی جوفه فمفطر لا موجب للکفارة ونظیره مافی شرح التنویر واکل مثل سمسمة من خارج یفطر ویکفر فی الاصح الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمه الا ان یجد الطعم فی حلقه ﴿۴﴾. انتهیٰ. فالصواب علی التحقیق عدم افطار الصوم، لکن لسدالباب علی العوام تقید کی رعایت ضروری ہے یعنی حلق میں ذوق محسوس کرنے کی صورت میں مفطر ہے۔ (۲) اس شخص پر شبہہ کی وجہ سے کفارہ واجب نہیں ہے لاحتمال وجود طعمه فی الحلق وعدمه. وهوالموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار ۵: ۳۲۶ آخر کتاب الاشربة)

﴿۲﴾ قال العلامة الشرنبلالی: وعلی هذا البدعة التی ظهرت الآن وهو الدخان اذا شربه فی لزوم الکفارة وقال الطحطاوی: ای البدعة التی حدثت فی لزوم الکفارة علی هذا الاختلاف فمن قال ان التغذی ما یمیل الطبع الیه وتنقضی به شهوة البطن الزم به الکفارة.

(طحطاوی علی مراقی الفلاح ۳۶۵ باب مایفسد الصوم وتجب به الکفارة مع القضاء)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۰۷ باب مایفسد الصوم ومالایفسده)

﴿۴﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۲۲ باب ما یفسد الصوم ومالایفسده)

نسوار سے روزہ ٹوٹ جانے پر دوبارہ استفسار

سوال: رمضان المبارک میں مولانا عبدالحلیم کوہستانی نے نسوار سے روزہ کے عدم افطار کا فتویٰ دیا ہے اور دلیل میں آپ کا فتویٰ پیش کر رہے ہیں اس کی وضاحت مطلوب ہے کیونکہ یہ ہمارے سمجھ سے باہر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: منتظم اعلیٰ بورڈ آف ریونیو (زکاۃ وعشر) صوبہ سرحد......۱۹۸۹ء

الجواب: واضح رہے کہ تمباکو نہ نشہ آور ہے اور نہ اعضاء کو بے حس کرنے والے، جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار ۲: ۴۵۹ کتاب الاشربۃ کے آخر میں لکھا ہے، فانہ لم یثبت اسکارہ ولا تفتیرہ ولا اضرارہ، ﴿۱﴾ یعنی تمباکو کا نشہ آور ہونا یا بے حسی پیدا کرنے والا یا نقصان دہ ہونا ثابت نہیں ہے اور ہمارے علاقوں میں تمباکو کا استعمال دو طریقوں سے ہوتا ہے۔
(۱) دھواں نگلنا (۲) نسوار کی شکل میں منہ میں رکھنا۔

طریق اول کے استعمال سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے اور عادی شخص پر کفارہ دینا بھی لازم ہوجاتا ہے جیسا کہ شامی ۲: ۱۳۴ فی اوائل باب مایفسد الصوم میں ہے ﴿۲﴾ اور طریق دوم سے استعمال بذات خود مفطر نہیں ہے کیونکہ یہ منہ میں رکھا جاتا ہے نہ کہ کھایا جاتا ہے، اور نہ اس کا نگلنا عادت ہے

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۳۲۶ آخر کتاب الاشربة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله انه لو ادخل حلقه الدخان) ای بأی صورة كان الادخال حتى لو تبخر ببخور فاواه الى نفسه واشتمه ذاكر الصومه افطر لامكان التحرز عنه ...... وبه علم حكم شرب الدخان ونظمه الشرنبلالی فی شرح علی الوهبانية بقوله. ويمنع من بيع الدخان وشربه، وشاربه فی الصوم لا شک يفطر، ويلزمه التكفير لوظن نافعا، كذا دافعا شهوات بطن فقرروا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۶ باب مایفسد الصوم ومالایفسده)

یدل علیہ مافی شرح التنویر عن البدائع ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد، ھامش ردالمحتار ۲: ۱۳۵ ﴿۱﴾. یعنی جو چیز تمام کے تمام پیٹ میں غائب ہو جائے اور پیٹ میں قرار پکڑے تو اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، البتہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ نسوار پیٹ میں داخل ہوا ہے اور حلق کو پہنچا ہے تو اس سے روزہ فاسد ہوگا، لیکن کفارہ لازم نہ ہوگا، **ونظیرہ مافی شرح التنویر: واکل مثل سمسمة من خارج یفطر ویکفر فی الاصح الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمہ الا ان یجد الطعم فی حلقہ انتھیٰ ھامش ردالمحتار ۲: ۱۵۳** ﴿۲﴾. یعنی جب تلی (کنجد) کو منہ میں چبائے اس طریقہ سے کہ اس کے اجزا کالعدم ہو جائیں اور لعاب کے ساتھ لعاب بن جائے تو اس کے نگلنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، البتہ اگر ان اجزا کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو تو پھر روزہ فاسد ہو جائے گا، پس تحقیق کی رو سے اگر چہ روزہ فاسد نہ ہونا درست ہے لیکن عوام کو بے باکی سے بچانے کیلئے فتویٰ میں اس قید کا یعنی حلق میں اتر نا لگانا ضروری ہے اسلئے ہم کہتے ہیں کہ چونکہ نسوار نگلتا ہے اس لئے اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) اس شخص پر شبہ کی وجہ سے کفارہ واجب نہیں ہے کیونکہ حلق میں ذائقہ پانے اور نہ پانے کے دونوں احتمال موجود ہیں۔ **وھو الموفق**

پانی میں غوطہ لگانا مفسد صوم نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پانی کے اندر غوطہ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فقیر گل گڑھی عثمان خیل ملاکنڈ ایجنسی.....۱۹۷۵ء/۱۰/۱۲

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۱۰۷ باب مایفسد الصوم ومالایفسده)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۱۲۲ باب مایفسد الصوم ومالایفسده)

الجواب: غوطہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا (ماخوذ از ہندیہ ۱:۲۰۳) ﴿۱﴾ ۔ وھو الموفق

بیوی کا بوسہ لینے یا اکٹھا سونے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان شریف میں دن کے وقت بیوی کے ساتھ اکٹھا سونے یا بیوی کا بوسہ لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: زبیر اکبر افریدی.....۱۹۷۵ء/۱۰/۲۱

الجواب: مضاجعت (ایک دوسرے سے لپٹنا) اور تقبیل (بوسہ لینا) مفسد صوم نہیں ہے تمام فقہاء نے اسے صریحاً لکھا ہے ﴿۲﴾ ۔ وھو الموفق

استمناء بالید اور بالفخذین سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ استمناء بالید سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ نیز یہ گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟ اور کفارہ لازم ہے یا نہیں؟ اور دونوں رانوں کے درمیان یعنی غیر سبیلین میں ذکر کا استعمال گناہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عطاء اللہ ٹل.....۲۵/ جولائی ۱۹۷۹ء

الجواب: الاستمناء بالید حرام اذا فعله لا ستجلاب الشهوة واما اذا

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ومن اغتسل فی ماء وجد برده فی باطنه لا یفطره.
(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۲۰۳ الباب الرابع فیما لایفسد ومالایفسد) وقال العلامة ابن نجیم: ان خاض الماء فدخل اذنه لا یفسد. (البحر الرائق ۲:۲۷۸ باب مایفسد الصوم ومالایفسد)

﴿۲﴾ قال العلامة مرغینانی: ولو قبل لا یفسد صومه ..... ولا بأس بالقبلة اذا امن علی نفسه ای الجماع او الانزال ویکره اذا لم یامن.
(هدایة علی صدر فتح القدیر ۲:۲۵۷ باب مایوجب القضاء والکفارة)

غلبته الشهوة ففعل ارادة تسكينها به فالرجاء ان لا يعاقب، والمختار انه يفسد الصوم وعليه القضاء ولا يوجب الكفارة اذا انزل وهو المختار فليراجع الى ردالمحتار ۲: ۳۹۹﴿۱﴾ وهكذا حكم ايلاج الذكر بين فخذيه مسطور في الصفحة المذكورة ايضاً﴿۲﴾. وهو الموفق

یا قاعدہ انزال نہ ہوا ہو تو روزہ فاسد نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست نے رمضان کے آخری عشرہ میں ایک انتہائی فحش ناول کی بہت تعریف کی میں نے اس سے کتاب کو لے کر مطالعہ شروع کیا میں چونکہ جنسی طور پر کچھ کمزور ہوں چنانچہ اس حقیقت سے واقف ہونے کے باوجود کہ اس کتاب کو پڑھنے سے مجھے فرض غسل کی ضرورت لاحق ہوسکتی ہے کتاب پڑھ لی، اس دوران میں مجھ سے کچھ رطوبت

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قوله وكذا الاستمناء بالكف اى في كونه لا يفسد لكن هذا اذا لم ينزل اما اذا انزل فعليه القضاء كما سيصرح به وهو المختار ... فان غلبته الشهوة ففعل ارادة تسكينها به فالرجاء ان لا يعاقب ..... واما اذا فعله لاستجلاب الشهوة فهو آثم ..... ويدل ايضا على ما قلنا ما في الزيلعي حيث استدل على عدم حله بالكف بقوله تعالىٰ والذين هم لفروجهم حافظون الآية وقال فلم يبح الاستمتاع الا بالزوجة والامة فافاد عدم حل الاستمتاع اى قضاء الشهوة بغيرهما.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۹ مطلب في حكم الاستمناء بالكف)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: او جامع في مادون الفرج ولم ينزل يعني في غير السبيلين كسرة وفخذ، قال ابن عابدين: اما لو انزل قضىٰ فقط اى بلا كفارة حيث قال اراد بالفرج كلا من القبل والدبر فما دونه حينئذ التفخيذ والتبطين.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۸، ۱۰۹ قبيل مطلب حكم الاستمناء بالكف)

خارج ہوگئی تھی اس دوران میں مجھے پیشاب کی بھی حاجت ہوئی پیشاب کے بعد بھی دو تین قطرے نکلے میں نہیں جانتا کہ یہ منی ہے یا مذی؟ اس کا رنگ خالص سفید نہیں تھا، اب ایسا کرنے سے میرے اوپر کفارہ لازم ہے یا صرف قضا لازم ہے یا دونوں لازم ہیں یا کچھ لازم نہیں صرف روزہ مکروہ ہوا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: تقی الدین مردان......۱۹۷۹ء/۱۱/۱۹

الجواب: اگر آپ کا انزال نہ ہوا ہو تو آپ کا روزہ فاسد نہیں ہوا ہے انزال سے مراد یہ ہے کہ خروج منی کے وقت لذت محسوس ہو جائے، یہ مراد نہیں کہ لذت کے بعد رطوبت خارج ہو، پس اگر محض تفکر سے انزال ہوا ہے عضو مخصوص کے ساتھ ہاتھ وغیرہ لگائے بغیر تو روزہ فاسد نہیں ہے ورنہ فاسد ہے (شامی)

﴿۱﴾......﴿۲﴾۔ وهو الموفق

زوجین کا دوران جماع صبح صادق کا طلوع ہوکر روزہ کا حکم

سوال: مایقول العلماء فی هذه المسئلة ان جامع رجل مع امرأته قبل صبح

﴿۱﴾ قال الحصكفي: او قبل ولم ينزل او احتلم او انزل بنظر ولو الى فرجها مراراً او بفكر وان طال لم يفطر.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۰۶ ؛ باب مايفسد الصوم ومالايفسد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: ان الجماع المفسد للصوم هو الجماع صورة وهو ظاهر او معنى فقط، وهو الانزال عن مباشرة بفرجه لا في فرج او في فرج غير مشتهى عادة او عن مباشرة بغير فرجه في محل مشتهى عادة ففي الانزال بالكف او بتفخيذ او تبطين وجدت المباشرة بفرجه لافي فرج وفي الانزال بمس آدمي او تقبيله وجدت المباشرة بغير فرجه في محل مشتهى اما الانزال بمس او تقبيل بهيمة فانه لم يوجد فيه شئ من معنى الجماع فصار كالانزال بنظر او تفكر فلذا لم يفسد الصوم اجماعاً.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۹ بعيد مطلب في حكم الاستمناء بالكف)

الصادق فاذا اصبح علیهما وهما مشغولان بالجماع، اتجب الکفارة علیهما ام لا ام القضاء؟ بینوا توجروا

المستفتی: متعلم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک..... ۲/اکتوبر۱۹۸۲ء

الجواب: قال فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار (۲: ۱۳۵) ولو مکث حتی امنیٰ ولم یتحرک قضیٰ فقط وان حرک نفسه قضی وکفر، وفی ردالمحتار: اما اذا لم ینزع وبقی فعلیه القضاء ولا کفارة علیه فی ظاهر الروایة..... وما وجه به ظاهر الروایة یدل علی عدم الفرق بین تحریک نفسه وعدمه انتهیٰ﴿۱﴾ وبالجملة ان مافی شرح التنویر فغیر ظاهر الروایة. وهوالموفق

منی نکلنے کی مختلف صورتوں میں روزہ کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ(۱)اگرکوئی آدمی کوئی لغو حرکت نہ کرے صرف شہوت سے منی نکل جائے توروزہ ٹوٹ گیایانہیں اورکفارہ کا کیاحکم ہے؟

(۲)اگردن کے وقت شہوت آئی اورایک دوگھنٹہ میں یاکسی بھی وقت پیشاب کرتے وقت منی کے آثارنمودارہوجائے توروزہ کا کیاحکم ہے؟اورکفارہ لازم ہے یانہیں؟

(۳)اگرشہوت نہ آئی ہوصرف پیشاب کرتے وقت منی جیسے آثارظاہرہوجائے توروزہ ٹوٹ جاتا ہے یانہیں؟اورغسل کا کیاحکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: لعل گل ڈاگ اسماعیل خیل نوشہرہ..... ۱۹۷۲ء/۱۲/۱۰

الجواب: تینوں صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹ جاتا ہےاورجب تک انزال نہ ہواہوتوغسل

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۸ مطلب مهم المفتی فی الوقائع لا بدله من اجتهاد)

بھی لازم نہیں ہے (ہندیہ ۱:۲۱۷﴿۱﴾ وشامی ۲:۱۰۳)﴿۲﴾۔وهو الموفق

روزہ کی حالت میں بیوی کے ساتھ بوس وکنار وغیرہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان شریف میں دن کے وقت بیوی کے ساتھ بغیر مباشرت اور جماع کے بوس کنار ہونا اور ہاتھ لگانا وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: دلباغ محمد کوہاٹ

الجواب :روزہ کی حالت میں یہ امور جائز ہیں جبکہ طرفین مامون ہوں۔(حدیث﴿۳﴾ وہندیہ﴿۴﴾ وغیرہ)﴿۵﴾۔وهو الموفق

﴿۱﴾وفي الهندية: واذا نظر الى امرأة بشهوة في وجهها اوفرجها كرر النظر اولا لا يفطر اذا انزل كذا في فتح القدير وكذا لا يفطر بالفكر اذا امنى هكذا في السراج الوهاج.
(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۲۰۴ الباب الرابع فيما يفسد ومالايفسد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: اما الانزال بمس او تقبيل بهيمة فانه لم يوجد فيه شئ من معنى الجماع فصار كالانزال بنظر اوتفكر فلذا لم يفسد الصوم اجماعا.
(ردالمحتار ۲:۱۰۳ باب مايفسد الصوم ومالايفسد مطلب في حكم الاستمناء بالكف)

﴿۳﴾عن عائشة رضى الله عنها قالت كان النبي ﷺ يقبل وهو صائم ويباشر وهو صائم ولكنه كان املككم لاربه، متفق عليه واللفظ لمسلم وزاد في رواية في رمضان اخرجه البخاري في الصيام باب المباشرة للصائم وقالت عائشة رضى الله عنها يحرم عليه فرجها (۱۹۲۷) ومسلم في الصيام باب بيان ان القبلة في الصوم ليست محرمة على من لم تحرك شهوته (۱۱۰۶).

﴿۴﴾وفي الهندية: ولابأس بالقبلة اذا امن على نفسه الجماع والانزال ويكره ان لم يأمن.
(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۲۰۰ الباب الثالث فيما يكره)

﴿۵﴾ قال الشرنبلالي: لا تكره للصائم القبلة والمباشرة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قی فی الصوم میں مفتی بہ قول

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ من استقاء عمدا فسد صومه رواه ابو داؤد وذكره الزيلعي في الكنز وايضا هذا مذهب الامام محمد، مگر شامی میں اس مسئلہ کا خلاف ذکر کیا ہے اس میں ملأ الفم اوراعادہ دوشرط زائد ذکر کئے ہیں ترجیح کس قول کو ہے جبکہ مذہب امام محمد بظاہر حدیث کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مبارک شاہ مدرسہ عربیہ تجوڑی بنوں ۲۳/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: اکثر محققین نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کو صحیح قرار دیا ہے، وجعلوا التقليل منه كالعدم وكاللعاب﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقيه حاشيه)مع الامن من الانزال والوقاع لما روى عن عائشة رضى الله عنها انه عليه السلام كان يقبل ويباشر وهو صائم رواه البخارى ومسلم وهذا ظاهر الرواية وعن محمد انه كره المباشرة الفاحشة وهى رواية الحسن عن ابى حنيفة لانها قل ما تخلو عن فتنة وفى الجوهرة قيل ان المباشرة تكره وان امن على الصحيح وهو ان يمس فرجه فرجها وفى الظهيرية عن ابى حنيفة انه قال تكره المعانقة والمصافحة وانه خلاف المشهور انتهى.

(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ۶۹۲ فصل فيما يكره وفيما لا يكره وما يستحب)

﴿۱﴾قال العلامة الشرنبلالى: او استقاء اى تعمد اخراجه ولو دون ملأ الفم فى ظاهر الرواية لاطلاق قوله ﷺ ومن استقاء عمدا فليقض وشرط ابويوسف ان يكون ملء الفم وهو الصحيح لان ما دونه كالعدم حكما حتى لا ينقض الوضوء.

(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ۶۹۲ باب مايفسد الصوم)

وقال العلامة حسن بن عمار: اواستقاء اى تعمد اخراجه وكان اقل من ملأ فمه على الصحيح وهذا عند ابى يوسف وقال محمد يفسد (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

(بقیه حاشیه) وهو ظاهر الروایة ولو اعاده فی الصحیح لا یفسد عند ابی یوسف کما فی المحیط لعدم الخروج حکما و لا ینقض الطهارة وقال الکمال وهو المختار عند بعضهم لعدم الخروج شرعا.

(مراقی الفلاح شرح نورالایضاح ۲: ۲۶۲ باب فی بیان مالایفسد الصوم).

قال العلامة محمد امین : (قوله والا لا) ای وان لم یملأ القیٔ الفم واعاده کله او بعض لا یفسد صومه عند ابی یوسف هو المختار وفی الخانیة هو الصحیح وصححه کثیر من العلماء رملی.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۲۱ مطلب فی مایکره للصائم)



فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بہ فتاوی فریدیہ جلد دوم

باب ما تجب به القضاء والكفارة

...... : قال اللّٰه تعالیٰ : ......

فمن كان منكم مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر، وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين.

﴿البقرة: ١٨٤﴾

باب ما تجب به
القضاء و الکفارة

روزے نہ رکھنے والے کی توبہ درست اور قضا فرض ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ توبہ کرنے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس لئے وہ روزے نہیں رکھتا اور عید کے دن توبہ کرتا ہے کہ آئندہ کیلئے روزے رکھوں گا پھر رمضان آتا ہے اور یہی طریقہ وہ اختیار کرتا ہے کیا یہ طریقہ درست ہے؟ اور اس کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالحق.... ۲۸/۱۰/۱۹۷۵ء

الجواب: قصداً عمداً روزہ نہ رکھنا اور نمازیں قضا کرنا گناہ کبیرہ ہے ﴿۱﴾ اور ہر گناہ سے توبہ کرنا درست ہے، کہ کئے ہوئے پر ندامت اور آئندہ کیلئے نہ کرنے کا عزم کرے البتہ موت کے وقت توبہ

﴿۱﴾ قال الحافظ محمد الذهبی: الکبیرة الرابعة ترک الصلاة و السادسة افطار یوم من رمضان بلا عذر، وقال ﷺ من افطر یوما من رمضان بلا عذر لم یقضه صیام الدهر و ان صامه وعن ابن عباس: عری الاسلام و قواعد الدین ثلاث شهادة ان لا اله الا الله و الصلاة و صوم رمضان فمن ترک واحدة منهن فهو کافر.

(کتاب الکبائر للذهبی ۵۱ افطار یوم من رمضان بلا عذر)

کرنا منظور نہیں ہے﴿۱﴾ اور ایسے تائب پر قضا کرنا فرض ہے صرف توبہ سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ بھی نہ رکھنے کا عزم ہے اسلئے یہ توبہ تو بہ نہیں ہے۔ سیف اللہ حقانی)

مفتی کے فتویٰ کی وجہ سے افطار کرنے پر کفارہ نہیں قضا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کے چند افراد نے تیسویں رمضان کو قبل از زوال چاند دیکھا اور ہمارے گاؤں کے ایک مفتی صاحب نے فتویٰ دیا کہ روزہ ختم کر کے عید کرلو۔ اس لئے اس دن عید منائی گئی کیا یہ عید صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر صحیح نہیں تو جن لوگوں نے روزہ افطار کیا ہے ان پر اور اس مفتی صاحب پر قضا و کفارہ لازم ہے یا نہیں؟ اور جو معتکف اعتکاف سے باہر آیا ہے اس پر دوبارہ اعتکاف کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالستار متعلم جامعہ حقانیہ..... ۱۹۷۴ء/۱۲/۱۲

الجواب: مفتی کے فتویٰ دینے سے افطار کرنے پر کفارہ لازم نہیں البتہ اس دن کی قضا یعنی صوم اور اعتکاف دونوں کی قضا لازمی ہے بشرطیکہ دیگر مقامات سے عید کی باقاعدہ خبر موصول نہ ہوئی ہو ورنہ قضا بھی لازم نہیں، یدل علی عدم التکفیر ما فی الدر المختار: حتی لو افتاه مفت یعتمد

﴿۱﴾ قال العلامة الفرهاری: ویغفر مادون ذلک ای ما سوی الشرک لمن یشاء من الصغائر والكبائر مع التوبة وبدونها التوبة هی الندم علی المعصية والعزم علی عدم العود الیها وهل یقبل توبة من حضره الموت والصحیح ما فی الحدیث ان الله یقبل توبة العبد مالم یغرغر رواه الترمذی اما ایمان الیأس فلا یقبل وهو حین یشاهد الكافر النار قبل موته ولذا لم یقبل ایمان فرعون.
(النبراس شرح شرح العقائد ۳۴۳ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء)

﴿۲﴾ قال الشرنبلالی: وصوم رمضان فرض عین اداء وقضاء علی من اجتمع فیه اربعة اشیاء. (امداد الفتاح شرح نورالایضاح ۶۵۲ کتاب الصوم)

علی قوله او سمع حدیث ولم یعلم تأویله لم یکفر للشبهة، (هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۹ ﴿۱﴾ واما القضاء فلان عدم التکفیر لا یستلزم عدم القضاء ولذا یقضی فی صورة الاحتجام نعم عند فساد الاعتکاف یقضی الیوم الواحد عند الطرفین واما عند ابی یوسف یقضی العشر اوالایام الباقیة والتفصیل فی ردالمحتار ۲: ۱۸۰ باب الاعتکاف فلیراجع﴿۲﴾. وهوالموفق

پانچ رمضانی روزے توڑے ہوں تو پانچوں کی قضا اور ایک کفارہ لازمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گناہ سے عدم واقفیت کی بنا پر میں نے پچھلے رمضان شریف کے پانچ روزے کھائے ہیں اب کیا کروں قضا وکفارہ کی کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد انعام غلہ ڈھیر مردان......۴/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: اگر آپ نے روزہ کی نیت کرنے کے بعد روزہ فاسد کیا ہو تو آپ پر قضا کے علاوہ

﴿۱﴾. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۱۸ قبیل مطلب فی الکفارة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: فلو شرع فی نفله ثم قطعه لا یلزمه قضائه لانه لا یشترط له الصوم علی الظاهر، قال ابن عابدین: وعلی کل فیظهر من بحث ابن الهمام لزوم الاعتکاف المسنون بالشروع وان لزوم قضاء جمیعه او باقیه مخرج علی قول ابی یوسف اما علی قول غیره فیقضی الیوم الذی افسده لاستقلال کل یوم بنفسه وانما قلنا ای باقیه بناء علی ان الشروع ملزم کالنذر وهو لو نذر العشر یلزمه کله متتابعا ولو افسد بعضه قضی باقیه علی ما مر فی نذر صوم شهر معین والحاصل ان الوجه یقتضی لزوم کل یوم شرع فیه عندهما بناء علی لزوم صومه بخلاف الباقی لان کل یوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعیة وان کان المسنون هو اعتکاف العشر بتمامه.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۴۳ باب الاعتکاف)

کفارہ یعنی دو ماہ مسلسل روزے رکھنا بھی فرض ہے یعنی ۵+۶۰ = ۶۵ دن ﴿۱﴾۔ اور اگر آپ نے روزہ نہ رکھنے کا ارادہ کیا تھا تو صرف قضا فرض ہے اور کفارہ کے ساٹھ دن فرض نہیں (معتبرات فقہ)۔ وھو الموفق

روزہ کو توڑنے یا بعض دنوں میں نہ رکھنے یا سرے سے نہ رکھنے والوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم یورپ کے حسین ترین مقام پر رہتے ہیں وہاں کے ماحول کی وجہ سے ہمارے پاس تین قسم کے مسلمان ہیں:

(۱) بعض ایسے ہیں کہ روزہ رکھتے ہیں سحری کیلئے اٹھ کر نیت کرتے ہیں لیکن صبح بارہ یا ایک بجے بغیر کسی عذر کے روزہ توڑ دیتے ہیں۔

(۲) بعض روزے رکھتے ہیں لیکن ہفتہ اور اتوار کو روزہ نہیں رکھتے اور سحری کیلئے بھی نہیں اٹھتے اور باقاعدہ کہتے ہیں کہ ہم ہفتہ اتوار کو روزہ نہیں رکھیں گے۔

(۳) بعض لوگ ہیں کہ صحت مند بھی ہیں لیکن روزے اس لئے نہیں رکھتے کہ یہ یورپ ہے اور یورپ میں روزے لازمی نہیں ان تینوں قسم کے لوگوں کیلئے قضا اور کفارہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سلطان مسعود شاہ مغربی جرمنی

الجواب: (۱) اگر یہ لوگ خورد و نوش کی چیزوں سے یا دوا کھانے سے افطار کریں تو ان پر قضا کے علاوہ کفارہ بھی واجب ہے بشرطیکہ روزہ رکھنے کا ارادہ کیا ہو (ماخوذ از شامی) ﴿۲﴾۔ (۲،۳) ان لوگوں

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ولو تكرر فطره ولم يكفر للاول يكفيه واحدة ولو في رمضانين عند محمد وعليه الاعتماد بزازية ومجتبىٰ وغيرهما واختار بعضهم للفتوىٰ ان الفطر بغير الجماع تداخل والا لا.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۲۰ مطلب في الكفارة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وان جامع في رمضان اداء (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پر قضا اور توبہ واستغفار لازم ہے کفارہ واجب نہیں ہے (شامی) ﴿۱﴾۔

ملاحظہ:...... کفارہ سے مراد یہ ہے کہ پے در پے دو مہینہ روزے رکھے جائیں۔ وهو الموفق

معتمد عالم کے فتویٰ کی صورت میں کفارہ لازم نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہلال کمیٹی نے سترہ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اعلان کیا کہ کل اٹھارہ ستمبر کو پہلا روزہ ہوگا لیکن ایک معتمد عالم دین نے حکومتی اعلان پر عدم اعتماد کرتے ہوئے کہا کہ فرض روزہ نہیں اسلئے تمام گاؤں والوں نے روزہ ختم کیا ہوٹل کھلے رہے اس کے بعد اٹھائیس روزے پورے ہو کر تین گواہ رؤیت ہلال پر پیش ہوئے اور عید منائی گئی اب سوال یہ ہے کہ ہلال کمیٹی کا اعلان موجب صوم وفطر ہے یا نہیں؟ اور ہمارا یہ روزہ توڑنا موجب کفارہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام دستگیر لکی مروت ۲۷/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: (۱) ہلال کمیٹی کا تفصیلی اعلان جو کہ حکم دہندہ اور منشأ حکم رؤیت وغیرہ پر مشتمل ہو موجب صوم وفطر ہے، **كما يدل عليه ما في منحة الخالق على هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها فمن كان غائبا عن المصر كاهل**

(بقيه حاشيه) او اكل او شرب غذاء او دواء...... قضىٰ في الصور كلها و كفر.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۱۸ قبيل مطلب في الكفارة)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: اولم ينو في رمضان كله صوما ولا فطرا مع الامساك لشبهة خلاف زفر او اصبح غيرنا وللصوم فأكل عمدا ولو بعد النية قبل الزوال لشبهة خلاف الشافعي قضىٰ في الصور كلها فقط.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۱۲ باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

القرىٰ ونحوها﴿۱﴾ قلت وجه الدلالة ان الراديو آلة محفوظة جدا و الدلالة فيها اتم وقلت ايضا ان التقيد بالتفصيل لفساد الزمان ورفع احتمال البناء على قول الموقتين (المهندسين) وغيرهم فافهم.

(۲) بظاہران پرکفارہ واجب نہیں ہے کما يدل عليه عبارة الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۹ وان جامع (الى ان قال) قضى و كفر لانه ظن في غير محله حتى لو افتا مفت يعتمد على قوله او سمع حديث ولم يعلم تاويله لم يكفر للشبهة وفى ردالمحتار: وفي النهاية ويشترط ان يكون المفتي ممن يؤخذ منه الفقه ويعتمد على فتواه في البلدة وحينئذ تصير فتواه شبهة ولا معتبر بغيره﴿۲﴾. وهو الموفق

جس کی گواہی رد ہو جائے اور روزہ توڑے تو اس پر صرف قضا ہے کفارہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اور اس کی بیوی نے کہا کہ ہم نے چاند دیکھ لیا ہے اور آسمان بھی ابر آلود تھا اور یہ دونوں متہم بالفسق ہیں کیونکہ یہ دونوں بغیر کسی عذر کے کبھی کبھی نماز چھوڑتے ہیں عام لوگوں اور علماء نے ان کے کہنے پر عمل نہیں کیا، اب انہوں نے کل روزہ رکھ کر درمیان میں توڑ لیا ہے اب ان پر قضاو کفارہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملا شیر محمد اورآلائی بلوچستان..... ۲۱/۱۰/۱۹۷۸ء

الجواب: جس شخص کی گواہی فسق کی وجہ سے مردود ہو جائے اور پھر روزہ توڑ لے تو اس پر کفارہ نہیں قضالازم ہے۔ رأى مكلف هلال رمضان او الفطر ورد قوله بدليل شرعي صام مطلقا وجوبا وقيل ندباً فان افطر قضى فقط فيهما لشبهة الرد. (الدر المختار على هامش

﴿۱﴾ (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبيل ما يفسد الصوم ومالايفسده)

﴿۲﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۱۸ قبيل مطلب في الكفارة)

ردالمحتار ۲: ۱۲۳)﴿۱﴾. وهو الموفق

قے کرنے سے فطر کے گمان پر پانی پی لیا تو اس پر قضاواجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے رمضان کے مہینے میں قے کیا وہ سمجھا کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا اس کے بعد قصداً پانی پی لیا اب اس پر صرف قضا ہے یا کفارہ بھی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فقیر استاد بھرت بنوں.....۳/ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: اس شخص پر قضاواجب ہے اور کفارہ واجب نہیں لما فی البحر وكذا لو ذرعه القيء وظن انه يفطره فافطر فلا كفارة عليه لوجود شبهة الاشتباه (بحواله شامی ۲: ۱۳۹)﴿۲﴾. وهو الموفق

دمہ کے مریض کے لیے انہیلر سپرے کا استعمال موجب قضاوکفارہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دمہ کے مریض کیلئے انہیلر پمپ رمضان میں استعمال کرنا کیسا ہے؟ کیونکہ اس پمپ کے بغیر ایک گھنٹہ گزارنا بھی مشکل ہوتا ہے اور اس پمپ میں چونکہ ہوا ہوتی ہے تو کیا اس ہوا کے داخل ہونے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ اگر ٹوٹ جاتا ہے تو اس پر صرف قضا ہے یا کفارہ یا دونوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فتح محمد فاضل دیوبند عمرزئی چارسدہ

الجواب: ہوا اگرچہ جسم ہے لیکن اس کا دخول اور ادخال جب تنفس کے طور سے نہ ہو فقہاء کرام

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۹۸ قبیل مطلب لاعبرة بقول الموقتين)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۱۱ باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

نے مفطرات میں ذکر نہیں کیا ہے جس طرح کہ فقہاء نے جن اور ملک کا باطن میں حلول کرنے کو مفطرات میں شمار نہیں کیا ہے حالانکہ یہ بھی اجسام ہیں پس معلوم ہوتا ہے کہ اجسام لطیفہ کا دخول اور ادخال افطار میں کوئی اثر نہیں رکھتا ہے، پس پمپ کے ذریعہ سے اگر صرف ہوا داخل کی جاتی ہو تو مفطر نہیں ہے لیکن اگر دوائی کے اجزا پمپ میں محفوظ ہوں اور ہوا کے ساتھ باطن میں داخل ہوتے ہوں (اور یہی واقعہ ہے) تو موجب قضا اور موجب کفارہ ہوگا۔قال فی الهداية ۱:۲۶۰ ولو اكل او شرب ما يتعذى به او يتداوى به فعليه القضاء والكفارة ﴿۱﴾وهكذا في غير واحد من كتب الفقه ﴿۲﴾ اور ہوا کے ساتھ دوائی کے اجزا داخل ہونے کی صورت میں اگر اس مریض کو بغیر اس پمپ سے ہلاکت یا زیادت مرض کا قوی اندیشہ ہو تو اس کیلئے افطار جائز ہے اس کے بعد اگر صحت یاب ہوا تو قضا کرے گا اگر صحت یاب نہ ہو تو اس پر کفارہ دینا ضروری نہیں ہے۔ لعدم وجود الشرط وهو ادراک ايام اخر، قالوا فى الهندية ۱:۲۲۰ ولو فات صوم رمضان بعذر المرض او السفر او استدام المرض والسفر حتى مات لا قضاء عليه لكنه ان اوصى بان يطعم عنه صحت وصيته وان لم تجب عليه وفيها ايضا ۲۱۹ المريض اذا خاف على نفسه التلف او ذهاب عضو يفطر بالاجماع وان خاف زيادة العلة وامتداده فكذلک عندنا وعليه القضاء اذا افطر ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (هداية على صدر فتح القدير ۲:۲۶۳ باب مايوجب القضاء والكفارة)

﴿۲﴾ قال الامام شمس الدين القهستاني: او اكل او شرب غذاء او دواء وهو يوثر فى البدن بالكيفية فقط كالكافور وغيره لكن فى المحيط لو اكل ما يتداوى به قصدا او تبعا لغيره يكفر وما لا فلا وفى الهليلج روايتان عمدا احتراز عن الاكراه والخطاء والنسيان قضى وكفر

(جامع الرموز ۱:۳۵۸ فصل موجب الافساد)

﴿۳﴾ (فتاوى عالمگيرية ۱:۲۰۷ الباب الخامس فى الاعذار التى تبيح الافطار)

دانت نکالنے کیلئے پہلے کیپسول کھانے کی صورت میں قضااور کفارہ دونوں واجب ہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے دانتوں کوکیڑ الگا جس کی وجہ سے مسوڑھوں میں درد اور پیپ پیدا ہوا، نیز وضو کے دوران میں بہت دیر تک خون جاری رہتا تھا، ہمارے محکمہ نے مجھے راولپنڈی کے ایک ڈاکٹر کے ہاں بھیج دیا وہاں پر ڈاکٹر نے ۲۴/ رمضان کو دو دانت نکالے درد کی تکلیف کم کرنے اور مسوڑھوں میں پانی وغیرہ نہ جانے کیلئے ڈاکٹر نے مجھے ایک کیپسول کھلایا جس کی وجہ سے روزہ جاتا رہا اب اس کے عوض میں نے قضاروزہ رکھ لیا ہے لیکن بعض لوگ کفارہ کا کہتے ہیں کیا مجھ پر کفارہ بھی لازم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی احمد الدین مدنی مسجد جامع سرائے قیام ٹیکسلا ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر شدید درد کی وجہ سے دانت نکالا گیا ہو اور بعد میں کیپسول کھلایا گیا ہو اگر یہ اس شدید درد کی وجہ سے ہو تو اس صورت میں کفارہ نہیں ہے ﴿۱﴾ ☆ اور اگر دانت نکالنے سے پہلے کیپسول کھلایا گیا ہو تا کہ نکالنے کے بعد شدید درد پیدا نہ ہو اور نکالنے سے پہلے درد نہیں تھا تو اس صورت میں کفارہ واجب ہے ﴿۲﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندية: المريض اذا خاف على نفسه التلف او ذهاب عضو يفطر بالاجماع وان خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء واذا افطر كذا في المحيط.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۰۷ الباب الخامس في الاعذار المبيحة)

☆ مگر یہ جواب تب ہوگا کہ درد اتنا شدید ہو کہ جس سے جان کا خطرہ ہو اور یا روزہ سے زیادت وامتداد درد کا خوف ہو۔ (سیف اللہ حقانی)

﴿۲﴾ وفی الهندية: اذا اكل متعمدا ما يتغذى به او يتداوىٰ به يلزمه الكفارة وهذا اذا كان مما يؤكل للغذاء او للدواء فاما اذا لم يقصد لهما فلا كفارة وعليه القضاء.

(فتاوی عالمگیریة ۱: ۲۰۵ النوع الثاني مايوجب القضاء والكفارة)

روزہ میں سگریٹ پینے سے کفارہ لازم ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یانہیں؟اورصرف قضا کرنا ہوگی یا کفارہ بھی؟بینوا وتوجروا

المستفتی:عبداللہ......۱۹۷۵/۱/۱

الجواب: عادی آدمی پر روزہ میں سگریٹ اور چلم پینے سے قضاوکفارہ دونوں لازم ہیں (شامی ۲:۱۳۴)﴿۱﴾۔وھو الموفق

روزہ میں نسوار استعمال کرنے سے قضالازم ہے

سوال: ایھا العلماء الکرام ما قولکم فی استعمال النبات المسمی بالتنباک والتن

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله انه لو ادخل حلقه الدخان) ای بای صورة كان الادخال حتى لو تبخر ببخور فآواه الى نفسه واشتمه ذاكر الصومة افطر لامكان التحرز عنه وبه علم حكم شرب الدخان ونظمه الشرنبلالی فی شرحه علی الوهبانية بقوله، ويمنع من بيع الدخان وشربه، وشاربه فی الصوم لاشک يفطر ويلزمه التكفير لو ظن نافعا كذا دافعا شهوات بطن فقرروا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۰۶ باب ما يفسد الصوم ومالايفسده)

وقال الشرنبلالی: من ادخل بصنعه دخانا حلقه بأى صورة كان الادخال فسد صومه سواء كان دخان عنبر او عود او غيرهما حتى من تبخر ببخور فآواه الى نفسه واشتم دخانه ذاكر الصومه افطر لامكان التحرز عن ادخال المفطر جوفه ودماغه وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس فليتنبه له ولا يتوهم انه كشم الورد ومائه، والمسک لوضوع الفرق بين هو تطيب بريح المسک وشبهه وبين جوهر دخان وصل الى جوفه بفعله.

(الطحطاوی على المراقی ۱:۳۶۰ باب مالايفسدالصوم)

حیث تختلط معه النورة او رماد الاشجار او الماء ثم یضعونها تحت الشفت فی الفم، ثم یطرحونها بعد مضی وقت ویطرحون الریق المنجذبة من ابدانهم بسببه، وانی کنت تتبعت الکتب الموجودة عندی فما شفی صدری لکونه غیر موصلة الی الجوف الا ان العاملین یقولون اذا استعملها فلا حاجة لنا للماء والطعام، فهل یفطر بها الصوم ام لا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: التتن المخلوط بالماء والنورة لا یفطر فی نفسه نعم اذا دخل الحلق والباطن فیفطر البتة وقد تجربت ان طعمه یوجد فی الحلق ولو بعد المضمضة ویؤید الافطار ما فی الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۵۳ واکل مثل سمسمة من خارج یفطر ویکفر فی 'الاصح الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمه الا ان یجد الطعم فی حلقه کما مر انتهیٰ﴿۱﴾. وهو الموفق

بیوی کے ساتھ جماع کرنے سے قضاوکفارہ دونوں لازم ہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاعلمی کی وجہ سے میاں بیوی روزہ کی حالت میں جماع کریں تو ان پرصرف قضا ہے یا کفارہ بھی ہے؟ اور جماع کرتے وقت پردہ کی حالت میں ہوتے ہیں اور کفارہ یا قضا میں دونوں برابر کے شریک ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: خورشید انور راولاکوٹ آزاد کشمیر.....۱۹۸۳ء/ ۸/ ۱۷

الجواب: اگر روزہ کی یاد ہونے کی حالت میں جماع (وطی) کریں تو دونوں ایک دن قضا اور

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۲۲ باب مایفسد الصوم ومالایفسده)

دو ماہ روزے بطور کفارہ رکھیں گے﴿۱﴾ اور جماع پردہ کی حالت میں ایک مجمل جملہ ہے لہٰذا وضاحت کر کے جواب دے دیں گے۔ وھو الموفق

بیوی سے ملاعبت کی وجہ سے انزال کی صورت میں صرف قضا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماہ رمضان میں روزہ کی حالت میں بیوی سے ملاعبت یعنی بوس وکنار کرتے ہوئے انزال منی ہو جائے تو صرف قضا کرنی ہوگی یا کفارہ بھی لازم آئے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حیدر محکمہ زراعت ایبٹ آباد......۱۹۷۵ء/۱۰/۲۲

الجواب: صورت مسئولہ میں صرف ایک دن روزہ رکھنا (بطور قضا) فرض ہوگا اس میں کفارہ نہیں ہے، كذا في الهندية ١ :٢١٧ واذا قبل امرأته وانزل فسد صومه من غير كفارة كذا في المحيط﴿٢﴾. وهو الموفق

روزہ میں مشت زنی سے قضا لازم ہے کفارہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص رمضان میں روزہ کی حالت میں اپنے ہاتھوں کے ذریعہ منی نکالے تو کفارہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: وحید احمد تحصیل وضلع کوہاٹ......۱۹۸۹ء/۲/۲۹

﴿١﴾ قال العلامة الحصكفي: وان جامع المكلف آدميا مشتهى في رمضان اداء او جومع او توارت الحشفة في احد السبيلين انزل اولا قضى في الصور كلها وكفر.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ٢:١١٧ باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

﴿٢﴾ (فتاوى عالمگيرية ١ :٢٠٤ الباب الرابع فيما يفسد وما لايفسد)

الجواب: مشت زنی کی صورت میں کفارہ لازم نہیں ہوتا صرف قضا ہوگی ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

مشت زنی کی وجہ سے نذر کیا ہوا روزہ کو دوبارہ مشت زنی سے توڑنے کی صورت میں قضا کا حکم

سوال: ایک شخص نے اپنے اوپر لازم کیا کہ اگر شہوت پوری کرنے کیلئے میں نے جلق کیا تو ایک روزہ رکھوں گا اب رات کے وقت یہ واقعہ پیش آیا اس لئے صبح روزہ رکھا لیکن دن کے وقت پھر جلق کیا، اس خیال سے کہ چلو دو روزے رکھے گا اب اس شخص کا کیا حکم ہے؟ دو روزے رکھے گا یا صرف اس ایک روزے کا قضا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ پشاور یونیورسٹی ...... ۲۸/ شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر انزال نہ ہوا ہو تو روزہ فاسد نہیں ہوا ہے اور بظاہر یہ کام گناہ کبیرہ ہے اور اگر انزال ہوا ہو تو اس روزے کا قضا کرے گا ﴿۲﴾ وهو الموفق

کتبہ: ...... رشید احمد صدیقی عفی عنہ

الجواب: انزال کی صورت میں وجوبی طور پر ایک روزہ قضا ہوگی ﴿۳﴾ اور احتیاطی طور پر دو

﴿۱﴾ (قال العلامة ابن عابدين: قوله و كذا الاستمناء بالكف، اى فى كونه لا يفسد لكن هذا اذا لم ينزل اما اذا انزل فعليه القضاء.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۹ مطلب فى حكم الاستمناء بالكف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: و كذا الاستمناء بالكف. قال الشامي: اى فى كونه لا يفسد لكن هذا اذا لم ينزل اما اذا انزل فعليه القضاء كما سيصرح به و هو المختار.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۹ مطلب فى حكم الاستمناء بالكف)

﴿۳﴾ قال العلامة المرغيناني: ان الكفارة تعلقت بجناية الافطار فى رمضان على وجه الكمال وقد تحققت. (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۲۶۴ باب مايوجب القضاء والكفارة). وفى الهندية: ولا كفارة بافساد صوم غير رمضان كذا فى الكنز.

(فتاوى عالمگيرية ۱: ۲۱۵ باب المتفرقات كتاب الصوم)

روزے رکھے جائیں گے۔وھو الموفق. (لاحتمال انعقاد النذر) (سیف اللہ حقانی)

کتبہ:.....محمد فرید عفی عنہ

روزہ کی حالت میں لواطت کرنے سے قضاوکفارہ دونوں واجب ہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی رمضان المبارک میں لواطت کرے تو اس پر صرف قضاواجب ہے یا کفارہ بھی؟ بینوا توجروا

المستفتی: فخر الدین نیازی ڈی آئی خان.....۱۹۷۷ء/۹/۱۸

الجواب: لواطت کی صورت میں قضااور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں کما فی شرح التنویر وان جامع فی رمضان اداء او جومع او توارت الحشفة فی احد السبیلین انزل اولا الی ان قال قضی فی الصور کلها وکفر ھامش ردالمحتار ۲:۱۴۷، ۱۴۹ ﴿۱﴾. وھو الموفق

روزہ دار زانی پر قضا، کفارہ، توبہ اور حد زنا لازم ہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس شخص کے بارے میں جس نے ایک غیر شادی شدہ حائضہ عورت سے زنا کا ارادہ کیا جبکہ یہ شخص شادی شدہ اور روزہ کی حالت میں تھا اس نے کہا کہ اگر اسی طرح جماع شروع کروں تو پھر لگا تار روزے رکھنے پڑیں گے تو اس نے کاغذ کا ایک ٹکڑا نگل لیا اور پھر جماع (زنا) شروع کیا اب دریافت طلب یہ ہے کہ

(۱) بغیر عذر شرعی کے روزہ توڑنا کیسا ہے خواہ کاغذ کے ٹکڑے سے کیوں نہ ہوں؟ دوران جماع

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲:۱۱۷، ۱۱۸ باب مایفسد الصوم ولا یفسده)

معلوم ہوا کہ وہ ٹکڑا اس کے حلق میں پھنس گیا ہے اور پیٹ میں نہیں گیا ہے۔

(۲) اس شخص کا روزہ جماع سے ٹوٹا یا کاغذ کے ٹکڑے سے؟

(۳) اب اس شخص کیلئے کوئی ایسا کفارہ ہے جو اس کے گناہوں کو دھو سکے اور اگر وہ روزے کا کفارہ روزہ رکھنے سے نہ کرنا چاہتے تو کیا کوئی اور صورت بھی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میر صاحب شاہ مرکز صحت ابا خیل لکی مروت ۱۹۷۹ء/ ۸/ ۱۸

الجواب: (۱) عذر شرعی کے بغیر روزہ توڑنا حرام ہے، قال اللہ تعالیٰ: **ولا تبطلوا اعمالکم الآیۃ** ﴿۱﴾.

(۲) روزہ ٹوٹنے کا دارمدار پیٹ میں جانے پر ہے نہ کہ حلق میں داخل ہونے پر (شامی) ﴿۲﴾

(۳) ایسے مجرم پر قضا، کفارہ صوم، توبہ اور حد لازم ہے البتہ حد کے متعلق کچھ تفصیل ہے جو کتب فقہ سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ وھو الموفق

قضاو کفارہ میں زنا اور لواطت کا ایک حکم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں مرد وزن زنا کریں تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں لیکن جب غیر محصن اغلام فی الدبر کرے تو اس لواطت میں بھی قضا اور کفارہ

﴿۱﴾ (سورۃ محمد آیت: ۳۳ پارہ: ۲۶)

﴿۲﴾ قال العلامۃ محمد امین: (قولہ یعنی ولم یصل الی جوفہ) ظاھر اطلاق المتن انہ لا یفطر وان کان الدم غالبا علی الریق وصححہ فی الوجیز کما فی السراج وقال ووجھہ انہ لا یمکن الاحتراز عنہ عادۃ فصار بمنزلۃ ما بین اسنانہ وما یبقی من اثر المضمضۃ حاول الشارح تبعا للمصنف فی شرحہ بحمل کلام المتن علی ما اذا لم یصل الی جوفہ.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۱۰۷ باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ)

دونوں واجب ہیں یا صرف قضا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالسلام برگوکند سوات ضلع

الجواب: قضا اور کفارہ میں قبل ودبر کا ایک حکم ہے ﴿۱﴾ صرف حد کے وجوب میں اختلاف ہے ﴿۲﴾ فليراجع الى ابواب مفسدات الصوم وباب مايوجب الحد فى جميع كتب الفقه. وهو الموفق

وجوب کفارہ میں جماع حلال یا حرام کا کوئی فرق نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک آدمی نے کہا کہ اپنی بیوی سے اور غیر سے جماع کرنے میں فرق ہے وہ یہ کہ اپنی بیوی سے جماع کرنے پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور زنا کی صورت میں صرف قضا واجب ہے کفارہ نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں زنا کی وجہ سے اس پر حد جاری کیا جائے گا اور حد اور کفارہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے کیا اس شخص کا یہ قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید لدھاڈی آنی خان

﴿۱﴾ قال الشيخ الغنيمي الميداني: ومن جامع آدميا حيا عامدا فى احد السبيلين انزل اولا او اكل او شرب ما يتغذى به او يتداوى به فعليه القضاء والكفارة لكمال الجناية بقضاء شهوة الفرج او البطن.

(اللباب فى شرح الكتاب ۱: ۱۵۷ باب مايفسد الصوم)

﴿۲﴾ قال العلامة ابو الحسين القدورى: فان كان الزانى محصنا رجمه بالحجارة حتى يموت وان لم يكن محصنا وكان حرا فحده مأة جلدة ومن اتى امرأة فى الموضع المكروه او عمل عمل قوم لوط فلا حد عليه عند ابى حنيفة ويعزر وقال ابويوسف ومحمد هو كالزنا الخ.

(مختصر القدورى على صدر اللباب ۳: ۵۹ كتاب الحدود)

الجواب: آئمہ مذاہب میں سے کسی نے موجب کفارہ کے حلال یا حرام ہونے میں فرق نہیں کیا ہے لہٰذا اس فارق کا قول غلط ہے اس پر ضروری ہے کہ کوئی حوالہ پیش کرے، نیز جب زانیہ پر کفارہ واجب ہوتا ہے تو زانی پر بطریق اولیٰ واجب ہوگا، لعدم الاختلاف الامام الشافعی فی حق الرجل الجامع، قلت ویدل علی الوجوب علیها فی الهندیة ۱:۲۱۸ ولو مکنت نفسها من صبی او مجنون فزنی بها فعلیها الکفارة بالاتفاق کذا فی الزاهدی. ﴿۱﴾. وهو الموفق

روزہ میں لباس سمیت جماع کرنے سے قضا یا کفارہ وغیرہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے بندہ کے ساتھ روزہ میں اس کیفیت پر جماع کیا کہ درمیان میں تین پردے حائل تھے اور یہ جماع قصداً تھا نہ کہ نسیاناً، اور انزال بھی ہوگیا، اب زید پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں یا صرف قضا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عمر خان ڈیروی حقانی ڈی آئی خان......۱۹۷۰ء/۴/۲۲

الجواب: اگر ان پردوں کے باوجود فرج کی حرارت کا احساس ہو رہا تھا تو کفارہ اور قضا دونوں واجب ہیں اور اگر حرارت محسوس نہ ہو رہا تھا تو کفارہ واجب نہیں ہے اور وجوب قضا میں تفصیل ہے یعنی اگر باقی بدن کے ساتھ لمس بالید یا بالفم وغیرہ نہ ہوا ہو تو قضا نہیں ہے اور روزہ فاسد نہیں ہوا ہے اور اگر لمس ہوا ہے لیکن درمیان میں ایسا حائل موجود ہو جو کہ حرارت کے احساس سے مانع ہو تو پھر بھی روزہ فاسد نہیں ہے، اور اگر بالکل حائل نہ ہو یا حائل حرارت کے احساس سے مانع نہ ہو تو ان صورتوں میں روزہ فاسد اور قضا لازم ہے، فی ردالمحتار ۲:۱۴۲ لو مسها وراء الثیاب فامنی فان وجد حرارة جلدها فسدها

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱:۲۰۵ النوع الثانی مایوجب القضاء والکفارة)

والا فلا ﴿۱﴾. وفي الدر المختار واصل ممسوسة بشهوة ولو لشعر على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة ، قال العلامة الشامی ۲ :۳۸۵ فلو كان مانعا لا تثبت الحرمة كذا فی اكثر الكتب وكذا لو جامعها بخرقة على ذكره انتهیٰ﴿۲﴾. قلت ولا فرق فی الحرمة وسائر الاحكام فافهم. وهو الموفق

حقہ پینا موجب قضا اور احتیاطا موجب کفارہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں حقہ عرف چلم پینے کا کیا حکم ہے؟ صرف قضا ہوگی یا کفارہ بھی؟ بینوا توجروا

المستفتی: فقیر استاد بنوں......۳/ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: معتاد آدمی پر قضا اور کفارہ دونوں کا موجب ہے احتیاطا، لما فی مراقی الفلاح: وعلى هذا البدعة التی ظهرت الآن وهو الدخان اذا شربه فی لزوم الكفارة﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۱۳ باب مایفسد الصوم ومالایفسد)

﴿۲﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۴ فصل فی المحرمات)

﴿۳﴾ قال الشرنبلالی: واختلفوا فی معنى التغذی قال بعضهم ان یمیل الطبع الی اكله وتنقضی شهوة البطن به وقال بعضهم هو ما یعود نفعه الی اصلاح البدن وفائدته فیما اذا مضغ لقمة ثم اخرجها ثم ابتلعها فعلی القول الثانی تجب الكفارة وعلى الاول لا تجب...... وعلى هذا البدعة التی ظهرت الآن وهو الدخان اذا شربه فی لزوم الكفارة، قال الطحطاوی: قوله فی لزوم الكفارة، حال من البدعة ای البدعة التی حدثت فی لزوم الكفارة على هذا الاختلاف فمن قال ان التغذی ما یمیل الطبع الیه وتنقضی به شهوة البطن الزم به الكفارة وعلى التفسیر الثانی لا.
(الطحطاوی على مراقی الفلاح ۱: ۲۶۵ باب مایفسد الصوم وتجب به الكفارة)

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بفتاوی فریدیہ جلد چہارم

باب العوارض المبیحة للفطر

عن ابی هریرة قال

قال رسول اللهﷺ من افطر

یوما من رمضان من غیر رخصة

ولامرض لم یقض عنه صوم

الدهر کله وان صامه.

احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجه، دارمی،

والبخاری فی ترجمة الباب

باب العوارض المبیحة للفطر

حالت اضطراری اور قریب الموت شخص کیلئے روزہ توڑنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) روزہ توڑنا خواہ فرض ہو یا نفلی حالت اضطراری میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر کسی شخص کو بندوق یا دوسرے آلہ مہلک سے مارا جائے اور اس کی موت یقینی معلوم ہو جائے اب یہ شخص روزہ نہیں توڑتا اور کہتا ہے کہ روزہ توڑنے سے ویسے بھی جان نہیں بچ سکتی چلو روزہ کی حالت میں موت آ جائے تو بہتر ہے، اب بلحاظ فتویٰ اور تقویٰ اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید ایس وی درازندہ ڈی آئی خان......۱۰/ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

الجواب: (۱) اگر اس روزہ دار نے اضطرار میں کھانا نہ کھایا اور مر گیا تو گنہگار ہوگا، وفی الھندیة ۵: ۳۷۴ ومن امتنع عن اکل المیتة حالة المخمصة او صام ولم یاکل حتی مات یأثم﴿۱﴾.

(۲) اگر خورد نوش کو مضطر نہ ہو تو اس نے عزیمت پر عمل کیا ہے ورنہ مجرم ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

مسافر کو روزہ میں اختیار ہے البتہ عدم مشقت کی صورت میں روزہ رکھنا افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس دور میں تمام تر سہولیات

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۵: ۳۳۸ الباب الحادی عشر فی الکراهة فی الاکل)

﴿۲﴾ قال الشرنبلالی: یجوز الفطر لمن حصل له عطش شدید او جوع مفرط یخاف منه الهلاک او نقصان العقل او ذهاب بعض الحواس وکان ذلک لا باتعاب نفسه اذ لو کان به تلزمه الکفارة وقیل لا. (امداد الفتاح شرح نور الایضاح ۶۹۹ فصل فی العوارض کتاب الصوم)

مسافروں کو مہیا ہیں جبکہ مسافر کو رمضان کے روزے معاف ہیں اب اگر کوئی مسافر سفر میں روزے رکھے، کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: علی گوہر، مسجد قصابان کندی ہوتی خیل نوشہرہ.....۱۹۷۴ء/۶/۷

الجواب: ہر دور میں مسافر کو اختیار دیا گیا ہے کہ روزہ رکھے یا نہ رکھے البتہ جب مشقت کا خطرہ نہ ہو تو روزہ رکھنا بنسبت نہ رکھنے کے بہتر ہے گناہ کسی صورت میں نہیں ہے (معتبرات فقہ) ﴿۱﴾۔وهو الموفق

دوسرے ملک میں مقیم آدمی مسافر شرعی نہیں اسلئے روزے رکھا کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں ہم چند ساتھی ایران آئے ہیں یہاں سخت گرمی ہے ہم ایک غیر مسلم کی کمپنی میں کام کرتے ہیں میرے ساتھیوں نے ایک ایک دو دو روزے رکھے باقی چھوڑ دیئے اور کہتے ہیں کہ سفر میں روزے نہ رکھنا بھی جائز ہے، الحمدللہ میں نے سب روزے رکھے ہیں کیا اس سفر میں ہم روزے چھوڑ کر بعد میں رکھیں تو یہ کافی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محبت خان ایران بندر ایران.....۱۴۰۱/۶/۲۲ھ

الجواب: چونکہ آپ مقیم ہیں مسافر شرعی نہیں ہے لہٰذا آپ تمام روزے رکھیں گے بلا ضرورت شدیدہ روزے ترک نہ کریں (شامی) ﴿۲﴾۔وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الشرنبلالي: وصومه اى المسافر احب ان لم يضره لقوله تعالىٰ: وان تصوموا خيرلكم (البقرة: ۱۸۴).

(امداد الفتاح شرح نورالايضاح ۶۹۹ فصل فى العوارض المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وعوارض المبيحة لعدم الصوم لمسافر سفرا شرعياً، قال ابن عابدين: اى مقدرا فى الشرع لقصر الصلاة ونحوه وهو ثلاثة ايام ولياليها وليس المراد كون السفر مشروعا باصله ووصفه بقرينة مابعده.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۱۲۶ فصل فى العوارض)

روزہ رکھنے سے مرض میں شدت آنے کی صورت میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایسی بیماری میں مبتلا ہو جو مہلک اور سخت بیماری ہو اب رمضان کے دوران میں اگر دوائی استعمال نہ کی جائے تو مزید تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ موت کا سبب بنتا ہے تو ایسے مریض کو کیا کرنا چاہئے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: نامعلوم ۱۹۷۷ء/۸/۲۶

الجواب: اگر دیندار طبیب یا ڈاکٹر اس مریض کو یہ مشورہ دے کہ اس مرض میں روزہ رکھنے سے مرض میں شدت آتی ہے تو یہ مریض افطار کر سکتا ہے یعنی روزہ کی نیت نہ کرے البتہ باقاعدہ قضا کرنا (بشرط صحت) یا فدیہ دینا لازم ہوگا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

دمہ کے مریض کیلئے روزے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری عمر تقریباً پچھتر سال ہے اسلامی عبادات نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی پوری پابندی کرتا ہوں تقریباً پندرہ سال سے زکام کے بعد دمہ نے مستقل مریض بنادیا، موسم گرما میں کچھ افاقہ ہوتا ہے البتہ سردی میں یہ مرض نازک صورت اختیار کر لیتا ہے اس کے بعد مرض قلب میں مبتلا ہوا روزانہ دو تین دورے دل کے پڑتے ہیں جس سے ہاتھ پاؤں مفلوج ہو جاتے ہیں پھر بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہوں اس سال دوروں کی زیادتی اور مرض کی شدت کی وجہ سے

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: او مريض خاف الزيادة لمرضه وصحيح خاف المرض...... بغلبة الظن بامارة وتجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم...... الفطر وقضوا ما قدروا بلا فدية وبلا ولاء ، قال ابن عابدين: المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۲۶ ،۱۲۷ فصل فی العوارض)

ڈاکٹروں نے چلنے پھرنے اور روزہ رکھنے سے منع کیا ہے چونکہ رمضان قریب ہے دل چاہتا ہے کہ روزے رکھوں اور ختم میں شرکت کروں لیکن صحت اجازت نہیں دیتی اب میرے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی فضل ربی کوٹ اسماعیل زئی مردان ۱۹۷۷ء/۸/۴

الجواب: آپ روزے کی نیت کیا کریں اور دورہ پڑنے کے وقت غذا اور دوا کے علاوہ دوسری چیز (پتے وغیرہ) سے افطار کریں اس کے بعد دوائی استعمال کریں ﴿۱﴾ اور اگر دورہ پڑنا یقینی ہو تو روزہ نہ رکھیں اور بہر حال ان روزوں کی قضا عند الصحت ضروری ہے اور قضا نہ کرنے کی صورت میں بعد الموت فدیہ دینا ضروری ہے ﴿۲﴾ اور جو مریض صحت سے ناامید ہو وہ زندگی میں بھی فدیہ دے سکتا ہے (ماخوذ از ردالمحتار) ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

مریض کو لاپرواڈاکٹر کی ہدایت پر روزہ نہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شوگر کا مریض ہے ساتھ گیس کی بیماری بھی ہے، ماغی اور قوت باہ کی کمزوری بھی لاحق ہے ایک ڈاکٹر اسے کہتا ہے کہ روزے نہ رکھا کرو، اب بعض علماء نہ رکھنے کا کہتے ہیں اور بعض رکھنے کا کہتے ہیں آپ صاحبان تسلی بخش جواب سے نوازیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملتان خان پلوسہ چارسدہ ۱۹۷۵ء/۷/۳۱

﴿۱﴾ وفی الهندیة: واذا ابتلع ما لا یتغذی به ولا یتداوی به عادة کالحجر والتراب لا یوجب الکفارة کذا فی التبیین. ولو ابتلع حصاة او نواة او حجرا او مدرا او قطنا او حشیشا او کاغذة فعلیه القضاء ولا کفارة کذا فی الخلاصة.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۰۲ الباب الرابع فیما یفسد وما لایفسد)

﴿۲﴾ یعنی ورثہ کیلئے جب وصیت کی گئی ہو اور ثلث الترکہ سے (سیف)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: او مریض خاف الزیادة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: محترم المقام ملتان خان صاحب سلمہ الرحمٰن السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ چونکہ موجودہ ڈاکٹر حضرات زیادہ تر سے دین کی پرواہ نہیں کرتے، لہٰذا آپ دیندار حکیموں مثلاً لالاجی صاحب بام خیل ﴿۱﴾ یا متشرع اور متدین ڈاکٹروں سے مشورہ کرلیں اور پھر اس کے موافق عمل کریں ﴿۲﴾ اللہ کریم آپ کو صحت یاب کریں اور نیک اعمال کی توفیق سے نوازے۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) لمرضه وصحيح خاف المرض بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم مستور...... وقضوا لزومًا ما قدروا بلا فدية وبلا ولاء ...فان ماتوا فيه اى فى ذلك العذر فلا تجب عليهم الوصية بالفدية... ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصية بقدر ادراكهم عدة من ايام اخر قال ابن عابدين: المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۲۶ تا ۱۳۰ فصل فى العوارض)

﴿۱﴾ آپ کا پورا نام مولانا عبدالوارث باچا ہے آپ بام خیل صوابی کی مشہور علمی وروحانی شخصیت مولانا عبدالقیوم باچا کے دوسرے فرزند ہیں، ۱۹۰۶ء بروز جمعرات آپ کی ولادت ہوئی آپ نے مولانا عبدالمجید (تلمیذ شیخ الہند) سے تمام درس نظامی کی تکمیل پر سند الفراغ حاصل کی، علم طب کی تحصیل بھی انہیں سے کی اور بعد میں مطب کا سلسلہ جاری رکھا، علاوہ ازیں طب آپ کا خاندانی مشغلہ تھا آپ کے والد مولانا عبدالقیوم باچا جو مولانا عبدالحق لالاجی صاحب بام خیل کے فرزند تھے بھی اپنے زمانے کے طبیب حاذق تھے، اور روزانہ سینکڑوں مریضوں کا علاج فرماتے آپ نے علوم ظاہریہ ٹھنڈکوئی کے مولانا حمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے تھے اور اپنے والد سے طریقہ قادریہ میں بیعت تھے. آپ ۱۹/ ستمبر ۱۹۳۹ء بروز پیر فوت ہوئے اور باجا میں اپنے والد صاحب کے پہلو میں دفن کئے گئے، مولانا عبدالوارث باچا آپ کے دوسرے فرزند ہیں اور اپنے والد کے خلیفہ مولانا صفی اللہ سے آپ کو خلافت حاصل تھی، ۵/ ستمبر ۱۹۸۵ء کو عارضہ قلب سے آپ کا وصال ہوا، اولاد میں ڈاکٹر عبدالبدیع باچا ماہر امراض قلب، ڈاکٹر عبدالصمد باچا ایم ڈی (امریکہ) کراچی اور ڈاکٹر عبدالاحد باچا حیات ہیں، آپ کا تذکرہ مشاہیر علمائے سرحد اور شرح اسماء الحسنیٰ قلمی از مولانا محمد زاہد ابوالوفا افغانی سے لیا گیا ہے۔ ازمرتب

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفى: او مريض خاف الزيادة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہائی بلڈ پریشر کے مریض کیلئے روزے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ہائی بلڈ پریشر کا مریض ہے بہت سے علماء نے اس کو روزہ نہ رکھنے کا مشورہ دیا ہے کیونکہ بغیر پانی پینے کے اس کا مرض بڑھتا ہے عمر بھی تقریباً اسی سال ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مرزا زخمی جگر سرڈھیری چارسدہ......۱۹۷۹ء/۷/۲۵

الجواب: چونکہ آپ نہ روزانہ کمزور ہوتے ہیں اور نہ صحت سے مایوس ہیں لہٰذا آپ زندگی میں فدیہ نہیں دے سکتے، کما فی ردالمحتار ۲: ۴۲۷ قوله وللشيخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ويفدی ای الذی فنيت قوته او اشرف علی الفناء ولذا عرفوه بانه الذی كل يوم فی نقص الی ان يميت نهر، ومثله فی القهستانی عن الكرمانی المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض ﴿۱﴾ قلت المراد من المريض العاجز عن الصوم، البتہ اگر روزہ کی وجہ سے آپ کا مرض بڑھتا ہو تجربہ وغیرہ سے یہ ثابت ہو تو آپ افطار کر سکتے ہیں کما فی شرح التنوير ، او مريض خاف الزيادة لمرضه الخ ﴿۲﴾ اور

(بقیہ حاشیہ) لمرضه وصحيح خاف المرض...... بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم مستور الخ.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۲۶ فصل فی العوارض)

﴿۱﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۳۰ فصل فی العوارض)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی: او مريض خاف الزيادة لمرضه وصحيح خاف المرض. بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم مستور.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۲۶ فصل فی العوارض)

زندگی میں فدیہ نہیں دے سکتے بلکہ قضا کریں گے اور قضا نہ کرنے کی صورت میں فدیہ کیلئے وصیت کریں گے ﴿۱﴾۔وھو الموفق

افطار کیلئے زیادتی مرض کا ظن غالب شرط ہے نہ کہ محض توہم اور خطرہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی بیمار ہے روزہ رکھنے سے تکلیف بڑھنے کا خطرہ ہے ایسے آدمی کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اقبال اوورسیر پاک پی ڈبلیوڈی کوہاٹ ۔۔۔ ۱۹۷۲ء/۱۰/۱۰

الجواب: واضح رہے کہ فقہاء کرام نے مرض کے اضافہ کی وجہ سے افطار کی اجازت دی ہے بشرطیکہ یہ زیادت مظنون یا متیقن ہو نہ کہ صرف توہم اور خطرہ ہو ﴿۲﴾ آپ اگر سردی کے موسم میں شام سے طلوع شمس تک بغیر خوراک کے وقت بسر کر سکتے ہیں تو ان ایام میں طلوع فجر سے غروب تک بھی وقت بسر کر سکتے ہیں۔وھو الموفق

غیر متدین ڈاکٹروں کے مشورہ سے روزہ نہ رکھنا خلاف شرع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ۱۹۶۵ء میں ٹی بی کا بیمار تھا،

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وقضوا لزوما ما قدروا بلا فدیة ..... فان ماتوا فیه ای فی ذلک العذر فلا تجب علیهم الوصیة بالفدیة ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیة بقدر ادراکهم عدة من ایام اخر.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۱۲۷ فصل فی العوارض)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (وصحیح خاف المرض) ای بغلبة الظن کما یاتی فما فی شرح المجمع من انه لا یفطر محمول علی ان المراد بالخوف مجرد الوهم کما فی البحر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۲۶ فصل فی العوارض)

۱۹۷۹ء تک بیماری کی حالت میں روزے رکھتا رہا اس کے بعد بیماری بڑھتی گئی حتی کہ نماز بیٹھ کر بھی ادا کرنے سے لاچار ہوا اور خون بھی آتا رہا، ۱۹۸۰ء تک روزے نہیں رکھے، پھر ڈاکٹر سے اس کی قضا کا پوچھا تو اجازت نہیں ملی، ۱۹۸۰ء میں پھر ایکسرے کرایا تو صاف تھا لیکن روزوں کی اجازت نہیں ملی، اب اس سال پھر روزوں کی اجازت نہیں ملی، اب (۱) میں ڈاکٹر کے مشورہ پر عمل کروں یا روزے رکھوں (۲) گذشتہ دو سالوں کے روزوں کا فدیہ دوں یا وصیت کروں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق ڈپٹی ڈائریکٹر ایگریکلچر پشاور ۲۱/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ غالباً موجودہ اکثر ڈاکٹروں کے قلوب میں دین کی اہمیت کم ہوتی ہے لہٰذا صرف ان ڈاکٹروں کے مشوروں کی وجہ سے روزے نہ رکھنا خلاف شرع ہے ﴿۱﴾ البتہ آپ کئی روزے رکھ لیں اور تحری کریں پس اگر مرض کی زیادتی کا ظن غالب ہو تو روزے نہ رکھیں اور آپ بہر حال رو بہ صحت ہیں اور مرض اپنی جگہ برقرار نہیں تو آپ زندگی میں فدیہ نہیں دے سکتے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

روزہ عادل ڈاکٹر کے مشورہ یا تجربہ کی بنا پر نہ رکھنا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مثلاً مالیخولیا

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله طبیب حاذق مسلم مستور) وقیل عدالته شرط وجزم به الزیلعی وظاهر مافی البحر والنهر ضعفه، قلت واذا اخذ بقول طبیب لیس فیه هذه الشروط وافطر فالظاهر لزوم الکفارة کما لو افطر بدون امارة ولا تجربة لعدم غلبة الظن والناس عنه غافلون. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۲٦ فصل فی العوارض)

﴿۲﴾ قال الشیخ عبد الله بن المودود الموصلی: وان صح واقام ثم ما تالزمهما القضاء بقدره لانهما بذلک القدر ادرکا عدة من ایام اخر.

(الاختیار لتعلیل المختار ۱: ۱۷۳ فصل فی المریض والمسافر)

وغیرہ کے مرض میں مبتلا ہے جس میں ڈاکٹروں کے مشورے پر بروقت پانی پینا پڑتا ہے کیا ایسا شخص روزہ رکھ سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکم خان سرخ ڈھیری مردان......۱۵/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر کوئی ماہر عادل ڈاکٹر آپ کو مشورہ دیں کہ آپ کیلئے روزہ رکھنا ضرر رسان ہے تو آپ افطار کر سکتے ہیں لیکن موجودہ ڈاکٹروں میں عادل کہاں سے لائے جائیں، بہر حال روزہ برکت والی عبادت ہے اس لئے تجربہ کی بنا پر نہ رکھنا اقدام شرعی ہے اور ڈاکٹروں کے ترحم پر امتناع ضعف ایمانی ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

معدوم المال والنفقہ مجبور دھقان رمضان میں روزہ نہ رکھ کر مزدوری کر سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک زمیندار نے ایک شخص کو ہزار روپے دھقانی کرنے کے لئے دیئے، زمین خشک ہونے کے قریب تھی۔ زمیندار نے اس سے کہا کہ رمضان ہی میں ہل چلائے ورنہ دھقانی سے معزول کر دیا جائے گا۔ اب اگر وہ رمضان میں ہل چلاتا ہے۔ تو پیاس کی وجہ سے ہلاکت کا خطرہ ہے اسے ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ اس کے لئے اول دن سے افطار جائز ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خان حقانی لورالائی بلوچستان ۱۹۷۸/۱۰/۹ء

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: او مریض خاف الزیادة لمرضه وصحیح خاف المرض...... بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور. (قال العلامة ابن عابدین): وقیل عدالته شرط وجزم به الزیلعی وظاهر ما فی البحر والنهر ضعفه، قلت واذا اخذ بقول طبیب لیس فیه هذه الشروط وافطر فالظاهر لزوم الکفارة کما لو افطر بدون امارة ولا تجربة لعدم غلبة الظن والناس عنه غافلون. (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۲۶ فصل فی العوارض)

الجواب: اگر یہ دھقان عدیم المال اور عدیم النفقہ ہو اور رات کے وقت کھیتی باڑی پر قادر نہ ہو نیز دن کے ابتدائی حصہ میں ہل چلانے سے مقصد حاصل نہ ہوتا ہو اور مزید کام کرنے سے ہلاکت کا ظن غالب ہو۔ تو یہ دھقان افطار کر سکتا ہے، کما فی ردالمحتار ۲:۱۵۷ ولکن لو آجر نفسه فی العمل مدة معلومة فجاء رمضان فالظاهر ان له الفطر وان کان عنده ما یکفیه اذ لم یرض المستاجر بفسخ الاجارة کما فی الظئر فانه یجب علیها الارضاع بالعقد ویحل لها الافطار اذا خافت علی الولد فیکون خوفه علی نفسه اولیٰ تامل﴿۱﴾، قلت ولما کانت الاجارة اجارة مذکورة فی السوال فاسدة فجاز له الفسخ بلا رضاء رب الارض فلذا ذکرت قید کونه عدیم المال والنفقة. وهو الموفق

رمضان میں بیماری بڑھ جانے کی صورت میں روزہ توڑنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں ایک شخص بعارضہ شدید بیماری مجبور ہوا اور ڈاکٹر صاحب نے بھی مشورہ دے دیا کہ اگر روزہ نہ توڑا تو بیماری خطرناک شکل اختیار کر سکتی ہے کیا یہ شخص روزہ توڑ سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محبوب الرحمٰن سول بازار کیمل پور......۱۹۶۹ء/۴/۲۹

الجواب: صورت مسئولہ میں افطار جائز ہے بشرطیکہ یہ خطرہ مثلاً تجربہ یا مسلمان غیر فاسق ڈاکٹر کے اخبار پر مبنی ہو تو ہم پر مبنی نہ ہو، فی الهندیة ۱:۲۱۹ المریض اذا خاف علی نفسه التلف او ذهاب عضو یفطر بالاجماع وان خاف زیادة العلة وامتداده فکذلک عندنا وعلیه القضاء اذا افطر کذا فی المحیط ثم معرفة ذلک باجتهاد المریض والاجتهاد

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۲۵ قبیل فصل فی العوارض)

غيـر مجرد الوهم بل هو غلبة الظن عن امارة او تجربة او باخبار طبيب مسلم غير ظاهر الفسق﴿۱﴾. وهوالموفق

شرعی مسافراورمریض عاجزعن الصوم کیلئے افطارکی اجازت ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آیت قرآن (وان کنتم مريضا او على سفر) الآية، میں کونسا سفراورکونسی بیماری مراد ہے جس میں افطارکرنا جائزہو؟بینوا توجروا

المستفتی: محمد طیب سخاکوٹ ملاکنڈ ایجنسی......۱۶/شوال۱۴۰۴ھ

الجواب: افطارہرمسافرشرعی کیلئے جائزہےاورہرمریض افطانہیں کرسکتاصرف وہ مریض افطارکرسکتاہے جوروزہ رکھنے سے عاجزہویاروزہ سے بیماری شدت اختیارکرسکتی ہو،قضادونوں پر باقاعدہ واجب ہے(ماخوذازشامی)﴿۲﴾۔وهوالموفق

﴿۱﴾ (فتاوىٰ عالمگيرية ۱ :۲۰۷ الباب الخامس فى الاعذار التى تبيح الافطار)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: لمسافر سفرا شرعيا اى مقدراً فى الشرع لقصر الصلاة ونحوه وهو ثلاثة ايام ولياليها...... او مريض خاف الزيادة او ابطاء البرء او فساد عضو...... وصحيح خاف المرض اى بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم مستور.

(ردالمحتار مع الدرالمختار ۲:۱۲۶ فصل فى العوارض)

باب الفدية

پورے رمضان کا فدیہ تقریبا (انگریزی سیر سے) ڈیڑھ من گندم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک سید خاندان کے ڈاکٹر سے علاج کرتا ہوں وہ پابند صوم وصلاۃ اور متشرع آدمی ہے اس ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق میں نے روزے نہیں رکھے اور یہ بیماری مسلسل ہے اب تیس روزوں کا کتنا فدیہ ادا کروں گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: شمشیر خان حاجی زئی شبقدر ۱۹۷۵ء/۱۰/۲۸

الجواب: اگر آپ صحت یابی سے ناامید ہو تو آپ فی روزہ انگریزی دو سیر گندم دیا کریں اس حساب سے رمضان کا فدیہ ۲×۳۰=۶۰ یعنی انگریزی ڈیڑھ من گندم بنتا ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

فدیہ صوم کی مقدار اور متعدد مساکین میں تقسیم کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ صاحبہ کے پیٹ کا اپریشن عین رمضان میں ہوا جس کی وجہ سے تمام روزے کھانے پڑے، اب صحت اچھی ہے لیکن روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتی، اب اگر فدیہ دیتی ہے تو اس کی مقدار کیا ہوگی، اور ایک مسکین کو فدیہ دے سکتی ہے یا

﴿۱﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلي: واما الفدية عند الحنفية نصف صاع من براى قيمته بشرط دوام عجز الفاني والفانية الى الموت ومد من الطعام من غالب قوت البلد عن كل يوم عند الجمهور بقدر ما فاته من الايام...... وتجب الفدية ايضا بالاتفاق على المريض الذى لا يرجى برؤه لعدم وجوب الصوم عليه.

(الفقه الاسلامى وادلته ۳: ۱۷۴۳ المطلب الثالث الفدية)

نہیں یعنی متعدد مساکین میں تقسیم ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: عصمت خان C/O شیخ زرین کبابی صدر بازار رسالپور چھاؤنی نوشہرہ...... ۱۹۶۹ء/۱/۲۸

الجواب: قوت واستطاعت رکھنے کی صورت میں قضا واجب ہے اور اس صورت میں قضا نہ کرنے کے بعد فدیہ یعنی پونے دوسیر (انگریزی) گندم ایک روزہ کے عوض دینا ضروری ہے اور چونکہ کفارہ فطر اور ظہار یکساں ہیں، لہٰذا کفارہ فطر میں ایک مسکین کو ایک دن میں متعدد کفارات نہیں دیئے جائیں گے، بے شک الگ الگ دن میں ایک ایک کفارہ دینا کافی ہے، **فی الخلاصة كفارة الفطر و كفارة الظهار واحدة﴿۱﴾ ولو اعطى مسكينا واحدا كله في يوم واحد لا يجزيه الاعن يومه ذلك وهذا في الاعطاء بدفعة واحدة من غير خلاف اما اذا ملكه بدفعات فقد قيل يجزيه وقيل لا يجزيه الاعن يومه ذلك وهو الصحيح** (۱ :۵۳۸ ہندیة) ﴿۲﴾.فقط

شیخ فانی اور صحت سے مایوس نہ ہوتو فدیہ دینا بے قاعدہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھ سے سات روزے رمضان شریف میں رہ گئے باقی روزے میں نے رکھے اب میں مساکین کو فدیہ میں کھانا کھلانا چاہتا ہوں لیکن آٹا کی مہنگائی کی وجہ سے یہ کام دشوار ہے کیا اب رقم کے حساب سے دے سکتا ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیر محمد قریشی پشاور

الجواب: آپ نہ شیخ فانی ہے اور نہ صحت سے مایوس ہے لہٰذا آپ کیلئے زندگی میں فدیہ دینا بے قاعدہ امر ہے آپ جب صحت یاب ہوجائیں تو قضا کریں گے اور فی الحال وصیت نامہ میں اس کا تذکرہ

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱ :۲۱۵ المتفرقات مطلب بیان الكفارة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱ :۵۱۳ الباب العاشر فی الكفارة)

کریں ﴿۱﴾۔وھو الموفق

فدیہ دینے سے عاجز آدمی استغفار پڑھا کرے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عرصہ دس سال سے بیمار پڑا ہے جو معمر (تقریباً اسی سال) اور انتہائی غریب ہے اس کا کوئی مستقل ذریعہ آمدنی نہیں، اس کا واحد لڑکا روزانہ مزدوری کر کے اپنے بال بچوں مع والد کی کفالت کرتا ہے اور ساتھ یہ کہ یہ شخص مقروض بھی ہے ایسی صورت میں اس شخص کے فدیہ کا کیا بنے گا؟بینوا توجروا

المستفتی: محمد ریاض جھگڑا ایبٹ آباد.....۱۹۷۱ء/۱۲/۲۰

الجواب: اگر یہ مریض جو کہ معمر اور معسر ہے صحت سے ناامید ہو تو اس کیلئے استغفار کافی ہے، یدل علیه مافی الدر المختار وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی اول الشهر وبلاتعدد فقیر کالفطرة لو موسرا والا فیستغفر الله، (وفی ردالمحتار ۲: ۱۶۳) المریض اذا تحقق الیأس من الصحة فعلیه الفدیة لکل یوم من المرض انتهیٰ فافهم﴿۲﴾. وهو الموفق

گردہ کا مریض اگر صاحب استطاعت نہیں تو فدیہ دے سکتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا گردہ پندرہ بیس سال سے

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا) لان عذره لیس بعرضی للزوال حتی یصیر الی القضاء فوجبت الفدیة نهر ثم عبارة الکنز وهو یفدی اشارة الی انه لیس علی غیره الفداء لان نحو المرض والسفر فی عرضة الزوال فیجب القضاء وعند العجز بالموت تجب الوصیة بالفدیة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۳۰ فصل فی العوارض)

﴿۲﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۳۰ فصل فی العوارض)

خراب ہے اور دوسرے گردہ کو بھی مرض لگ گیا ہے میں نے لندن جا کر اپریشن کیا اور گردہ کا ایک تہائی حصہ کاٹ لیا گیا، اب میں روزہ کی طاقت نہیں رکھتا اور وہاں ڈاکٹروں نے کہا کہ روزانہ آپ کم از کم بارہ گلاس پانی پی لیا کرے، تو کیا میں رمضان کا فدیہ دے سکتا ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد رحیم متنی پشاور...... یکم ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: آپ تجربہ کریں کہ پانی نہ پینے سے کونسی تکلیف میں اضافہ ہوتا ہے پس اگر تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ واضح طور پر تکلیف میں اضافہ ہو رہا ہے، تو یہ تجربہ بھی کریں کہ اتنی مقدار پانی رات کے وقت پوری کرنے سے کفایت ہوسکتی ہے یا نہیں، اگر کفایت نہیں ہوسکتی ہو اور آپ صاحب استطاعت ہو اور سرد علاقہ کو جا سکتے ہو اور پھر تکلیف نہ ہو تو آپ فدیہ نہیں دے سکتے ﴿۱﴾ اور بصورت عکس اگر استطاعت نہیں ہے تو دے سکتے ہو ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

بیمار کیلئے روزوں کا فدیہ مقدار فدیہ اور وقت فدیہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں تقریباً دس سال سے جنات کا بیمار ہوں پہلے طاقت موجود تھی اب کمزور ہوا ہوں، بھوکا پیاسا رہنے کی وجہ سے مسلسل جنات کے دورے پڑتے ہیں اور صحت خراب ہو رہی ہے اس وجہ سے میں نے اس دفعہ ۲۶ روزے کھائے ہیں پھر بھی چارپائی پر

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وصحيح خاف المرض بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبيب الخ ، قال ابن عابدين: اى بغلبة الظن فما في شرح المجمع من انه لا يفطر محمول على ان المراد بالخوف مجرد الوهم كما في البحر.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۲۶ فصل في العوارض)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۳۰ فصل في العوارض)

پڑاتھااب کیاکروں؟بینوا توجروا

المستفتی:صاحبزادہ سٹیشنری کلرک پولیس لائن پشاور......۱۹۷۹ء

الجواب: آپ صحت یابی کے بعد قضا کریں گے،اور قضانہ کرنے کی صورت میں فدیہ دیں گے فدیہ کی مقدار انگریزی سیر سے پونے دوسیر گندم یااس کی قیمت ہےاور دینے کاوقت شیخ فانی ہونے کاوقت ہے یازندگی سے ناامیدی کاوقت ہے یابعدالموت ﴿۱﴾ ﴿۲﴾۔وھو الموفق

بیس سال سے روزہ نماز ادانہ کرنے والے کی قضااور فدیہ کاطریقہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بیس سال سے روزہ نمازادانہیں کیاہےاس کی قضاکس طریقہ سےاداکرےگا؟بینوا توجروا

المستفتی:حاجی محمدرضابازاردرہ ادم خیل کوہاٹ......۱۴۰۱ھ/۷/۲۰

الجواب: یہ شخص توبہ واستغفارکرےاورنمازوروزوں کی قضاکرےاور جتنے روزےاس کے ذمہ باقی رہ گئےاس کے متعلق فدیہ کی وصیت کرے﴿۳﴾البتہ شیخ فانی ہونے کی صورت میں زندگی میں

﴿۱﴾ قال الشيخ عبد الله الموصلي الحنفي: ومن خاف المرض او زيادته افطر والمسافر صومه افضل ولو افطر جاز فان ماتا على حالهما لاشيئ عليهما وان صح واقام ثم ماتا لزمهما القضاء بقدره ويوصيان بالاطعام عنهما لكل يوم مسكينا كالفطرة.

(الاختيار لتعليل المختار ١٧٣ فصل في المرض والمسافر)

﴿۲﴾ (قال في الهندية: والاصل فيه ان كل صوم اذا كان اصلا بنفسه ولم يكن بدلا عن غيره جاز الاطعام بدلا عنه اذا وقع اليأس عن الصوم الخ.

(فتاوىٰ عالمگيريه ١:٢٠٧ الباب الخامس في الاعذار التي تبيح الافطار)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ولومات وعليه صلوات فائتة) اى بان كان يقدر على ادائها ولو بالايماء فليزمه الايصاء بها والا (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

بھی فدیہ دینا جائز ہے(شامی)﴿۱﴾۔وھو الموفق

شیخ فانی فدیہ دیا کرے اور عدم استطاعت میں استغفار کیا کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری عمر تقریبا سوسال ہے مالی حالت بہت کمزور ہے خیرات وصدقات سے قوت لایموت ہوتا ہے خود کچھ کام نہیں کرسکتا اولاد بھی نہیں ہے گزشتہ سال ایک معمولی حرکت سے ران کی ہڈی ٹوٹ گئی، چھ مہینے متواتر بستر پر پڑارہا،اب ٹانکور کی مدد سے چلتا پھرتا ہوا اب روزے رکھنا میرے لئے انتہائی دشوار ہے لہٰذا میری بابت شریعت کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:گل رحیم باغ ارم مردان.....۱۹۷۵ء/۶/۵

الجواب: اگر آپ کو تجربہ سے معلوم ہو کہ آپ روزہ کو شام تک پورا نہیں کرسکتے ہیں تو آپ شیخ فانی ہونے کی وجہ سے افطار کیا کریں،اور ہر روزہ کیلئے آدھی چھٹانک اوپر، پونے دوسیر انگریزی سیر سے گندم یا اس کی قیمت دیا کریں،اور اس فدیہ کی استطاعت نہ ہو تو استغفار پر اکتفا کریں،(ماخوذ از ردالمحتار)﴿۲﴾. وھو الموفق

(بقیه حاشیه) فلا یلزمه. (ردالمحتار ۱:۵۴۱ مطلب فی اسقاط الصلاة)

وقال الحصكفي: واما من افطر عمدا فوجوبها عليه بالاولىٰ وفدى لزوما عنه اى عن الميت وليه الذى يتصرف فى ماله كالفطرة قدرا بعد قدرته عليه اى على قضاء الصوم.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۱۲۸ فصل فى العوارض)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفتدى وجوبا ولوفى اول الشهر. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۱۳۰ فصل فى العوارض)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدى وجوبا ولو فى اول الشهر وبلا تعدد فقير كالفطرة لوموسرا والا فيستغفر الله.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۱۳۰ فصل فى العوارض)

دوبہ مرض بیمار فدیہ دے سکتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب نے اپریشن کیا ہے جس کی وجہ سے وہ سلس البول کا مریض بن گیا ہے، آنکھوں کی بینائی اور حافظہ اتنا کمزور پڑ گیا ہے کہ نماز میں رکعات کی تعداد بھی یادنہیں رکھ سکتا، اس صورت میں وہ فدیہ دے سکتا ہے یانہیں اور مذہب احناف میں فدیہ کس طرح ادا کرے گا اور نماز کس طرح پڑھے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: میاں بشیرالدین موسسة الفنون مدینة المنورة ۲۶/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: آپ کے والد صاحب اگر روزے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا اور روز بروز کمزور ہورہا ہو، تو وہ فدیہ دے سکتا ہے یعنی ہر روزہ کے بدلے احتیاطاً دو انگریزی سیر سے گندم یا اس کی قیمت مسکین کو دیں گے، (شامی) ﴿۱﴾ اور نماز پڑھنے کے وقت کوئی خادم وغیرہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کو یاددہانی کراتا رہے ﴿۲﴾ اور فرض کو بشرط طاقت کھڑے ہوکر پڑھیں ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: المریض اذا تحقق الیأس من الصحة فعلیه الفدیة لکل یوم من المرض.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۲۶ فصل فی العوارض)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: مصل اقعد عند نفسه انسانا فیخبره اذا سها عن رکوع او سجود یجزیه اذا لم یمکنه الا بهذا کذا فی القنیة.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۳۸ قبیل صلاة المسافر)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: وان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا او حائط قام لزوما بقدر ما یقدر ولو قدر آیة او تکبیرة علی المذهب لان البعض معتبر بالکل وان تعذرا لا القیام او مأقاعدا.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۵٦۰ باب صلاة المریض)

فدیہ میں مسکینوں کو دو وقت کھلانے کی صورت میں نقد قیمت کافی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھ سے دو روزے قضا ہوئے ہیں اب میرا خیال ہے کہ دو مسکینوں کو ایک سو بیس وقت کھانا کھلا دوں کیا یہ صورت درست ہوسکتی ہے؟ یا آسان صورت لکھ کر ممنون فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید یو اے ای دوبئی......۲۵/شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: فدیہ ادا کرنے میں ضروری ہے کہ یا ہر مسکین کو آدھی چھٹانگ اوپر دو سیر (انگریزی) گندم یا اس کی قیمت دی جائے ﴿۱﴾ اور خوراک دینے کی صورت میں دو وقت کھلانا ضروری ہے خوراک کی نقد قیمت دینا کافی نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ككفارة المظاهر) مرتبط بقوله وكفر اى مثلها فى الترتيب فيعتق اولا فان لم يجد صام شهرين متتابعين فان لم يستطع اطعم ستين مسكينا لحديث الاعرابى المعروف فى الكتب الستة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۱۹ مطلب فى الكفارة)

نوٹ:......مقدار فطرانہ کی تفصیل فتاوی ہذا کے جلد ثالث ۵۰۶ باب صدقۃ الفطر میں ملاحظہ کریں۔

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفى: فان عجز عن الصوم اطعم ستين مسكينا كالفطرة قدرا ومصرفا او قيمة ذلك من غير المنصوص اذالعطف للمغائرة وان اراد الاباحة فغداهم وعشاهم. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۳۲ باب الكفارة)

: قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ :

ثم اتموا الصیام الی الیل،

ولاتباشروهن وانتم عٰکفون

فی المسٰجد.

﴿البقرة:۱۸۷﴾

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بفتاوی فریدیہ جلد دوم

باب الاعتکاف

باب الاعتکاف

سگریٹ یا حقہ پینے کیلئے معتکف مسجد سے باہر نہیں جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر معتکف سگریٹ یا حقہ پینے کا عادی ہو تو کیا وہ اس کیلئے مسجد سے باہر جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ...۲/۷/۸/۱۰

الجواب: چونکہ سگریٹ اور حقہ نوشی حوائج طبعی میں سے نہیں ہے اسلئے اس کیلئے مسجد سے باہر نہیں نکلے گا، البتہ اس کی اجازت ہے کہ مسجد میں کھڑے ہو کر سر کو باہر نکالے اور دھواں باہر پھونکا کرے﴿۱﴾ لان الاعتبار للاقدام دون الرأس﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ سگریٹ نوشی اور حقہ نوشی کراہت سے خالی نہیں ہے اور بدبو کی وجہ سے اس کا مسجد میں پینا بھی مکروہ ہے لیکن یہ ممنوع شرعی ہے ممنوع اعتکاف نہیں ہے، كما يدل عليه عبارة الهندية: واذا سكر المعتكف ليلا لم يفسد اعتكافه لانه تناول محظور الدين لا محظور الاعتكاف كما لو اكل مال الغير. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۱۳ باب الاعتكاف) لہٰذا اگر عادی شخص کی حاجت بڑھ جائے تو تطبیق کی یہی صورت ہے کہ مسجد کے احاطہ میں کھڑے ہو کر دھواں باہر نکالا کرے اور منہ کو صاف کر کے سر کو اندر کرے، لان الاعتبار للاقدام دون الرأس كما يدل عليه عبارة الهندية: ولا بأس ان يخرج رأسه الى بعض اهله ليغسله كذا في التتارخانية. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۱۳ بيان مفسدات الاعتكاف) ...(ازمرتب)

﴿۲﴾ وفي المهاج: اعلم ان المعتكف لا يخرج من المسجد لشرب الدخان فالاليق ان يمكث في المسجد ويخرج رأسه منه لان الاعتبار للاقدام دون الرأس.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴: ۴۷ باب المعتكف يخرج لحاجته ام لا)

ضرورت شدیدہ کی بناپراعتکاف چھوڑنے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرکوئی شخص اہل وعیال میں سے کسی کی بیماری کی وجہ سے یاناگہانی حادثہ کی وجہ سے اعتکاف چھوڑدے تویہ جائزہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:عبدالعزیزطورہ وڑئی کوہاٹ

الجواب: یقینی خطرہ کی وجہ سےاعتکاف چھوڑناجائزہے،پس جب معتکف ایسی حالت میں معتکف سے باہرچلا جائےتواعتکاف فاسدہوجائےگاالبتہ گنہگارنہ ہوگا،ماخوذازردالمحتار ودرمختار ﴿۱﴾. وهو الموفق

محلے کی ہرمسجدمیں اعتکاف کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں محلے کی ہرمسجدمیں اعتکاف مسنون ہے یاصرف ایک میں؟بینوا توجروا

المستفتی:نامعلوم.....

الجواب: اعتکاف عشرہ اخیرہ مسنون علی الکفایۃ ہے،لکن انه لم يذكر فی رواية الاعتكاف فی سوى المسجد النبوی فی عهدهﷺ وهو يشير الى انه يكفی اعتكاف شخص واحد من البلدة لكن التشبيه للاعتكاف بالتراويح مشيرا الى انه مسنون لاهل

﴿۱﴾قال العلامة الحصكفی: واما ما لا يغلب كانجاء غريق وانهدام مسجد فمسقط للاثم لا للبطلان والا لكان النسيان اولیٰ بعدم الفساد، وقال العلامة ابن عابدين: حيث جعل الخروج لعيادة المريض والجنازة وصلوتها وانجاء الغريق والحريق والجهاد اذا كان النفير عاما واداء الشهادة مفسدا بخلاف خروجه الى مسجد آخر الخ.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۱۴۵ باب الاعتكاف)

کل مسجد من البلدة فافهم ولیرجع الی ردالمحتار ﴿۱﴾. وھوالموفق

دوران اعتکاف مسجد میں دنیاوی باتیں وغیرہ مکروہ ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اعتکاف کے دوران میں مسجد میں خوش گپیاں اور دنیاوی باتیں کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن اچھرہ لاہور شہر......۸۷/۹/۸

الجواب: یہ عمل مکروہ ہے﴿۲﴾ اعتکاف کے دوران میں عبادات کا خاص خیال رکھنا چاہئے﴿۳﴾۔ وھوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین. (قوله سنة علی الکفایة) نظیرھا اقامة التراویح بالجماعة فاذا قام بھا البعض سقط الطلب عن الباقین.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۱۴۱ باب الاعتکاف)

قال العلامة ابن عابدین: وھل المراد انھا سنة کفایة لاھل کل مسجد من البلدة او مسجدواحد منھا او من المحلة ظاھر کلام الشارح الاول واستظھر الثانی ویظھرلی الثالث لقول المنیة حتی لو ترک اھل محلة کلھم الجماعة فقد ترکوا السنة واساؤا.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱: ۵۲۱ مبحث فی التراویح)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: یکرہ للمعتکف التکلم بالمباح بخلاف غیرہ ای غیر المعتکف والمراد ما یحتاج الیه من امر الدنیا اذا لم یقصد به القربة والا ففیه ثواب... انه مکروہ ای اذا جلس له کما قیدہ فی الظھیریة ذکرہ فی البحر وفی المعراج عن شرح الارشاد لا بأس بالحدیث فی المسجد اذا کان قلیلا فاما ان یقصد المسجد للحدیث فلا.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۱۴۷ قبیل مطلب فی لیلة القدر)

﴿۳﴾ قال العلامة النظام: (المعتکف) یلازم التلاوة والحدیث والعلم وتدریسه وسیر النبی ﷺ والانبیاء علیھم السلام واخبار الصالحین (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

دکانوں کے اوپر بنائی گئی مسجد میں اعتکاف کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو مسجد بازار میں دکانوں کے اوپر چھت پر بنائی گئی ہو اور لوگ اس میں پنج وقتہ نماز پڑھتے ہوں کیا اس میں اعتکاف کیلئے بیٹھنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم

الجواب: جو مسجد (مملوک غیر موقوف) دکانوں پر بنائی گئی ہو وہ مسجد عرفی ہے مسجد شرعی نہیں ہے، کمافی وقف البحر﴿۱﴾ پس اس قسم کی مساجد میں اعتکاف صحیح نہیں ہے، لان المسجد له شرط﴿۲﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وکتابة امور الدین، فان فیه تسلیم المعتکف کلیته الی عبادة الله تعالیٰ فی طلب الزلفی وتبعید النفس من شغل الدنیا التی هی مانعة عما یستوجب العبد من القربیٰ واستغراق المعتکف اوقاته فی الصلاة اما حقیقة او حکما لان المقصد الاصلی من شرعیته انتظار الصلاة بالجماعات وتشبیه المعتکف نفسه بمن لا یعصون الله ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون وبالذین یسبحون اللیل والنهار وهم لا یسأمون.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۱۲ الباب السابع فی الاعتکاف)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: ان شرط کونه مسجدا ان یکون سفله وعلوه مسجدا لینقطع حق العبد عنه لقوله تعالیٰ وان المساجد لله بخلاف ما اذا کان السرداب او العلو موقوفا لمصالح المسجد فانه یجوز اذ لاملک فیه لاحد بل هو من تتمیم مصالح المسجد.

(البحر الرائق ۵: ۲۵۱ فصل فی احکام المساجد کتاب الوقف)

﴿۲﴾ قال فی الهندیة: واما شروطه فمنها النیة...... ومنها مسجدالجماعة الخ.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۱۱ الباب السابع فی الاعتکاف)

وقال العلامة الحصکفی: والکون فی المسجد (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عورتوں کو اعتکاف کیلئے گھروں میں جگہ مخصوص کرنا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کیلئے اعتکاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ہمارے علاقہ کے گھروں میں نماز کیلئے مخصوص کمرہ یا جگہ نہیں ہوتی تو عورتیں کہاں اعتکاف کریں گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: عورتیں بھی اعتکاف کرسکتی ہیں، کما فی الدرالمختار او لبث امرأة فی مسجد بیتها ﴿۱﴾ اور گھر میں جہاں چاہئے پردہ لگا کر اعتکاف کیلئے جگہ مخصوص کریں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

نماز باجماعت کیلئے دوسری مسجد جانا مفسد اعتکاف نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی عالم نے کسی معتکف کو حکم دیا جو رمضان کے آخر میں معتکف تھا کہ ظہر اور عصر کی نماز کیلئے باہر جا کر حاجت انسانی سے فارغ ہو کر اسی باہر والی مسجد میں نماز باجماعت ادا کرے، اب اگر چہ اسی اندر والی مسجد میں بھی نماز باجماعت ہوتی ہے جس میں اعتکاف کیا ہے اب باہر جانے میں ان نمازوں کیلئے اس مسنون اعتکاف عشر اخیرہ میں علماء کیا فرماتے ہیں فاسد ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی امین الدین بڑوخیل میر علی وزیرستان......۱۹۷۱ء/۱۲/۲۳

(بقیہ حاشیہ) والنية من مسلم عاقل طاهر من جنابة وحيض ونفاس شرطان.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۱ باب الاعتكاف)

﴿۱﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۰ باب الاعتكاف)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ولو لم يكن في بيتها مسجد تجعل موضعا منه مسجدا فتعتكف فيه كذا في الزاهدى. (فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۲۱۱ باب الاعتكاف)

الجواب: معتکف نماز باجماعت کیلئے باہر جا سکتا ہے، ولم اجده صريحا لكن يدل عليه ما في ردالمحتار ثم في الجامع قيل اذا كان يصلي فيه بجماعة فان لم يكن ففي مسجده افضل لئلا يحتاج الى الخروج (٢ : ١٤٦)﴿١﴾ وجه الدلالة ان الجماعة واجبة على العين ﴿٢﴾ فلولم يجز الخروج لقال "ففي مسجده واجب" فافهم واعلم ان عند الصاحبين فيه توسعا ﴿٣﴾ فليراجع. وهو الموفق

معتکف کیلئے سگریٹ نوشی اور مریضوں کو قیمتاً دوا دینے سے بچنا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو جامع مسجد کا امام بھی ہے سگریٹ نوشی کرتا ہے اور طبیب بھی ہے رمضان میں اعتکاف کیلئے بیٹھنا چاہتا ہے کیا دوران اعتکاف یہ امام سگریٹ نوشی اور مریضوں کو دوائی وغیرہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عبدالرحیم عزیز کبیر والا ملتان ۱۹۶۹ء/۳/۱۹

﴿١﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ٢ : ١٤٠ باب الاعتكاف)

﴿٢﴾ قال الشامي: قال الزاهدي ارادوا بالتاكيد الوجوب وفي النهر عن المفيد الجماعة واجبة وسنه لوجوبها بالسنة وقال في شرح المنية والاحكام تدل على الوجوب من ان تاركها بلا عذر يعزر وترد شهادته ويأثم الجيران بالسكوت عنه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ١ : ٤٠٨ باب الامامة)

﴿٣﴾ قال العلامة ابن نجيم: لو خرج لحاجة الانسان ثم ذهب لعيادة المريض اولصلوٰة الجنازة من غير ان يكون لذلك قصد فانه جائز بخلاف ما اذا خرج لحاجة الانسان ومكث بعد فراغه انه ينتقض اعتكافه عند ابي حنيفة قل او كثر وعندهما لا ينتقض مالم يكن اكثر من نصف يوم كذا في البدائع.

(البحر الرائق ٢ : ٣٠٢ بحث فان خرج ساعة بلا عذر)

الجواب: سگریٹ نوشی کرنا اور بیماروں کو قیمتاً دوائی دینا چونکہ کارِثواب میں داخل نہیں ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہئے (بحر۲:۳۰۴)﴿۱﴾۔ وھو الموفق

اعتکاف کیلئے گرمی کے موسم میں سرد علاقوں کو جانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گرمی کی تکلیف سے بچنے کیلئے برائے اعتکاف سرد علاقوں کو سفر کرنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟ جبکہ گرمی کی شدت کی وجہ سے معمولات کافی متاثر ہو جاتے ہیں، نیز اس سفر کو اختیار کرنے میں سحری اور افطاری کیلئے ہوٹل جانے کی اجازت ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد طیب سخاکوٹ ملاکنڈ ایجنسی.....۱۹۸۴ء/۷/۱۵

الجواب: واضح رہے کہ صوم یا اعتکاف کے ارادہ سے سرد علاقوں کو سفر کرنا نہ مطلوب شرعی ہے اور نہ ممنوع شرعی، بلکہ مباح ہے، اذا لم یستطع الصیام الا فیہ، نیز واضح رہے کہ جو معتکف خادم نہ رکھتا ہو تو وہ خورد و نوش کیلئے گھر وغیرہ جا سکتا ہے کما فی ردالمحتار والبحر وغیرہ﴿۲﴾، لکن اصل مشھور

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: (قوله و كره احضار المبيع والصمت والتكلم الابخير)...... : ان المراد بالخير هنا مالا اثم فيه فيشمل المباح وبغير الخير ما فيه اثم...... وقال في الهداية لكنه يتجانب ما يكون مأثما والظاهر ما ذكرناه كما لا يخفىٰ قالوا ويلازم قراءة القرآن والحديث والعلم والتدريس وسير النبي ﷺ وقصص الانبياء وحكايات الصالحين وكتابة امور الدين .

(البحر الرائق ۲:۳۰۴ باب الاعتكاف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله لعدم الضرورة) اى الى الخروج حيث جازت في المسجد وفي الظهيرية وقيل يخرج بعد الغروب للاكل والشرب وينبغي حمله على ما اذا لم يجد من يأتي له به فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية كالبول بحر .

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۴۶ باب الاعتكاف)

الضروری یقدر بقدر الضرورۃ ﴿۱﴾ کی بناپر خوراک وغیرہ مسجد لاکر کھایا کرے۔وھو الموفق

معتکف کا اخراج ریح کیلئے مسجد سے نکلنے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر معتکف کو اخراج ریح کی ضرورت پڑ جائے تو مسجد سے باہر جائے گا یا نہیں؟ اگر باہر گیا تو اعتکاف فاسد ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید رحمٰن ڈگر سوات

الجواب: اخراج ریح کیلئے مسجد سے نکلنے پر اعتکاف متاثر نہیں ہوتا، لانہ من ممنوعات المسجد، اگر چہ بعض کے نزدیک مسجد میں اخراج ریح کی رخصت ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

جمعہ کیلئے جامع مسجد جانا مفسد اعتکاف نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کیلئے جامع مسجد جانا اعتکاف کیلئے مفسد ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن دارالعلوم ایوبیہ تجوڑی.....۷/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: نماز جمعہ کیلئے جامع مسجد کو جانا مفسد اعتکاف نہیں ہے﴿۳﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الخالد الاتاسی: الضرورات تقدر بقدرھا یعنی کل فعل او ترک جوز للضرورۃ فالتجویز علی قدرھا ولا یتجاوز عنھا. (شرح المجلۃ للاتاسی ۱:۵٦ المادۃ ۲۲)

﴿۲﴾ وفی الھندیۃ: سئل ابو حنیفۃ رحمہ اللہ عن المعتکف اذا احتاج الی الفصد او الحجامۃ ھل یخرج فقال لا وفی اللآلی واختلف فی الذی یفسو فی المسجد فلم یر بعضھم بأسا وبعضھم قالوا لا یفسو ویخرج اذا احتاج الیہ وھو الاصح کذا فی التمرتاشی.

(فتاویٰ عالمگیریۃ ۵: ۳۲۱ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلۃ)

﴿۳﴾ قال العلامۃ الموصلی: ولا یخرج من معتکفہ.... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

معتکف کا قرآن کریم سننے یا سنانے کیلئے دوسری مسجد میں جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی حافظ قرآن آدمی اعتکاف کرے لیکن جس مسجد میں معتکف ہے اس میں لوگ ختم فی التراویح کیلئے تیار نہیں ہیں تو کیا یہ حافظ صاحب قرآن سنانے کیلئے دوسری مسجد جا سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحیم تھانہ ملاکنڈ

الجواب: اگر اس حافظ نے اعتکاف میں بیٹھتے وقت اس کے استثنا کی نیت کی ہو تو درست ہے ﴿۱﴾ ورنہ احوط یہ ہے کہ نہ نکلے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الا لحاجة الانسان او الجمعة لان الاعتكاف تقرب الى الله تعالىٰ بترك المعاصي وترك الجمعة معصية فينا فيه ويخرج قدر ما يمكنه اداء السنة قبلها وقيل قدرست ركعات يعني تحية المسجد ايضا ويصلي بعدها اربعا او ستا ولو اطال المكث جاز.

(الاختيار لتعليل المختار ۱ :۱۷۸ باب الاعتكاف)

﴿۱﴾ وفي الهندية: ولو شرط وقت النذر والالتزام ان يخرج الى عيادة المريض وصلوة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك.

(فتاوىٰ عالمگيرية ۱ :۲۱۲ الباب السابع في الاعتكاف)

﴿۲﴾ قال العلامة المرغيناني: ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكافه عند ابي حنيفة لوجود المنافي وهو القياس وقالا لا يفسد حتى يكون اكثر من نصف يوم وهو الاستحسان لان في القليل ضرورة، قال ابن الهمام (وهو الاستحسان) يقتضي ترجيحه لانه ليس من المواضع المعدودة التي رجح فيها القياس على الاستحسان ثم هو من قبيل الاستحسان بالضرورة كما ذكره المصنف الخ.

(هداية مع فتح القدير ۲ :۳۱۱ باب الاعتكاف)

غسل جمعہ کیلئے معتکف کا مسجد سے نکلنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اعتکاف کے دوران جمعہ کے دن غسل کیلئے مسجد سے نکلنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم

الجواب: چونکہ بعض جزئیات میں سنت مؤکدہ اعتکاف کو نفلی اعتکاف میں شمار کیا گیا ہے لہٰذا اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، فی ردالمحتار: واما النفل ای الشامل للسنة المؤکدة ﴿۱﴾ البتہ احوط یہ ہے کہ ابتدا میں استثنا کرے اور یا جب طہارت یا قضائے حاجت کیلئے نکل جائے تو بالتبع اس میں غسل جمعہ کرے، کما فی البدائع ﴿۲﴾. وھو الموفق

معتکف کا گرمی کی وجہ سے غسل کیلئے نکلنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ معتکف گرمی کی وجہ سے غسل کیلئے نکل سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عبدالواحد نقشبندی

الجواب: اگر یہ اعتکاف منذور اور واجب نہ ہو تو اس میں غسل کیلئے نکلنا مفسد نہیں ہے، کما فی الهندیة ۱: ۲۲۶ هذا کله في الاعتکاف الواجب اما في النفل فلا بأس بان

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۴۳ باب الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة الکاساني: ویجوز ان تحمل الرخصة علی ما اذا کان خرج المعتکف لوجه مباح کحاجة الانسان او للجمعة ثم عاد مریضا او صلی علی جنازة من غیر ان کان خروجه لذلک قصدا وذلک جائز.

(بدائع الصنائع ۲: ۲۸۴ فصل ما یفسد الاعتکاف ومالا)

یخرج بعذر وغیرہ فی ظاهر الروایة وفی التحفة فلا بأس فیه بان یعود المریض ویشهد الجنازة کذا فی شرح النقایة للشیخ ابی المکارم ﴿۱﴾ اوراگراعتکاف میں داخل ہونے کے وقت گرمی کے غسل کیلئے نکلنے کا استثنا کرے، تو علامہ شامی کی رائے کے مطابق بھی مفسد نہ ہوگا، کیونکہ آپ عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کو واجب جیسا حکم دیتا ہے﴿۲﴾ ومسئلة الاستثناء فی الهندیة ۱: ۲۲۶ فلیراجع ﴿۳﴾. وهو الموفق

اعتکاف میں استثناء کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اعتکاف میں بیٹھتے

﴿۱﴾(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۱۳ الباب السابع فی الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة الشامی: والصحیح انه سنة مؤکدة لان النبی ﷺ واظب علیه فی العشر الاواخر من رمضان والمواظبة دلیل السنة من ان المواظبة بلا ترک دلیل الوجوب والجواب کما فی العنایة انه علیه السلام لم ینکر علی من ترکه ولو کان واجبا لانکر، وحاصله ان المواظبة انما تفید الوجوب اذا اقترنت بالانکار علی التارک...... وقوله فی البحر لا یمکن حمله علیه لتصریحهم بان الصوم انما هو شرط فی المنذور فقط دون غیره فیه نظر لانهم انما صرحوا بکونه شرطا فی المنذور غیر شرط فی التطوع وسکتوا عن بیان حکم المسنون لظهور انه لا یکون الا بالصوم عادة ولهذا قسم فی متن الدرر...... ثم قال والصوم شرط لصحة الاول لا الثالث ولم یتعرض للثانی لما قلنا ولو کان مرادهم بالتطوع ما یشمل المسنون لکان علیه ان یقول شرط لصحة الاول فقط کما قال المصنف فعبارة صاحب الدرر احسن من عبارة المصنف. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۴۱ باب الاعتکاف)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: ولو شرط وقت النذر والالتزام ان یخرج الی عیادة المریض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم یجوز له ذلک کذا فی التتارخانیة ناقلا عن الحجه.
(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۱۲ مفسدات الاعتکاف)

وقت جنازہ وغیرہ کے استثناء کی نیت کرے تو کتنی دور تک سفر کر کے جنازہ کیلئے جاسکتا ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: مولوی محمد سلیمان ٹیکسلا ...... ۱۶/ اگست ۱۹۸۳ء

الجواب: یہ شرط درست ہے اور ہر قریب و بعید جنازہ کیلئے جاسکتا ہے ﴿۱﴾ البتہ اگر اکثر وقت (شب وروز) مسجد سے باہر رہا تو یہ شب وروز اعتکاف میں شمار نہ ہوں گے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

معتکف کا جنازہ کیلئے نکلنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص رمضان المبارک میں معتکف ہوا، اور نماز جنازہ پڑھانے باہر گیا، کیا اعتکاف میں فرق پڑتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا
المستفتی: پیر نجیم علی شاہ حقانی ۱۹۸۳ء/ ۱۲/۸

الجواب: اگر اس شخص نے اعتکاف شروع کرتے وقت استثناء کیا ہو مثلاً یہ نیت کی ہو کہ میں جنازہ پڑھنے یا پڑھانے باہر جاؤں گا تو اس صورت میں یہ اعتکاف برحال خود درست ہے (شرح التنویر) ﴿۳﴾ اور

﴿۱﴾ قال العلامة النظام: ولو شرط وقت النذر والالتزام ان یخرج الی عیادة المریض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم یجوز له ذلک کذا فی التتارخانیة.
(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۱۲ مفسدات الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: وعلی کل فیظهر من بحث ابن الهمام لزوم الاعتکاف المسنون بالشروع وان لزوم قضاء جمیعه او باقیه مخرج علی قول ابی یوسف اما علی قول غیره فیقضی الیوم الذی افسده لاستقلال کل یوم بنفسه ...... والحاصل ان الوجه یقتضی لزوم کل یوم شرع فیه عندهما بناء علی لزوم صومه بخلاف الباقی لان کل یوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعیة وان کان المسنون هو اعتکاف العشر بتمامه.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۴۳ باب الاعتکاف)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: لو شرط وقت النذر ان ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اگر استثناء نہ کیا ہومگر طہارت یا قضائے حاجت کیلئے نکلا ہواور اسی دوران میں نماز جنازہ بھی پڑھایا ہوتو اسی صورت میں بھی اعتکاف درست ہے(بـدائـع الـصـنـائـع ۲ : ۱۱۴) ﴿۱﴾ اور اگر جنازہ کیلئے قصدا بالذات باہر نکلا ہوتو بنا بر ظاہر الروایت اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوا ہے البتہ اگر مسنون کومنذور کے حکم میں مان لیا جائے تو ایک دن رات قضا کرنا پڑے گی ﴿۲﴾۔وهو الموفق

معتکف کیلئے نسیاناً مسجد سے نکلنے میں مفتی بہ قول

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ معتکف اگر نسیاناً مسجد سے نکلے تو عندالامام مفسد الاعتکاف ہے خلافا لهما كما في الهداية، فتویٰ کس مذہب پر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مبارک شاہ مدرسہ عربیہ تجوڑی بنوں ۲۳/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: قواعد کی رو سے صاحبین کا مذہب قوی ہے مگر احوط امام صاحب کا مذہب ہے، اما

(بقیہ حاشیہ) يخرج لعيادة مريض وصلاة جنازة وحضور مجلس علم جاز ذلك فليحفظ.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲ : ۱۴۶ باب الاعتكاف)

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: ويجوز ان تحمل الرخصة على ما اذا كان خرج المعتكف لوجه مباح كحاجة الانسان او للجمعة ثم عاد مريضا او صلى على جنازة من غير ان كان خروجه لذلك قصدا وذلك جائز.

(بدائع الصنائع ۲ : ۲۸۴ فصل ما يفسده ومالايفسده)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: فلو شرع في نفله ثم قطعه لا يلزمه قضاؤه لانه لا يشترط له الصوم على الظاهر من المذهب وما في بعض المعتبرات انه يلزم بالشروع مفرع على الضعيف قاله المصنف وغيره وحرم عليه اى على المعتكف اعتكافا واجبا اما النفل فله الخروج لانه منه له لا مبطل كما مر.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲ : ۱۴۳ باب الاعتكاف)

الاول فلکونها استحسانا واما الثانی فظاهر ﴿۱﴾ واما مبحث ابن الهمام فیمکن ان یجاب عنه بان الملحوظ عندهم نفس الخروج لا متعلقاته. وهو الموفق

فسادِ صوم سے اعتکاف مسنون تطوع بن جاتا ہے نہ کہ فاسد

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس معتکف کا روزہ فاسد ہو جائے کیا اس سے اعتکاف بھی فاسد ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا ۔

المستفتی: محمد خالق عنایت کلے باجوڑ.....۱۹۸۴ء/۷/۱۷

الجواب: واضح رہے کہ اہل تحقیق کے نزدیک اعتکاف مسنون میں صوم شرط نہیں ہے، وھذا الراجح عند صاحب البحر ﴿۲﴾ اور علامہ شامی کے نزدیک اس میں صوم شرط ہے لیکن صوم کے فساد کی

﴿۱﴾ قال العلامة المرغینانی: ولو خرج من المسجد ساعة بغیر عذر فسد اعتکافه عند ابی حنیفة لوجود المنافی وهو القیاس وقالا لا یفسد حتی یکون اکثر من نصف یوم وهو الاستحسان لان فی القلیل ضرورة، قال ابن الهمام (قوله وهو الاستحسان) یقتضی ترجیحه لانه لیس من المواضع المعدودة التی رجح فیها القیاس علی الاستحسان ثم هو من قبیل الاستحسان بالضرورة کما ذکره المصنف واستنباط من عدم امره اذا خرج الی الغائط ان یسرع المشی بل یمشی علی التؤدة وبقدر البطء تتخلل السکنات بین الحرکات علی ما عرف فی فن الطبیعة وبذلک یثبت قدر من الخروج فی غیر محل الحاجة فعلم ان القلیل عفو الخ. (هدایه مع فتح القدیر ۲: ۳۱۱ باب الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم: واشار بالمسجد والصوم والنیة الی شرائطه لکن ذکر الصوم معها لا ینبغی لانه لا یمکن حمله علی المنذور لتصریحه بالسنیة ولا علی غیره لتصریحه بعد بان اقله نفلا ساعة فلزم ان الصوم لیس من شرطه بان الصوم انما هو شرط فی المنذور فقط دون غیره الخ. (البحر الرائق ۲: ۲۹۹ باب الاعتکاف)

مبہ سے یہ اعتکاف مسنون سے خارج ہو کر تطوع بن جاتا ہے نہ کہ باطل، کــمـــا فــی ردالـمـحتـــار ۲:۱۷۸ باب الاعتکاف﴿۱﴾. وھوالموفق

حالت اعتکاف میں اخبار پڑھنا اور ریڈیو پر خبریں سننا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ریٹائرڈ ٹیچر اعتکاف میں بیٹھا ہے وہ اعتکاف کے دوران اخبار ور سائل دیکھتا ہے نیز خبریں سننے کیلئے ریڈیو بھی اپنے پاس رکھا ہے کیا اس کیلئے یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

﴿۱﴾ قـال الـعـلامة الشـامی: (قوله علی المذھب) وھو روایة الاصل ومقابله روایة الحسن انه شـرط لـلـتـطوع ایضـا وھو مبنی علی اختلاف الروایة فی ان التطوع مقدر بیوم اولا ففی روایة الاصـل غیـر مـقـدر فـلـم یکن الصـوم شرطا له وعلی روایة تقدیره بیوم وھی روایة الحسن ایضا یـکـون الـصـوم شرطا له کما فی البدائع وغیرھا قلت ومقتضی ذلک ان الصوم شـرط ایضا فی الاعتـکاف المسنون لانه مقدر بالعشر الاخیر حتی لو اعتکفه بلا صـوم لمرض او سفر ینبغی ان لا یـصـح عـنـه بـل یـکـون نـفـلا فلا تحصل به اقامة سنة الکفایة ویؤیده قول الکنز سن لبث فی مسـجـد بـصـوم ونیة فانه لا یمکن حمله علی المنذور لتصریحه بالسنیة ولا علی التطوع لقوله بـعـده واقـلـه نـفـلا سـاعة فتعین حمله علی المسـنون سنة مؤکدة فیدل علی اشتراط الصوم فیه وقـوله فی البحر لا یمکن حمله علیه لتصریحهم بان الصـوم انما ھو شرط فی المنذور فقط دون غیـره فیـه نـظـر لانهم انما صرحوا بکونه شرطا فی المنذور غیر شرط فی التطوع وسکتوا عن بیـان حـکـم الـمـسنون لظهور انه لا یکون الا بالصوم عادة ولهذا قسم فی متن الدرر الاعتکاف الـی الاقســام الـثـلاثة المنذور والمسنون والتطوع ثم قال والصوم شرط لصحة الاول لا الثالث ولـم یتـعـرض لـلـثـانـی لما قلنا ولو کان مرادھم بالتطوع ما یشـمـل المـسـنون لکان علیه ان یقول شرط لصحة الاول فقط الخ. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲:۱۴۱ باب الاعتکاف)

الجواب: یہ مقاصد اور آداب اعتکاف کے خلاف امور ہیں ﴿۱﴾ معتکف کیلئے تلاوت، نوافل کی کثرت اور دینی مسائل کے مطالعہ کا شغف رکھنا چاہئے، کما فی شرح التنویر ﴿۲﴾. وھو الموفق

اعتکاف مسنون کے قضا کی صورتیں اور مسجد میں ٹہلنے اور غسل کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ (۱) آخری عشرہ رمضان میں اعتکاف مسنون اگر کسی مجبوری مثلاً بیماری، خوف یا اہل وعیال میں سے کسی کی بیماری، حادثہ یا موت کی وجہ سے اگر چھوڑنا پڑے تو اس کی قضا کب اور کیسے کی جا سکتی ہے؟

(۲) کیا اگلے رمضان کے آخری عشرہ میں قضا کی جائے گی؟

(۳) اگر آٹھویں یا دسویں دن ہی اعتکاف چھوڑنا پڑے تو کیا قضا دس دن کی ہوگی یا صرف بقایا ایام کی؟

(۴) کیا قضا کے بدلے میں اعتکاف ہی کرنا پڑے گا یا فدیہ بھی دیا جا سکتا ہے؟

(۵) اعتکاف میں گرمی کی وجہ سے غسل کرنا اور معتکف کی جگہ چھوڑ کر مسجد ہی میں دوسری جگہ لیٹ جانا یا ٹہلنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری سعید الرحمٰن راولپنڈی......۱۷/شوال ۱۴۰۱ھ

﴿۱﴾ وفی الهندية: واما محاسنه فظاهرة فان فيه تسليم المعتكف كلية الى عبادة الله تعالىٰ فى طلب الزلفى وتبعيد النفس من شغل الدنيا التى هى مانعة عما يستوجب العبد من القربىٰ واستغراق المعتكف اوقاته فى الصلوٰة اما حقيقة او حكماً.

(فتاویٰ عالمگیرية ۱: ۲۱۲ الباب السابع فى الاعتكاف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفى: وتكلم الا بخير وهو ما لا اثم فيه ومنه المباح عند الحاجة اليه لا عند عدمها...... وقراءة قرآن وحديث وعلم وتدريس فى سير الرسول عليه السلام وقصص الانبياء عليهم السلام وحكايات الصالحين و كتابة امور الدين.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۷ باب الاعتكاف)

الجواب: (۱،۲،۳،۴) اعتکاف مسنونہ کے فاسد کرنے کی صورت میں ایک دن رات اعتکاف قضا کرنی ہوگی، وھو قول ابی حنیفة ومحمد، اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک (ایک قول میں) باقی ایام کی قضا کرنی ضروری ہے (ماخوذ از شامی ۲:۱۰۲) ﴿۱﴾ اور بہر حال یہ قضا (علی الاحوط) غیر رمضان میں کرنی ہوگی، نہ اس میں کسی مدت کی تعیین ہے اور نہ فدیہ دینا کافی ہے ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امين: ومقتضى النظر لو شرع في المسنون اعني العشر الاواخر بنيته ثم افسده ان يجب قضاءه تخريجا على قول ابي يوسف اي يلزمه قضاء العشر كله لو افسد بعضه واما على قول غيره فيقضي اليوم الذي افسده لاستقلال كل يوم بنفسه والحاصل ان الوجه يقتضي لزوم كل يوم شرع فيه عندهما بناء على لزوم صومه بخلاف الباقي لان كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية وان كان المسنون هو اعتكاف العشر بتمامه.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲:۱۴۳ باب في الاعتكاف)

﴿۲﴾ چونکہ علامہ شامی کے نزدیک اعتکاف مسنون میں صوم شرط ہے اگر چہ علامہ ابن نجیم کے نزدیک صرف اعتکاف منذور میں صوم شرط ہے لیکن دلائل کی رو سے علامہ شامی کا قول راجح معلوم ہوتا ہے تو گویا کہ ان کے نزدیک اعتکاف مسنون اعتکاف منذور کے قریب ہے، کما يفهم من عباراته حيث قال: ومقتضى ذلك ان الصوم شرط ايضا في الاعتكاف المسنون لانه مقدر بالعشر الاخير حتى لو اعتكفه بلا صوم لمرض او سفر ينبغي ان لا يصح عنه بل يكون نفلا فلا تحصل به اقامة سنة الكفاية ويؤيده قول الكنز فتعين حمله على المسنون سنة مؤكدة فيدل على اشتراط الصوم فيه الخ (ردالمحتار ۲:۱۴۱ باب الاعتكاف) اور اسی صفحہ میں فرماتے ہیں کہ: ان المواظبة انما تفيد الوجوب اذا اقترنت بالانكار على التارك اور ۲:۱۴۳ میں فرماتے ہیں: اقول لكن بعد ما صرح صاحب البدائع بلزومه بالشروع ذكر رواية الحسن ووجهها وهو ان الشروع في التطوع موجب للاتمام على اصل اصحابنا صيانة للمؤدى عن البطلان الخ.

پس تحقیق کی روشنی میں حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کا رجحان (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۵) گرمی کی وجہ سے غسل کرنا مفسد اعتکاف نہیں ہے البتہ احوط یہ ہے کہ ابتداء میں استثناء کرے اور مسنون یہ ہے کہ معتکف میں سویا کرے لیکن مسجد کے اندر دیگر جگہوں میں سونا مفسد نہیں ہے (شامی)﴿۱﴾۔وھو الموفق

سارے مہینے کے معتکف کا مسجد سے بلا عذر نکلنے کی صورت میں قضا کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ نے رمضان المبارک کے شروع سے سارے مہینے کے اعتکاف کی نیت کی، دوران اعتکاف بندہ چند منٹ کیلئے مسجد کے حجرہ جس میں پیش امام صاحب بیمار پڑا تھا عیادت کیلئے گیا، احساس ہوتے ہی جلدی مسجد آ گیا، از روئے شروع اعتکاف میں نقصان آ گیا کہ نہیں؟ واضح رہے کہ یہ اعتکاف نذر نہیں تھا۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی نخی بادشاہ حقانی مدرسہ تعلیم القرآن کرک ۱۳/ اگست ۱۹۸۳ء

الجواب: اگر یہ معتکف عشرہ اولی یا وسطی میں عیادت کیلئے مسجد سے باہر گیا ہو تو اس پر کوئی قضا نہیں ہے، لانہ انھیٰ الاعتکاف بالخروج ثم انشأہ بالدخول ﴿۲﴾ اور اگر عشرہ اخیرہ میں باہر گیا

(بقیہ حاشیہ) اسی جانب ہے کہ بنا بر احتیاط اس کی قضا، غیر رمضان میں کرنی ہوگی۔

قال العلامة الحصكفي: وان لم يعتكف رمضان المعين قضى شهرا غيره بصوم مقصود لعود شرطه الى الكمال الاصلي (۲: ۱۴۲) (از مرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وخص المعتكف باكل وشرب ونوم وعقد احتاج اليه لنفسه او عياله فلو لتجارة كره.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۶ باب الاعتكاف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: اذا دخل المسجد بنية الاعتكاف فهو معتكف ما اقام تارك له اذا خرج وظاهره ان مستند ظاهر الرواية ما ذكره في الكتاب ولا يمتنع ان يكون مستنده صريحا آخر بل هو الظاهر لنقل الثقات ان ظاهر الرواية (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہوتو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ایک شب وروز کی قضا کرنی پڑے گی، لان التحقیق انه کالمنذور ﴿۱﴾. وهو الموفق

اعتکاف رمضان کے ٹوٹنے کی صورت میں قضا کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں گزشتہ رمضان میں کسی وجہ سے اعتکاف ٹوٹ گیا تھا اب قوم اس مسئلہ میں دو گروہوں میں تقسیم ہیں کوئی کہتا ہے کہ باقی دنوں کی قضا کرنا ضروری ہے اور کوئی کہتا ہے کہ پورے اعتکاف کی قضا ضروری ہے، صحیح مسئلہ سے ہمیں مطلع فرمائیے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لعل محمد مرغانی جنرل ٹائیر سروس پشاور...... ۱۹۶۹ء/۱/۲

الجواب: محقق ابن الہمام کا میلان پورے دس دن قضا کرنے کی طرف ہے، یعنی آخری عشرہ اور قضا رمضان سے خارج دوسرے مہینوں میں ضروری ہے، قال العلامة الشامی ۲: ۱۳۵ ثم

(بقیه حاشیه) مروی لا مستنبط واشار الی انه لو شرع فی النفل ثم قطعه لا یلزمه القضاء فی ظاهر الروایة لانه غیر مقدر فلم یکن قطعه ابطالا.

(البحر الرائق ۲: ۳۰۰، ۳۰۱ باب الاعتکاف)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله اما النفل) ای الشامل للسنة المؤکدة...... انها مقدرة بالعشر الاخیر ...... ومفاد التقدیر ایضا اللزوم بالشروع تامل ثم رأیت المحقق ابن الهمام قال ومقتضی النظر لو شرع فی المسنون اعنی العشر الاواخر بنیته ثم افسده ان یجب قضاءه تخریجا علی قول ابی یوسف فی الشروع فی نفل الصلاة ناویا اربعا لاعلی قولهما...... فیظهر من بحث ابن الهمام لزوم الاعتکاف المسنون بالشروع وان لزوم قضاء جمیعه او باقیه مخرج علی قول ابی یوسف اما علی قول غیره فیقضی الیوم الذی افسده لاستقلال کل یوم بنفسه. والحاصل ان الوجه یقتضی لزوم کل ... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

رأیت المحقق ابن الھمام قال ومقتضي النظر لو شرع فی المسنون اعنی العشر الاواخر بنیته ثم افسده ان یجب قضاءه الخ﴿۱﴾ ودلیل الثانی ان الشروع فیه ملزم کالنذر وفی صورة النذر یلزم القضاء فی غیر رمضان فکذا ھھنا، قال فی الدرالمختار وان لم یعتکف رمضان المعین قضی شھرا غیره بصوم مقصود لعود شرطه الی الکمال انتھیٰ﴿۲﴾، قلت ویؤیده ما رواه ابوداؤد عن عائشة فامر ببناءه فقوض وامر ازواجه بابنیتھن فقوضت ثم اخر الاعتکاف الی العشر الاول یعنی من شوال ﴿۳﴾. وھوالموفق

اعتکاف عشرہ اخیرہ کی قضااور عدم قضا کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشرہ اخیرہ کااعتکاف سنت اگر فاسد ہوجائے تو اس کی قضالازم ہے یانہیں؟اگر لازم ہے تو کتنے دنوں کالزوم ہوگا؟ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند وغیرہ میں ردالمحتار کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ قضانہیں ہے جبکہ خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ قضالازم ہےاس میں ترجیح کس قول کوہوگی؟بینوا توجروا

المستفتی: مبارک شاہ دارالعلوم تجوڑی بنوں......۱۸/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: درمختار کی عبارت سےمعلوم ہوتا ہے کہ غیرمنذوراعتکاف جوکہ مسنون کوبھی شامل ہےخروج سے باطل اورفاسدنہیں ہوتا ہےلیکن ابن الہمام کےکلام سےاس مسنون کاشروع سے

(بقیه حاشیه) یوم شرع فیه عندھما بناء علی لزوم صومه الخ.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲:۱۴۳ باب الاعتکاف)

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲:۱۴۳ باب الاعتکاف)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲:۱۴۲ باب الاعتکاف)

﴿۳﴾ (سنن ابی داؤد ۱:۳۴۱ باب الاعتکاف کتاب الصوم)

واجب ہونا معلوم ہوتا ہے،ملخص کلامه المذکور فی ردالمحتار ۱ : ۱۸۰ انه اذا افسد المنذور یلزمه قضاء الباقی، واذا افسد المسنون (بالجماع مثلا) یلزمه قضاء الیوم الواحد عند ابی حنیفة ومحمد رحمهم الله وعند ابی یوسف رحمه الله یقضی العشر اوالایام الباقیة ﴿۱﴾. وهو الموفق

معتکف کے مرنے پر اعتکاف کی تکمیل کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اعتکاف کیلئے بٹھایا گیا تھا،مگر تین دن کے بعد وفات ہوا اب دو آدمیوں کا جھگڑا ہے ایک کہتا ہے کہ اعتکاف ہوا ہے جبکہ دوسرا کہتا ہے کہ اب دوسرا آدمی بٹھانا ہوگا،اب اس نزاع کا حل کیا ہے اور اہل محلّہ کا ذمہ فارغ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نثار کوثر سدوخیل پڑانگ چارسدہ.....۱۹۶۹ء/۵/۵

الجواب: چونکہ ان دونوں میں سے کسی نے بھی عشرہ اخیرہ کا اعتکاف نہیں کیا ہے اور آخری عشرہ میں پورے دس دن کا اعتکاف مسنون ہے اور یہ اعتکاف عشرہ تک نہ رہا،لہٰذا اگر تمام بستی میں دوسرے شخص نے اعتکاف نہ کیا ہو تو پوری بستی کے لوگ تارک السنت ہوں گے﴿۲﴾۔وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲:۱۴۳ باب الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد امین: (قوله ای سنة کفایة) نظیرها اقامة التراویح بالجماعة فاذا اقام بها البعض سقط الطلب عن الباقین فلم یأثموا بالمواظبة علی الترک بلا عذر ولو کان سنة عین لا ثموا بترک السنة المؤکدة.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲:۱۴۱ باب الاعتکاف)

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد چہارم

كتاب الحج

باب تفسير الحج وشرائطه واركانه

......: قال اللّٰه تعالیٰ :......

ولله على الناس
حج البيت من استطاع
اليه سبيلا.

......﴿ال عمران:۹۷﴾......

کتاب الحج

باب تفسیر الحج وشرائطه وارکانه

سفر حج کے اسرار اور منافع

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب حج کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس لئے فرض کیا گیا ہے کہ آدمی اپنے بسترے کو اپنے کندھوں پر لاد کر سفر کے نشیب وفراز سے واقف ہو جائے اور وقت کا کھانا بے وقت کھائے تاکہ واپس آکر مسافری کا احساس ہو کیا واقعی حج اسلئے فرض کیا گیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالوہاب

الجواب: حج کی فرضیت کا (راز) سبب تعظیم بیت اللہ ہے ﴿۱﴾ اور سفر حج میں بہت منافع اور برکات ہوتی ہیں جن میں سے بعض وہ ہیں جو کہ اس صاحب نے ذکر کئے ہیں، **یشیر الی الاول ما فی الدرالمختار، فرض مرۃ لان سببه البیت وهو واحد ﴿۲﴾. وهو الموفق**

﴿۱﴾ قال الامام ولی الله الدهلوی: المصالح المرعیة فی الحج امور منها تعظیم البیت فانه من شعائر الله وتعظیمه هو تعظیم الله تعالیٰ.

(حجة الله البالغة ۲: ۵۶ مبحث من ابواب الحج)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۵۱ کتاب الحج)

حدیث "من لم یحج فلیمت ان شاء یهودیا او نصرانیا" تغلیظ پر محمول ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین حدیث ذیل کی تشریح میں کہ جس نے بغیر کسی عذر کے حج نہیں کیا تو اگر وہ مر گیا تو یا یہودی مر گیا یا نصرانی، حدیث یہ ہے: وعن امامة رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللہ ﷺ من لم یمنعه من الحج حاجة ظاهرة او سلطان جابر او مرض ... فمات ولم یحج فلیمت ان شاء یهودیا او ان شاء نصرانیا (رواه الدارمی). بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۹۷۳ء/۹/۳

الجواب: واضح رہے کہ خانہ کعبہ کی زیارت اور تعظیم یہود و نصاری نہیں کرتے یہ مسلمان کرتے ہیں پس جو مسلمان باوجود استطاعت اور بغیر کسی عذر کے حج بیت اللہ نہ کرے تو اس نے مسلمانوں کے راہ پر سلوک نہیں کیا یعنی اس میں یہود و نصاری کا عمل موجود ہوا ہے ورنہ اعتقاد درست ہے منکر نہیں ہے لہذا یہ شخص مسلمان رہے گا اور حدیث تغلیظ پر محمول ہوگا﴿۱﴾۔ وهو الموفق

صرف نیت کرنے سے حج فرض نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند اشخاص نے زید کو کہا کہ ہم تم

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: (ان یموت یهودیا او نصرانیا) ای فی الکفر ان اعتقد عدم الوجوب وفی العصیان ان اعتقد الوجوب وقیل هذا من باب التغلیظ الشدید والمبالغة فی الوعید. والاظهر ان وجه التخصیص کونهما من اهل الکتاب غیر عاملین به فشبه بهما من ترک الحج حیث لم یعمل بکتاب اللہ تعالیٰ ونبذه وراء ظهره کانه لا یعلمه، قال الطیبی والمعنیٰ ان وفاته علی هذه الحالة ووفاته علی الیهودیة والنصرانیة سواء والمقصود التغلیظ فی الوعید کما فی قوله تعالیٰ ومن کفر

(مرقاة المفاتیح شرح المشکوة ج ۳۔ ۲ کتاب المناسک الفصل الثانی)

کو اسال حج کیلئے بھیجیں گے تم حج کی نیت کرلو، پھر اس نے حج کی درخواست دی منظوری آئی تو کیا زید پر صرف نیت کرنے سے حج فرض ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا غلام مجتبیٰ دارالعلوم عثمانیہ راول پارک لاہور ....۱۰/ رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: حج صرف نیت کرنے سے فرض نہیں ہو جاتا ہے جبکہ تلبیہ تا حال نہیں پڑھا ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حج اور عمرہ میں نیت کے الفاظ غلط پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی حج تمتع کرنے والا تھا اس نے نا سمجھی اور غلطی کی وجہ سے کراچی سے حج کی نیت کی، یعنی اللھم انی ارید الحج الخ، حالانکہ اسے اللھم انی ارید العمرۃ الخ، پڑھنا چاہئے تھا، وہاں حرم میں جا کر طواف وسعی کر کے بال منڈوالئے، یعنی حج کی نیت کر کے عمرہ کیا آٹھویں ذی الحجہ کو پھر حج کی نیت کی کیا اس کا یہ عمرہ اور حج ادا ہوئے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: زاہد الرحمٰن خانہ صواتی کلے کرک ۱۹۸۴ء/۴/۲۳

الجواب: نیت ارادہ قلبی کا نام ہے نہ کہ الفاظ کا ﴿۲﴾ پس اس شخص پر دم وغیرہ واجب نہیں

﴿۱﴾ قال العلامة النظام: ولا يصير شارعا بمجرد النية مالم يأت بالتلبية او ما يقوم مقامها من الذكر او سوق الهدى او تقليد البدنة كذا فى المضمرات.

(فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۲۲۲ الباب الثالث فى الاحرام)

﴿۲﴾ قال العلامة الشرنبلالى: النية فى اللغة مطلق القصد وفى الشريعة قصد كون الفعل لما شرع له ...... وقال شيخ الاسلام الديرى: النية هى الارادة الجازمة لان النية فى اللغة العزم والعزم هو الارادة الجازمة القاطعة، وقال الشيخ الخطابى: معنى النية قصدك الشئ بقلبك وتحرك الطلب منك، وقال البيضاوى: النية عبارة ..... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

ہوا ہے اور نہ اس پر اعادہ حج وعمرہ ہے ﴿۱﴾۔وھو الموفق

دوسرے کے مال سے حج کرنے والا دوبارہ اپنے مال سے حج کرنے میں کیا نیت کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک بار حج اپنے والد کے ہمراہ ادا کیا ہے خرچہ اس نے دیا تھا اور اس وقت میں غنی نہیں تھا آج میں خود غنی ہوں اس لئے دوبارہ اپنے مال سے حج کرنے کا ارادہ کیا ہے لیکن اب نیت کے بارے میں فکر مند ہوں کہ میں فرض حج کی نیت کروں یا نفل حج کی؟ بینوا توجروا

المستفتی: امان اللہ خان

الجواب: اگر آپ نے پہلی دفعہ فرض حج کی نیت کی تھی تو آپ کا ذمہ فارغ ہوا ہے اور اگر بالفرض آپ نے نفل حج کی نیت کی تھی تو اب دوبارہ فرض حج ادا کرے (شامی ۲:۱۹۵) ﴿۲﴾۔

ملاحظہ:...... ہمارے بلاد کے لوگ حج فرض کی نیت کرتے رہتے ہیں۔وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) عن انبعاث قلبک نحو ما تراہ موافقا لفرض من جلب نفع او دفع ضرحالا او مآلا والشرع خصصها بالارادۃ للتوجه نحو الفعل ابتغاء لوجه الله تعالیٰ وامتثالا لحكمه ...... وقال الكمال النية قصد الفعل ...... وقال عبد الواحد: اذا علم ای صلاۃ يصلی قال محمد بن سلمة هذا القدر نية والاصح انه لا يكون نية لان النية غير العلم بها الخ.

(امداد الفتاح شرح نور الایضاح ۲۳۴ باب شروط الصلاۃ واركانها)

﴿۱﴾ قال فی الشامية: فيصح الحج بمطلق النية ای بالنية المطلقة عن التقييد بالحج بان نوى النسک من غير تعيين حج او عمرة ثم ان عين قبل الطواف فبها والاصرف للعمرة، قال فی اللباب وتعيين النسک ليس بشرط فصح مبهما وبما احرم به الغير ثم قال فی موضع آخر ولو احرم بما احرم به غيره فهو مبهم فليزمه حجة او عمرة...... وكذا لو اطلق نية الحج صرف للفرض. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲:۱۷۲ قبيل مطلب فيما يصير به محرما)

﴿۲﴾ قال العلامة الشامی: فالتقييد بالفقير لظهور عجزه ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حاجت اصلی سے زائدزمین رکھنے والے پر حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زمین حاجت اصلی میں داخل ہے یانہیں؟اوراس میں حج کرنے کا کیاطریقہ ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:عمرزادہ ہیڈماسٹر چمتلی سوات......۱۹۷۵ء/۶/۱۲

الجواب: جتنی مقدارزمین سے سالانہ ضروریات پورے ہوتی ہیں وہ حاجت اصلی میں داخل ہیں اوران سے زائدحج کیلئے فروخت کیاجائے گا،کما فی الهندية (۲:۸ ۲۱) وان کان صاحب ضيعة ان کان له من الضياع ما لو باع مقدار ما يكفی الزاد والراحلة ذاهبا وجائيا ونفقة عياله واولاده يبقى له من الضيعة قدر ما يعيش بغلة الباقي يفترض عليه الحج والا فلا﴿۱﴾. وهوالموفق

مکانات اوردکانوں کی صورت میں حج کی فرضیت کاحکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس زرعی زمین کے علاوہ مکانات اوردکانیں بھی ہیں،جس کا باقاعدہ آمدن کرایہ کی صورت میں وصول کرتا ہے کیااس پر حج فرض ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:نامعلوم......۱۹۷۳ء/۴/۳

الجواب: زرعی زمین،مکانات،دکانیں اوردیگرجائیدادوغیرہ اگراس کےحوائج اصلیہ اورحج سے

(بقيه حاشيه)عن المركب وليفيد انه يتعين عليه ان لا ينوى نفلا على زعم انه لا يجب عليه لفقره لانه ماكان واجبا وهو آفاقی فلما صار كالمكی وجب عليه فلو نواه نفلا لزمه الحج ثانيا. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۵۵ ۱ کتاب الحج قوله للآفاقي لاالمكی)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۸ ۲۱ کتاب المناسک بیان شرائط وجوبه)

واپس آنے تک اہل وعیال کے نفقہ سے زائد ہو تو اس پر حج فرض ہے، وفی الهداية: اذا قدر على الزاد والراحلة فاضلا عن المسكن ومالا بد منه وعن نفقة عياله الى حين عوده ﴿۱﴾. وهو الموفق

قرض لے کر حج کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے مجھے حج پر جانے کیلئے سترہ ہزار روپیہ دیئے تھے اس وقت دینے والے نے یہ وضاحت نہیں کی کہ یہ قرضہ ہے اگر مجھے اس وقت معلوم ہوتا تو میں ہرگز اس سے حج نہ کرتا کیونکہ قرض لے کر حج پر جانا ہرگز جائز نہیں ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا قرض لے کر بھی حج ہوسکتا ہے یا نہیں، اب میں کیا کروں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی علی محمد ہائی سکول رسالپور نوشہرہ ۱۹۸۴ء/۱۱/۱۹

الجواب: جو شخص پیدل یا قرض مال پر حرم پہنچے اور عام پاکستانیوں کی طرح عمرہ کے بعد آٹھ ذی الحجہ کو فرض حج کی نیت کرے تو اس شخص کا ذمہ فریضہ سے فارغ ہوجاتا ہے ﴿۲﴾ آئندہ اگر یہ شخص غنی بھی ہوجائے تو اس پر دوبارہ حج فرض نہ ہوگا ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (هدایه ۱: ۲۱۳ كتاب الحج)

﴿۲﴾ قال الملا على قارى: والفقير الآفاقى اذا وصل الى ميقات فهو كالمكى ..... فالتقييد بالفقير لظهور عجزه عن المركب وليفيد انه يتعين عليه ان ينوى حج الفرض ليقع عن حجة الاسلام ولا ينوى نفلا على زعم انه فقير لا يجب عليه الحج ان قولنا الحج لا يجب على الفقير انما المراد به الآفاقى قبل وصوله الى الميقات فانه حينئذ اذا اراد دخول الحرم يجب عليه احرام احد النسكين وبدخوله الى مكة ووصوله الى الكعبة تعين عليه فرضية الحج سواء احرم به ام لا. (ارشاد السارى ۲۸ مبحث فى الفقير اذا وصل الى مكة او الميقات)

﴿۳﴾ وفى الهندية: الفقير اذا حج ماشيا ثم ايسر لاحج عليه هكذا فى فتاوىٰ قاضى خان (فتاوى عالمگيرية ۱: ۲۱۷ كتاب المناسك الباب الاول)

مسجد کیلئے زمین فروخت کی اس رقم پر حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے پرانی مسجد کو پختہ بنانے کیلئے زمین فروخت کردی اور کافی رقم اس کے ہاتھ آئی، کیا اس رقم کی وجہ سے اس پر حج فرض ہوا یا مسجد بنادے؟ اور اس رقم کے نہ ہونے سے یہ شخص مفلس ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: راز محمد وزیر C/o حافظ رب نواز جنوبی وزیرستان......۱۹۸۶ء/۴/۶

الجواب: یہ رقم اس شخص کی ملکیت ہے﴿۱﴾ اس پر باقاعدہ حج اور زکوۃ مفروض ہیں البتہ اگر حولان حول یا اعلان داخلہ کے وقت یہ رقم ناکافی تھی تو یہ فرائض عائد نہ ہوں گے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ چونکہ یہ رقم اس شخص نے ابھی تک مسجد مرمت میں خرچ نہیں کی ہے یعنی باقاعدہ مسجد نہیں بنائی تو یہ اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی بلکہ بدستور اس کی ملکیت ہے اور اگر چندہ مسجد میں دی ہے تو بھی یہ رقم وقف نہیں ہے بلکہ اس کا مملوک ہے کما صرح به الشاه اشرف علی التهانوی فی امداد الفتاوىٰ اور اسی فتاویٰ میں تصحیح الاغلاط کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ مسئلہ ابھی منقح نہیں ہوا کہ چندہ مساجد و مدارس وغیرہ معطی کی ملک سے خارج ہو جاتا ہے یا نہیں اہل علم غور فرمالیں تو اس حوالے سے بندہ نے "الملتقط فی الفتاوىٰ الحنفية" میں ایک جزئیہ پالیا اس جزئیہ کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ چندہ خرچ کرنے سے پہلے معطی کی ملک سے خارج نہیں ہوتا، کما فی الملتقط ۲۷ اذا جمع دراهم لكفن ميت ففضل او كفنه غيره، يصرف الى المعطين فان لم يوجدوا يصرف الى كفن مثله فان تعذر ذلك يتصدق به انتهىٰ، وفی الهندية ۲: ۴۶۰ رجل اعطى درهما فى عمارة المسجد او نفقة المسجد او مصالح المسجد صح لانه وان كان لا يمكن تصحيحه تمليكا بالهبة للمسجد فاثبات الملك للمسجد على هذا الوجه صحيح فيتم بالقبض. (از مرتب)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: والعبرة لوجوبها وقت خروج اهل بلدها وكذا سائر الشروط قال الشامی ای يعتبر وجودها فی ذلك الوقت.

(الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۵۹ مطلب فی فروض الحج وواجباته)

مشترکہ مال میں حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند آدمیوں کا مشترکہ مال ہوتو اس میں کون شراکت دارحج ادا کرے گا،اورکس پرفرض ہے صحیح سند کے ساتھ لکھ دیں؟بینوا توجروا

المستفتی:علی محمد خسروردی ریگی غزابند کوئٹہ.....۱۹۸۲ء/۳/۹

الجواب: اگر ہر شریک کا حصہ مقدار فرضیت تک پہنچتا ہوتو ہرایک پر حج فرض ہے ورنہ کسی پر نہیں (معتبرات فقہ)﴿۱﴾۔وھوالموفق

مشترکہ مال میں حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چار بھائی اکٹھے رہتے ہیں تین بھائی شادی شدہ ہیں اورایک شادی شدہ نہیں ہے اب ہم اتنی رقم رکھتے ہیں کہ ایک بھائی حج کرسکتا ہے تواس پر بڑا بھائی حج ادا کرے یاچھوٹے بھائی کی شادی کروائیں؟بینوا توجروا

المستفتی:فضل الرحیم لس نائیک دتہ خیل بنوں.....۲۴/رمضان ۱۳۹۹ھ

الجواب: آپ تمام مشترکہ نقد وزر وغیرہ کی فرضی تقسیم کریں اس کے بعد آپ اندازہ لگائیں کہ ہرایک بھائی پر حج فرض ہے یانہیں،مشترکہ مال سے فرضیت حج کا اندازہ لگانااسی طریقہ سے ہوتا ہے﴿۲﴾۔وھوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امین الشامی: (قوله ذی زاد وراحلة) افاد انه لا یجب الا بملک الزاد وملک اجرة الراحلة فلا یجب بالاباحة اوالعاریة کما فی البحر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۵۴ کتاب الحج)

﴿۲﴾ اس فرضی تقسیم سے ہرایک بھائی کا حصہ جب معلوم ہو جائے اگر ہرایک کے حصہ میں اتنی رقم آئے کہ اس سے حج کے جملہ اخراجات پورے ہوتے ہوں تو ہر حصہ دار پر حج فرض ہے.....(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مشترکہ مال سے حج کرنے والے فقیر کا ذمہ فریضہ حج سے ساقط ہوجاتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمد رفیق کے والد، والدہ اور چھوٹے بھائیوں نے مشترکہ مال سے حج کیا ہے اب والد نے محمد رفیق سے کہا کہ اس سال تم حج پر چلے جاؤ، لیکن محمد رفیق نے کہا کہ میرا یہ حج فرض کا بدل نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ مشترکہ مال ہے اب سوال یہ ہے کہ اگر محمد رفیق اس اشتراک سے جدا حالت میں متمول ہو جائے تو اس پر دوبارہ حج کرنا لازمی ہوگا یا نہیں؟ یا وہی مشترکہ مال سے کیا ہوا حج کافی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق مردان......۱۹۷۵ء/۷/۲۵

الجواب: اگر مشترکہ مال سے آپ کا حصہ (بروئے فرضی تقسیم) حج کیلئے باقاعدہ کافی ہو تو آپ پر حج فرض ہے ﴿۱﴾ آپ اس مشترک مال سے حج کر سکتے ہیں اور اگر آپ کا حصہ کم ہو اور میقات سے عام حجاج کی طرح عمرہ کی نیت کریں اور آٹھ ذی الحجہ سے فریضہ حج کی نیت کریں تو اس صورت میں بھی آپ کا فریضہ ادا ہوا آپ پر آئندہ کیلئے حج فرض نہ ہوگا ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

مال بقدر نصاب حج مملوک نہ ہو اس میں صرف تصرف کی اجازت ہو تو حج فرض نہ ہوگا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کو والدین کی میراث

(بقیہ حاشیہ) ورنہ مال مشترکہ کے کل نفع پر مجموعی طور سے حج فرض نہیں ہوتا۔ (از مرتب)

﴿۱﴾ وفي الهندية: ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك او الاجارة دون الاعارة والاباحة سواء كانت الاباحة من جهة من لامنة له عليه كالوالدين والمولودين او من غيرهم كالاجانب. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۱۷ كتاب المناسك الباب الاول)

﴿۲﴾ وفي الهندية: الفقير اذا حج ماشيا ثم ايسر لا حج عليه هكذا في فتاوىٰ قاضي خان. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۱۷ كتاب المناسك الباب الاول)

میں کچھ نہیں ملا اور اسی کا شوہر بھی فوت ہوا ہے البتہ اس عورت کے بیٹے خوب مال کماتے ہیں اور والدہ کو دیتے ہیں کیا اس کی وجہ سے اس پر حج فرض ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نیال حنان اورکزئی ابوظہبی امارات ..... ۱۲/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر اس عورت کو شوہر یا اولاد نے بطور تملیک کافی مال دیا ہو تو شرط موجود ہو کر اس پر حج فرض ہوگا اور اگر اولاد نے صرف اختیار دیا ہو تو یہ اس سے غنی نہیں ہو سکتی ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حرام کے ساتھ مخلوط مال پر حج کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے چوری کر کے مال جمع کیا پھر اپنے حلال مال کے ساتھ خلط کر کے تجارت شروع کی اور بہت مال کمایا، کیا اس مال سے حج کرنا جائز ہے؟

المستفتی: عبدالرحمٰن وزیرستانی

الجواب: چونکہ یہ مخلوط مال اس شخص کی ملکیت ہے لہذا استطاعت موجود ہونے کی صورت میں اس پر حج فرض ہے، مال حرام سے حج ادا ہوتا ہے لیکن ثواب سے محروم ہوتا ہے ﴿۲﴾ (کما فی الھندیہ ۲۲۰:۲)﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امين الشامي: (قوله ذى زاد وراحلة) افاد انه لا يجب الا بملك الزاد وملك اجرة الراحلة فلا يجب بالاباحة او العارية كما فى البحر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۴ كتاب الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: ويجتهد فى تحصيل نفقة حلال فانه لا يقبل بالنفقة الحرام كما ورد فى الحديث مع انه يسقط الفرض عنه معها ولا تنافى بين سقوطه وعدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول ولا يعاقب عقاب تارك الحج.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۲ مطلب فى من حج بمال حرام)

﴿۳﴾ وفى الهندية: ويجتهد فى تحصيل نفقة حلال فانه. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قرض لے کر حج ادا کرنا اور پھر حرام حلال کے مخلوط مال سے قرضہ ادا کرنے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے مال میں ستر فیصد حرام کا اختلاط ہے اسلئے اس نے قرضہ لے کر حج ادا کیا اور بعد از حج اس قرضہ کو اس مخلوط مال سے ادا کرتا ہے کیا یہ حج حرام مال سے ہوا یا حلال سے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ......۲۶/ ذی الحجہ۱۳۹۴ھ

الجواب: اس شخص نے حلال مال سے حج ادا کیا اور قرضہ کو اپنے ملک خبیث سے (بالاختلاط) ادا کیا (۱) البتہ اس پر حقوق کا ادا واجب ہے تاکہ مال حرام سے ذمہ فارغ ہو (۲)۔

نوٹ:...... خالص مال حرام سے جس میں حلال کا خلط نہ ہو نہ قلیل کا اور نہ کثیر کا اس سے قرض ادا کرنا ناجائز اور حرام ہے لیکن ایسا مال اقل قلیل ہوتا ہے۔ وهو الموفق

مال حرام سے حج کی ادائیگی کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ناجائز دولت اور حرام مال سے حج

(بقیہ حاشیہ) لا يقبل الحج بالنفقة الحرام مع انه يسقط الفرض معها وان كانت مغصوبة كذا في فتح القدير.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۲۰ الباب الاول في تفسير الحج)

(۱) وفي الهندية: اذا اراد الرجل ان يحج بمال حلال فيه شبهة فانه يستدين للحج ويقضى دينه من ماله كذا في فتاویٰ قاضی خان في المقطعات.

(فتاوی عالمگیریه ۱: ۲۲۰ كتاب المناسک الباب الاول)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: ان ما وجب التصدق بكله لا يفيد التصدق ببعضه لان المغصوب ان علمت اصحابه او ورثتهم وجب رده عليهم والا وجب التصدق به.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۸ مطلب في التصدق من المال الحرام)

ادا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مقدس خان کرکلہ بنوں......۲۸/۹/۱۳۹۸ھ

الجواب: اس کا حج ادا ہوتا ہے لیکن ثواب سے محروم ہوتا ہے (شامی)﴿۱﴾۔ وهو الموفق

مال حرام سے حج کرنے والے کے ذمہ سے فریضہ حج ساقط مگر ثواب سے محروم ہوتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے افعال وکردار ناگفتہ بہ ہیں اس کی جائیداد اور زمین سب دھوکے اور فراڈ کے ہیں، یتیموں کا مال دبانا، جھوٹ بولنا وغیرہ سب اس کا شیوہ ہے یعنی تمام مال حرام ہے اب حج کیلئے داخلہ بھیجا ہے کیا یہ حج ادا ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رحمن سیر غربی باڑیاں......۸/شوال ۱۳۹۵ھ

الجواب: جو شخص مال حرام سے حج کرے اس کا حج قبول نہ ہوگا ثواب سے محروم رہے گا، اگرچہ ذمہ سے فریضہ ساقط ہوجاتا ہے کما فی ردالمحتار ۲: ۱۹۱ وفی البحر ویجتهد فی تحصیل نفقة حلال فانه لا یقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث مع انه یسقط الفرض عنه معها ولا تنافی بین سقوطه وعدم قبوله فلا یثاب لعدم القبول ولا یعاقب عقاب تارک الحج﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: وفی البحر ویجتهد فی تحصیل نفقة حلال فانه لا یقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث مع انه یسقط الفرض عنه معها ولا تنافی بین سقوطه وعدم قبوله فلا یثاب لعدم القبول ولا یعاقب عقاب تارک الحج ای لان عدم الترک یبتنی علی الصحة وهی الاتیان بالشرائط والارکان والقبول المترتب علیه الثواب یبتنی علی اشیاء کحل المال والاخلاص کما لو صلی مرائیا او صام واغتاب فان الفعل صحیح لکنه بلا ثواب. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۵۲ مطلب فی من حج بمال حرام)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۵۲ مطلب فی من حج بمال حرام)

حکومتی اعانت سے حج کرنے والے کا فریضہ ساقط ہوجاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر حج فرض ہو اور اب تک اس نے ادا نہ کیا ہو اور حکومت اس کو بوجہ ملازمت سرکار حج کیلئے بھیج دے کہ چوتھائی حصہ خرچ خود کرے اور تین چوتھائی حکومت برداشت کرے، تو کیا اس طریقہ سے فریضہ حج اس سے ساقط ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی سعید احمد چوھڑ ہر یال پنڈی ۲۲/شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: اس ملازم سے فریضہ حج ساقط ہوجائے گا اور ذمہ فارغ ہوگا، کیونکہ یہ ملازم کسی سے حج بدل نہیں کرتا حتی کہ تبرع ضرر رساں ہوجائے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حکومتی اعانت سے نفلی حج کیلئے جانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے فریضہ حج ادا کیا ہے اب اگر حکومت پاکستان ایسے شخص کو حج کیلئے بھیجتا ہے اور حکومت خرچہ برداشت کرے، ایسے شخص کیلئے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہونا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد حسن برہانی مدرسہ دار الھدیٰ ٹنڈو آلہ یار حیدر آباد......۲۴/شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: کسی کی اعانت سے حج کرنا ممنوع نہیں ہے ﴿۲﴾ اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں

﴿۱﴾ وفی الهندية: ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك او الاجارة دون الاعارة والاباحة سواء كانت الاباحة من جهة من لامنة عليه كالوالدين والمولودين او من غيرهم كالاجانب كذا فی السراج ..... الفقير اذا حج ماشيا ثم ايسر لاحج عليه هكذا فی قاضی خان (فتاوىٰ عالمگیریه ۱: ۲۱۷ كتاب المناسك الفصل الاول)

﴿۲﴾ جبکہ یہ سیاسی رشوت نہ ہو ورنہ پھر اس اعانت کو قبول کرنا جائز نہ ہوگی۔ (سیف اللہ حقانی)

ہے حکومت کسی کو خوشامد یا مداہنت پر مجبور نہیں کرسکتا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

سرکاری اعانت پر حج کیلئے جانا جائز ہے جبکہ سیاسی رشوت نہ ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ سرکاری سطح پر حج کیلئے جاتے ہیں کیا شرعاً یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا ناموس خان باڑہ ۱۹۸۷ء/۵/۲۳

الجواب: حکومت کی اعانت سے حج کیلئے جانا ناجائز نہیں ہے ﴿۲﴾ اگر حکومتی خزانہ لہو ولعب اور ناجائز عیاشیوں پر خرچ ہوتا ہے تو کیا یہ قوم کی خوش قسمتی نہیں کہ اسی خزانہ کا ایک حصہ مدارس اسلامیہ اور حج پر خرچ ہو ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امین: قوله ولو وهب الاب لابنه الخ وكذا عكسه وحيث لا يجب قبوله مع انه لا يمن احدهما على الآخر يعلم حكم الاجنبي بالاولىٰ ومراده افادة ان القدرة على الزاد والراحلة لابد فيها من الملك دون الاباحة والعارية كما قدمناه.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۶ كتاب الحج)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك اوالاجارة دون الاعارة والاباحة سواء كانت الاباحة من جهة من لامنة له عليه كالوالدين والمولودين او من غيرهم كالاجانب كذا في السراج الوهاج. (فتاوىٰ عالمگیریه ۱: ۲۱۷ كتاب المناسك)

﴿۳﴾ وفي الهندية: مايوضع في بيت المال اربعة انواع الثالث الخراج والجزية وما صولح عليه بنو نجران وما اخذه العاشر من المستأمنين وتصرف تلك الى عطايا المقاتلة وسدالثغور والى بناء الرباطات والمساجد والى ارزاق الولاة واعوانهم والقضاة والمفتين والمحتسبين والمعلمين والمتعلمين ويصرف الى كل من تقلد شيأ من امور المسلمين والى مافيه صلاح المؤمنين كذا في المحيط.
(فتاوىٰ عالمگیریه ۱: ۱۹۰، ۱۹۱ فصل ما يوضع في بيت المال كتاب الزكوة)

ہبہ سے غناء آنے کی صورت میں حج کی ادائیگی کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید صاحب جائیداد اور غنی آدمی ہے اور خود حج ادا کر چکا ہے زید کے چار بیٹے ہیں بالغ لیکن مفلس ہیں، اس نے ایک بیٹے کو رقم دے کر حج کیلئے روانہ کیا، جب زید فوت ہوا تو ان کے بیٹے دولت مند اور غنی ہو گئے، اب زید کے بیٹے نے حالت مفلسی میں جو حج ادا کیا ہے کیا اب اس پر دوبارہ غنی بننے کی وجہ سے حج فرض ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد افضل شاہ ڈیوہ بولڈرکی مروت ۱۹۷۵ء/۱۰/۱۰

الجواب: یہ مسکین والد کی بخشش کی وجہ سے غنی ہوا ہے نیز میقات تک پہنچنے کی وجہ سے یہ شخص مکی کے حکم میں ہو جائے گا بہر حال یہ شخص فرض کی نیت کرے گا اور دوبارہ اس پر ادا کرنا واجب نہ ہوگا (ماخوذ از شامی ۲:۱۹۵) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حج بدل میں بیت اللہ شریف کے دیکھنے سے فقیر پر حج فرض نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) اگر کسی فقیر شخص کو حج بدل کیلئے بھیجا جائے تو بھیجنے والے کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے یا نہیں؟

(۲) اگر اس فقیر نے پہلے حج نہ کیا ہو تو پھر کیا حکم ہے۔

(۳) حج بدل میں اگر مأمور یہ تنگدست اور مفلس ہو جس پر اپنا حج فرض نہیں ہے اور نہ پہلے حج کیا

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: الفقير الآفاقي اذا وصل الى ميقات فهو كالمكي .. وليفيد انه يتعين عليه ان لاينوى نفلا على زعم انه لا يجب عليه لفقره لانه ماكان واجبا وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه فلو نواه نفلا لزمه الحج ثانيا الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۵ كتاب الحج قوله للآفاقي لالمكي)

ہے کیا بیت اللہ شریف کے دیکھنے سے اس پر خود حج فرض ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ عبدالرزاق مڈل سکول آیاز قلعہ بنوں ۱۹۷۴ء/۲/۷

الجواب: (۱) ایسے شخص کو حج بدل کیلئے بھیجنا جائز ہے۔ (شامی)۔

(۲) ذمہ فارغ ہو جاتا ہے ﴿۱﴾۔

(۳) یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے البتہ اکثر اہل تحقیق کے نزدیک اس پر حج فرض نہیں ہوتا، والتفصیل فی الشامیة ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (فجاز حج الصرورة من لم يحج) يراد به الذی لم يحج عن نفسه ای حجة الاسلام. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۶۱ مطلب فی حج الصرورة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (تنبيه) قال فی نهج النجاة لابن حمزة النقيب بعد ما ذكر كلام البحر المار اقول وظاهره يفيد ان الصرورة الفقير لا يجب عليه الحج بدخول مكة وظاهر كلام البدائع باطلاقه الكراهة ای فی قوله يكره احجاج الصرورة لانه تارک فرض الحج يفيد انه يصير بدخول مكة قادراً على الحج عن نفسه وان كان وقته مشغولا بالحج عن الآمر وهی واقعة الفتوىٰ فليتأمل. قلت: وقد افتی بالوجوب مفتی دارالسلطنة العلامة ابوالسعود وتبعه فی سكب الانهر وكذا افتی به السيد احمد بادشاه والف فيه رسالة وافتی سيدی عبد الغنی النابلسی بخلافه والف فيه رسالة لانه فی هذا العام لا يمكنه الحج عن نفسه لان سفره بمال الآمر فيحرم عن الآمر ويحج عنه وفی تكليفه بالاقامة بمكة الى قابل ليحج عن نفسه ويترک عياله ببلده حرج عظيم وكذا فی تكليفه بالعود وهو فقير حرج عظيم ايضا واما ما فی البدائع فاطلاقه الكراهة المنصرفة الى التحريم يقتضی ان كلامه فی الصرورة الذی تحقق الوجوب عليه من قبل كما يفيده ما مر عن الفتح نعم قدمنا اول الحج عن اللباب وشرحه ان الفقير الآفاقی اذا وصل الى ميقات فهو كالمكی فی انه ان قدر على المشی لزمه الحج ولا ينوی النفل على زعم انه فقير لانه ما كان واجبا (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

حج منظوری سے قبل رکھی گئی رقم امانت ہوتی ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جن لوگوں نے گزشتہ سال حج کیلئے رقم بینک یاکسی کے پاس جمع کرائی ہواور حج کی منظوری نہ ہوئی اوراسی رقم سے آئندہ سال جانے کا ارادہ ہوتواس رقم پرسالانہ زکوٰۃ واجب ہوگی یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: حج کیلئے داخل شدہ رقم منظوری سے قبل امانت ہوتی ہے لہٰذااس پر باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی ﴿۱﴾۔وهو الموفق

دفاعی فنڈ میں رقم دینے سے فریضہ حج سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ راقم الحروف نے دوسال سے حج بیت اللہ کی درخواستیں دے رکھی ہیں مگرمنظورنہ ہوئیں،اب حج کی رقم بینک میں جمع ہےاور

(بقیہ حاشیہ)علیہ وهو آفاقی فلما صار کالمکی وجب علیه حتی لو نواه نفلا لزمه الحج ثانیا، لکن هذا لا یدل علی ان الصرورة الفقیر کذلک لان قدرته بقدرة غیره کما قلنا وهی غیر معتبرة بخلاف مالو خرج لیحج عن نفسه وهو فقیر فانه عند وصوله الی المیقات صار قادرا بقدرة نفسه فیجب علیه وان کان سفره تطوعا ابتداء ولو کان الصرورة الفقیر مثله لما صح تقیید ابن الهمام کراهة التحریم بما اذا کان حجه عن الغیر بعد تحقق الوجوب علیه وتعلیله لکراهة بانه تضیق الوجوب علیه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۶۲ قبیل مطلب العمل علی القیاس دون الاستحسان)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: ویخالفه ما فی معراج الدرایة فی فصل زکاة العروض ان الزکاة تجب فی النقد کیفما امسکه للنماء او للنفقة وکذا فی البدائع فی بحث النماء التقدیری.

(البحر الرائق ۲:۲۰۶ کتاب الزکوٰة)

دوسری طرف کفار کے ساتھ جنگ بھی شروع ہے تو کیا میں یہ روپیہ بجائے فریضہ حج ادا کرنے کے دفاعی فنڈ میں دیدوں یا فریضہ حج افضل ہے، میری عمر بہتر سال ہے زندگی کا بھروسہ نہیں اگلے سال تک زندہ رہوں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد نعیم صاحب لالہ رخ راولپنڈی ۱۹۷۱/۱۲/۳۰

الجواب: دفاعی فنڈ میں رقم دینے کا بہت بڑا اجر ہے لیکن اس میں رقم دینے سے فریضہ حج کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے﴿۱﴾ جیسا کہ اس فنڈ میں رقم دینے سے سرکاری بل اور ٹیکس سے فراغت ذمہ حاصل نہیں ہوتا۔لہٰذا اهم فالاهم کو مقدم کرے﴿۲﴾۔وهو الموفق

بلوغت کے بعد دوبارہ حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنے والدین کے ساتھ تقریباً پانچ چھ سال کی عمر میں حج کیا تھا، اب الحمد للہ میں بالغ اور غنی ہوں بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ حج نفل تھا اب آپ پر دوبارہ حج فرض ہو گیا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میر ہشیم وزیرستانی ۱۹۸۲/۱۲/۹

﴿۱﴾قال الملا علی قاری: وان ملكه فيه ای فی الوقت فليس له صرفه الى غير الحج فلو صرفه لم يسقط الوجوب عنه وهذا تصريح بما علم ضمنا ومنطوق لما عرف مفهوما.
(ارشاد الساری ۱: ۳۳ باب شرائط الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة النووی: (قوله فقال رجل يا رسول الله ﷺ ان امرأتی خرجت حاجة وانی اكتتبت فی غزوة كذا وكذا قال انطلق فحج مع امرأتک) فيه تقديم الاهم من الامور المتعارضة لانه لما تعارض سفره فی الغزو وفی الحج معها رجح الحج معها لان الغزو يقوم غيره فی مقامه عنه بخلاف الحج معها.
(شرح النووی فی ذيل مسلم ۱: ۴۳۴ قبيل باب مايقول اذا رجع من الحج)

الجواب: فرض حج کیلئے بالغ ہونا شرط ہے قبل از بلوغت حج کرنے سے فرض حج ساقط نہیں ہوتا صاحب استطاعت کیلئے بلوغت کے بعد دوبارہ حج کرنا ضروری ہے (لباب ﴿۱﴾ هدایه ﴿۲﴾). وهو الموفق

فریضہ حج کی تاخیر کیلئے اولاد کا غیر شادی شدہ ہونا شرعی عذر نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اہلیہ کے ساتھ حج کیلئے جانا چاہتا ہوں مگر میرا سب سے چھوٹا لڑکا غیر شادی شدہ ہے اسلئے اس کا غیر شادی شدہ ہونا میرے حج بیت اللہ کیلئے جانے میں حائل ہوسکتا ہے؟ میری عمر پچھتر سال سے زائد ہو چکی ہے اسلئے اطمینان قلبی کیلئے یہ امر دریافت طلب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر محمد نعیم خان صوبیدار میجر واہ کینٹ

الجواب: آپ کے فریضہ حج کی تاخیر کیلئے کسی اولاد کا غیر شادی شدہ ہونا عذر شرعی نہیں

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: الثالث البلوغ وهو شرط الوجوب والوقوع عن الفرض لا عن الجواز او الصحة فلا یجب علی صبی ممیز او غیر ممیز. فلو حج فهو نفل لا فرض لکونه غیر مکلف فلو احرم ثم بلغ فلو جدد احرامه یقع عن فرضه والافلا الخ.

(ارشادالساری ۲۵ باب شرائط الحج)

﴿۲﴾قال العلامة المرغینانی: وانما شرط الحریة والبلوغ لقوله علیه الصلاة والسلام ایما عبد حج عشر حجج ثم اعتق فعلیه حجة الاسلام وایما صبی حج عشر حجج ثم بلغ فعلیه حجة الاسلام. قال ابن الهمام: روی الحاکم من حدیث محمد بن المنهال حدثنا یزید بن زریع حدثنا شعبة عن الاعمش عن ابی ظبیان عن ابن عباس رضی الله عنهما قال، قال رسول اللهﷺ ایما صبی حج ثم بلغ الحنث فعلیه ان یحج حجة اخری وقال صحیح علی شرط الشیخین.

(الهدایة مع فتح القدیر ۲: ۳۲۵ کتاب الحج)

ہے﴿۱﴾آپ ضرور حج کیلئے تیاری کریں۔وھو الموفق

پہلے بیٹے کی شادی کرائے یا حج ادا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا بھائی غیر شادی شدہ ہے تو والد صاحب پہلے بھائی کیلئے شادی کرائیں یا پہلے حج ادا کریں؟بینوا توجروا

المستفتی: شاہ جہان تبوک سعودی عرب.....یکم ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر والد پر حج فرض ہو چکا ہے تو اس صورت میں بیٹے کی شادی سے پہلے حج کا فریضہ ادا کرے، کما فی الدر المختار ۲: ۲۳۲﴿۲﴾. وھو الموفق

محرم کے بغیر حج کیلئے جانے کی کراہت میں عرب وعجم برابر ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ معمر بیوہ گاں کی طبعی حالت نکاح کا متحمل نہیں ہوتا،لہٰذا اگر وہ معتمد آدمی کے ساتھ حج کیلئے جائیں تو کیوں جائز نہیں ہے؟اور یہ عدم جواز کا مسئلہ صرف عجم کیلئے ہے یا عرب کیلئے بھی ہے کیونکہ مکہ مکرمہ میں بھی بیوہ عورتیں ہوں گے جن کا کوئی محرم نہیں ہوگا، وہ تو وہاں حج ادا کرتی ہیں کیا ان کیلئے بھی بغیر محرم کے حج ممنوع ہے؟ ہمارے ہاں یہ مشہور ہے کہ ایسی معمر بیوہ کا حج قبول نہیں جو نکاح نہ کرے یا محرم ساتھ نہ ہو؟بینوا توجروا

المستفتی: عبدالکریم پشاور

﴿۱﴾ وفی الهندية: اذا وجد مايحج به وقد قصد التزوج يحج به ولا يتزوج لان الحج فريضة اوجبها الله تعالىٰ على عبده كذا فى التبيين.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۱۷ بحث ومنها القدرة على الزاد والراحلة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وفى الاشباه معه الف وخاف العزوبة ان كان قبل خروج اهل بلده فله التزوج ولو وقته لزمه الحج. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۱۵۶ كتاب الحج)

الجواب: محترم المقام وعلیکم السلام کے بعد واضح رہے کہ عورت کیلئے خاوند اور محرم کے بغیر حج کیلئے جانا مکروہ تحریمی ہے اس حکم میں عجم اور عرب کا کوئی فرق نہیں ہے البتہ جس عورت کا مقام مقدار سفر سے کم دور ہو تو اس کیلئے زوج اور محرم شرط نہیں ہے،فی الدر المختار مع زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق...... لامرأة حرة ولو عجوزاً فی سفر...... ولو حجت بلا محرم جاز مع الکراهة (مختصراً)﴿۱﴾. وهو الموفق

بوڑھی عورت غیر محرم کے ساتھ حج کیلئے نہیں جاسکتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے ابن الابن پیدا ہوئے ہیں یعنی اسی سال کے قریب ہوگی کیا یہ عورت گاؤں کے کسی دوسرے غیر محرم آدمی کے ساتھ حج کیلئے جاسکتی ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: حاجی مشرف خان سیدو شریف سوات

الجواب: بوڑھی عورت غیر محرم کے ساتھ حج کیلئے نہیں جاسکتی ہے کما فی شرح التنویر ومع زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق...... لامرأة حرة ولو عجوزا فی سفر، وفی ردالمحتار ۲: ۱۹۹ (قوله ولو عجوزاً) ای لاطلاق النصوص بحر، وقال الشاعر ؎

لکل ساقطة فی الحی لاقطة
وکل کاسدة یوما لها سوق ﴿۲﴾. وهو الموفق

کسی اجنبی شخص کو دینی بھائی بنا کر اس کے ساتھ حج کیلئے جانا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت عدم شوہر ومحرم کے

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۵۸ کتاب الحج)

﴿۲﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۵۸ کتاب الحج)

ایک اجنبی شخص کو دینی اور اسلامی بھائی بنا کر اس کیساتھ حج یا عمرہ کیلئے جا سکتی ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: مدرسہ اشاعت قرآن شامی بالا پشاور ۱۶/۸/۱۹۷۷ء

الجواب: کسی عورت کیلئے زوج یا محرم کے بغیر سفر حج وغیرہ کیلئے جانا حرام ہے اجنبی شخص زبانی بھائی بہن کی گفتار سے محرم نہیں بن سکتا ہے، کما فی شرح التنویر ومع زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولافاسق مع وجوب النفقة لمحرمها عليها لامرأة حرة ولو عجوزا (بحذف يسير) هامش ردالمحتار ۲: ۱۹۹ ھ ا ﴿. وهو الموفق

ائیر پورٹ پر محرم موجود ہے تب بھی سفر بغیر محرم کے جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید سعودعرب مدینہ منورہ میں مقیم ہے وہ کہتا ہے کہ میری بیوی کو اس کا والد کراچی ائیر پورٹ سے ہوائی جہاز میں سوار کرے اور میں مقررہ وقت پر جدہ کے ہوائی اڈہ پر موجود ہوں گا، تو بیوی کو لے جاؤں گا، اور کہتا ہے کہ یہاں کے علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ ضرورت کے وقت نوجوان عورت بغیر محرم کے ہوائی جہاز میں سفر کر سکتی ہے، لیکن اس کی بیوی کا والد کہتا ہے کہ میری لڑکی کی عمر اٹھارہ سال ہے اور سفر سے ناواقف ہے لہٰذا شرعاً یہ بغیر محرم کے سفر نہیں کر سکتی، نیز زید کی مجبوری بھی نہیں ہے وہ مالدار آدمی ہے یہاں آ کر اپنی بیوی کو لے جائے نیز والدین سے ملاقات بھی کرے گا جو اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اب ان دونوں میں سے کس کا قول حق ہے، بینوا من كتب الحنفية بيانا شافيا توجروا اجرا وافيا.

المستفتی: عبدالواحد ملتان

الجواب: بیوی کے والد کی بات حق ہے حدیث اور فقہ کے موافق ہے، قال رسول اللهﷺ

﴿ ا ﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۵۸ کتاب الحج)

لا یحل لامرأة تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تسافر سفرا فوق ثلثة ایام فصاعداً الا ومعها ابوھا او اخوھا او زوجھا او ابنھا او ذومحرم منھا (رواہ ابوداؤد) ﴿۱﴾. وبمعناہ فی سائر کتب الاحادیث ﴿۲﴾. وفی الھندیة ۵:۳۶۶ ولا تسافر المرأة بغیر محرم ثلثة ایام فما فوقھا ﴿۳﴾ وھکذا فی سائر کتب الفقه، البتہ ضرورت کے وقت امام شافعیؒ اور حمادؒ کے قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معتمد عورتوں کے ساتھ جانا جائز ہے جبکہ ان عورتوں کے ساتھ محارم وغیرہ موجود ہوں ﴿۴﴾ اور حماد فرماتے ہیں کہ نیک مردوں کے ساتھ جاسکتی ہے، کما فی الھندیة ۵:۳۶۶ قال حماد رحمه الله لابأس للمرأة ان تسافر بغیر محرم مع الصالحین ﴿۵﴾. وھو الموفق

حج کیلئے بغیر محرم کے سفر معصیت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے سعودی عرب سے

﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ۱:۲۴۸ باب فی المرأة تحج بغیر محرم کتاب الحج)

﴿۲﴾ عن ابن عباس قال سمعت رسول اللہ ﷺ یخطب یقول: لا یخلون رجل بامرأة الا ومعھا ذومحرم ولا تسافر المرأة الا مع ذی محرم فقام رجل فقال یارسول اللہ، ان امراتی خرجت حاجة وانی اکتتبت فی غزوة کذا وکذا فقال انطلق فحج مع امرأتک.

(صحیح مسلم ۱:۴۳۴ کتاب الحج، صحیح البخاری ۱:۲۵۰ کتاب الحج)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵:۳۶۶ الباب السادس والعشرون من الکراھیة)

﴿۴﴾ قالوا الشافعیة: ان یکون مع المرأة زوجھا او محرمھا او نسوة یوثق بھن اثنتان فاکثر، فلو وجدت امرأة واحدة فلا یجب علیھا الحج وان جاز لھا ان تحج معھا حجه الفریضة بل یجوز لھا ان تخرج وحدھا لاداء الفریضة عند الامن.

(الفقه علی المذاھب الاربعة ۱:۵۵۲ شروط صحة الحج)

﴿۵﴾ (فتاوی عالمگیریہ ۵:۳۶۶ قبیل الباب السابع والعشرون فی القرض والدین)

اپنی والدہ کیلئے کئی بار حج کا داخلہ کیا مگر محرم نہ ہونے کی وجہ سے اس عورت کا حج مؤخر ہوتا رہا، اب محلّہ کا ایک نیک اور متدین شخص حج کیلئے جاتا ہے عورت کے ورثاء کا ارادہ ہے کہ حاجی کیمپ اور جہاز تک اولیاء ساتھ جائیں گے اور جدہ ائیر پورٹ پر اس کا بیٹا اس کو لے کر حج کرائے گا لیکن ہوائی جہاز کا یہ تین چار گھنٹے کا سفر بلامحرم ہوگا، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید رحمٰن شاہ حقانی .....۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

الجواب: بغیر محرم یا زوج کے ہر سفر کرنا معصیت ہے لحدیث ورد بذلک ﴿۱﴾ وصرح به جميع ارباب الفتاوىٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

حاجیہ کیلئے دیور یا شوہر کا چچا محارم نہیں ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت حج پر جانا چاہتی، کیا

﴿۱﴾ عن ابن عباس رضی الله عنهما، قال: سمعت رسول اللهﷺ يخطب يقول: لا يخلون رجل بامرأة الا ومعها ذومحرم، ولا تسافر المرأة الا مع ذی محرم، فقال رجل، فقال يا رسول الله، ان امرأتي خرجت حاجة. واني اكتتبت في غزوة كذا وكذا، فقال انطلق فحج مع امرأتک، متفق عليه واللفظ لمسلم.

(بلوغ المرام ۲۲۵ كتاب الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة الموصلي: ولا تحج المرأة الا بزوج او محرم اذا كان سفرا، لقوله عليه الصلاة والسلام، لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر ان تسافر ثلاثة ايام فما فوقها الا ومعها زوجها او ذورحم منها، (رواه البخاری ومسلم ومالک وابوداؤد والترمذی واحمد) وقال عليه السلام لا تحج المرأة الا ومعها زوجها او ذورحم محرم منها والمحرم كل من لايحل له نكاحها على التابيد الخ.

(الاختيار لتعليل المختار ۱: ۱۸۲ كتاب الحج)

وہ اپنے دیور یا شوہر کے چچا کے ساتھ جا سکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نجم الرحمٰن بقلم خود.....۱۹۷۲ء/۵/۲۲

الجواب: چونکہ یہ اشخاص نہ محارم ہیں اور نہ ازواج ہیں لہٰذا یہ عورت ان کے ساتھ حج کیلئے نہیں جا سکتی ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

بلا محرم سفر نا جائز لیکن صحت حج اور فراغت ذمہ کیلئے مانع نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی اپنی والدہ کیلئے حج کا داخلہ کرائے، حالانکہ بیٹا سعودیہ میں ہے اگر وہ کراچی سے جدہ تک صرف جہاز میں بلا محرم سفر کرے اس کا کیا حکم ہے اور یہ حج ادا ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد نبی ریاض سعودیہ.....۲۸/صفر ۱۴۰۳ھ

الجواب: کراچی سے جدہ تک یہ بلا محرم سفر نا جائز ہے مگر صحت حج اور فراغت ذمہ سے مانع نہیں ہے (ماخوذ از شامیہ) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

کثیر حق مہر سے حج کی فرضیت اور ہبہ کی صورت میں فرضیت حج کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شاہد نے اپنی بیٹی شاہدہ کی شادی

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ومع زوج او محرم) والمحرم من لايجوز له مناكحتها على التأبيد بقرابة اورضاع او صهرية كما فى التحفة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۵۷ كتاب الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفى: ولو حجت بلا محرم جاز مع الكراهة، قال ابن عابدين: اى التحريمية للنهى فى حديث الصحيحين لا تسافر امرأة ثلاثا الا ومعها محرم زاد مسلم فى رواية اوزوج. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۱۵۹ قبيل مطلب فى فروض الحج وواجباته)

مسز مشہود سے بحق مہر ایک لاکھ ستر ہزار کرائی، شاہد نے ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ قبض کئے اور بہت جلد شاہدہ نے یہ رقم والد کو بخش دی اب سوال یہ ہے کہ کیا شاہدہ پر انہی رقم سے حج فرض ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: قاری مولوی محمد زمان صاحب خطیب جامع مسجد میران شاہ شمالی وزیرستان ۱۳/۵/۱۹۹۰ء

الجواب: اگر اس لڑکی نے یہ مہر شوال کے داخل ہونے یعنی زمانہ داخلہ حج کے بعد ہبہ کیا ہے تو باپ اور بیٹی دونوں پر حج فرض ہو چکا ہے، اور اگر شوال یعنی زمانہ داخلہ حج سے قبل ہبہ کیا ہے تو صرف والد پر حج فرض ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے شوہر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت غنی ہو چکی ہے اور اس پر حج فرض ہوا ہے، کیا یہ عورت حج پر جانے کیلئے شوہر سے اجازت لے گی یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: خیال حنان اور کزئی ابوظہبی امارات ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر اس عورت پر حج فرض ہو اور محرم ساتھ ہو تو شوہر سے اجازت مانگنی ضروری نہیں ہے بغیر اجازت شوہر حج کیلئے جا سکتی ہے (ردالمحتار ۲: ۲۰۰) ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام: والوقت ايضا فلا يجب قبل اشهر الحج حتى لو ملك مابه الاستطاعة قبلها كان في سعة من صرفها الى غيره وافاد هذا قيدا في صيرورته دينا اذا افتقر وهو ان يكون مالكا في اشهر الحج فلم يحج والاولىٰ ان يقال اذا كان قادرا وقت خروج اهل بلده ان كانوا يخرجون قبل اشهر الحج لبعد المسافة او قادرا في اشهر الحج ان كانوا يخرجون فيها ولم يحج حتى افتقر تقرر دينا وان ملك في غيرها وصرفها الى غيره لا شئ عليه. (فتح القدير ۲: ۳۲۱ مقدمه يكره الخروج الى الحج اوذكره احد ابويه الخ)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين. (قوله وليس لزوجها منعها) اى اذا كان معها محرم والا فله منعها كما يمنعها عن غير حجة الاسلام ولو واجبة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کمپنی سے اجازت لئے بغیر نفلی حج ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں فرض حج کر چکا ہوں اور اب نفلی حج کیلئے مصمم ارادہ کرلیا ہے چونکہ میں ان دنوں مدینہ منورہ میں ایک کمپنی کے ساتھ کام کررہا ہوں اور کمپنی اجازت نہیں دیتی، لہٰذا اگر چھٹی نہ ملے اور میں بغیر اجازت کمپنی کے حج کروں تو کیا یہ حج درست ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: صوفی فضل دین حال مدینہ منورہ سعودیہ ۲۱/شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر آپ کمپنی سے چھٹی لینے کی کوشش کریں تو خوب ورنہ بلا اجازت کمپنی کے یہ نفلی حج ادا کرنا بھی درست ہوگا۔ وهو الموفق

مگر غیر حاضری کے ایام کے تنخواہ کا حقدار نہ ہوگا۔ (سیف اللہ حقانی)

صحت کی امید کی صورت میں حج بدل درست نہیں ہوتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ کی صحت کمزور ہے اور دل کی مریضہ ہے اس کے حج کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شاہ جہان تبوک سعودی عرب .....یکم ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر والدہ دل کی مریضہ ہے اور صحت کی امید نہ ہو اور خود حج نہیں کرسکتی اور اس پر حج فرض ہو چکا ہو تو اس کو حج بدل کروانا پڑے گا کیونکہ صحت کا ہونا حج کیلئے شرط ہے اگر صحت کی امید ہو تو پھر حج بدل درست نہ ہوگا، لما فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۹۲ علی حرمسلم

(بقیہ حاشیہ) بصنعها كالمنذورة وكذا لو دخلت مكة بعد مجاوزة الميقات غير محرمة لان حق الزوج لاتقدر على منعه بفعلها بل بايجاب الله تعالى فى حجة الاسلام رحمتى.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۸ قبيل مطلب فى فروض الحج وواجباته)

مکلف صحیح البدن، وفی الشامیة تحت قوله صحیح البدن فلا یجب علی مقعد ومفلوج وشیخ کبیر﴿۱﴾. وهو الموفق

عمرہ کی ادائیگی سے فریضہ حج ادا نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر حج فرض ہے مگر وہ حج نہیں کرتا، صرف وہاں جا کر عمرہ ادا کر کے واپس آتا ہے اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالودود پائمال شریف بٹگرام.....۱۹/شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس شخص پر ضروری ہے کہ حج ادا کرے ورنہ مستحق وعید ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

زمین حل کے رہنے والوں کیلئے طواف قدوم کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اہل مکہ پر طواف قدوم نہیں ہے لیکن جو لوگ حل صغیر یعنی میقات اور زمین حرم کے درمیان میں رہتے ہیں ان پر طواف قدوم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سید کرم شاہ صوابی

الجواب: طواف قدوم یعنی طواف تحیة الکعبة آفاقی مفرد بالحج یا قران کرنے والے کیلئے سنت ہے اور اہل مکہ اور آفاقی متمتع اور معتمر پر طواف قدوم نہیں ہے (ارشاد الساری)﴿۳﴾ اور فقہاء نے حل صغیر

﴿۱﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۵۴ کتاب الحج)

﴿۲﴾ عن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من ملک زادا وراحلة تبلغه الی بیت الله ولم یحج فلا علیه ان یموت یهودیا او نصرانیا وذلک ان الله تبارک وتعالیٰ یقول" ولله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا" رواه الترمذی ومثله رواه الدارمی.

(مشکواة المصابیح ۱: ۲۲۲ الفصل الثانی کتاب المناسک)

﴿۳﴾ قال العلامة الملا علی القاری: الاول طواف القدوم (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کو اہل مکہ کے حکم میں شمار کیا ہے خلافا للقهستانی ﴿۱﴾. فلیراجع الی ردالمحتار ﴿۲﴾. وهو الموفق

زمین حل کے رہنے والوں کیلئے طواف وداع کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حل صغیر یعنی میقات کے اندر رہنے والوں پر طواف وداع واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سید کرم شاہ صوابی

الجواب: طواف وداع (طواف صدر) میقات سے باہر آفاقی حاجی پر واجب ہے اور اہل میقات اور اہل مکہ اور معتمر پر واجب نہیں ہے (ردالمحتار) ﴿۳﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ویسمی طواف التحیة ... وهو سنة للآفاقی دون المیقاتی والمکی المفرد بالحج والقارن ... بخلاف المعتمر ای المفرد بالعمرة والمتمتع ولو آفاقیا والمکی ای وبخلاف المکی اذا کان مفردا بالحج ومن بمعناه ای ومن سکن او اقام من اهل الآفاق بمکة وصار من اهلها فانه لا یسن فی حقهم. (ارشاد الساری ۹۶ باب انواع الاطوفة)

﴿۱﴾ قال العلامة شمس الدین الخراسانی القهستانی: وقد سن هذا الطواف للآفاقی ای الخارجی کما فی المتداولات لکن فی خزانة المفتین انه واجب علی الاصح فلا یسن للمکی اذ لا قدوم له ویسن لاهل المواقیت وداخلها. (جامع الرموز ۱: ۲۵۵ کتاب الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله للآفاقی) ای لا غیر فتح فلا یسن للمکی ولا لاهل المواقیت ومن دونها الی مکة سراج وشرح اللباب الا ان المکی اذا خرج للآفاق ثم عاد محرما بالحج فعلیه طواف القدوم لباب فهذا خلاف مافی القهستانی من انه یسن لاهل المواقیت وداخلها فافهم.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۸۱ مطلب فی طواف القدوم)

﴿۳﴾ قال العلامة الشامی: (ثم اذا اراد السفر طاف للصدر ای الوداع) وهو واجب الاعلی اهل مکة) افاد وجوبه علی کل حاج آفاقی مفرد او متمتع او (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حیض کی حالت میں طواف زیارت اور سعی کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت حج کیلئے چلی گئی دوران حج یعنی آٹھ ذی الحجہ سے اٹھارہ ذی الحجہ تک حیض میں رہی، طواف رکن جو کہ فرض ہے مسجد میں کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: جہانزیب جمال گڑھی مردان ۱۹۸۸/۱/۴

الجواب: ایسی حائضہ عورت تمام افعال حج ادا کرے گی سوائے طواف اور سعی کے اور جس وقت پاک ہو جائے تو طواف وغیرہ کرے گی خواہ اٹھارویں تاریخ کو پاک ہو جائے یا اس سے قبل (شامی وغیرہ)① ۔ وھو الموفق

عرفات میں جمع بین الصلاتین کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عرفات میں جو جمع بین الصلوتین ہوتی ہے اگر یہ نمازیں باجماعت اپنے اپنے وقت میں ادا کی جائیں تو حج میں نقصان ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی ظفر الحق صاحب ۱۹۸۵/۱۲/۱۱

(بقیہ حاشیہ) قارن فلا یجب علی المکی ولا علی المعتمر مطلقا (ومن فی حکمھم) ای ممن کان داخل المواقیت وکذا من نوی الاستیطان قبل حل النفر کما مر.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۲۰۲ مطلب فی طواف الصدر)

① قال العلامۃ الحصکفی. وحیضھا لا یمنع نسکا (من اعمال الحج) الا الطواف (والسعی فھو حرام من وجھین دخولھا المسجد وترک واجب الطھارۃ) ولا شیء علیھا بتاخیرہ اذا لم تطھر الا بعد ایام النحر فلو طھرت فیھا بقدر اکثر الطواف لزمھا الدم بتاخیرہ

(الدرالمختار مع توضیح ردالمحتار ۲: ۲۰۲ قبیل باب القران)

الجواب: اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔﴿۱﴾۔ وھو الموفق

عرفات یا راستہ میں نماز مغرب وعشاء نہیں پڑھے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی حاجی عرفات میں مغرب کی نماز پڑھ کر مزدلفہ چلا جائے یا راستہ میں وقت کے اندر ادا کرے اور عشا کی نماز وہاں ادا کرے کیا یہ طریقہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن مشیط سعودیہ

﴿۱﴾عرفات میں ظہر وعصر کو جمع کرنے کی بعض شرطیں متفق علیہ ہیں اور بعض مختلف فیہ ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱)...... ان دونوں نمازوں کو جمع کرتے وقت حج کے احرام میں ہونا امام ابوحنیفہ کے نزدیک شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں کو جمع کرنے کیلئے فقط نماز عصر کے وقت احرام میں ہونا شرط ہے۔

(۲)...... دونوں نمازوں کو جماعت سے ادا کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک شرط ہے صاحبین کا اس میں اختلاف ہے اور صحیح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(۳)...... دونوں نمازوں میں بادشاہ وقت (خلیفہ) یا اس کے نائب کا امام بننا خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر، پس اس کے علاوہ کسی اور امام کے ساتھ ان دونوں نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے، کسی اور کی امامت میں جماعت کرنے کا حکم اکیلا نماز پڑھنے والے کی طرح ہے، صاحبین کے نزدیک اس کو جمع کرنا جائز ہے۔

(۴)...... ظہر کو عصر پر مقدم کرنا یعنی پہلے ظہر کی نماز پڑھنا پھر عصر کی، پس عصر کو ظہر پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے یہ شرط متفق علیہ ہے۔

(۵)...... جمع بین الصلاتین کا وقت ہونا اور وہ عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد عصر کا وقت داخل ہونے سے پہلے ہے یہ شرط بھی متفق علیہ ہے۔

(۶)...... مکان اور وہ عرفات یا اس کے قریب کی جگہ ہے یہ شرط بھی متفق علیہ ہے۔

پس جمع بین الصلاتین فی العرفات کی کل چھ شرطیں ہیں اگر ان شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو دونوں نمازوں کو علیحدہ علیحدہ ان کے اپنے وقت میں اپنی جگہ میں پڑھے، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: حاجی نماز مغرب اور نماز عشاء عرفات میں یا مزدلفہ کے راستہ میں ادا نہیں کرے گا، اگر یہ نمازیں وہاں ادا کیں تو مزدلفہ میں دوبارہ ادا کی جائیں گی، اور بوقت عشاء یہ دونوں نمازیں ادا کئے جائیں گی اگرچہ بوقت مغرب مزدلفہ کو پہنچے ہوں (شرح لباب﴿۱﴾ شامی﴿۲﴾). وھو الموفق

رمی جمرات کیلئے کنکریاں مزدلفہ یا راستے سے اٹھالائے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ رمی جمرات یعنی شیطان مارنے کیلئے کنکریاں وہیں سے اٹھاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ نیز یہ کنکریاں کہاں سے لینا مستحب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم.....۱۹۷۳ء

(بقیہ حاشیہ) اگر اکیلا ہو تو اکیلا پڑھ لے اور اگر دو یا زیادہ آدمی ہوں تو ظہر اور عصر کو اپنے اپنے وقت میں جماعت کے ساتھ ادا کرلیں (عمدۃ الفقہ ۴:۲۱۹)۔

منہاج السنن شرح جامع السنن میں ہے: وقال ابویوسف ومحمد لا یشترط له الامام ولا نائبه وفی البرهان ان قولهما اظهر من حیث الدلیل، وفی عصرنا وقع الاذن العام من السلطان بالجمع فی الخیام فافهم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ۴: ۱۳۹)..... ازمرتب

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: واما الوقت فوقت العشاء..... فلو وصل الی مزدلفة قبل العشاء لا یصلی المغرب حتی یدخل وقت العشاء. (ارشاد الساری ۱۴۶ باب احکام المزدلفة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وصلی العشاء ین باذان واقامة..... ولو صلی المغرب والعشاء فی الطریق او فی عرفات اعاده للحدیث..... والمکان مزدلفة والوقت وقت العشاء حتی لو وصل الی مزدلفة قبل العشاء لم یصل المغرب حتی یدخل وقت العشاء.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۹۱، ۱۹۲ قبیل مطلب فی الدفع من عرفات)

الجواب: رمی جمار کیلئے مزدلفہ یا راستے سے کنکریاں اٹھا کر ساتھ لانا مستحب ہے اور ماسوائے مزدلفہ سے اٹھالینا بھی جائز ہے (شرح لباب) ﴿۱﴾ اور جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں وہیں سے اٹھا کر رمی جمار کرے یہ مکروہ تنزیہی ہے (ہندیہ) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

تمام سر یا چوتھائی حصہ کے منڈوانے یا کتروانے کے بغیر احرام سے نہیں نکلتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے بال تین یا چار انچ بڑے ہوں اور عمرہ یا حج پورا کرنے کے بعد قینچی سے دو تین جگہوں سے کاٹ لے، کیا یہ شخص اس سے احرام سے نکل سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحق سعودی عرب c/o دفتر اہتمام......۱۳/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: احناف کے نزدیک تمام سر یا چوتھائی حصہ کا منڈوانا یا کتروانا ضروری ہے ﴿۳﴾ اور اس سے کم کتروانے یا منڈوانے والا شخص احرام سے خارج نہیں ہوسکتا۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: یستحب ان یرفع من المزدلفة سبع حصیات...... او من الطریق ای طریق مزدلفة فھو جائز وقیل مستحب...... ویجوز اخذھا من کل موضع ای بلا کراھة الا من عند الجمرة فانه مکروہ...... قال فی الفتح وماھی الا کراھة تنزیه.

(ارشاد الساری ۱۴۸ فصل فی رفع الحصی)

﴿۲﴾ وفی الھندیة: ویستحب ان یأخذ حصی الجمار من المزدلفة او من الطریق ولا یرمی بحصاة اخذھا من عند الجمرة فان رمیٰ بھا جاز وقد اساء کذا فی السراج الوھاج. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۳۳ الکلام فی الرمی)

﴿۳﴾ قال العلامة المودود الموصلی الحنفی: والسنة حلق الجمیع فان نقص من ذلک فقد اساء لمخالفة السنة ولا یجوز اقل من الربع ونظیرہ مسح الرأس فی الوضوء فی الاختلاف والدلائل والتقصیر ان یأخذ من رؤس شعرہ واقله مقدار الانملة.

(الاختیار لتعلیل المختار ۱: ۱۹۸ فصل فی افعال الحج)

احرام کی حالت میں ایک دوسرے کا حلق اور قصر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر حجاج حضرات ایک دوسرے کیلئے حلق اور قصر کریں اس کا کیا حکم ہے یعنی جو شخص حجام اور وہ خود احرام میں ہے، کیا اس پر احرام کی حالت میں دوسرے محرم کیلئے حلق یا قصر سے دم لازم نہیں آئے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عنایت اللہ ریاض سعودی عرب ۳ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: واضح رہے کہ مناسک ادا کرنے کے بعد اور مناسک کے رفض کے ارادہ کے وقت محرم اپنے سر کو خود نیز دوسرے محرم کے سر کو مونڈ سکتا ہے، اما الثانی فلما رواه البخاری ۱: ۳۸۰ فی حديث عمرة الحديبية وجعل بعضهم يحلق بعضا حتى كاد بعضهم يقتل بعضا غما اى ازدحاما﴿۱﴾، واما الاول فلما فی ارشاد الساری ۱۵۴ الى مناسک الملا علی قاری: واذا حلق ای المحرم راسه ای رأس نفسه او رأس غيره ای ولو كان محرما عند جواز التحلل ای الخروج من الاحرام باداء افعال النسک لم يلزمه شيء انتهى﴿۲﴾ قلت ويدل عليه الحديث لانه لما جاز حلق بعض المحرمين لبعض عند قصد الانتهاء جاز عند حقيقة الانتهاء بطريق اولى فافهم. وهو الموفق

حج میں عورتوں اور مردوں کیلئے بال کٹوانے کی مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج کے دوران مرد اور

﴿۱﴾ (الصحيح للبخاری ۱: ۳۸۰ باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب الخ)

﴿۲﴾ (ارشاد الساری الی مناسک القاری ۱۵۴ قبيل فصل فی زمان الحلق ومكانه وشرائط جوازه)

عورتیں کتنے بال کٹوائیں گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: انیس احمد ۲۴/شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: مرد کیلئے تمام سر کا منڈانا یا کترانا چاہئے، اور عورت کیلئے انگشت کے ایک پورے کی مقدار کا کترانا (تمام سر سے) چاہئے ﴿۱﴾، چوتھائی حصے سے کم پر اکتفا کرنا جنایت ہے مرد وزن دونوں کیلئے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

محرم کا حالت احرام میں سر منڈوانے میں مذہب شافعی اور حنفی کی تفصیل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک محرم نے احرام کی حالت میں سر منڈوایا تو اس حالق پر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صدقہ نہیں ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک حالق پر صدقہ ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کیلئے دلیل یہ ہے کہ ایک دفعہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے احرام کی حالت میں حضور ﷺ کا سر مبارک منڈوایا اور بال مبارک ان کے ساتھ رہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے پاس کچھ بال چھوڑ کر بقیہ برائے تبرک صحابہ کرام پر تقسیم کرو، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر ایک محرم دوسرے محرم کا بحالت احرام سر منڈوائے تو اس حالق پر صدقہ ہے کما ذکرہ کنز الدقائق باب الجنایات،

﴿۱﴾ وفی الھندیة: والتقصیر ان یأخذ الرجل والمرأة من رؤس الشعر ربع الراس مقدار الانملة وفی البدائع قالوا یجب ان یزید فی التقصیر علی قدر الانملة وحلق الکل افضل اقتداء بالنبی ﷺ کذا فی الکافی.

(فتاوی عالمگیریہ ۱: ۲۳۱ الباب الخامس فی کیفیة اداء الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة الموصلی: والسنة حلق الجمیع فان نقص من ذلک فقد اساء لمخالفة السنة ولا یجوز اقل من الربع ونظیرہ مسح الرأس فی الوضوء فی الاختلاف والدلائل.

(الاختیار لتعلیل المختار ۱: ۱۹۸ فصل فی افعال الحج)

اگر امام صاحب کیلئے اس مسئلہ میں کوئی دلیل ہو تو وضاحت فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا زاہد الرحمٰن صورتی کلہ ضلع کرک......۱۹۸۴ء/۱۰/۴

الجواب: مناسک ختم ہونے یا ختم کرنے کے وقت ایک محرم دوسرے محرم کا سر منڈ وا سکتا ہے، کما فی حدیث صلح الحدیبیة فی البخاری ۱: ۳۸۰ ﴿۱﴾ وصرح به فی ارشاد الساری ۱۵۴ ﴿۲﴾. وهو الموفق

افعال حج کے ختم ہونے کے بعد اپنا اور دوسرے کے سر کا حلق جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمی جمرہ عقبہ اور نحر کے بعد خود اپنے آپ کا حلق کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا شہزادہ صاحب ترنگزئی

الجواب: افعال حج کے ختم ہونے کے بعد ہر محرم اپنا سر اور دیگر محرمین کا سر منڈ ا سکتا ہے، کما فی ارشاد الساری ۱۵۴ عند الخروج من الاحرام باداء افعال النسک جاز للمحرم حلق رأسه ومحرم آخر انتهیٰ ﴿۳﴾ وبدلیل حدیث عمرة الحدیبیة ﴿۴﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (بعد حدیث طویل) فلما راوا ذلک قاموا فنحروا وجعل بعضهم یحلق بعضا حتی کاد بعضهم یقتل بعضا غما. (صحیح البخاری ۱: ۳۸۰ باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب کتاب الشروط)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: واذا حلق المحرم رأسه او رأس غیره ولو کان محرما عند جواز التحلل ای الخروج من الاحرام باداء افعال النسک لم یلزمه شیٔ.

(ارشاد الساری ۱۵۴ قبیل فصل فی زمان الحلق ومکانه)

﴿۳﴾ (ارشاد الساری ۱۵۴ قبیل فصل فی زمان الحلق ومکانه)

﴿۴﴾ (بعد حدیث طویل) فلما راوا ذلک قاموا (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

کمزورعورتوں یا بیمار کیلئے رمی جمرات کا ترک کرنا یا وکیل مقرر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کیلئے ازدحام کی وجہ سے رمی جمرات چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز بیمار آدمی یا عورتیں رمی کیلئے وکیل مقرر کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: رشید گل سعودیہ عربیہ ۱۹۸۴ء/۶/۱۹

الجواب: کمزور لوگ اور زنانہ رات کے وقت رمی جمرات کرسکتے ہیں تا طلوع فجر، ان پر نہ دم واجب ہے اور نہ کوئی کراہیت لازم ہوتی ہے (مناسک ملاعلی قاری ۱۵۸)﴿۱﴾۔ اور جب عورت کیلئے ازدحام کے خوف کی وجہ سے رمی جمرات کا ترک کرنا جائز ہے اور ان پر دم لازم نہیں ہوتا ہے (کما فی ردالمحتار ۲: ۵۱۲) ﴿۲﴾ تو توکیل بطریق اولیٰ جائز ہوگا، اور بیمار کیلئے بھی توکیل جائز

(بقیہ حاشیہ) فنحروا وجعل بعضهم يحلق بعضا حتى كاد بعضهم يقتل بعضا غما. (صحيح البخارى ١ : ٣٨٠ كتاب الشروط باب الشروط فى الجهاد)

﴿١﴾ قال الملا على قارى: ووقت الكراهة مع الجواز من الغروب الى طلوع الفجر الثانى من غده ولو اخره الى الليل كره الا فى حق النساء وكذا حكم الضعفاء ولا يلزمه شئ اى من الكفارة لكن يلزمه الاساءة لتركه السنة وان كان بعذر لم يكره اى تأخيره ولو اخره اى رمى اليوم الى الغد لزمه الدم والقضاء اى فى ايامه.

(ارشاد السارى ١٥٨ قبيل فصل فى وقت الرمى فى اليومين)

﴿٢﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله كزحمة) عبارة اللباب الا اذا كان لعلة او ضعف او يكون امرأة تخاف الزحام فلا شئ عليه ... قلت وهو شامل لخوف الزحمة عند الرمى فمقتضاه انه لو دفع ليلا ليرمى قبل دفع الناس وزحمتهم لا شئ عليه ..... فالاولىٰ تقييد خوف الزحمة بالمرأة ويحمل اطلاق المحيط عليه لكون ذلك عذرًا ظاهرا فى حقها يسقط به الواجب بخلاف الرجل او يحمل على ما اذا خاف الزحمة (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

ہے جبکہ خود ری پر قدرت نہیں رکھتا۔(۱) (ہندیہ ۱: ۲۳۶) ﴿۱﴾ وھو الموفق

کوئی شخص حرم شریف گیا اور پولیس نے پکڑ کر واپس بھیج دیا......؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سعودیہ عربیہ گیا پھر احرام باندھ کر اشہر حج میں حرم شریف گیا، لیکن حکومت نے اسے افعال حج کیلئے نہیں چھوڑا اور اس کی تذلیل کردی یعنی واپس پاکستان بھیج دیا، اب اس کے پاس اتنا مال نہیں کہ حج کرے کیا اس پر حج واجب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فرید اللہ حقانی ۶/ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ شخص محصر ہے اگر اسے احرام باندھنے کے بعد افعال حج سے منع کیا گیا ہو۔(۲) وھو کفقیر آفاقی وصل الی میقات فی وجوب الحج ان لم یحرم وکان اشہر الحج (ماخوذ از ردالمحتار ۲: ۲۳۶) ﴿۳﴾ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) لنحو مرض ولذا قال فی السراج الا اذا کانت بہ علۃ او مرض او ضعف فخاف الزحام فدفع لیلا فلا شیء علیہ۔

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۱۹۳ مطلب فی الوقوف بمزدلفۃ)

﴿۱﴾ وفی الھندیۃ: مریض لا یستطیع الرمی توضع الحصاۃ فی کفہ لیرمی بہ او یرمی عنہ غیرہ بامرہ کذا فی محیط السرخسی فی صفۃ الرامی۔

(فتاوی عالمگیریہ ۱: ۲۳۶ فصل فی المتفرقات)

﴿۲﴾ وفی الھندیۃ: المحصر من احرم ثم منع عن مضی فی موجب الاحرام سواء کان المنع من العدو او المرض او الحبس او الکسر او القرح اوغیرھا من الموانع من اتمام ما احرم بہ حقیقۃ او شرعا کذا فی البدائع۔ (فتاوی عالمگیریہ ۱: ۲۵۵ الباب الثانی عشر فی الاحصار)

﴿۳﴾ قال العلامۃ الشامی: وفی اللباب الفقیر الآفاقی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نفلی حج بہتر ہے یا نفلی صدقہ؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے فرض حج کرلیا ہے اب نفلی حج کرتا ہے اس کیلئے یہ نفلی حج کرنا بہتر ہے یا یہ رقم غرباء اور مساکین پر صدقہ کرنا بہتر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اشرف علی صوابی اڈہ ... ۱۹۸۶ء/۳/۳

الجواب: جن اہل علم نے اپنی عمر کو تعلیم و تعلم دین کیلئے وقف کیا ہے ان پر تصدق کرنا بے شمار نفلی حجوں سے بہتر ہے البتہ وہ محتاجین جو کہ رسوم اور رواجوں میں مال صرف کرنے کے متمنی ہوتے ہیں ان پر تصدق کرنے سے نفلی حج بہتر ہے (ماخوذ از ردالمحتار ۲: ۳۴۸)﴿۱﴾. وهو الموفق

یوم عرفہ اور یوم جمعہ کے توافق سے حج اکبر کا مسئلہ اور وارد شدہ حدیث میں کلام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب یوم عرفہ اور یوم جمعہ ایک دن

(بقیہ حاشیہ) اذا وصل الى ميقات فهو كالمكى وينبغى ان يكون الغنى الآفاقى كذلك اذا عدم الركوب بعد وصوله الى احد المواقيت فالتقييد بالفقير لظهور عجزه عن المركب وليفيد انه يتعين عليه ان لا ينوى نفلا على زعم انه لا يجب عليه لفقره لانه ماكان واجبا وهو آفاقى فلما صار كالمكى وجب عليه فلو نواه نفلا لزمه الحج ثانيًا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۵ كتاب الحج)

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امين الشامى: قال الصدقة افضل من الحج تطوعا كذا روى عن الامام لكنه لما حج وعرف المشقة افتى بان الحج افضل ومراده انه لو حج نفلا وانفق الفا فلو تصدق بهذه الالف على المحاويج فهو افضل قال الرحمتى والحق التفصيل فما كانت الحاجة فيه اكثر والمنفعة فيه اشمل فهو الافضل واذا كان الفقير مضطرا او من اهل الصلاح او من آل بيت النبى ﷺ فقد يكون اكرامه افضل من حجات وعمر وبناء ربط.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۷۵ مطلب فى تفضيل الحج على الصدقة)

واقع ہوجائیں اسے حج اکبر کہا جاتا ہے اوراس بارے میں ایک حدیث بھی ہے کہ اس دن کا حج ستر گنا حجوں کا ثواب رکھتا ہے اس مسئلہ کی تفصیل کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: رابعہ گل حسن حقانی بنوں لکی مروت ۱۹۸۳ء/۱۰/۱۳

الجواب: فقہ کے رو سے اس حج کا ستر گنا زیادہ ثواب ہے ﴿۱﴾ البتہ اس کے متعلق وارد شدہ حدیث میں کلام ہے کما فی شرح التنویر علی ھامش الشامیۃ ۲: ۳۴۸ لو قفۃ الجمعیۃ مزیۃ سبعین حجۃ، وفی ردالمحتار: وفی الشرنبلالیۃ عن الزیلعی افضل الایام یوم عرفۃ اذا وافق یوم الجمعۃ وھو افضل من سبعین حجۃ فی غیر جمعۃ رواہ رزین بن معاویۃ فی تجرید الصحاح ولکن نقل المناوی عن بعض الحفاظ ان ھذا حدیث باطل لا اصل لہ﴿۲﴾﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی المنھاج: اعلم انہ لیس الحج الاکبر فی تعبیر القرآن والحدیث ما اشتھر علی السنۃ العوام ان الحج الاکبر ماکان فیہ یوم عرفۃ یوم الجمعۃ بدلیل ان اللہ تعالیٰ طلق الحج الاکبر علی حج الصدیق الاکبر، فالحج الاکبر ھو الحج مطلقا ویقال للعمرۃ الحج الاصغر، نعم للحج الذی یکون یوم عرفۃ فیہ یوم الجمعۃ لہ فضل کبیر روی رزین فی تجرید الصحاح عن طلحۃ بن عبید اللہ بن کریز مرسلا افضل الایام یوم عرفۃ اذا وافق یوم جمعۃ فھو افضل من سبعین حجۃ فی غیر یوم جمعۃ کذا فی جمع الفوائد وقالوا لم نقف علی اسنادہ نعم اقرہ الفقھاء. (منھاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴: ۱۸۲ قبیل باب ماجاء فی الکلام فی الطواف)

﴿۲﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۷۵ مطلب فی فضل وقفۃ الجمعۃ)

﴿۳﴾ وقال الملا علی قاری: رواہ رزین بن معاویۃ فی تجرید الصحاح واما ما ذکرہ بعض المحدثین فی اسناد ھذا الحدیث بانہ ضعیف فعلی تقدیر صحتہ لا یضر فی المقصود فان الحدیث الضعیف معتبر فی فضائل الاعمال عند جمیع العلماء من ارباب الکمال. واما قول بعض الجھال بان ھذا الحدیث موضوع فھو باطل (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حج کی وجہ سے گناہوں کی معافی کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی قاتل اور حرام خور ہے کیاحج اداکرنے سے اس کے یہ تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد حقانی.....۵/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر یہ حاجی صاحب تائب ہوا ہے تو اس کو ماسوائے حقوق العباد کے تمام صغائر وکبائر معاف ہوجاتے ہیں، لنصوص ورد بذلک ، اوراگر تائب نہیں ہوا ہے تو ادائے حج سے صغائر بالاتفاق معاف ہوتے ہیں اور کبائر میں اختلاف ہے﴿۱﴾ کما فی شرح التنویر : هل الحج يكفر الكبائر قيل نعم كحربى اسلم وقيل غير المتعلقة بالآدمى كذمى اسلم، وقال عياض اجمع

(بقيه حاشيه) مصنوع مردود عليه ومنقلب اليه لان الامام رزين بن معاوية العبدرى من كبراء المحدثين ومن عظماء المخرجين ونقله سند معتمد عند المحققين وقد ذكره فى تجريد صحاح الست فان لم يكن رواية صحيحة فلا اقل من انها ضعيفة كيف وقد اعتضد بما ورد ان العبادة تضاعف فى يوم الجمعة مطلقا بسبعين ضعفا بل بمأة ضعف على ما سيأتى الخ.
(الحظ الاوفر فى الحج الاكبر فى ذيل ارشاد السارى ۳۱۹ باب المتفرقات)

﴿۱﴾ وفى المنهاج: ان الاصل فى تكفير الكبائر التوبة كما صرح به القاضى عياض فلا يقطع بتكفير الحج الكبائر لظاهر الاحاديث ولكن ليس معنى التكفير انه سقط عنه قضاء مافات منه من الصلاة والصوم والزكاة وسقط عنه الدين وحقوق العباد بل معنى التكفير سقوط اثم تاخير العبادات واثم مطل الدين وغيره،وعفو الكبائر التى لا بدل لها كالزنا وشرب الخمر، وعفو حقوق الله تعالىٰ اذا مات قبل القدرة على ادائها، وعفو حقوق العباد بارضاء الخصوم عنه هذا ملخص كلام الفقهاء والمحدثين.
(منهاج السنن شرح الترمذى ۴: ۸۶ باب ثواب الحج والعمرة)

اهل السنة ان الکبائر لا یکفرها الا التوبة (۲: ۳۴۹) ﴿۱﴾ وهو الموفق

حج سے گناہوں کی معافی کی تفصیل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ "من حج فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه" (الحدیث) کیا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حج سے پہلے اس سے جو عبادات بدنیہ مالیہ رہ چکی ہیں وہ معاف ہو جاتی ہیں یا افعال مذمومہ معاف ہو جاتے ہیں؟ بینوا بالتفصیل توجروا عند الجلیل

المستفتی: عبدالقدوس مالہ ذھیری رستم مردان ۲۴/۲/۱۹۷۳ء

الجواب: حج سے گناہ صغیرہ اور وہ حقوق اللہ جن کیلئے قضا نہ ہو معاف ہو جاتے ہیں، اور حقوق العباد اور وہ عبادات جن کیلئے قضا مشروع ہے معاف نہیں ہوتے اور کبیرہ گناہوں کی معافی کی امید بھی ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

حج سے حقوق العباد کی معافی کی صورت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج سے صغیرہ وکبیرہ دونوں قسم کے

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۷۶ مطلب فی تکفیر الحج الکبائر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: هل الحج یکفر الکبائر قیل نعم کحربی اسلم وقیل غیر المتعلقة بالآدمی کذمی اسلم وقال عیاض اجمع اهل السنة ان الکبائر لا یکفرها الا التوبة ولا قائل بسقوط الدین ولو حقا لله تعالی کدین صلاة وزکاة نعم اثم المطل وتاخیر الصلاة ونحوها یسقط وهذا معنی التکفیر علی القول به.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۷۶ مطلب فی تکفیر الحج الکبائر)

(وهکذا فی البحر الرائق ۲: ۳۴۹ باب الاحرام مبحث العرفات کلها موقف)

گناہ معاف ہوجاتے ہیں اب بعض علماء کہتے ہیں کہ حقوق العباد معاف نہیں ہوجاتے لیکن احادیث کے عموم کی وجہ سے اس میں صغیرہ وکبیرہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے، اس مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ارشادالرحمٰن خمیس مشیط ۱۹۸۴ء ۱۱/۷

الجواب: بعض کے نزدیک ابن ماجہ کی حدیث ''فاجیب الی ما سأل'' کی بناء پر حج سے حقوق العباد بھی معاف ہوجاتے ہیں بایں معنی کہ اللہ تعالیٰ اس مظلوم کو ایک عظیم درجہ دینے سے راضی کرے گا اور اس ظالم کو معاف کرے گا، والتفصیل فی ردالمحتار ۲: ۳۴۹، ۳۵۱ فلیراجع ﴿۱﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: لحديث ابن ماجه في سننه المروى عن عبد الله بن كنانة بن عباس بن مرداس ان اباه اخبره عن ابيه ان رسول الله ﷺ دعا لامته عشية عرفة فاجيب انى غفرت لهم ماخلا المظالم فانى آخذ للمظلوم منه فقال اى رب ان شئت اعطيت المظلوم الجنة وغفرت للظالم فلم يجب عشية عرفة فلما اصبح بالمزدلفة اعاد الدعاء فاجيب الى ما سأل الحديث، وقال ابن حبان ان كنانة روى عنه ابنه منكر الحديث وكلاهما ساقط الاحتجاج وقال البيهقى هذا الحديث له شواهد كثيرة ذكرناها فى كتاب الشعب فان صح بشواهده ففيه الحجة والا فقد قال تعالى ويغفر مادون ذلك لمن يشاء وظلم بعضهم بعضا دون الشرك، وروى ابن المبارك انه ﷺ قال ان الله عزوجل قد غفر لاهل عرفات واهل المشعر وضمن عنهم التبعات فقام عمر فقال يارسول الله هذا لنا خاصة قال هذا لكم ولمن اتى من بعدكم الى يوم القيامة فقال عمر رضى الله عنه كثر خير ربنا وطاب وتمامه فى الفتح وساق فيه احاديث اخر والحاصل ان حديث ابن ماجه وان ضعف فله شواهد تصححه والآية ايضا تؤيده ومما يشهد له ايضا حديث البخارى مرفوعا من حج ولم يرفث ولم يفسق رجع من ذنوبه كيوم ولدته امه وحديث مسلم مرفوعا ان الاسلام يهدم ماكان قبله وان الهجرة تهدم ما كان قبلها وان الحج يهدم ماكان قبله الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۷۶ مطلب فى تكفير الحج الكبائر

چهل مسائل حج

مسائل حج سے متعلق مختلف قسم کی کتابیں لکھی گئی ہیں، پشتو زبان میں حضرت مفتی صاحب کا لکھا ہوا رسالہ (مسائل حج) بھی ضروری اور اہم مسائل پر مشتمل ہے جس میں حج اور عمرے کے وہ مسائل ذکر کیے گئے ہیں جو بہت ضروری ہیں اور عوام ان میں اکثر غلطیاں کرتے ہیں، اس رسالہ سے چند اہم اور ضروری مسائل برائے افادہ عام شامل فتاویٰ کیے جا رہے ہیں ... (از مرتب)

مسئلہ: (۱)...... احرام: حج یا عمرے کی نیت کو کہا جاتا ہے جس کے بعد تلبیہ پڑھی جائے، عوام چادروں کو احرام کہتے ہیں یہ غلط ہے چادروں کو احرام کی چادریں کہتے ہیں (معتبرات فقہ)۔

مسئلہ: (۲)...... اضطباع: اس کو کہتے ہیں کہ طواف کے وقت ساتوں چکر میں دایاں ہاتھ اور کندھا کھلا رکھے۔

مسئلہ: (۳)...... رمل: اس عمل کو کہتے ہیں کہ طواف کے اول تینوں چکر میں اکڑ کر شانہ ہلاتے ہوئے قریب قریب قدم رکھ کر ذرا تیزی سے چلے لیکن دوڑے نہیں۔

مسئلہ: (۴)...... ھدی: اس دنبے، بکری، گائے، بھینس اور اونٹ کو کہا جاتا ہے جو منی اور حرم میں ذبح کیے جاتے ہیں اور اس میں قربانی کی شرائط موجود ہوں۔

مسئلہ: (۵)...... جنایت: احرام یا حرم کی بے حرمتی کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۶)...... جزا اور کفارہ جنایت کی سزا کو کہتے ہیں۔

مسئلہ:(۷)......دم: دنبے وغیرہ کے ذبح کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ:(۸)......صدقہ: مقدار فطرانہ غلہ وغیرہ خیراتی دینے کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۹)......زمین حرم: مکہ معظمہ کی زمین اور مکہ معظمہ کی چاروں طرف ایک معلوم زمین کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ:(۱۰)......زمین حل: زمین حرم سے باہر میقات تک زمین کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۱۱)......میقات: اس مقام کو کہا جاتا ہے جس سے حج یا عمرے کا احرام باندھا جاتا ہے (معتبرات فقہ)۔

مسئلہ:(۱۲)......آفاق: میقات سے باہر زمین کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۱۳)......اگر ایک متمتع عمرہ ادا کرے اور پھر مکہ میں رہ جائے تو یہ متمتع اس عمرہ اور حج کے درمیان میں عمرے کر سکتا ہے اور اس پر دم لازم نہیں ہوتا۔(**ارشاد الساری، منحۃ الخالق وغیرہ**).

مسئلہ: (۱۴)......رمضان میں عمرہ مستحب ہے اور اس عمرہ کا ثواب حجۃ الوداع کے برابر ہے۔(**ابو داؤد وغیرہ**)۔

مسئلہ: (۱۵)......جس کے پاس اتنا مال ہو کہ اس کی حیثیت سے مناسب اس کے کرایہ، نفقہ اور اس کے اہل وعیال کے نفقہ کیلئے واپسی تک کافی ہو تو اس پر حج فرض ہے (**شامی**).

مسئلہ: (۱۶)......جس پر قرض ہو جیسے مہر وغیرہ، اس قرض کی مقدار کے علاوہ اگر سابق مقدار مال اس کے پاس ہو اس پر حج فرض ہے ورنہ نہیں ہے (**شامی**)۔

مسئلہ: (۱۷)......اگر کسی تاجر کا ذریعہ معاش تجارت ہو، اس پر حج اس وقت فرض ہو جاتا ہے کہ کرایہ اور نفقہ کے علاوہ اس کے پاس اتنا سرمایہ باقی رہ جاتا ہو کہ اس پر تجارت کا کاروبار چل سکتا ہو (**هندیه**).

مسئلہ: (۱۸) جس کے پاس اتنا مال ہو کہ حج کیلئے کافی ہو لیکن مدینہ منورہ جانے اور تبرکات وغیرہ کی گنجائش نہ رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے (**قواعد فقه**).

مسئلہ: (۱۹) اگر کسی کے پاس مال ہو لیکن مکان نہ ہو تو اس نے اگر قافلوں کی روانگی سے قبل یا شوال شروع ہونے سے قبل مکان نہیں خریدا اس پر حج فرض ہوا (**هندیه**).

مسئلہ: (۲۰) اگر فقیر آدمی تکالیف برداشت کرے اور میقات تک اپنا آپ پہنچادے اور حج کی نیت کرے یا فرض حج کی نیت کرے اس کا ذمہ فریضہ حج سے فارغ ہوا، اگر اس کے بعد غنی ہو جائے اس پر دوبارہ حج فرض نہیں، اور اگر یہ فقیر میقات میں نفلی حج کی نیت کرے تو یہ نفل حج ہوا اور فرض حج پھر ادا کرے گا (**شرح لباب**).

مسئلہ: (۲۱) اگر عورت شوہر یا محرم کے بغیر سفر حج اختیار کرے، حج ادا ہوا لیکن یہ سفر گناہ کا سفر ہے اگر چہ بندرگاہ یا ائیرپورٹ پر محرم یا شوہر کھڑا ہو۔

مسئلہ: (۲۲) محرم ہر اس آدمی کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ کیلئے حرام ہو البتہ اس زمانہ فسق میں رضاعی بھائی، دیوث و بے غیرت شوہر اور جوان سال ساس کا داماد کے ساتھ ہر سفر پر جانا جائز نہیں ہے (**شامی**).

مسئلہ: (۲۳) حاجیوں کے ساتھ جلب کرنا کار ثواب ہے اگر ثواب یا اکرام یا امداد کے ارادہ سے ہو اور اگر ریا، فخر یا حاجیوں کے تقرب حاصل کرنے کیلئے ہو تو کار عذاب ہے، اسی طرح حاجیوں کا استقبال اگر دعا کرانے یا اکرام یا امداد کیلئے ہو کار ثواب ہے اور اگر دیگر اغراض کیلئے ہو تو رسم قبیح اور کار عذاب ہے (**قواعد شرع**).

مسئلہ: (۲۴) صلاۃ احرام کے وقت کندھوں اور سر کو چھپانے کا (**شرح لباب، قواعد فقه**).

مسئلہ: (۲۵) صلاۃ احرام کے بعد متصل نیت کرنا یا تلبیہ پڑھنا نہ فرض ہے نہ شرط ہے

لہٰذا اگر موسم کے خرابی کی وجہ سے اگر کوئی آدمی صلاۃ احرام ائیر پورٹ میں ادا کرے اور نیت وتلبیہ جہاز کی باقاعدہ روانگی کے بعد کرے تو اس میں کوئی گناہ نہیں (قواعد فقہ).

مسئلہ: (۲۶)...... جو لوگ حج تمتع کا ارادہ رکھتے ہیں جیسے پاکستانی حاجی اور عمرہ کا احرام کرے اس کے لئے اور اسی طرح دیگر محرموں کیلئے طواف سے پہلے اضطباع کرنا خلاف سنت ہے(شرح لباب).

مسئلہ: (۲۷)...... جب مکہ معظمہ پہنچ جائے اسے اجازت ہے کہ پہلے سامان وغیرہ مناسب جگہ پہنچادے اور اس کے بعد طواف یا عمرہ ادا کرے (شرح لباب).

مسئلہ: (۲۸)...... نیت طواف کرنے کے بعد حجر اسود کی طرف جائے اور منہ اور دونوں ہتھیلیاں اور پیشانی حجر اسود پر رکھ دے اور تین بار بوسہ لے اور چپ چپ کی آواز نہ آنے پائے۔

مسئلہ: (۲۹)...... چونکہ حجر اسود پر خوشبو وغیرہ ہوتی ہے اسلئے محرم کیلئے احتیاط یہ ہے کہ اس کو بوسہ نہ دے (قواعد فقہ).

مسئلہ: (۳۰)...... جب رکن یمانی کو پہنچ جائے تو دونوں ہاتھ یا صرف ایک ہاتھ اس پر رکھے گا نہ اس کا بوسہ لے گا اور نہ اس پر پیشانی رکھے گا، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک رکن یمانی کا بوسہ لینا سنت ہے اور اگر ہاتھ رکھنا مشکل ہو تو اشارہ نہیں کرنا چاہئے، بغیر اشارہ کے چلا جائے۔

مسئلہ: (۳۱) اگر ازدحام کی وجہ سے رمل نہ ہو سکتا ہو تو طواف کو مؤخر کرے اور اگر ازدحام کم ہونے کی امید نہ ہو طواف شروع کرے اور اول تین چکر کے دوران میں اگر موقع پالے رمل کرے (شامی).

مسئلہ: (۳۲) خانہ کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے لیکن طواف کے دوران میں خانہ کعبہ کو نہیں دیکھا جائے گا۔(غنیۃ، ایضاح نووی).

مسئلہ: (۳۳) اگر طواف کرنے والا نمازیوں کے سامنے چلتا ہے تو جائز ہے(شامی).

مسئلہ: (۳۴) اگر کسی نے ناپاک کپڑوں میں طواف کیا یہ مکروہ ہے لیکن اس پر نہ دم واجب ہے اور نہ صدقہ، خواہ یہ طواف فرض ہو یا واجب یا سنت یا نفل، اور خواہ تھوڑی جگہ ناپاک ہو یا سب کپڑے۔ (شرح لباب).

مسئلہ: (۳۵) صلوٰۃ طواف مسجد حرام، زمین حرم اور زمین حل وغیرہ میں ہر جگہ جائز ہے البتہ افضل یہ ہے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے ہو یا میزاب رحمت کے نیچے ہو (شامی).

مسئلہ: (۳۶) اگر کسی نے زیادہ طواف کئے اور آخر میں ہر طواف کیلئے دو دو رکعت نماز ادا کرے تو ذمہ فارغ ہوا اگرچہ یہ طریقہ مکروہ ہے (شامی، شرح لباب)

مسئلہ: (۳۷) آب زمزم سے تبرکا چار اندام اور غسل کیا جا سکتا ہے البتہ اس کے ساتھ استنجا، بے وضو کا وضو کرنا، غسل جنابت اور نجاست دھونا مکروہ ہے (شرح لباب). چونکہ مسجد میں وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے اسلئے آب زمزم کے ساتھ مسجد سے باہر پاک جگہ میں وضو اور غسل کیا جائے گا۔ (بحر، شامی).

مسئلہ: (۳۸) آب زمزم کا کھڑے ہو کر پینا بلا کراہت جائز ہے اور ایسا نہیں ہے کہ اس کا کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے (شامی)۔

مسئلہ: (۳۹) اگر کسی نے ایک چوتھائی سے کم سر مونڈایا یا کترایا یہ احرام سے نہیں نکلا ہے اگر کپڑے پہن لے یا خوشبو استعمال کرے اس پر دم یا صدقہ لازم ہو جاتا ہے (شامی وغیرہ)۔

مسئلہ: (۴۰) جس نے فرض حج نہیں کیا ہو اس کیلئے افضل یہ ہے کہ پہلے حج ادا کرے اور حج کے بعد زیارت روضہ مطہرہ کیلئے جائے، اور اگر یہ حج نفلی ہو اس کو اختیار ہے کہ پہلے زیارت کیلئے مدینہ منورہ جائے یا پہلے حج ادا کرے، اور جس حاجی کا راستہ مدینہ منورہ سے ہو وہ پہلے زیارت روضہ مطہرہ کرے۔ (شرح لباب) مدینہ منورہ میں حجرہ شریفہ کو بوسہ دینا، ہاتھ رکھنا، لپٹنا، سجدہ کرنا، جھکنا اور زمین بوسی وغیرہ سب ناجائز ہیں (شرح لباب).

مسائل منثورہ

...... : قال اللّٰه تعالیٰ : ......

ویطوف علیهم ولدان

مخلدون، اذا رأیتهم حسبتهم

لؤلؤا منثورا.

......﴿الدهر: ١٩﴾......

مسائل منثورہ

دارالحرب کے زیراثر ممالک سے حج کیلئے جانا ممنوع نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے مہمند ایجنسی سے لوگ افغانستان کے راستے حج کیلئے جاتے ہیں کیونکہ سہولتیں بھی زیادہ میسر ہیں اور رقم بھی کم خرچ ہوتی ہے، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ افغانستان پر روسی قبضہ کے بعد کسی مسلمان کیلئے کابل کے راستے سے حج بیت اللہ کیلئے جانا جائز نہیں ہے، یہ مسئلہ کہاں تک درست ہے، جبکہ ہمارے لوگ اس طرح کابل آتے جاتے ہیں جس طرح پہلے آتے جاتے تھے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی نورالرحمٰن یکہ غنڈ مہمند ایجنسی ......۲۰/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: جب روس اور چین سے حج بیت اللہ کیلئے جانا ممنوع شرعی نہیں ہے تو ان کے زیراثر ممالک سے سفرحج کس طرح ممنوع ہوگا ﴿۱﴾ نیز جو اسلامی ممالک امریکہ کے ذہنی غلام بلکہ محکوم ہیں وہاں سے سفرحج کی حیثیت کیا ہوگی؟۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: کل مصر فیه وال من جهتهم (ای الکفرة) تجوز فیه اقامة الجمع والاعیاد واخذالخراج وتقلید القضاة وتزویج الایامی لاستیلاء المسلم علیه ... واما بلاد علیها ولاة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین فیجب علیهم ان یلتمسوا والیا مسلما منهم.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۴: ۳۴۲ مطلب فی حکم تولیة القضاء فی بلاد تغلب الکفار)

عمرہ کے ویزہ پر سعودی عرب جاکر مزدوری کرنا شرعاً ممنوع نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عمرہ کیلئے جائے پھر اس ویزہ سے وہاں مزدوری کرتا ہے اس کیلئے یہ مزدوری کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمود خان ترناب فارم پشاور......۱۸/ذی القعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: مسلمان پر کسی اسلامی مملکت کو آمد ورفت ممنوع قرار دینا ایک کافرانہ نظام ہے جو کہ بعض مصالح کی وجہ سے مسلمان بادشاہوں نے اپنایا ہے پس اس قانون کی مخالفت کرنا قانونی جرم ہے اسلامی جرم نہیں ہے، اور جائز ملازمت کی کمائی بہر حال حلال ہے ﴿۱﴾ اور اگر یہ رہنا بالفرض شرعاً ممنوع ہو تب بھی کمائی میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ وھو الموفق

عمرہ ادا کرکے بعد میں محنت مزدوری کیلئے قیام کرنا اسلامی جرم نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ عمرہ کے ویزے سے سعودی عرب جاکر عمرہ ادا کرنا چاہتا ہے عمرہ کے بعد بندہ کا ارادہ وہاں پر محنت مزدوری کرنے کا ہے، کیا اسلام میں یہ جائز ہے کہ آدمی عمرہ کیلئے جاکر وہاں محنت مزدوری کیلئے قیام کرے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عطامحمد اضاخیل نوشہرہ......۲۱/رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: یہ رویہ صرف قانونی جرم ہے ﴿۲﴾ اسلامی جرم نہیں ہے جیسا کہ حج عمرہ کیلئے

﴿۱﴾ عن رافع بن خديج قال قيل يا رسول الله اى الكسب اطيب قال عمل الرجل بيده و كل بيع مبرور رواه احمد.

(مشكواة المصابيح ۱: ۲۴۲ باب الكسب وطلب الحلال الفصل الثالث)

﴿۲﴾ گو کہ یہ حکومت سعودیہ کے قانون کی خلاف ورزی ہے اور یہ انتہائی غیر مناسب رویہ ہے کیونکہ پھر حکومتی کارروائی کی وجہ سے فضیحت اٹھانا پڑتا ہے عزت نفس مجروح ہونے اور تذلیل وتحقیر کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے (از مرتب)

جاتے وقت تجارت کا ارادہ رکھنا اسلامی جرم نہیں ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حاجی کیلئے سعودی سے سونا لانے میں کوئی حرج نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص حج پر جائے اور واپسی پر وہ اپنے ساتھ چھپکے سے سونالائے پھر یہاں اس کا کاروبار کر کے منافع کمائے اور اس منافع سے وسیع کاروبار شروع کرے یہ حلال ہے یا حرام؟ آپ حضرات اس پر دلائل پیش کریں اور مسئلہ پر دارالعلوم کا مہر اور دستخط ہونی چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اشتیاق حسین بازار طور روڈ ہوتی مردان ۱۹۶۹ء/۴/۸

الجواب: سعودی عرب سے حاجی کیلئے سونا لانے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ مقصود بالذات حج ہو، قال الله تعالیٰ: لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم (الآیة)﴿۲﴾ بے شک اگر ایک شخص ایسا ہو کہ اس کا مقصود سونا ہو یعنی اگر سونالانے کی امید نہ ہو پھر حج کیلئے نہیں جاتا ہو، اس

﴿۱﴾ عن ابی امامة التیمی قال قلت لابن عمر: انا نکری فهل لنا من حج؟ قال الیس تطوفون بالبیت، وتأتون المعرف، وترمون الجمار، وتحلقون رؤوسکم؟ قال قلنا: بلی، فقال ابن عمر: جاء رجل الی النبی ﷺ فسأله عن الذی سألتنی فلم یجبه، حتی نزل علیه جبریل بهذه الآیة "لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم" فدعاه النبی ﷺ فقال انتم حجاج (تفسیر ابن کثیر ۱:۳۸۶ البقرة آیت: ۱۹۲)

﴿۲﴾قال العلامة الخلوتی الصاوی المالکی: فلا بأس بالتجارة بالحج اذا کانت لا تشغله عن افعاله واختلف هل التجارة تنقص ثواب الحج اولا. قال بعضهم ان کانت التجارة اکبر همه ومبلغ عنمه سقط الفرض عنه ولیس ثوابه کمن لا قصد له الا الحج، وان استوی الامران فلا یذم ولا یمدح وان کانت التجارة تبعا للحج فقد حاز خیر الدنیا والآخرة. (حاشیة الصاوی علی الجلالین ۱:۱۵۳ سورة البقرة آیت: ۱۹۸)

صورت میں یہ شخص سفرِ حج کے ثواب سے محروم ہوگا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مقاماتِ مقدسہ کے ماڈلوں سے مناسکِ حج کی تعلیم دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آسانی پیدا کرنے کیلئے اگر کوئی شخص خانہ کعبہ اور دیگر مقاماتِ مقدسہ کے ماڈلوں کے ذریعہ مناسکِ حج کی تعلیمات دینا چاہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: پروفیسر محبوب گل اکوڑہ خٹک ۲/شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس طریقہ سے یعنی طریقہ تمثیل سے تعلیم دینا مفید اور مؤثر ہوتا ہے اسی وجہ سے قرآن وحدیث میں بہت سی تمثیل ذکر کئے گئے ہیں، کالتمثیل بالکلب ﴿۲﴾ وبیت العنکبوت ﴿۳﴾ وتشبیک الاصابع ﴿۴﴾ والخط المحیط بالخطوط وغیر ذلک ﴿۵﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: وتجرید السفر عن التجارة احسن ولو اتجر لا ینقص ثوابه کالغازی اذا اتجر کما ذکره الشارح فی السیر واما عن الریاء والسمعة والفخر ظاهرا او باطنا ففرض وخلط التجارة بهذا القسم کما فی فتح القدیر مما لا ینبغی.
(البحر الرائق ۲: ۳۰۹ کتاب الحج قبیل فرض مرة علی الفور)

﴿۲﴾ قال الله تبارک وتعالیٰ: فمثله کمثل الکلب ان تحمل علیه یلهث او تترکه یلهث.
(سورة الاعراف: پارہ: ۹ آیت: ۱۷۶)

﴿۳﴾ قال الله تبارک وتعالی: مثل الذین اتخذوا من دون الله اولیاء کمثل العنکبوت.
(سورة العنکبوت آیت: ۴۱ پارہ: ۲۰)

﴿۴﴾ عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ قال فیلتأم علیه حتی یلتقی علیه وتختلف اضلاعه قال قال رسول الله ﷺ باصابعه فادخل بعضها فی جوف بعض الخ. (سنن الترمذی ۲: ۶۹ بعید باب ماجاء فی صفة اوانی الحوض)

﴿۵﴾ عن عبد الله قال خط النبی ﷺ خطا مربعا وخط (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وی سی آر وغیرہ کے ذریعے مساجد میں مناسک حج وعمرہ دکھلانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد کے اندر وی سی آر وغیرہ فلم کے ذریعے مناسک حج وعمرہ کی تربیت دینا جائز ہے یانہیں؟ بینو اتو جروا

المستفتی: ڈاکٹر ریاض الرحمٰن سٹیلائٹ ٹاون راولپنڈی.....۷/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: چونکہ یہ بصری تربیت جاندار کی تصویر کشی پر موقوف ہے ﴿۱﴾ لہٰذا یہ طریقہ تربیت بہر حال ناجائز ہے خواہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر کسی مکان میں ہو، دینی امور کی تعلیم کو غیر دینی طریقہ سے دینا جائز نہیں اور قابل اعتراض ہے ﴿۲﴾۔ .....

(بقیہ حاشیہ) خطا فی الوسط خارجا منه وخط خططا صغارا الی هذا الذی فی الوسط من جانبه الذی فی الوسط فقال هذا الانسان وهذا اجله محیط به وهذا الذی هو خارج امله وهذ الخطط الصغار الاعراض فان اخطأه هذا نهسه هذا وان اخطأه هذا نهسه هذا، وعن انس قال خط النبی ﷺ خطوطا فقال هذا الامل وهذا اجله فبینما هو كذلك اذ جاء ه الخط الاقرب رواهما البخاری. (مشكوٰة المصابیح ۲: ۴۴۹ باب الامل والحرص الفصل الاول)

﴿۱﴾ وفی المنهاج: اعلم ان صناعة صور الحیوانات حرام مطلقا صغیرة كانت او كبیرة لورود اللعنة علی المصور رواه البخاری ولورود تعذیبه بنفخ الروح فیها رواه البخاری، وفرق الصورة من العكس واضح لان الصورة تكون باقیة والعكس لا یبقی بعد زوال المحاذاة كعكس الرائ فی المرآة والماء وبالصناعة الجدیدة یبقی ویقال له الصورة فحكمه حكم الصورة. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۵: ۲۱۵ باب ماجاء فی الصورة)

﴿۲﴾ حج کے فلم سنانے اور بنانے میں جو فوائد بیان کئے جاتے ہیں مثلاً حج کا شوق پیدا ہونا اور طریقہ حج میں آسانی وغیرہ لیکن دوسری طرف ان کے گناہ ان کے فوائد سے زیادہ ہیں مثلاً تصاویر جاندار، غیر محرمات، اور شعائر حج کو بطور تماشہ پیش کرنا وغیرہ سب حرام ہیں، بلکہ یہ پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کے اس قول کا مصداق ہے، قال الشیخ عبد القادر الجیلی: لو قال عادتی انی متی شربت (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تعجب ہے کہ تاریک زمانہ کے اعراب سمعی طریقہ سے تربیت حاصل کر سکتے تھے اور روشن زمانہ کے دانشمند اور دانشور یہ تربیت حاصل نہیں کر سکتے ہیں، بہر حال مناسب یہ ہے کہ حکومت بجائے سرکاری ملازمین کے ہر سو آدمیوں کیلئے ایک مستند عالم امیر اور معلم مقرر کرتا رہے اور اس کی ہدایات کے موافق حج ادا کرواتا رہے۔ وھو الموفق

ملازمین کی حج کمیٹی کیلئے شرائط وضوابط اور پالیسی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملازمین نے حج کمیٹی تشکیل دی ہے۔ (۱) ہر خواہشمند ملازم کے پندرہ روپیہ ماہوار کٹوتی کی جائے گی۔

(۲) اس کٹوتی کی رقم سے ہر سال جمع شدہ رقم کے مطابق ورکروں کو حج پر بھیجا جائے گا۔

(۳) مطلوبہ آدمیوں کا چناؤ قرعہ اندازی سے کیا جائے گا۔

(۴) جس کا نام قرعہ میں نکل آئے اس کو اجازت ہے کہ وہ اپنا والد یا بیوی وغیرہ بھیج دے۔

(بقیہ حاشیہ) الخمر كففت عن الحرام لم يبح له ولو قال عادتي اذا شهدت المرد والاجنبيات وخلوت بهم اعتبرت في حسنهم لم يجوز له ذلك واجيب ان الاعتبار بغير المحرمات اكثر من ذلك وانما هذه طريقة من ارادة الحرام بطريق الله عز وجل فيركب هواه فلا نسلم لاصحابها ولا نلتفت اليهم. (غنية الطالبين ۲۵)

بہر حال! حج کے فلم بنانے میں ضرر عام ہے اور حج کے احکامات سے کسی حاجی کی عدم واقفیت ضرر خاص ہے جو کئی جائز ذرائع سے دور کیا جا سکتا ہے اور اس قسم کے حالات میں فقہاء کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام، وقال الشيخ محمد خالد الآتاسي: وهذه قاعدة مهمة من قواعد الشرع مبنية على المقاصد الشرعية في مصالح العباد استخرجها المجتهدون من الاجماع ومعقول النصوص. فقد ذكر حجة الاسلام الامام الغزالي في المستصفىٰ ما ملخصه ان الشرع انما جاء ليحفظ على الناس دينهم وانفسهم وعقولهم وانسابهم واموالهم فكل ما يكون بعكس هذا فهو مضرة يجب ازالتها ما امكن. (شرح المجلة للآتاسي ۱: ۶۲ المادة: ۲۶) ازمرتب

(۵) اگر قرعہ میں ادارہ سے بھی نام نکل آیا اور ورکروں کی طرف سے بھی، اس صورت میں بھی
. رکروں کی طرف سے اپنا والد یا بیوی حج پر لے جا سکتا ہے۔

(٦) ریٹائرمنٹ تک اگر کسی ملازم کا نام قرعہ میں نہیں نکلا اس صورت میں وہ ملازم اگر چاہے اپنی رقم واپس لے سکتا ہے، بشرطیکہ اس کی کٹوتی پانچ سال تک ہو چکی ہو۔ **بینوا توجروا**

المستفتی: مرزا الیاس احمد واہ سیمنٹ ورکس راولپنڈی ...... ۹/ رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: (۱) یہ شرط اور ضابطہ خلاف شرع نہیں ہے۔

(۲) دوسری شرط بھی خلاف شرع نہیں ہے۔

(۳) یہ قرعہ جائز ہے اس میں ہار جیت نہیں ہے۔

(۴،۵) یہ شرائط بھی جائز ہیں۔

(٦) یہ خلاف شرع ہے کیونکہ یہ کٹوتی ملازم کی ملکیت سے خارج (وقف) نہیں ہے بلکہ کمیٹی کے پاس امانت ہے ملازم یا اس کے ورثا کی اجازت کے بغیر کوئی کٹوتی خورد برد نہیں کی جائے گی۔ **وھو الموفق**

حج کمیٹی کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ یہاں گھی ملز میں مزدوروں نے متفقہ طور پر ''حج کمیٹی'' کے نام سے ایک تنظیم بنائی ہے جو ہر سال قرعہ اندازی کے ذریعہ منتخب شدہ ورکروں کو حج بیت اللہ کیلئے بھیجتی ہے، جبکہ گھی ملز کے ورکروں کیلئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ ہر ماہ اپنی تنخواہ میں سے طوعاً یا کرہاً مبلغ دس روپے لازماً کمیٹی کو جمع کرائے گا، بصورت دیگر حج کمیٹی کے دستور العمل میں یونین کی بنیاد پر چندہ نہ دینے والے ورکر کے خلاف تادیبی کارروائی کی سفارش بھی کی گئی ہے اب حضور والا سے استدعا ہے کہ قرآن وحدیث فقہ اور اجماع امت کی روشنی میں باحوالہ تحریر فرمائیں کہ متذکرہ اقدام کہاں

تک صحیح ہے کیا اس صورت میں اس عازم حج کا حج ادا ہوجائے گا اور یہ حج نفلی ہوگا یا فرضی؟ بینوا توجروا

المستفتی: حمید الرحمن خطیب فضل و تجیٹبل گھی ملز اسلام آباد ۱۴/ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب: ایسی تنظیم بنانا بذات خود نہ ممنوع ہے اور نہ مطلوب، البتہ جبری طور سے بلا طیب خاطر کسی سے چندہ لینا ممنوع ہے، لحدیث لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منہ، رواہ البیھقی ﴿۱﴾ نیز اکثری طور سے قرعہ جوا میں داخل ہے لیکن انتظام قائم رکھنے کیلئے ممنوع نہیں ہے، کما عند القسم والاقتسام وغیرہ ﴿۲﴾ پس اگر کوئی شخص تمام شرکاء کے طیب خاطر سے اس فنڈ سے باقاعدہ مجوزہ رقم حاصل کر کے حج کرے تو حسب نیت اس کا حج ادا ہوگا۔ وھو الموفق

حج کمیٹی کے فنڈ میں غیر مسلم کا چندہ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ عرصہ پہلے گھی ملز اسلام آباد کے مسلم مزدوروں نے حج کمیٹی کے نام سے ایک تنظیم بنائی، آپس میں یہ طے پایا کہ ہر مسلم ورکرز رضا کارانہ طور پر دس روپیہ ماہانہ حج کمیٹی فنڈ میں چندہ دیا کرے گا، تاکہ ہر سال بذریعہ قرعہ اندازی ایک مزدور کو حج بیت اللہ بھیجا جائے، اب یہاں غیر مسلم مزدور اصرار کرتے ہیں کہ ہم بھی بغیر کسی قید و شرط کے بطیب خاطر

﴿۱﴾ رواہ البیھقی فی شعب الایمان ۲: ۱۰۰ والدارقطنی فی المجتبیٰ کما فی المشکوٰۃ ۱: ۲۵۵ وفی روایۃ ابن حبان رقم: ۵۹۷۸ والحاکم ۳: ۶۳۲ لا یحل لامرئ ان یأخذ عصا اخیہ بغیر طیب نفس منہ، وفی الباب عن ابن عمر وبلفظ لا یحلبن احد ماشیۃ احد بغیر اذنہ الحدیث متفق علیہ. (بلوغ المرام ۱: ۲۸۸ باب الصلح)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ویکتب اسامیھم ویقرع لتطیب القلوب فمن خرج اسمہ اولا فلہ السھم الاول الخ.

(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۵: ۱۸۴ کتاب القسمۃ)

اس کمیٹی میں چندہ دیں گے اب سوال یہ ہے کہ ان سے یہ چندہ لینا جائز ہے یا نا جائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: اصغر علی مغل وکچیٹیبل کمی مٹرا اسلام آباد..... ۱۹۸۵ء/۱۲/۷

الجواب: غیر مسلم سے یہ امداد حاصل کرنا نا جائز نہیں ہے اس میں اسلام یا مسلمان کی کوئی ذلت اور توہین نہیں ہے، البتہ یہ امداد مسلم ممبر کے چندہ کے مصرف میں صرف کی جائے گی۔ وھو الموفق

حرم میں عورتوں کے محاذات کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) حرمین شریفین میں اگر عورتیں مردوں کی صف میں ایک ہی نماز و جماعت پڑھتی ہوں تو مردوں کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ نیز عام نماز یا نماز جمعہ کا ایک حکم ہے یا علیحدہ علیحدہ؟

(۲) معلم الحجاج میں لکھا ہے کہ مرد حرم شریف میں نماز پڑھے لیکن عورتیں گھر پر نماز پڑھا کریں حرم شریف میں ان کی نماز میں ثواب کا اضافہ نہ ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیران تھائی لینڈ.....۱۹۹۰ء/۸/۱۸

الجواب: (۱) یہ ہر نماز با جماعت کا حکم ہے کہ محاذات کی صورت میں مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے البتہ اگر امام عورتوں کی اقتدا کی نیت نہ کرے اور یا یہ مرد اس عورت پر (جو کہ محاذات مرد میں کھڑی ہوتی ہے) انکار کرے یعنی نماز شروع کرنے کے بعد جب اس عورت پر اشارہ سے انکار کرے تو صرف اس عورت کی نماز فاسد ہوگی (شامی باب الامامۃ)﴿۱﴾.

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وان نوى..... امامتها..... والا ينوها فسدت صلاتها كما لو اشاره اليها بالتاخير فلم تتأخر لتركها فرض المقام فتح، قال ابن عابدين: اى فلو حاذت المقتدى بعد الشروع واشار اليها بالتاخر ولم تتأخر فسدت صلاتها دونه.

(الدر المختار مع رد المحتار ۱: ۴۲۶ قبيل مطلب الواجب كفاية هل يسقط باب الامامة)

(۲) یہ مسئلہ درست ہے اور خواتین کو حکیمانہ انداز سے سمجھانا چاہئے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حجاج کی واپسی پر برائے دعوت طعام دنبہ وغیرہ ذبح کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حجاج کرام جب حج سے واپس آتے ہیں تو لوگ ان کیلئے دعوت طعام کرتے ہیں اور دنبہ وغیرہ ذبح کرتے ہیں کیا یہ ذبح کرنا حلال ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: معین الدین.....۱۹۷۴ء/۶/۲۰

الجواب: جب ریا اور فخر ومباہات سے خالی ہو ﴿۲﴾ تو اس ذبح میں کوئی حرج نہیں بلکہ مسنون

﴿۱﴾ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ ان دونوں مسجدوں میں نماز کے ثواب کا کئی گنا ہونا فرائض کے ساتھ مخصوص ہے یا نوافل کو بھی شامل ہے، احناف و مالکیہ کے نزدیک ثواب کا کئی گنا ہونا فرائض کے ساتھ مخصوص ہے اور نوافل کا گھر میں پڑھنا قولی وفعلی نص کی وجہ سے افضل ہے، شافعیہ نے کہا ہے کہ یہ افضلیت نوافل کو بھی شامل ہے اگر چہ نوافل کا گھر میں ادا کرنا ان کے نزدیک اتباع سنت کی وجہ سے افضل ہے اور اسی طرح افضلیت کا فرائض ونوافل دونوں کو شامل ہونا مردوں کے حق میں مخصوص ہے عورتوں کیلئے یہ افضلیت نہیں ہے جیسا کہ فتح القدیر میں اس کی تحقیق کی ہے اور کہا ہے کہ یہ اسلئے ہے کہ جب ایک عورت نے آپ ﷺ کے ساتھ جماعت میں شامل ہونے کے بارے میں دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو فرمایا کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھا کرے حالانکہ عورتوں کیلئے مسجد میں جانا جائز تھا۔ (غنیۃ وفتح ملتقطا)۔

(عمدۃ الفقہ ۴: ۶۶۱ کتاب الحج)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: (ان النبی ﷺ نهی عن طعام المتباريين) ای المتفاخرين وانما كره ذلک لما فيه من المباهاة والرياء وقد دعی بعض العلماء فلم يجب فقيل له ان السلف يدعون فيجيبون قال كان ذلک منهم للموافاة والمواساة وهذا منكم للمكاة والمباهاة وروی ان عمر وعثمان دعيا الی طعام فاجابا فلما خرجا قال عمر لعثمان لقد شهدت طعاما وددت انی لم اشهد قال ما ذاک قال خشيت ان يكون جعل مباهاة رواه ابو داؤد۔

(مرقاۃ شرح مشکواۃ ۶: ۲۵۶ قبیل باب القسم کتاب النکاح)

ہے،لان النبی ﷺ ذبح حین قدم ﴿۱﴾ وکانت الصحابة رضی الله عنهم یطعمون علی زائریهم عند القدوم ﴿۲﴾. وهو الموفق

دوران طواف اردو میں دعائیں پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج میں طواف کے دوران اردو میں دعائیں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: انیس احمد......۱۳/ اگست ۱۹۸۳ء

الجواب: پڑھ سکتے ہیں البتہ یاد سے مختصر دعائیں پڑھنا (خصوصاً وہ دعائیں پڑھنا جس کے مفہوم کو جانتا ہو) اوفق بالسنت ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (عن جابر ان النبی ﷺ لما قدم المدینة) ای بعدالهجرة او بعد غزوة (نحر جزوراً او بقرة رواه البخاری) ای السنة لمن قدم من السفر ان یضیف بقدر وسعه وقال ابن الملک الضیافة سنة بعد القدوم.

(مرقاة المفاتیح ۷: ۳۳۲ باب آداب السفر)

﴿۲﴾ عن ابی هریرة فقال کلوا من هذه واخذ المدیة فقال رسول الله ﷺ ایاک والحلوب فذبح لهم فاکلوا من الشاة ومن ذلک العذق الخ.

(مشکواة المصابیح ۲: ۳٦۸ باب الضیافة)

﴿۳﴾قال الملا علی قاری: قوله داعیا ای بالدعوات المأثورة وغیرها المتعارفة المشهورة فی محالها المسطورة ...... ویصحح الفاظ الدعوات خصوصا الماثورات لئلا یلحن فیها...... لکن الاظهر ان اختیار المأثور عنه ﷺ مستحب والمروی عن السلف مستحسن ویجوز الاکتفاء بما یرد علی السالک ان کان اهلا لذلک.

(شرح لباب المناسک ۹۲، ۹۳ قبیل مطلب مهم فی قول العامة اللهم صل)

فصل فی الاحرام

احرام کی چادروں میں سفید رنگ مستحب ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر احرام کی چادریں سفید رنگ کی ہوتی ہیں کیا سفید چادریں ضروری ہیں یا اور رنگ کے بھی ہو سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: بشیر احمد چترال.... ۱۹۸۴ء

الجواب: سفید رنگ کے احرام کی چادریں مستحب ہیں واجب نہیں ہیں (ارشاد الساری)﴿۱﴾. وهوالموفق

احرام باندھنے کے بعد ایک بار تلبیہ پڑھنا شرط اور زیادہ پڑھنا سنت ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ احرام باندھنے کے بعد کتنی مرتبہ تلبیہ پڑھنا چاہئے؟ کیا تین بار پڑھنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم....۱۹۷۴ء

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ویلبس من احسن ثیابه ثوبین جدیدین تشبیها بکفن المیت وهو الافضل او غسیلین ای للطهارة والنظافة ابیضین وصف لثوبین وهو الافضل من لون آخر کما هو فی امر الکفن مقرر ولقوله ﷺ البسوا الثیاب البیض فانها اطهر واطیب وکفنوا فیها موتاکم رواه جماعة.

(ارشاد الساری ٦٨ فصل ثم یتجرد عن الملبوس المحرم)

الجواب: احرام باندھنے کی نیت کرنے کے بعد ایک مرتبہ تلبیہ پڑھنا شرط ہے اور تین بار پڑھنا مستحب اور مسنون ہے (شرح اللباب)﴿۱﴾. وهو الموفق

حالت احرام میں اضطباع کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ احرام باندھتے وقت احرام دائیں کندھے پر نہیں ڈالتے اور بعض لوگ مکہ معظمہ میں داخل ہو کر طواف کے وقت دائیں کندھے سے احرام ہٹا لیتے ہیں اور طواف شروع کر لیتے ہیں اس بارے میں صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شفیق الرحمٰن خٹک وادی بن ہیش مشیط سعودیہ ۱۹۸۶ء/۷/۶

الجواب: یہ اضطباع صرف حالت طواف میں (جو کہ احرام میں ہو اور اس کے بعد سعی ہو) سنت ہے نہ کہ نماز اور سعی میں (مناسک قاری وغیرہ)﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: والتلبیة مرة فرض وهو عند الشروع لا غیر وتکرارها سنة ای فی المجلس الاول وکذا فی سائر المجالس اذا ذکرها وعند تغیر الحالات کالاصباح والامساء ... مستحب مؤکد والاکثار مطلقا مندوب ای مطلوب شرعا ... ویستحب ان یکرر التلبیة فی کل مرة ای اذا شرعها ثلاثا وان یأتی بها ای بالثلاثة علی الولاء.

(ارشاد الساری ۷۰ فصل شروط التلبیة)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: اذا اراد الشروع فی الطواف ای فی طواف بعده سعی فانه حینئذ یسن الاضطباع والرمل له ینبغی ان یضطبع قبل شروعه فیه بقلیل ولیس کما یتوهمه العوام من ان الاضطباع سنة جمیع احوال الاحرام بل الاضطباع سنة مع دخوله فی الطواف علی ما صرح به الطرابلسی وغیره لکن قال ولو اضطبع قبل شروعه فی الطواف بقلیل فلا بأس به.

(المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط ۸۸ فصل فی صفة الشروع فی الطواف)

احرام باندھنے اور ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کتاب الحج مطبوعہ فیروز سنز کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حج کے موقع پر ایک احرام باندھنے کے بعد اور دوسرے ہر طواف کعبہ کے بعد دو رکعت پڑھنا مستحب ہے اس کے علاوہ کوئی خاص نماز مناسک میں مقرر نہیں ہے سوائے پنجگانہ کے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق غفرلہ راولپنڈی

الجواب: درمختار وغیرہ (کتاب الحج) میں مصرح ہے کہ یہ اول نماز مستحب ہے ﴿۱﴾ اور دوسری واجب ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

حالت احرام میں نماز کے وقت کندھوں کو چھپانا اور زندہ آدمی کیلئے طواف وغیرہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ (۱) حالت احرام میں نماز پڑھتے وقت کندھوں کو چھپانا ہوگا یا نہیں؟ (۲) زندہ آدمی کیلئے عمرہ یا طواف کرنے اور ایصال ثواب کرنے کی حیثیت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ اکوڑہ خٹک معرفت ناظم صاحب ......۱۳/ رجب ۱۴۰۱ھ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وصلى ندبا بعد ذلك شفعا يعني ركعتين في غير وقت مكروه قال الشامي: اى بعد اللبس والتطيب.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۷۱ فصل في الاحرام)

﴿۲﴾ قال العلامه الحصكفي: وختم الطواف باستلام الحجر استنانا ثم صلى شفعا في وقت مباح يجب على الصحيح بعد كل اسبوع عند المقام.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۸۴ مطلب في طواف القدوم)

الجواب: (۱)طواف کے علاوہ نماز وغیرہ میں کندھوں کو چھپانا مسنون ہے (ماخوذ از ردالمحتار ۲:۲۱۵)﴿۱﴾.

(۲)اس کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے (شامی باب الحج عن الغیر)﴿۲﴾. وھو الموفق

صلاۃ احرام اور صلاۃ طواف بعد العصر اور بعد الفجر پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) صلاۃ الاحرام بعد صلاۃ العصر اور بعد صلاہ الفجر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲)ان اوقات میں بعد از طواف عمرہ صلاہ طواف کی دو رکعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: معرفت ناظم اعلیٰ صاحب......۱۳/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: (۱)ان اوقات میں نماز احرام پڑھنا جائز نہیں ہے (ہندیہ ۱:۲۲۷)﴿۳﴾۔

(۲) مختلف فیہ ہے جمہور ناجائز قرار دیتے ہیں اور طحاوی نے جواز کی طرف میلان کیا ہے﴿۴﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: وفی شرح اللباب واعلم ان الاضطباع سنة فی جمیع اشواط الطواف کما صرح به ابن الضیاء فاذا فرغ من الطواف ترکه حتی اذا صلی رکعتی الطواف مضطبعا یکره لکشفه منکبه. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲:۱۸۱ قبیل مطلب فی طواف القدوم)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: الاصل ان کل من اتی بعبادة ما ای سواء کانت صلاة او صوما او صدقة او قرأة او ذکرا او طوافا او حجا او عمرة او غیر ذلک...... جمیع انواع البر کما فی الهندیة. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲:۲۵۶ مطلب فی اهداء ثواب الاعمال للغیر)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: ولا یصلیهما فی الوقت المکروه وتجزیه المکتوبة کذا فی البحر. (فتاویٰ عالمگیریة ۱:۲۲۳ الباب الثالث فی الاحرام)

﴿۴﴾ قال الملا علی قاری: واعلم انه صرح الطحاوی وغیره...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

احرام کی حالت میں اگر چادر علیحدہ ہوجائے تو تہبند کافی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایام حج میں مثلاً سخت گرمی پڑتی ہو اوراس وجہ سے چادر کو علیحدہ کر کے ہوا خوری کیلئے بیٹھ جائے یا پسینہ دور کرنے کیلئے چادر علیحدہ کرے اگر چہ تہبند برحال خود باندھا ہے کیا اس سے احرام وحج پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد جمیل مردان......۱۹۷۹ء/۲/۲۲

الجواب: احرام کیلئے دو چادریں ایک تہبند کیلئے اور ایک چادر کیلئے جو کندھوں پر ڈالی جاتی ہے پس ستر عورت کیلئے تہبند باندھنا فرض ہے اور کسی عذر کی وجہ سے صرف چادر اتار کر تہبند پر اکتفا کرے تو جائز ہے (درمختار)﴿۱﴾۔وهو الموفق

(بقیه حاشیه) بكراهة اداء ركعتي الطواف في الاوقات الخمسة المنهي عن الصلاة فيها عند ابي حنيفة وابي يوسف ومحمد ونقل عن مجاهد والنخعي وعطاء جواز ادائها بعد العصر قبل اصفرار الشمس وبعد الصبح قبل طلوع الشمس اى قبل احمرار آثارها قال الطحاوى واليه نذهب، والحاصل انهم فرقوا في المسئلة حيث جوزوها وقت الكراهة التنزيهية دون زمان الكراهة التحريمية الحاقا لصلاة الطواف من حيث انه واجب بالفرائض وسائر الواجبات والمحققون فرقوا بين قضاء الوتر واداء ركعتي الطواف ولو كانا واجبين الخ.

(المسلك المتقسط ۱۰۷ فصل في واجبات الطواف)

﴿۱﴾قال العلامة الحصكفي: ولبس ازار من السرة الى الركبة ورداء على ظهره ويسن ان يدخله تحت يمينه ويلقيه على كتفه الايسر فان زرره او خلله او عقده اساء ولا دم عليه...... وهذا بيان السنة والافستر العورة كاف، قال ابن عابدين: اى لبس الازار والرداء على هذه الصفة بيان للسنة والا فساتر العورة كاف فيجوز في ثوب واحد او اكثر من ثوبين.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۷۱ فصل في الاحرام)

محرم کیلئے حرم میں رات گزارنے اور سر و پاؤں کو ڈھانپنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) میں نے جب احرام باندھ لیا تو رات کو وہی میقات ہی میں رہا، جب لیٹ گیا تو مچھر سے تنگ آ کر سر اور پاؤں کو احرام کی چادر میں ڈھانپ لئے، اس ڈھانپنے کا کیا حکم ہے؟

(۲) محرم جب احرام باندھ لیتا ہے تو وہ رات کے وقت خانہ کعبہ پہنچ سکتا ہے یا راستہ میں آرام بھی کرسکتا ہے اور سو بھی سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ بن سالم رسول مشیط سعودیہ عربیہ ۸/محرم ۱۴۰۲ھ

الجواب: (۱) اگر آپ نے تمام حصہ رات میں سر کو ڈھانپ لیا ہو تو آپ پر دم واجب ہوا ہے ﴿۱﴾۔

(۲) محرم پر یہ ضروری نہیں ہے کہ حرم میں رات گزارے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

اہل طائف کیلئے احرام باندھنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں طائف میں ملازم ہوں اگر میں جمعہ کے دن حرم شریف کو نماز جمعہ کیلئے جاؤں تو کیا میں احرام کے بغیر مکہ معظمہ داخل ہوسکتا ہوں اور اگر طائف سے جدہ براستہ مکہ مکرمہ کسی کام کیلئے جانا چاہوں تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عزیز خان جنوبی وزیرستان ۱۹۷۹ء/۷/۱۹

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: او ستر رأسه بمعتاد اما بحمل اجانة او عدل فلا شيئ عليه يوما كاملا او ليلة كاملة وفي الاقل صدقة.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۲۰ باب الجنايات)

﴿۲﴾ قال العلامة الموردود الموصلي: ولا يضره ليلا دخل مكة او نهارا كغيرها من البلاد فاذا دخلها ابتدأ بالمسجد. (الاختيار لتعليل المختار ۱: ۱۸۹ فصل فى افعال الحج)

الجواب: اگر طائف قرن ﴿۱﴾ سے مکہ کی طرف ہو تو اہل طائف بغیر احرام کے مکہ جاسکتے ہیں ورنہ احرام ضروری ہے۔ وھو الموفق

مدینہ منورہ سے جدہ جانے والا پھر مکہ مکرمہ میں آنے کیلئے احرام کہاں سے باندھے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم مکہ معظمہ سے ایک ہزار کلومیٹر دور رہتے ہیں ہمارا میقات طائف ہے اب مثلاً ہم عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ چلے گئے اور پھر جدہ آگئے اب سوال یہ ہے کہ میرا دوست مکہ میں رہتا ہے کیا میں اب جدہ شہر سے احرام برائے مکہ باندھوں گا یا بغیر احرام کے جاسکتا ہوں؟ یا واپس مدینہ منورہ جا کر احرام باندھوں گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حضرت شیر محلہ الفلاح خمیس مشیط ۱۹۸۶ء/۷/۶

الجواب: مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت اگر آپ مکہ معظمہ کے قاصد تھے تو آپ بیرعلی

﴿۱﴾ قرن قاف کے زبر اور راء کے جزم کے ساتھ اس کو قرن المنازل، قرن الثعالب اور وادی محرم بھی کہتے ہیں، لغت فقہ المغرب میں ہے کہ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو میدان عرفات کے اوپر ہے اور شرح مصابیح میں ہے: بیضہ کی مانند ایک چکنا صاف اور مدور پہاڑ ہے عرفات کے اوپر آیا ہوا ہے اہل مکہ اور ان کے اطراف کے لوگ اس پہاڑ کو کرا کاف کے زبر کے ساتھ کہتے ہیں اور قاموس میں ہے کہ قرن اس پہاڑ کا نام بھی ہے اور اس کے متصل وادی کو بھی قرن کہتے ہیں، اور اس وادی کے اندر ایک گاؤں جو طائف کے قریب ہے اس کو بھی قرن کہا جاتا ہے، اس کے اور مکہ مکرمہ کے درمیان تقریباً دو منزل کا فاصلہ ہے اور باقانی نے شرح ملتقی الابحر میں کہا ہے کہ مکہ مکرمہ سے قرن تک پچاس میل ہے، یہ نجد کے راستہ سے آنے والوں یعنی یمامہ سے عراق تک کے تمام مقامات والوں کیلئے میقات ہے، اور بلوغ المرام کی تعلیق میں شیخ عبداللہ البسام السلفی نے لکھا ہے کہ قرن المنازل کو اب السیل الکبیر کہتے ہیں اور یطن وادی سے مکہ مکرمہ تک اس کا فاصلہ ۷۸/کلومیٹر ہے اور الفقہ الاسلامی وادلتہ میں وہبۃ الزحیلی نے لکھا ہے کہ قرن المنازل مقام سیل کے قریب ہے اور ۹۴/کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ (از مرتب)

وغیرہ میقات سے احرام عقد کریں گے ﴿۱﴾ اور اگر آپ جدہ کے قاصد تھے اور مکہ مکرمہ کو اتفاقاً روانگی ہوئی تو آپ جدہ سے احرام عقد کریں گے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

کراچی سے جدہ تک بغیر احرام کے جانے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں سعودی عربیہ سے چھٹی پر کراچی آیا تھا، اب کراچی سے بغیر احرام کے جدہ گیا، اور جدہ پہنچنے کے بعد اقامہ لگتے ہی جدہ سے برائے عمرہ چلا گیا، اب مجھ پر کوئی دم وغیرہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحق سعودیہ عربیہ......۱۳/محرم۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر آپ کا منزل مقصود جدہ تھا تو آپ پر کوئی دم واجب نہیں ہے (بحر ﴿۳﴾ شامی ﴿۴﴾)۔

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: والمواقيت ذوالحليفة مكان على ستة اميال من المدينة وعشر مراحل من مكة تسميها العوام آبار على رضى الله عنه.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۶۶ ملطب فى المواقيت)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ومن جاوز وقته غير محرم ثم اتى وقتا آخر اقرب منه واحرم جاز ولا شيئ عليه ولو جاوز الميقات ويريد بستان بنى عامر دون مكة فلا شيئ عليه. (فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۲۵۳ الباب العاشر فى مجاوزة الميقات بغير احرام)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: وقيدنا بقصد مكة لان الآفاقى اذا قصد موضعا من الحل كخليص يجوز له ان يتجاوز الميقات غير محرم واذا وصل اليه التحق باهله.

(البحر الرائق ۲: ۳۱۸ قبيل باب الاحرام)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله اما لو قصد موضعا من الحل كخليص وجدة حل له مجاوزته بلا احرام) اى مما بين الميقات والحرم والمعتبر القصد عند المجاوزة لا عند الخروج من بيته. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۶۷ مطلب فى المواقيت)

مدینہ منورہ سے جانے والا ذوالحلیفہ سے بغیر احرام کے تجاوز کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گزشتہ جمعہ ہم مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ عمرہ کی غرض سے گئے تھے، ہمیں مدینہ منورہ سے صبح روانہ ہونا تھا چاہئے تھا کہ ہم بیر علی یا ذوالحلیفہ سے احرام باندھتے مگر راستہ بھول جانے کی وجہ سے مدینہ منورہ سے مکہ کی جانب کوئی اسی کلومیٹر باہر ہم نے احرام باندھ لیا، اب ہم پر دم واجب ہوگا یا نہیں؟ اور یہ قربانی حرم میں کرنی ہوگی یا اپنے مقام پر اور ہماری طرف سے کوئی اور یہ قربانی کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سلیم صدیقی اکاونٹس ڈیپارٹمنٹ ریاض سعودیہ......۳۰/۵/۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر آپ نے جحفہ رابغ سے متجاوز ہونے سے پہلے احرام باندھا ہے ﴿۱﴾ تو آپ پر

﴿۱﴾ ذوالحلیفہ اسم تصغیر کے صیغہ سے ہے اور یہ مکہ معظمہ سے تمام مواقیت سے زیادہ فاصلہ والا میقات ہے اور اس جگہ کو عوام میں آبار علی یا بیر علی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، ذوالحلیفہ مدینہ منورہ سے علی اختلاف الروایات چھ یا سات یا چار میل کے فاصلہ پر ہے سید نورالدین سمہودی نے اپنی تاریخ مدینہ میں لکھا ہے کہ میں نے مسجد نبوی سے مسجد شجرہ تک ہاتھ سے پیائش کی تو مسجد نبوی کے دروازے باب السلام سے مسجد شجرہ تک (۱۹۷۳۲) ہاتھ پایا اور یہ پانچ میل سے کم ہوتا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک میل لوہے کے آج کل کے مستعمل ذراع کے ساتھ چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے اور مکہ مکرمہ سے ذوالحلیفہ کا فاصلہ نو یا دس مرحلے ہے اور فتح الباری میں ہے کہ ذوالحلیفہ سے مکہ معظمہ تک (۱۹۸) میل ہے وفی تعلیق البلوغ المرام للبسام السلفی: کہ مسجد نبوی سے یہ تیرہ کلومیٹر پر واقع ہے اور اس سے مکہ مکرمہ تک (۴۲۰) کلومیٹر فاصلہ ہے اور وہبۃ الزحیلی نے (۴۶۰) کلومیٹر لکھا ہے۔

جحفہ مکہ معظمہ سے شمال مغرب کی جانب تبوک کے راستہ پر واقع تھا ایک دفعہ یہاں سیلاب آیا جس نے اس گاؤں کو بہالے گیا اس لئے اس کا نام جحفہ یعنی سیلاب کا تباہ کیا ہوا ہو گیا، اس لئے اس کی جگہ کو یقین کے ساتھ متعین نہیں کر سکے اس لئے علماء نے احتیاطاً رابغ سے احرام باندھنا اختیار کرلیا ہے، رابغ جحفہ سے پہلے آتا ہے اور جحفہ رابغ سے نصف منزل یا اس کے قریب فاصلہ پر مکہ معظمہ کی طرف واقع ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دم واجب نہیں ہے، کما فی شرح التنویر وقالوا لو مر بمیقاتین فاحرامه من الابعد افضل ولو آخره الی الثانی لا شیئ علیه علی المذهب وفی ردالمحتار ۲: ۲۱۱ کالمدنی یمر بذی الحلیفه ثم بالجحفة (رابغ)﴿۱﴾ اور اگر جحفہ سے متجاوز ہوکر احرام باندھا ہو﴿۲﴾تو حرم میں (منیٰ میں مثلاً) ایک ایک دنبہ اصالۃً یا وکالۃً ذبح کریں﴿۳﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ہے اور اس کے فاصلہ میں شدید اختلاف ہے، امام نووی نے کہا ہے کہ جحفہ اور مکہ کے درمیان تین منزل کا فاصلہ ہے وفیه نظر کما فی فتح الباری، اور شیخ عبداللہ بن سالم بصری نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ جحفہ سے مکہ معظمہ تک پانچ منزل کا فاصلہ ہے اور جحفہ سے مدینہ منورہ تک سات منزل ہے اور شرح منسک المتوسط میں ہے کہ جحفہ اور مکہ کے درمیان بیاسی میل کا فاصلہ ہے اور ملا علی قاری نے بتیس میل کہا ہے لکنه غیر صحیح، غالباً اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جحفہ سے مکہ مکرمہ کیلئے مختلف راستے ہیں، اسلئے اس مسافت میں اختلاف واقع ہوا ہے، شیخ بسام السلفی نے تعلیق بلوغ المرام میں رابغ اور مکہ مکرمہ کے درمیان (۱۸۶) کلومیٹر لکھا ہے اور وہبۃ الزحیلی نے الفقہ الاسلامی وادلتہ میں (۱۸۷) کلومیٹر لکھا ہے۔ ...... (از مرتب)

﴿۱﴾(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۶۶ مطلب فی المواقیت)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: اذا دخل الآفاقی مکة بغیر احرام وهو لا یرید الحج والعمرة فعلیه لدخول مکة اما حجة او عمرة فان احرم بالحج او العمرة من غیر ان یرجع الی المیقات فعلیه دم لترک حق المیقات.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۵۳ باب مجاوزة المیقات بغیر احرام)

﴿۳﴾وفی الهندیة: ویجوز ذبح بقیة الهدایا (ای هدی المتعة والقران) فی ای وقت شاء ولا یجوز ذبح الهدایا الا فی الحرم کذا فی الهدایة.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۶۱ باب فی الهدی)

......: قال اللّٰه تعالیٰ :......

فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى فمن لم يجد فصيام ثلٰثة ايام فى الحج وسبعة اذا رجعتم.

......﴿البقرة: ١٩٦﴾......

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد ۳

باب القران والتمتع

باب القران والتمتع

اہل جدہ کیلئے تمتع اور قران کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جدہ میں رہنے والے جب حج کیلئے مکہ مکرمہ جانا چاہے تو جدہ سے احرام باندھے یا بغیر احرام کے جائے یعنی جدہ میقات کے اندر ہے یا باہر؟ اور جدہ کے لوگ قران اور تمتع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شائستہ خان بلوچ جدہ......۱۸/۵/۱۴۰۱ھ

الجواب: جن علماء نے جدہ کو میقات سے باہر شمار کیا ہے، **وھو الظاھر الراجح**﴿۱﴾ تو

﴿۱﴾ قال الشیخ المفتی نظام الدین الاعظمی الدیوبندی: خود جدہ بھی مکہ مکرمہ سے دو منزل سے کچھ زائد فاصلہ (تقریباً ۳۶/میل انگریزی سے) پر حل کبیر اور آفاق میں واقع ہے اور حد میقات وخط میقاتی جدہ سے تقریباً ایک منزل مکہ مکرمہ کی جانب آگے بڑھ کر اس خط مستقیم پر واقع ہے جو یلملم سے چل کر سیدھا رابغ وجحفہ کو پہنچتا ہے اور وہی خط مستقیم خط میقاتی ہے اور محاذاۃ میقات اسی خط پر واقع ہوتی ہے۔

کیونکہ اس خط کا مقام اور جگہ معلوم ومتعین نہیں ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حدود میقات سے تجاوز کئے بغیر مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ جائے اور میقات ومحاذات میقات کا علم ویقین نہ ہو تو کعبۃ اللہ سے دو منزل کی دوری پر ہی احرام باندھ لے، کما فی الدر المختار......اور جدہ سے قبل چونکہ کسی میقات سے یا کسی میقات کی محاذات سے تجاوز نہیں ہوتا اور نہ دو منزل سے کم کا فاصلہ مکہ مکرمہ سے کہیں ہوتا ہے اس لئے جدہ پہنچنے سے قبل احرام باندھنا واجب ولازم نہیں ہوتا...... حدود میقات یا محاذات میقات کا اگر کوئی شخص یہ مفہوم لے کہ بیت اللہ شریف سے کوئی خط مستقیم چل کر کسی میقات پر سے گزرتا ہوا سیدھا آگے بڑھتا ہوا حل کبیر وآفاق میں سمندری علاقہ میں گزرتا ہوا چلا جائے تو وہ سب خط میقاتی ہے اور اس خط پر بغیر احرام باندھے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ان علماء کے نزدیک اہل جدہ تمتع اور قران کر سکتے ہیں ﴿۱﴾ اور بغیر احرام کے (بغیر نیت عمرہ کے) مکہ معظمہ داخل نہیں ہوسکتے (شامی) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

اشہر حج میں جدی حاجی عمرہ کے بعد حج کی نیت کرے تو......؟

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید جدہ میں ہے اس نے اشہر حج میں عمرہ بھی ادا کیا ہے بعد عمرہ کے حلال ہوکر دوبارہ قران کا احرام باندھا، کیا زید پر دم واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عمر دراز ٹنڈو محمد خان سندھ

الجواب: اگر جدہ زمین حل سے باہر ہو، كما هو رأى بعض الاكابر ﴿۳﴾ تو اس شخص پر

(بقیہ حاشیہ) ہوئے آگے بڑھنا اور تجاوز کرنا حدود میقات سے تجاوز کرنا شمار ہوگا تو یہ مفہوم بچند وجوہ غلط ہے الخ۔

(نظام الفتاویٰ ۲: ۱۸۰ كتاب الحج)

(ومثله في جواهر الفقه للشيخ المفتي محمد شفيع الديوبندي)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: والمكي ومن في حكمه (اى من اهل داخل المواقيت) يفرد فقط ولو قرن او تمتع جاز واساء وعليه دم جبر.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۱۴ باب التمتع)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وحرم تأخير الاحرام عنها لمن اى لآفاقي قصد دخول مكة يعني الحرم ولو لحاجة غير الحج.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۶۷ فصل في المواقيت)

﴿۳﴾...... ☆ مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: احقر نے جہاں تک غور وفکر کیا ترجیح اسی کی معلوم ہوئی کہ بحری مسافروں کیلئے جدہ تک احرام کو مؤخر کرنا اور جدہ سے باندھنا نہ کوئی گناہ ہے نہ اس سے دم لازم آتا ہے۔

...... ☆ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری اہل ہند کیلئے بحری جہاز سے آنے کی صورت میں جدہ ہی کو ان کا میقات قرار دیتے تھے اور امداد الفتاویٰ تمہ خامسہ طبع قدیم میں ہے کہ حضرت سہارنپوری صاحب نے عرض کیا کہ مدینہ کا راستہ بند ہونے کی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دم شکر واجب ہوگا، اور اگر زمین حل یعنی مواقیت کی محاذات سے باہر نہ ہو بلکہ داخل ہو(۱) تو اس شخص پر دم

(بقیہ حاشیہ) صورت میں حج بدل کا احرام جدہ سے ہوگا، اور یہ ظاہر ہے اہل ہند کیلئے یلملم کے محاذات کسی معتبر طریقے سے نہیں ہوتی لہٰذا جدہ ان کیلئے میقات ہے۔

(ملخص جواہر الفقہ ۱: ۴۷۸، ۴۸۷ مواقیت احرام)

☆ مولانا مفتی نظام الدین اعظمی (دارالعلوم دیوبند) فرماتے ہیں: کہ خود جدہ بھی مکہ مکرمہ سے دو منزل سے کچھ زائد فاصلہ (تقریباً ۶۳/میل انگریزی میل سے) پر حل کبیر اور آفاق میں واقع ہے۔

(نظام الفتاویٰ ۲: ۱۸۰ کتاب الحج)

(۱) مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صرف اتنی بات تجاوز عن المیقات کیلئے کہ مسافت جدہ اور یلملم برابر ہے جدہ سے احرام باندھنے کیلئے کافی نہیں میرے نزدیک فقہی مسئلہ یہی ہے کہ بحری مسافر کو یلملم کی محاذات ہی سے احرام باندھنا ضروری ہے ورنہ دم لازم آئے گا اور توبہ بھی کرنا پڑے گی۔

(جواہر الفقہ ۱: ۴۸۲ حضرت بنوری کی رائے)

☆ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نتیجہ یہ کہ محاذات یلملم کا علم ہوتے ہوئے جدہ تک تجاوز بدون احرام ناجائز ہے۔

(جواہر الفقہ ۱: ۴۸۶ مفتی رشید احمد صاحب کی رائے)

☆ حضرت سیدی وشیخی واستاذی واستاذ العلماء حضرت مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم کے نزدیک ان دو رائے میں سے راجح رائے یہ ہے کہ جدہ میقات سے باہر ہے **کما صرح به في بعض الفتاوی**، اسی طرح **منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴: ۱۰۴ "باب في مواقيت الاحرام لاهل الآفاق"** میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے کہ مواقیت کے درمیان خطوط مستقیمہ کی صورت میں جدہ آفاق اور حل کبیر میں آتا ہے لیکن اس میں اس قید کا اضافہ کیا ہے کہ **بان لاتكون المسافة من هذا الخط الى مكة اقل من مرحلتين تقديما لتصريحات الفقهاء على تحقيقات العلماء،** اور دوسری رائے جو دائرہ کی صورت میں ہے اس پر فقہی اشکال کو وجہ ضعف بنایا ہے کہ **الوصول الى محيط الدائرة المارة على الميقات يكون مركزها مكة وهو تحقيق بعض الشيوخ ويرد عليه ان الذي يمر بعيدا من الميقات ولم يدر المحاذاة يلزم ان لا يصح احرامه من مرحلتين وهو خلاف تصريحات الفقهاء. (ازمرتب)**

جبر واجب ہوگا﴿۱﴾۔وهو الموفق

حج تمتع کی صورت میں دم شکر واجب اور عمرہ کے بعد احرام کھولنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند حجاج کرام حج تمتع کیلئے ذی الحجہ سے کوئی چار ماہ قبل مکہ مکرمہ پہنچے اور عمرہ کے بعد احرام کھول لیا، شوال میں ایک مہینہ مدینہ منورہ میں گزارنے کیلئے وہاں چلے گئے، اور ذی قعدہ میں واپسی پر ذوالحلیفہ میں عمرہ کی نیت سے احرام باندھا، اب سوال یہ ہے کہ یہ لوگ عمرہ کے بعد احرام کھول سکتے ہیں یا حج کی ادائیگی تک احرام میں رہ سکتے ہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ سے واپسی پر عمرہ کے بعد قبل از حج احرام کھول لینے سے دم واجب ہوتا ہے اور بعض لاباس به کہتے ہیں کہ سات ذی الحجہ یعنی یوم ترویہ یا آٹھویں ذی الحجہ کو حج کی نیت سے احرام باندھنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شفیع......۱۹۷۴ء/۳/۵

الجواب: اگر یہ شخص تمتع کا ارادہ رکھتا ہو تو ذوالحلیفہ والے عمرہ سے طواف اور سعی کے بعد احرام کھولے گا اور اس کے بعد حج کا احرام باندھے گا اور ایک دم شکر دے گا، جو کہ واجب ہے، صرح به فی القرآن﴿۲﴾ وصرح به فی الهداية والفتح﴿۳﴾......

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: (المتمتع) ذبح كالقارن...... والمكي ومن في حكمه يفرد ولو قرن او تمتع جاز واساء وعليه دم جبر.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۱۳، ۲۱۴ باب التمتع)

﴿۲﴾ قال الله تبارک وتعالیٰ: فاذا امنتم فمن تمتع بالعمرة الى الحج فمااستيسر من الهدى، فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام في الحج وسبعة اذا رجعتم. (البقرة: ۱۹۶)

﴿۳﴾ قال العلامة المرغيناني: وصفة التمتع ان يبتدى......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

...... والبحر ﴿۱﴾ وردالمحتار ﴿۲﴾ وغیرہ. وھو الموفق

مکہ مکرمہ میں مقیم کا شوال میں عمرہ ادا کرنے کی صورت میں حج افراد یا تمتع کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اٹھارہ رمضان المبارک سے مکہ مکرمہ میں بہ نیت حج مقیم ہوں شوال کے مہینہ میں میں نے عمرہ ادا کیا، اب میرے لئے شرعا کیا حکم ہے؟ کیا میں دم ادا کروں اور حج افراد کی نیت کروں یا میں حج تمتع کی نیت کروں اور قربانی کروں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحفیظ بقالہ الفضل الزاہر شارع الحج مکہ مکرمہ ۱۹۸۹ء/۶/۱۷

الجواب: اگر آپ اس عمرہ کے بعد (جو کہ شوال میں آپ نے ادا کیا ہے) قبل از حج مدینہ منورہ نہیں گئے ہوں تو آپ مفرد ہیں متمتع نہیں ہیں، اور اگر آپ اس عمرہ کے بعد قبل از حج مدینہ منورہ گئے ہوں اور وہاں سے واپسی پر عمرہ کا احرام کیا اور اس کے بعد حج کیا تو عندالامام آپ مفرد ہیں، اور اگر مدینہ

(بقیہ حاشیہ) من المیقات فی اشھر الحج فیحرم بالعمرۃ ویدخل مکۃ فیطوف لھا ویسعی ویحلق او یقصر وقد حل من عمرتہ وھذا ھو تفسیر العمرۃ، قال ابن الھمام: فتحریر الضابط للمتمتع ان یفعل العمرۃ او اکثر طوافھا فی اشھر الحج عن احرام بھا قبلھا او فیھا ثم حج من عامہ بوصف الصحۃ من غیر ان یلم باھلہ بینھما الماما صحیحا.

(ھدایۃ مع فتح القدیر ۲: ۴۲۲ باب التمتع)

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن نجیم: (قولہ وھو ان یحرم بعمرۃ من المیقات...... ثم یحرم بالحج من الحرم ویحج ویذبح) فقولہ من المیقات للاحتراز عن مکۃ فانہ لیس لاھلھا تمتع ولاقران الخ. (البحر الرائق ۲: ۳۶۲ باب التمتع)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی. ھو ان یفعل العمرۃ او اکثر اشواطھا فی اشھر الحج واقام بمکۃ حلالا ثم یحرم للحج فی سفر واحد وذبح کالقارن.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۱۱، ۲۱۲ باب التمتع)

منورہ سے واپسی کے وقت حج کا احرام کیا تو آپ متمتع ہیں (هندية از محيط) ﴿١﴾ ۔ وهو الموفق

تمتع کے تین روزے دسویں ذی الحجہ سے پہلے ایام حج میں رکھے جائیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید حج کیلئے گیا، پندرہ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچا اور چھ ذی الحجہ کو سب نقدی وغیرہ گم ہوگئی، پھر ذاتی استعمال کے کپڑے گھی وغیرہ فروخت کر کے سوڈیڑھ سو ریال حاصل کئے موجودہ رقم میں ایک یا دو قربانیاں کی جاسکتی تھی لیکن اس صورت میں جیب خالی ہو جاتی اور واپسی پر باقی ایام میں خرچہ نہ ہوتا، سات ذی الحجہ کو صحیح مسئلہ معلوم ہوا کہ روزے رکھے جائیں، چونکہ ساتویں ذی الحجہ کو روزہ ممکن نہیں تھا البتہ آٹھویں کو روزہ رکھا، پھر نویں اور دسویں ذی الحجہ کو پیدل حج کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا اسلئے دو روزے تیرہ اور چودہ ذی الحجہ کو رکھ لئے اور سات پاکستان میں رکھ لئے، اب سوال یہ ہے کہ اس حج تمتع کی قربانی جو واجب تھی کیا ان روزوں سے یہ واجب ادا ہوا، اگر ادا نہیں ہوا تو اب اس قربانی کا کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد حمزہ گورنمنٹ کالج گوجرہ ۱۹۷۴ء/۳/۲

الجواب: واضح رہے کہ اس شخص پر ذبح متعین ہوا ہے صوم سے اس کا ذمہ فارغ نہیں ہوا ہے

﴿١﴾ وفي الهندية: لو احرم لعمرة قبل اشهر الحج فقضاها وتحلل واقام بمكة فاحرم بعمرة ثم حج من عامه ذلك لم يكن متمتعا فان كان حين فرغ من الاولى خرج فجاوز الميقات قبل اشهر الحج فاهل منه لعمرة في اشهر الحج وحج من عامه فهو متمتع وان كان جاوز الميقات في اشهر الحج لم يكن متمتعا الا اذا خرج الى اهله ثم اعتمر ثم حج من عامه عند ابي حنيفه رحمه الله وعندهما هو متمتع جاوز الميقات قبل اشهر الحج او بعدها كذا في محيط السرخسي.

(فتاوى عالمگيريه ١ : ٢٤٠ الباب السابع في القران والتمتع)

پس یہ شخص دوقربانیاں کرے گا(بحر ۲: ۳٦۰)﴿۱﴾ اور یہ دوقربانیاں حرم میں کرنے ہوں گے اصالۃ یا وکالۃ اگرچہ ایام ذبح میں نہ ہو(شامی ۲: ۲۴۴)﴿۲﴾ اور گائے میں دو حصے بھی کافی ہے (بحر ۲: ۳۵۹)﴿۳﴾. وهو الموفق

دم شکر صرف قارن یا متمتع پر واجب ہے مفرد پر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قربانی صرف قارن اور متمتع پر واجب ہے یا مفرد پر بھی؟ اگر مفرد قربانی کرے تو جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: رشید گل سعودی عرب.....۱۹۸۴ء/٦/۱۹

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: والعبرة لايام النحر في العجز والقدرة وكذا لو قدر على الهدى قبل ان يكمل صوم الثلاثة ايام او بعد ما اكمل قبل ان يحلق ويحل وهو في ايام الذبح بطل صومه ولا يحل الا بالهدى ان لم يصم الثلاثة حتى دخل يوم النحر لم يجزه الصوم اصلا وصار الدم متعينا لان الصوم بدل والابدال لا تنصب الا شرعا والنص خصه بوقت الحج وجواز الدم على الاصل وعن ابن عمر انه امر في مثله بذبح الشاة فلو لم يقدر على الهدى تحلل وعليه دمان دم التمتع ودم التحلل قبل الهدى.

(البحر الرائق ۲: ۳٦۱ قبيل باب التمتع)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (ويتعين الحرم لامنى) اى بل يسن لما في المبسوط من ان السنة في الهدايا ايام النحر منى وفي غير ايام النحر فمكة هي الاولىٰ شرح اللباب.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۷۲ باب الهدى)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: (ذبح شاة او بدنة او سبعها) واطلق البدنة فشملت البعير والبقرة والسبع جزء من سبعة اجزاء وانما كان مجزئا لحديث الصحيحين

(البحر الرائق ۲: ۳۵۹ باب القران)

الجواب: قربانی (دم شکر) صرف قارن یا متمتع پر واجب ہوتی ہے نہ کہ مفرد پر، کما فی الھدایة ﴿۱﴾ وردالمحتار ﴿۲﴾ والھندیة﴿۳﴾ وغیرھا، اس میں فرض اور نفل کا کوئی فرق نہیں ہے اور اگر مفرد اس قربانی میں کمزوریوں کے ازالہ کی نیت کرے تو جائز ہے بخلاف القارن والمتمتع﴿۴﴾ اور اگر متمتع یا قارن قربانی کو رمی پر مقدم کرے تو اس پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دم واجب ہے، خلافا لمن سواہ (ھدایة﴿۵﴾ ردالمحتار﴿۶﴾ ھندیةوغیرھا). وھو الموفق

﴿۱﴾قال العلامة المرغینانی: واذا رمی الجمرة یوم النحر ذبح شاة او بقرة او بدنة او سبع بدنة فهذا دم القران لانه فی معنی المتعة والهدی منصوص علیه فیها.

(ھدایة ۱: ۲۴۰ باب القران)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: وذبح للقران وهو دم شکر ای لما وفقه الله تعالیٰ للجمع بین النسکین فی اشهر الحج بسفر واحد. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۰۹ باب القران)

﴿۳﴾وفی الهندیة: اذا رمی جمرة العقبه یوم النحر یذبح دم القران وهذا الدم نسک من المناسک. (فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۲۳۸ الباب السابع فی القران والتمتع)

﴿۴﴾ وفی الهندیة: ثم یرجع الی منیٰ فان کان معه نسک ذبحه وان لم یکن فلا یضره لانه مفرد بالحج ولو کان قارنا او متمتعا فلا بدله من الذبح.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱ : ۲۳۱ باب فی کیفیة اداء الحج)

﴿۵﴾ قال العلامة المرغینانی: ومن اخر الحلق حتی مضت ایام النحر دم عند ابی حنیفة وکذا اذا اخر طواف الزیارة وقالا لا شیئ علیه فی الوجهین وکذا الخلاف فی تاخیر الرمی وفی تقدیم نسک علی نسک کالحلق قبل الرمی ونحر القارن قبل الرمی

(ھدایة ۱ :۲۸۷ باب الجنایات)

﴿۶﴾قال العلامة الحصکفی: او قدم نسکا علی آخر فیجب فی یوم النحر اربعة اشیاء الرمی ثم الذبح لغیر المفرد ثم الحلق ثم الطواف لکن لا شیئ (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

قربانی کی استطاعت رکھنے کے باوجود روزے رکھنا کافی نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حاجی وہاں قربانی نہ کرے اوردس روزے متواتر رکھے کیااس پردم واجب ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالمجید پشاور شہر ۱۴/صفر ۱۳۹۵ھ

الجواب: جوحاجی متمتع یا قارن ہواس پرقربانی لازم ہےاورعدم قدرت کی صورت میں دس روزے رکھنا کافی ہے،لیکن باوجودقدرت کے روزے رکھنا کافی نہیں،قربانی (ہدیہ) ذبح کرنا ضروری ہے،

ماخوذ از ردالمحتار ﴿۱﴾. وهو الموفق

حاجی پرعیدالاضحیٰ کی قربانی واجب نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوبھائیوں میں سے ایک حج کیلئے گیا گھرپرجوبھائی رہ چکا ہے اس پراس حاجی بھائی کی طرف سے قربانی واجب ہوگی یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: مختارسید بنوی.....۱۹۸۳/۸/۱۶

الجواب: حاجی پرقربانی واجب نہیں ہے،نہ منیٰ میں اورنہ وطن میں، كمافي البدائع

(بقيه حاشيه)على من طاف قبل الرمي والحلق، قال ابن عابدين: قوله فيجب الخ لما كان قوله او قدم الخ بيانا لوجوب الدم بعكس الترتيب فرع عليه ان الترتيب واجب مع بيان مايجب ترتيبه ومالا يجب فافهم.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۲۲ باب الجنايات)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وذبح للقران وهو دم شكر وان عجز صام ثلاثة ايام آخرها يوم عرفة وسبعة بعد تمام ايام حجه فرضا او واجبا وهو بمعنى ايام التشريق.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۰۹ باب القران)

۵:۲۳ وذكر في الاصل وقال ولا تجب الاضحية على الحاج واراد بالحاج المسافر الخ﴿۱﴾ وتمام الكلام في الساري﴿۲﴾. وهو الموفق

حرمین میں مقیم حاجی پر اضحیہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب نے امسال حج پر روانہ ہونے سے پہلے مجھے کہا کہ آپ میری طرف سے ایک بکرا ذبح کریں جو کہ دم اضحیہ ہے اور مجھ پر واجب ہے، باقی دم شکر کا بکرا میں خود ذبح کروں گا، میں نے مقامی علماء سے پوچھا انہوں نے کہا وہ دم نہیں ہیں اسلئے میں نے والد صاحب کی جانب سے قربانی نہیں کی، جب وہ واپس تشریف لائے اور انہیں معلوم ہوا تو بہت خفگی کا اظہار کیا اب ازروئے شرع اس قربانی کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سردار علی خان ۲۴/۲/۱۹۷۴ء

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ۴:۱۹۵ كتاب التضحية فصل شرائط الوجوب)

﴿۲﴾ قال العلامة ملا علي قاري: اعلم ان الاضحية واجبة على كل مسلم حر مقيم موسر ويستوى فيه المقيم بالامصار والقرى والبوادى فلا تجب على المسافرين ولا على الحاج اذا كان محرما وان كان من اهل مكة كذا في الخزانة ولعل وجهه انه يجب على الحاج دم القران او متعة ويستحب لهم دم افراد فيسقط عنهم دم الاضحية تخفيفا عليهم كما سقط عنهم صلاة العيد اجماعا وكذا صلاة الجمعة بمنىٰ عند بعضهم قال السنجاري في منسكه ولا تجب الاضحية على المسافر والحاج لان فيه الحاق المشقة بالمشقة وتجب على اهل مكة لعدم المشقة فيهم ولعله اراد باهل مكة من لم يحج منهم ولا يبعد انه اذا اراد عمومهم فقد قال الحدادى واما اهل مكة فتجب عليهم وان كانوا حجوا كذا في الكرخي وذكر في الخجندى انها لا تجب على الحاج اذا كان محرما وان كان من اهل مكة، والله اعلم.
(ارشاد الساري ۲۶۳ مطلب في التحقيق في اضحية اهل مكة اذا حجوا)

الجواب: محترم وعلیکم السلام کے بعد واضح رہے کہ اگر آپ کے والد صاحب رمضان میں مدینہ منورہ گئے ہوں اور وہاں سے شوال میں عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ واپس ہوا ہو تو آپ کے والد صاحب متمتع تھے اس پر دم تمتع واجب ہوا ہے جو کہ اس نے ادا کیا ہے اور چونکہ آپ کے والد صاحب حرمین میں مقیم تھے، **کما هو الظاهر لانه نوىٰ اكثر من خمسة عشر يوما**، لہٰذا اس پر اضحیہ واجب تھا ﴿۱﴾ اور جب آپ نے اس کی طرف سے اضحیہ ذبح نہیں کیا ہے تو ابھی ایک متوسط شاۃ (دنبہ) جو کہ چھ ماہ سے زائد عمر کا ہو اور اتنا فربہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو کی قیمت مساکین میں تقسیم کریں، **كما في ردالمحتار ٥: ٢٨٠** ﴿۲﴾ . **وهو الموفق**

ایام النحر میں دم نہ کرنے والا حاجی اب کیا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک حاجی ایام النحر میں

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: وذكر في الاصل وقال: ولا تجب الاضحية على الحاج واراد بالحاج المسافر فاما اهل مكة فتجب عليهم الاضحية وان حجوا لما روىٰ نافع عن ابن سيدنا عمر رضى الله عنهما انه كان يخلف لمن لم يحج من اهله اثمان الضحايا ليضحوا عنه تطوعا. (بدائع الصنائع ۴: ١٩٥ كتاب التضحية فصل شرائط الوجوب) ومثله في ارشاد السارى ١: ٢٦٣ مطلب في التحقيق في اضحية اهل مكة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله وتصدق بقيمتها غني شراها اولا) وتعقبه الشيخ شاهين بان وجوب التصدق بالقيمة مقيد بما اذا لم يشتر اما اذا اشترى فهو مخير بين التصديق بالقيمة او التصدق بها حية كما في الزيلعي ابوالسعود...... فبين ان المراد اذا لم يشترها قيمة شاة تجزئ في الاضحية كما في الخلاصة وغيرها قال القهستاني او قيمة شاة وسط كما في الزاهدي والنظم وغيرهما.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ٥: ٢٢٦ كتاب الاضحية)

لاعلمی، بھول یا کسی اور وجہ سے دم ادا نہ کرے جبکہ فریضہ حج سے پہلے برائے زیارت مدینۃ الرسول ﷺ گیا ہو اب یہ حاجی ایک دم ادا کرے گا یا دو؟ اور ایام النحر میں یا دوسرے ایام میں بھی ادا ہوسکتا ہے؟ نیز زمین حرم میں یا زمین حل میں بھی ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل ہادی حقانی خرکی ضلع مردان......۱۹۷۴ء/۹/۸

الجواب: اگر یہ حاجی مدینہ منورہ سے رمضان میں واپس ہوا ہو تو اس پر دم تمتع نہیں ہے البتہ اگر اس نے عام قربانی ایام نحر میں نہیں کی ہو تو وہ ایک شاۃ کی قیمت بطور تصدق مساکین میں تقسیم کرے ﴿۱﴾ اور اگر مدینہ منورہ سے شوال میں عمرہ کے احرام سے آیا ہو تو اس پر دم تمتع واجب ہوگا ﴿۲﴾ اور تاخیر کی وجہ سے دم جنایت بھی واجب ہوگا، اور زمین حرم کے ساتھ مختص ہوگا (ہندیہ) ﴿۳﴾ اور اگر یہ حاجی وقوف عرفات سے پہلے فوت ہوا ہو تو اس پر نہ قربانی ہے اور نہ دم تمتع وغیرہ، پس اگر اس حاجی نے حج مکمل کیا ہو لیکن دم تمتع ذبح نہ کیا ہو تو کسی کو وکیل بنا کر حرم میں دو دنبے وغیرہ ذبح کروائے خواہ ایام حج میں ہو یا پہلے ہو۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وتصدق بقيمتها غني شراها او لا لتعلقها بذمته بشرائها او لا فالمراد بالقيمة قيمة شاة تجزى فيها.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۵: ۲۲۶ قبيل فروع كتاب الاضحية)

﴿۲﴾ وفي الهندية: والمتمتع من يأتي باعمال العمرة في اشهر الحج اويطوف اكثر طوافها في اشهر الحج ثم يحرم بالحج ويحج من عامه ذلك قبل ان يلم باهله بينهما الماما صحيحا. (فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۲۳۸ باب القران والتمتع)

﴿۳﴾ وفي الهندية: لا يجوز ذبح هدى المتعة والقران الا في يوم النحر حتى لو ذبح قبله لا يجوز اجماعا وبعده كان تاركا للواجب عند الامام فيلزمه دم ويجوز ذبح بقية الهدايا في اى وقت شاء ولا يجوز ذبح الهدايا الافي الحرم.

(فتاوى عالمگيريه ۱: ۲۶۱ الباب السادس عشر في الهدى)

حج کی قربانی سے کھانا ضروری نہیں خون بہانے سے ثواب مل جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج میں لاکھوں قربانیاں ہوکر آخر میں اسے جلایا جاتا ہیں لوگ تھوڑا بہت گوشت کھالیتے ہیں باقی چھوڑ دیتے ہیں اور ضائع ہو جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لیفٹیننٹ محمد دین جدہ سعودیہ ۱۹۸۳ء/۸/۱۰

الجواب: قربانی کے گوشت میں سے کھانا ضروری نہیں خون بہانے سے ثواب مل جاتا ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابی بکر بن علی الحداد الیمنی: الاضحیة اراقة الدم من النعم دون سائر الحیوان والدلیل علی انها الاراقة انه لو تصدق بعین الحیوان لم یجز والصدقة بلحمها بعد الذبح مستحب ولیس بواجب حتی لو لم یتصدق به جاز قال فی الواقعات شراء الاضحیة بعشرة دراهم خیر من التصدق بالف درهم لان القربة التی تحصل باراقة الدم لا تحصل بالصدقة. (الجوهر النیرة ۲: ۲۸۱ کتاب الاضحیة)

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بفتاوی فریدیہ

باب الحج عن الغیر

......: عن ابن عباس :......

ان امرأة سألت النبی ﷺ فقالت:
ان ابی شیخ لایستوی علی البعیر
أدرکته فریضة الله؟ فقال رسول
الله ﷺ: حجی عنه.

بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی،
موطأ، نسائی، ابن ماجه، دارمی

باب الحج عن الغیر

حج عن الغیر میں حج تمتع کرنا جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند آدمیوں نے حج بدل کاارادہ کیا ہے، معلم الحجاج ملقب باشرف المناسک میں لکھا ہے کہ حج عن الغیر کرنے والا تمتع نہیں کرسکتا، اور تمتع اجازت سے بھی جائز نہیں، مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی شارح سنن ابی داؤد بھی عدم جواز کا فتویٰ دیتے تھے.
اب پوچھنا یہ ہے کہ حج عن الغیر میں تمتع ہوسکتا ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالجلیل کربوغہ شریف.....۱۹۷۸ء/۸/۹

الجواب: حج بدل میں جب آمر کی اجازت سے قران اور تمتع کئے جائیں تو اس میں اختلاف ہے، ملاعلی قاری ﴿۱﴾ اور حضرت گنگوہی ﴿۲﴾ وغیرہ نے عدم جواز کو مختار کیا ہے اور ارشاد الساری ۳۰۴ نے

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ان هذا القید سهو ظاهر اذ التفویض المذکور فی کلام المشائخ مقید بالافراد والقران لاغیر...... واما ما فی قاضی خان من التخییر بحجة او عمرة وحجة او بالقران فلا دلالة علی جواز التمتع اذالواو لا تفید الترتیب فیحمل علی حج وعمرة بان یحج اولا عنه ثم یأتی بعمرة له ایضا.

(ارشاد الساری الی مناسک القاری ۳۰۴ قبیل فصل ولوصی المیت او وارثه......)

﴿۲﴾ قال الشیخ الجنجوهی: پس اگر آمر نے حج کو کہا اور مامور نے تمتع کردیا تو ضمان دیوے گا اور حج مامور کا ہووے گا نہ آمر کا علی ہذا...... اور تمتع کرنا کسی حال میں درست نہیں اگرچہ آمر نے اذن دیا ہو الخ۔
(تالیفات رشیدیہ (رسالہ زبدۃ المناسک ۶۴۷ باب الحج عن الغیر)

ملا علی قاری پر رد کیا ہے اور جواز کو راجح قرار دیا ہے ﴿۱﴾، قلت وهو الاقوى لان كلام ابی بكر محمد بن الفضل لغير الجواز حيث قال اذا امر غيره بان يحج عنه ينبغی ان يفوض الامر الى المأمور فيقول حج عنی بهذا المال كيف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قرانا كذا فی الخانية علی هامش الهندية ۱ : ۲۸۱ ﴿۲﴾ وكذا يقتضيه كلام غاية البيان حيث قال فی شرح قوله الهداية فان امره غيره ان يقرن عنه فالدم علی من احرم واراد بالقران الجمع بين النسكين قرانا كان او تمتعا فافهم ﴿۳﴾، واستدلال المخالف بعبارات الفقهاء لا يصح لانها وردت عند الامر بالافراد وعللوها بعدم الاذن، وفی الصورة المسؤلة يأمره الآمر بالحج وهو فی عرفنا شامل للاقسام الثلاثة وكذا لاريب فی الاذن لا سيما عند الاستيذان ومزيد التفصيل فی جواهر الفقه ۱ : ۵۰۸ فليراجع ﴿۴﴾. وهو الموفق

حج بدل میں تینوں اقسامِ حج آمر سے واقع ہوتے ہیں

سوال: حج بدل یعنی حج عن الغیر میں اگر مامور نے میقات سے احرام باندھ کر پہلے عمرہ ادا کیا خواہ

﴿۱﴾ قال الشيخ حسين بن محمد سعيد المكی: قوله فيه ان هذا القيد سهو ظاهر قال القاضی عيد فی شرحه لهذا الكتاب ولا يخفی ان هذا سهو منه لان الميت لو امره بالتمتع فتمتع المأمور صح ولا يكون مخالفا بلا خلاف بين الائمة الاسلاف فتدبر.

(ارشاد الساری الی مناسک القاری ۳۰۴ قبيل فصل ولو وصی الميت)

﴿۲﴾ (فتاوی قاضی خان علی هامش الهندية ۱ : ۳۰۷ فصل فی الحج عن الميت)

﴿۳﴾ (هداية ۱ : ۲۸۰ باب الحج عن الغير)

﴿۴﴾ (جواهر الفقه ۱ : ۵۰۸ رساله منهج الخير فی الحج عن الغير)

اپنے لئے ہو یا آمر کیلئے، بعد میں حج ادا کیا مکہ مکرمہ سے، کیا یہ حج آمر کیلئے ہوا یا نہیں؟ بعض کتب میں لایجوز مذکور ہے ان کی عبارات یہ ہیں، ان من شروط الحج عن الآمر ان یحرم من المیقات فلو اعتمر وقد امره بالحج ثم حج من مکة یضمن فی قولهم جمیعا ولا یجوز ذلک عن حجة الاسلام، الثالث عشر عدم المخالفة فلو امره بالافراد فقرن او تمتع ولو للمیت لم یقع حجه عن الآمر ویضمن النفقة الخ، اس مسئلہ میں یہاں کے علماء کرام میں بہت اختلاف ہے بعض وقوع وجواز کے قائل ہیں اور بعض عدم وقوع وعدم جواز کے قائل ہیں، براہ مہربانی وضاحت فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی نور اجان

الجواب عن عبد الله جان ناصر دکی: یہاں تفصیل کی ضرورت ہے اس کے بعد صراحتاً معلوم ہو جائے گا کہ یہ حج آمر کیلئے واقع اور جائز ہے تفصیل یہ ہے، عبارت بحر الرائق ۳۱۸:۲ لان الافاقی اذا قصد موضعا من الحل کخلیص یجوز له ان یتجاوز المیقات غیر محرم واذا وصل الیه التحق باهله، ومن کان داخل المیقات فله ان یدخل مکة بغیر احرام اذا لم یقصد الحج او العمرة وهی الحیلة لمن اراد ان یدخل مکة بغیر احرام وینبغی ان لا تجوز هذه الحیلة للمامور بالحج (لانه حینئذ لم یکن سفره للحج) ولانه مامور بحجة آفاقیة واذا دخل مکة بغیر احرام صارت حجته مکیة فکان مخالفا وهذه المسئلة یکثر وقوعها فیمن یسافر فی البحر الملح وهو مامور بالحج ویکون ذلک فی وسط السنة فهل له ان یقصد البندر المعروف بجدة لیدخل مکة بغیر احرام حتی لا یطول الاحرام علیه لو احرم بالحج فان المامور بالحج لیس له ان یحرم بالعمرة، پھر ملاحظہ ہو اسی صفحہ ۳۱۸ جلد ۲ پر عبارت منحة الخالق علی البحر لابن عابدین تحت قوله لانه

حينئذ لم يكن سفره للحج، هذا التعليل يفيد انه لا ترتفع المخالفة بخروجه بعد الى احد المواقيت واحرامه منه، ونقل كلام المولف هنا الشيخ حنيف الدين المرشدى فى شرح منسكه والفره ونقله عنه القاضى محمد عيد فى شرح منسكه كما فى حاشية المدنى على الدر المختار، ثم قال فيها ونقل الملا على قارى فى رسالته المسماة. (بيان فعل الخير اذا دخل مكة من حج عن الغير)انه وقعت مسئلة اضطرب فيها فقهاء العصر وهى ان الآفاقى الحاج عن الغير اذ انفصل عن الميقات بغير احرام للحج هل هو مخالف ام لا؟ فقيل نعم فيبطل حجه عن الآمر وان عاد الى الميقات، واحرم وقيل لا بل عليه ان يرجع الى الميقات ويحرم عن الآمر واعتمد الاولون على ظاهر ما فى المنسك الكبير للسندى ان من شروط صحة الحج عن الآمر ان يحرم من الميقات فلو اعتمر وقد امره بالحج ثم حج من مكة يضمن فى قولهم جميعا ولا يجوز ذلك عن حجة الاسلام، لانه مامور بحجة ميقاتيته الخ... ولا يصح الاعتماد عليه لان الشرط فرض لا يثبت الا بدليل قطعى فمجرد قوله من غير نقله عن مجتهد او اسناده الى دليل غير مقبول، واطال الى ان قال وبما ذكرناه افتى الشيخ قطب الدين وشيخنا سنان الرومى فى منسكه وافتى به الشيخ على المقدسى ونقل فتواه فراجعها الخ ما فى الحاشية ملخصا اقول وفى رده ما ذكره السندى نظر ، لان المسئلة منقولة والمقلد متبع للمجتهد وان لم يظهر دليله ففى التتارخانية عن المحيط ولو امره بالحج فاعتمر ثم حج من مكة فهو مخالف فى قولهم وفى الخانية ولا يجوز ذلك عن حجة الاسلام عن نفسه وكذا لو حج ثم اعتمر كان مخالفا عند العامة، وفى المحيط ولو امره بالعمرة فاعتمر اولا ثم حج عن نفسه لم يكن مخالفا وان حج اولا ثم اعتمر فهو مخالف الخ

فليتأمل وفي قول ابن عابدين فليتأمل اشارة الى جواب نظره وهو ان نقل الدليل عن مجتهد او اسناده الى دليل لا ينافي التقليد والاتباع وايضا قال ملا على قارى في كتاب المناسك ٢٥٣ وايضا فيه اشكال آخر حيث ان الميقات من اصله ليس شرطا لمطلق الحج واصالته بل انه من واجباته فكيف يكون شرطا وقت نيابته فان وجد نقل صريح او دليل صحيح فالامر مسلم والا فلا.

حاصل ما قال الملا على قارى في المنحة وفي كتاب المناسك ان الميقات اما ان يكون شرطا اولا، فان كان شرطا فالشرط فرض لا يثبت الخ ولم يأت احد بدليل قطعي الى الآن ولم يوجد، وان لم يكن شرطا بل من واجبات الحج فكيف يكون شرطا وقت نيابته فان وجد نقل صريح ودليل صريح فالامر مسلم والا فلا.

وبقوله ان الشرط فرض الخ وان الميقات من اصله ليس شرطا الخ اندفع ما قال في ردالمحتار في باب الحج عن الغير ٢١١، ٢١٢ وهذا يفيد جواز الحيلة المذكورة اذا عادل الميقات واحرم على ان البحر الرائق علل بعلتين احدهما قوله لانه حينئذ لم يكن سفره للحج وثانيهما لانه مامور بحجة افاقية وبينهما تناقض كما يظهر بادنى تامل، وهو ان قوله لانه حينئذ تعليل يفيد انه لا ترتفع المخالفة بخروجه بعد الى احد المواقيت واحرامه منه كما ذكرناه آنفا، وقوله لانه مامور بحجة آفاقية تعليل يفيد ويفهم منه انه لو خرج الى الميقات واحرم منه انه يصح ولعل البحر لهذا التناقض اتى وجاء بلفظ ينبغي وهو غير صريح في اشتراط الاحرام من الميقات وعلل الشيخ السندى بعلة واحدة وهي قوله لانه مامور بحجة ميقاتية وهي ايضا منقوضة بما قال في المنحة على البحر ٣: ٦٣ وهو (قول السندى لانه مامور بحجة ميقاتية) يفهم منه انه لو

خرج الی المیقات واحرم منه انه یصح لکن یرد علیه انه لما اعتمر جعل سفره للعمرة ولم یؤمر به فیکون مخالفا کما یفیده قوله الآتی (لانه جعل المسافة) والقول الآتی من آخر صفحة ۶۳ الی نصف سطری ثانیة ۶۴.

وایضا قال ملا علی قاری فی کتاب المناسک ۱۵۳ تحت قوله فلو امره بالافراد فقرن او تمتع به ولعل وجهه انه مامور بتجرید السفر للحج فانه المفروض علیه وینصرف مطلق الامر الیه الا انه یشکل علیه اذا امره بافراد العمرة ثم اتیان الحج بعده او صرح بالتمتع فی سفره او بتفویض الامر الیه. اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ حج آمر کی طرف سے واقع اور جائز ہے۔

المجیب۔ عبداللہ جان ناصر دکی لورآلائی

الجواب عن مفتی صاحب دامت برکاتھم: ان عبارات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حج آمر سے واقع ہوتا ہے البتہ عوام کے عرف میں حج کا افراد اور تمتع اور قران تینوں اقسام پر اطلاق ہوتا ہے لہٰذا اسی بناپر یہ حج آمر کی طرف سے واقع ہوتا ہے فافھم ﴿۱﴾. وھو الموفق

محمد فرید عفی عنہ ۲۸/ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ

﴿۱﴾ اس میں اصل یہ ہے کہ میقات کے ذکر کے بغیر امر کرنے کی صورت میں آفاقی کے میقات سے احرام باندھنا جو شرط ہے وہ میقات کا یہ امر دلالۃ ثابت ہونے کی وجہ سے ہے پس جب آمر کی اجازت اس کے خلاف واقع ہوئی مثلاً اس کو قران کا امر کیا یا اس معاملہ کو اس کے اختیار پر چھوڑ دیا تو یہ شرط بھی ساقط ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر اس نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا پھر مکہ مکرمہ سے اس کے ساتھ اس کی طرف سے حج کے احرام کو ملا لیا تو کہ اس کا قران ہوگیا تو جائز ہے اسلئے کہ اس نے اس کے امر کے مطابق ادا کر دیا ہے اور اب وہ مکہ مکرمہ سے اس کے حج کا احرام باندھنے کی وجہ سے مخالف نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کو اس کی اجازت حاصل ہے اسی طرح اگر آمر نے تمتع کا امر کیا تو تمتع میں نیابت جائز ہونے کے قول کی بناپر مامور کا تمتع کرنا بھی جائز ہو جائے گا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کسی حاجی کی جانب سے حج بدل کرنے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے پہلے حج ادا کیا ہے کیااس کی جانب سے حج بدل کرنا درست ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: حاجی ظفرالحق......۲۷/ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

الجواب: جس نے فریضہ حج ادا کیا ہوتواس کی طرف سے دوبارہ حج کرنا جائز ہے﴿۱﴾اور جس شخص نے فریضہ حج ادا کیا ہووہ دوسرے کی طرف سے بلا کراہت حج بدل کرسکتا ہے﴿۲﴾۔وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) پس یہ میقات سے احرام کی شرط نیابت حج کیلئے فی نفسہ شرط نہیں ہے بلکہ آمر کے امر سے دلالۃ ثابت ہونے کی وجہ سے ہے(عمدۃ الفقہ ۴:۲۵۴) بالاقول سے یہ معلوم ہوا کہ ہمارے عرف میں چونکہ حج یہی مشہور قسم یعنی تمتع کا نام ہےاورعوام اس میں فرق نہیں کرتے بلکہ مطلق حج کا امر کرتے ہیں اور ہرقسم حج کی جازت ہوتی ہے،تو دلالۃ اس سے یہی حج تمتع مراد ہوتا ہے۔ نیز نظام الفتاویٰ ۱:۱۵۱میں ہے''اور اگر آمر نے قران اورتمتع کی اجازت دے دی ہےخواہ مجملاً ہی دی ہومثلاً بایں طور کہ تم کواختیار ہے کہ میری طرف سے جس طرح چاہو حج بدل کرآؤ تو اس صورت میں ماموركوحج تمتع اورقران دونوں کرنا جائز رہےگا...... كما فی الدر المختار ودم القران والتمتع والجناية على الحاج ان اذن له الآمر والا فيصير مخالفا فيضمن ، معلوم ہوا کہ باذن آمراوربغیراذنہ دونوں کاحکم یکساں نہیں بلکہ فرق ہے،انتہیٰ ،پس معلوم ہوا کہ ہمارے عرف میں حج تمتع کی اجازت مجملاً دلالۃ ہوتی ہےاورفتاویٰ قاضی خان میں ہے،اذا امر غيره بان يحج عنه ينبغي ان يفوض الامر الى المأمور فيقول حج عنی بهذا المال كيف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قرانا.

(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية ۱:۳۰۷ حج عن الغیر) از مرتب

﴿۱﴾ وفی الهندية: ففي الحج النفل تجوز النيابة حالة القدرة لان باب النفل اوسع كذا فی السراج الوهاج. (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۵۷ باب الحج عن الغیر)

﴿۲﴾ وفی الهندية: والافضل للانسان اذا اراد ان يحج (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حج بدل میں نفقہ بذمہ آمر ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ والدہ نے اپنے لڑکے کو دیگر بھائیوں سے کچھ زیادہ رقم دی تھی اب یہ لڑکا حج بدل کرنا چاہتا ہے کیا والدہ کی طرف سے اس مال پر حج بدل کیا جائے گا یا دیگر مال کی ضرورت ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مختار احمد غازی ہری پور

الجواب: حج بدل میں یہ ضروری ہے کہ خرچہ آمر کے مال سے کرنا ہوگا، کما فی ردالمحتار ۲: ۳۲۸ ﴿۱﴾. وهو الموفق

عورت کیلئے محرم نہ ملنے کی صورت میں حج بدل کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت غنی ہے اور محرم کا خرچہ بھی ادا کرسکتی ہے لیکن اسے کوئی محرم ایسا نہیں مل رہا ہے جس کے ساتھ حج کرنا جائز ہو کیا یہ عورت حج بدل کرا سکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: عورت بغیر محرم شرعی کے حج کیلئے نہیں جاسکتی ہے اور محرم یا زوج کا موجود ہونا کسی

(بقیہ حاشیہ) رجلا عن نفسه ان يحج رجلا قد حج عن نفسه ومع هذا لو احج رجلا لم يحج عن نفسه حجة الاسلام يجوز عندنا وسقط الحج عن الآمر كذا في المحيط.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۵۷ باب الحج عن الغير)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: النفقة من مال الآمر اى المحجوج عنه ومحترزه قوله الآتی ولو انفق من مال نفسه الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۵۹ قبيل مطلب شروط الحج عن الغير عشرون)

بھی وقت ممکن ہوسکتا ہے اس لئے کسی کو حج بدل کیلئے نہیں مقرر کرسکتی، البتہ اگر یہ عدم محرم ایسا دوام اختیار کرے کہ موت تک بھی اس کی امید نہ ہوتو مریض دائم کی طرح پھر حج بدل کراسکتی ہے، وفی ردالمحتار فیجوز کالمریض اذا احج رجلا و دام المرض الخ﴿۱﴾. وھو الموفق

حج بدل کرنے کی وجہ سے فقیر آدمی پر حج فرض نہیں ہوتا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک فقیر آدمی ہے اور عمرا سے اپنی والدہ کے حج بدل کیلئے بھیجنا چاہتا ہے اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ فقیر اور نادار آدمی حج بدل کیلئے نہیں جا سکتا، کیونکہ پھر اس پر خود حج فرض ہو جاتا ہے اگر وہ زمین حرم تک پہنچ جائے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حضرت سید شوڈاگئی تالاش دیر......۱۹۷۲ء/ ۸/ ۲۸

الجواب: بہتر یہ ہے کہ حج بدل کیلئے ایسا شخص بھیجا جائے جس نے فریضہ حج ادا کیا ہولیکن باوجود اس کے اگر نادار اور فقیر شخص کو روانہ کیا جائے تو اس پر حج فرض نہیں ہوتا ہے (والتفصیل فی ردالمحتار ۲: ۲۳۲)﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدین: ومن العجز الذی یرجی زواله عدم وجود المرأة محرما فتقعد الی ان تبلغ وقتا تعجز عن الحج فیه ای لکبر او عمی او زمانة فحینئذ تبعث من یحج عنها اما لو بعث قبل ذلک لا یجوز لتوهم وجود المحرم الا ان دام عدم المحرم الی ان ماتت فیجوز کالمریض اذا احج رجلا ودام المرض الی ان مات کما فی البحر وغیره.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: جاز حج الصرورة من لم یحج ...... وغیرهم اولیٰ لعدم الخلاف، قال ابن عابدین فی التنبیه: ان الفقیر الآفاقی اذا وصل الی میقات فهو کالمکی...... لکن هذا لا یدل علی ان الصرورة الفقیر کذلک لان قدرته بقدرة غیره کما قلنا وهی غیر معتبرة بخلاف ما لو خرج لیحج عن نفسه وهو فقیر فانه ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ایام حج سے پہلے مدینہ منورہ سے واپسی پر ایکسیڈنٹ میں شہید ہونے والوں کے حج کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال دو آدمی ہمارے گاؤں سے حج کیلئے گئے، عمرہ ادا کرنے کے بعد زیارت نبوی ﷺ کیلئے مدینہ منورہ چلے گئے، واپسی پر بس میں سوار ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہوئے کہ ایکسیڈنٹ میں دونوں حضرات شہید ہو گئے، اب ان کے ورثا پر ان کی طرف سے حج بدل لازمی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی امیر احمد تجوڑی لکی مروت ....۱۹/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر یہ مرحومین اس سال وفات سے قبل سال میں صاحب استطاعت تھے اور انہوں نے حج کرانے کے متعلق وصیت کی تھی تو ورثا پر ان کی طرف سے حج کرنا ضروری ہے اور اگر اسال صاحب استطاعت ہوئے ہوں اور یا وصیت نہ کی ہو تو ورثا پر حج کرنا ضروری نہیں ہے (ارشاد الساری وغیرہ)﴿۱﴾۔وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) عند وصوله الى الميقات صار قادرا بقدرة نفسه فيجب عليه.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۶۱، ۲۶۲ مطلب فی حج الصرورة)

﴿۱﴾ قال العلامة الملا علی قاری: اعلم ان كل من وجب عليه الحج وهو قادر على الاداء بنفسه وحضره الموت او خافه يجب عليه الوصية بالاحجاج عنه بعد موته فان قدر عليه اولا وعجزعن الاداء بنفسه ای بعده يجب عليه الاحجاج ..... ان فرط ای قصر فی التأخير بان وجب عليه فلم يخرج اليه فی عامه وفيه الايماء الى ان وجوب الايصاء انما يتعلق بمن لم يحج بعد الوجوب اذا لم يخرج الى الحج حتى مات فاما من وجب عليه الحج فحج من عامه فمات فی الطريق لا يجب عليه الايصاء بالحج لانه لم يؤخر بعد الايجاب وان مات قبل التمكن من ادائه سقط عنه الحج ولا تجب عليه الوصية به ای من لزمه الحج فلم يحج حتى مات قبل التمكن من ادائه (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حج بدل کیلئے جانے والا اپنا حج کرے اور بدل کیلئے حرمین میں کوئی مقرر کرے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی والدہ کیلئے عمر کو حج بدل پر بھیجنا چاہتا ہے لیکن عمر کہتا ہے کہ میں اپنے لئے حج کروں گا اور تمہاری والدہ کیلئے حرمین شریفین میں کسی کو حج بدل کیلئے منتخب کروں گا، تو مجھے اپنے حج کیلئے اور اسی طرح حج بدل والے کیلئے جو خرچ ہو وہ دو گے، کیا یہ طریقہ حج بدل صحیح ہے اور ذمہ فارغ ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: روئیداد خان نخونسوں بنکاک......۱۹۷۷ء/۹/۳۰

الجواب: نہ یہ طریقہ مذکورہ مشروع ہے اور نہ اس سے زید کی والدہ کا ذمہ فارغ ہوتا ہے، اما الاول فلان عمرا لم یحج ام زید، واما الثانی فلما فی ردالمحتار ۲: ۳۲۹ الحادی عشر ان یحج عنہ من وطنہ ان اتسع الثلث والا فمن حیث یبلغ کما سیأتی بیانہ ﴿۱﴾. وھو الموفق

پاکستانی کیلئے ابوظہبی سے حج بدل کرنے کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ہمارے ایک ساتھی کی والدہ ضعیف العمری اور کمزوری کی وجہ سے مناسک حج ادا نہیں کرسکتی اسلئے اس کا بیٹا یہاں سے والدہ کیلئے حج بدل ادا کرسکتا ہے یا پاکستان سے ادا کرے گا؟

(۲) اگر کوئی شخص فوت شدہ والدین یا کسی رشتہ دار کی طرف سے حج بدل کرنا چاہے جبکہ اس نے وصیت نہیں کی ہو تو وہ یہاں ابوظہبی سے حج بدل کراسکتا ہے یا پاکستان سے حج بدل کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اکبر ابوظہبی متحدہ عرب امارات ......۲۲/ شعبان ۱۴۰۳ھ

(بقیہ حاشیہ) سقط عنہ الفرض بالاتفاق وان مات بعد التمکن لم یسقط عند الشافعی واحمد ھذا الخ. (ارشاد الساری ۲۸۷ باب الحج عن الغیر)

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۲۶۰ مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

الجواب: (۱) اگر اس شخص کی والدہ پر حج فرض ہو تو حج بدل کرنے والا والدہ کی نفقہ پر (والدہ کے وطن) پاکستانی میقات (یلملم) سے احرام باندھے گا (شامیہ) ﴿۱﴾ اور والدہ کی اجازت سے حج کرے گا، اور اگر والدہ یہ کہے کہ وہاں ابوظہبی سے میرے لئے حج کیا جائے تو پاکستان آنے کی ضرورت نہ ہوگی (ارشاد الساری ۲۹۱) ﴿۲﴾۔

(۲) تبرع کی صورت میں توسع ہے اور یہ تنگی حج بدل اور وصیت کی صورت میں ہے ﴿۳﴾ وھو الموفق

حج بدل کیلئے جانے والے کا حرم شریف سے حج بدل کا احرام باندھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی حج بدل کیلئے جارہا ہے لیکن میقات سے حج بدل کیلئے احرام نہیں باندھا ہے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے کیا حرم شریف سے حج بدل کیلئے احرام باندھ کر حج بدل ہو جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی دل محمد محلات افغان ابوظہبی ۳/۵/۱۴۰۱ھ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله النفقة من مال الآمر الخ) ای المحجوج عنه..... ان یحج عنه من وطنه ان اتسع الثلث والا فمن حیث یبلغ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۵۹، ۲۶۰ مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

﴿۲﴾ قال العلامة الملا علی القاری: ولو اوصی ای من له وطن ان یحج عنه من غیر بلده یحج عنه کما اوصیٰ به قرب ذلک المکان الموصیٰ به من مکة او بعد.

(ارشاد الساری الی مناسک الملا علی قاری ۲۹۱ قبیل مطلب جواز اخراج البدل من مکة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجیم: وانما شرط غیر المنوب للحج الفرض لا النفل لجواز الانابة مع القدرة فی حج النفل لان المقصود منه الثواب.

(البحرالرائق ۳: ۶۲ باب الحج عن الغیر)

الجواب: اگر آمر نے تمتع کی اجازت دی ہوتو بنابر تحقیق آمر کا ذمہ فارغ ہوگا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

اگر حج فرض نہ ہوتو ایصال ثواب کیلئے حرمین میں کوئی شخص بدل کیلئے مقرر کرسکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پاکستان سے حج کیلئے چلا گیا، اس کے والدین معذور ہیں خود حج کیلئے نہیں جا سکتے ہیں اسلئے اس شخص نے حرم شریف میں دو آدمیوں کو مثلاً دو دو صد روپیہ دیئے کہ میری ماں اور باپ کی طرف سے حج بدل ادا کرو، انہوں نے یہ حج بدل ادا کیا، کیا یہ فریضہ حج ان کی طرف سے ادا ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالودود مدرس مدرسہ شمس المدارس لنڈیوا کرک

الجواب: محترم المقام مولانا عبدالودود سلمہ الرحمٰن السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امابعد! پس واضح رہے کہ صورت مسئولہ میں اگر زید کے والدین پر حج فرض نہ ہوتو اس طریقہ کار میں کوئی حرج نہیں ہے، لان ایصال الثواب لا یشترط فیه الامر وغیره بخلاف فراغ الذمة عن الواجب ﴿۲﴾ اور اگر والدین پر حج فرض ہوتو اس طریق کار سے ان کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا، کما فی الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ﴿۳﴾ والظاهر ان ههنا النفقة من مال الولد وكذا الظاهر ان الوالدين

﴿۱﴾ قال الفرغانی: اذا امر غیره بان یحج عنه ینبغی ان یفوض الامر الی المأمور فیقول حج عنی بهذا المال کیف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قرانا.
(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ۱:۳۰۷ فصل فی الحج عن الغیر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی: لو اهل بحج عن ابویه او غیرهما من الاجانب حال كونه متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما اولهما. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۲۶۲ قبیل فروع وباب الهدی)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفی: وبشرط الامر بالحج عنه (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لم یأمراہ وھذا بخلاف ما اذا ماتا فلیراجع الی باب الحج من الغیر. وھو الموفق

ضعیف والد کیلئے سعودی عرب میں مقیم بیٹے کا حج بدل کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بوڑھا اور ضعیف ہو چکا ہو اور اس پر حج فرض ہو چکا ہو لیکن خود ضعف اور بیماری کی وجہ سے حج نہیں کر سکتا، کیا اس کا بیٹا یا نواسہ جو سعودیہ یا امارات میں مزدوری کے سلسلے میں مقیم ہو اور خود حج کیا ہو کیا وہ والد کیلئے حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور حج کے بعد اس کا یہاں پاکستان میں گھر آنا ضروری ہے یا نہیں؟ یا حج کرنے سے پہلے پاکستان میں گھر آنا اور والدصاحب سے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: انجینیر عارف اللہ الیکٹریکل کالج آف ٹیکنالوجی پشاور......۱۹۸۶/۱/۱۸

الجواب: اگر آپ کے والدصاحب پر حج فرض ہو تو اپنے وطن سے کسی قریب یا اجنبی کیلئے اپنے مملوکہ مال سے حج بدل کا داخلہ کردے البتہ افضل یہ ہے کہ مسائل حج سے واقف شخص کو جو کہ ایک دفعہ حج کر چکا ہو حج کیلئے روانہ کرے (ماخوذ از مسلک المتقسط)﴿۱﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ)فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنہ الا اذا حج او احج الوارث عن مورثہ لوجود الامر دلالۃ وبقی من الشرائط النفقۃ من مال الآمر کلھا او اکثرھا وحج المأمور بنفسہ وتعینہ ان عینہ الخ. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغیر)

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: اعلم ان کل من وجب علیہ الحج وعجز عن الاداء بنفسہ یجب علیہ الاحجاج بان یحج عنہ فی حال حیاتہ او بعد مماتہ ویتحقق العجز بالموت والحبس والمنع والعرج والھرم .. والسادس ان یحج بمال المحجوج عنہ ..... والثامن ان یحج عنہ من وطنہ .. ولا یشترط لجواز الاحجاج ان یکون الحاج المأمور قد حج عن نفسہ الا ان الافضل کما فی البدائع ان یکون قد حج عن نفسہ ای للخروج عن الخلاف الذی ھو مستحب بالاجماع.

(المسلک المتقسط ۲۸۷ تا ۳۰۰ باب الحج عن الغیر)

عورت کا مرد کی طرف سے حج بدل کیلئے جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت مرد کی طرف سے حج بدل کیلئے جا سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ندیم رستم ضلع مردان

الجواب: مرد کی طرف سے عورت (محرم کے ساتھ) حج بدل کیلئے جا سکتی ہے البتہ کراہت سے خالی نہیں، کما صرح به الفقهاء ﴿۱﴾. وهو الموفق

میت کی جانب سے حج کرنے سے ذمہ فارغ ہو جائے گا ان شاء اللہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی پر حج فرض تھا مگر زندگی

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ویجوز احجاج المرأة باذن زوج لها و وجود محرم معها والعبد والامة باذن المولی مع الکراهة فیه انه لا یظهر وجه الکراهة لا سیما فی احجاج المرأة عن المرأة فان الظاهر ان یکون اولیٰ وانسب ویدل علیه اطلاق الفتاویٰ السراجیة حیث قال وسواء کان عبدا او امة من غیر ذکر امرأة.

(ارشاد الساری ۳۰۱ قبیل فصل ولو اوصیٰ ان یحج عنه)

قال العلامة ابن الهمام: ویجوز احجاج الحر والعبد والامة والحرة وفی الاصل نص علی کراهة المرأة فی المبسوط فان احج امرأته جاز مع الکراهة لان حج المرأة نقص فانه لیس علیها رمل ولا سعی فی بطن الوادی ولا رفع صوت بالتلبیة ولا الحلق.

(فتح القدیر ۳: ۷۲ باب الحج عن الغیر)

وفی الهندیة: ولو احج عنه امرأة او عبدا او امة باذن السید جاز ویکره هکذا فی محیط السرخسی.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۵۷ الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر)

میں ادا نہیں کیا اور فوت ہوا اور حج کی وصیت بھی نہیں کی کیا اب اس کے ورثا اس سے حج کر سکتے ہیں اور ذمہ فارغ ہو جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفقود العنوان.....۱۹۸۴ء/۸/۲۵

الجواب: اولاد وغیرہ میت کی طرف سے حج کر سکتے ہیں اس سے ان شاء اللہ اس کا ذمہ فارغ ہو جائے گا اگر چہ اس نے وصیت نہیں کی ہے (شامی)﴿۱﴾۔ وھو الموفق

وصی خود بھی حج بدل کر سکتا ہے اور کسی اور شخص سے بھی کرا سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے مرتے وقت اپنے لئے چار وصی مقرر کئے جن میں سے دو میت کے بیٹے اور دو اجنبی آدمی تھے، جبکہ میت کے ورثا میں نابالغ افراد بھی ہیں، وصیت یہ کی تھی کہ میری جائیداد کے ایک تہائی حصہ میں سے میرے لئے حج اور خیرات وغیرہ کئے جائیں، اب میت کے دو وصی جو وارث بھی ہیں میت کی جانب سے حج ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز غیر ورثاء وصیان حج ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا ان چاروں کے علاوہ کوئی اور اجنبی شخص حج بدل ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالستار حقانی

الجواب: یہ اوصیاء خود بھی حج بدل کر سکتے ہیں اور دوسرے شخص کو بھی بھیج سکتے ہیں، لکون الایصاء مطلقا ویدل علیه ما فی الهندیة ۱: ۲۷۶ ولو اوصیٰ المیت ان یحج عنه ولم یزد کان للوصی ان یحج بنفسه فان کان الوصی وارث المیت او دفع المال الی وارث المیت لیحج عن المیت الخ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امین ابن عابدین: (قوله الا اذا حج او احج الوارث) ای فیجزئه ان شاء الله تعالیٰ کما فی البدائع واللباب وهذا اذا لم یوص المورث.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۵۹ الباب الخامس عشر فی الوصیة بالحج)

وصی کے حج بدل پر دوبارہ استفسار

سوال: جناب مفتی صاحب! آپ صاحبان کا فتویٰ موصول ہوا لیکن نظر ثانی کیلئے دوبارہ ارسال خدمت ہے لہٰذا آپ صاحبان تسلی بخش وضاحت کے ساتھ لکھ کر بندہ کو ارسال کرے نوازش ہوگی۔

المستفتی: عبدالستار حقانی

الجواب بالوضاحة: یہ اوصیاء خود بھی حج بدل کر سکتے ہیں البتہ اس میں کچھ تفصیل ہے جو کہ اس عبارت مذکورہ اور ردالمحتار ۲: ۲۴۱ قبیل باب الھدی میں مسطور ہے اور وہ یہ ہے کہ وصی غیر، غیر وارث اجازت کا محتاج نہیں ہے (جبکہ وصی وارث اجازت کا محتاج ہے) اور وصی وارث بالغ باقاعدہ اجازت دینے کا اہل ہے نابالغ اجازت کا اہل نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حج بدل سے میت کے فراغ ذمہ کی امید ہے اگر وصیت نہ کی ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا والد بغیر ادائیگی فریضہ حج وفات پا گیا ہے اور وصیت بھی نہیں کی ہے اب اس کا وارث بیٹا ایک غیر وارث شخص کو حج بدل کیلئے مقرر کرتا ہے کیا یہ جائز ہے اور مسقط الفرض ہے؟ اگر ہے تو حج افراد کرے گا یا تمتع؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید جلال الدین مہتمم زرگری.....۱۹۷۵ء/۹/۲۵

الجواب: جس شخص پر حج فرض ہو تو وہ افراد تمتع قران میں سے جو بھی ادا کرے جائز اور مشروع ہوتا ہے لہٰذا مامور بھی باجازت ہر ایک کر سکتا ہے ﴿۲﴾ اور اسی سے اس غیر کا ذمہ فارغ ہوگا، پس

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: لو اوصى ان يحج عنه ولم يزد على ذلك كان للوصى ان يحج عنه بنفسه الا ان يكون وارثا او دفعه لوارث ليحج فانه لا يجوز الا ان تجيز الورثة وهم كبار. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۶۹ قبيل باب الهدى فى الفروع)

﴿۲﴾ قال العلامة فخر الدين الفرغانى: اذا امر غيره بان .....(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

صورت مسئولہ میں یہ شخص اصالۃً یا وکالۃً اپنے والد کا ذمہ فارغ کرسکتا ہے۔افراد،تمتع اور قران سے کوئی بھی مخل نہیں ہے، نیز عدم وصیت بھی مخل نہیں ہے، کما فی الدر المختار وبشرط الامر به ای بالحج عنه فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنه الا اذا حج او احج الوارث عن مورثه، وفی ردالمحتار ۲:۳۲۸ هذا اذا لم یوص المورث﴿۱﴾. وهو الموفق

اگر وصیت نہ کی ہو تو وارث کے حج بدل سے ان شاء اللہ ذمہ فارغ ہو جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بغیر وصیت حج کے فوت ہو جائے اور وارث اپنی خوشی سے حج بدل ادا کرے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی صالح موسیٰ زئی ۲۹/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: صورت مسئولہ میں ان شاء اللہ والد کا ذمہ فارغ ہوگا، کما فی ردالمختار ۲:۳۲۷ وان لم یوص به ای بالاحجاج فتبرع عنه الوارث فحج بنفسه او احج عنه غیره جاز والمعنی جاز عن حجة الاسلام ان شاء الله تعالیٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

حج بدل کا تفصیلی مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے خود فریضہ حج ادا کیا ہے اس سال ارادہ ہے کہ والد مرحوم کیلئے حج بدل ادا کروں کیا یہ ہو سکتا ہے جبکہ میری والدہ زندہ ہے نیز میرا دادا

(بقیہ حاشیہ) یحج عنه ینبغی ان یفوض الامر الی المامور فیقول حج عنی بهذا المال کیف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قرانا.

(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ۱:۳۰۷ فصل فی الحج عن المیت)

﴿۱﴾ الدر المختار مع ردالمحتار ۲:۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲:۲۵۹ مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

بھی فوت ہو چکا ہے اس کیلئے بھی حج بدل کرنا چاہتا ہوں یعنی دوسرے آدمی کو سارا خرچہ دے کر حج کراؤں گا کیا یہ درست ہے؟ اور حج بدل صرف رشتہ دار کر سکتا ہے یا غیر رشتہ دار بھی؟ جبکہ میری دادی ضعیف العمر ہے بہت کمزور ہے کیا دوسرے آدمی سے اس کیلئے حج کرا سکتا ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: جلال الدین تبوک سعودی عرب

الجواب: السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ آپ کے والد، والدہ اور دادا پر حج فرض تھا یا نہیں؟ اور فرض ہونے کی صورت میں انہوں نے وصیت کی ہے یا نہیں؟

(الف) بہر حال! اگر ان پر فریضہ حج عائد نہیں تھا تو آپ ان کی طرف سے حج کر سکتے ہیں اور کرا سکتے ہیں خود رشتہ دار مامور کریں یا غیر رشتہ دار، اور بغیر کسی تقید کے کر سکتے ہیں اور کرا سکتے ہیں ﴿۱﴾۔

(ب) اور اگر ان پر فریضہ حج عائد تھا اور وہ وفات پا چکے ہیں تو وصیت نہ کرنے کی صورت میں بھی کوئی پابندی نہیں ہے اور وصیت کی صورت میں یہ شرط ہے کہ نفقہ ان کا خرچ کیا جائے گا اور یلملم سے احرام باندھا جائے گا، اور ان میں سے جو شخص زندہ ہو تو عجز کی صورت میں آپ ان کیلئے حج کر سکتے ہیں اور کرا سکتے ہیں (بغیر اشتراط رشتہ دار ہونے کے) البتہ نفقہ اور میقات حسب سابق واجب الرعایت ہے (ماخوذ از شامی) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: بخلاف ما لو اهل بحج عن ابويه او غيرهما من الاجانب حال كونه متبرعا فعين بعد ذلك جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما اولهما وفي الحديث من حج عن ابويه فقد قضى عنه حجته و كان له فضل عشر حجج وبعث من الابرار. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲ :۲۶۵، ۲۶۶ باب الحج عن الغير)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وبشرط الامر به اى بالحج عنه فلا يجوز حج الغير بغير اذنه الا اذا حج او احج الوارث عن مورثه لوجود الامر دلالة وبقي من الشرائط النفقة من مال الآمر الخ.

قال العلامة ابن عابدين: الرابع الامر اى بالحج (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

والدین کوایصال ثواب کیلئے ہر قسم حج ہر جگہ سے کر سکتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں والدین میں سے کسی ایک کی طرف سے حج کرنا چاہتا ہوں کیا میں ان کیلئے حج قران کر سکتا ہوں؟ نیز میں سعودیہ عربیہ میں ہوں میں ابھی سعودی سے یہ فریضہ حج ادا کر سکتا ہوں یا وطن سے آنا لازمی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: رسول خان مشیط سعودیہ عربیہ......۸/محرم ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ والد یا والدہ نے وصیت نہیں کی ہے لہٰذا ہر جگہ سے ان کیلئے حج ادا کر سکتے ہیں خواہ قران ہو یا تمتع یا افراد ﴿۱﴾ کیونکہ یہ محض ایصال ثواب ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

والدین کیلئے حج کرنے میں والد کو مقدم رکھیں یا والدہ کو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے فریضہ حج ادا کیا ہے اب

(بقیه حاشیه)فلا یجوز حج غیره بغیر امره ان اوصیٰ به ای بالحج عنه فانه ان اوصی بان یحج عنه فتطوع عنه اجنبی او وارث لم یجز وان لم یوص به ای بالاحجاج فتبرع عنه الوارث وکذا من هم اهل التبرع فحج ای الوارث ونحوه بنفسه ای عنه او احج عنه غیره جاز والمعنی جاز عن حجة الاسلام ان شاء الله تعالیٰ کما قاله فی الکبیر الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: وان لم یوص بالاحجاج فتبرع عنه الوارث وکذا من هم اهل التبرع ونحوه فحج الوارث ونحوه بنفسه او احج عنه غیره جاز ذلک التبرع او الحج اوالاحجاج والمعنیٰ جاز عن حجة الاسلام ان شاء الله تعالیٰ الخ.

(ارشاد الساری ۲۸۸ باب الحج عن الغیر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (وشرط العجز المذکور للحج الفرض) دون النفل فلا یشترط فی النفل شیئ منها الا الاسلام والعقل (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

والدین میں سے کسی ایک کیلئے نفلی حج کا ارادہ ہے، میں نے کسی سے سنا ہے کہ والد کیلئے حج کرنے پر دس حجوں کا ثواب ملتا ہے لیکن میں نے خیال کیا کہ والدہ کا حق زیادہ ہے اب آپ صاحبان لکھدیں کہ والد یا والدہ میں سے کس کیلئے حج کرنے میں ثواب زیادہ ہے اور اگر میں وہاں مکہ میں کسی کو حج بدل کیلئے مقرر کروں تو صحیح ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی رحمت اللہ سنگاپور...... ١٩٧٥ء/ ٩/ ١١

الجواب: محترم المقام السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ اگر آپ کے والدین میں سے کسی ایک پر حج فرض نہیں تھا تو آپ ان کی طرف سے اصالۃً بھی حج کر سکتے ہیں اور دوسرے شخص سے بھی کروا سکتے ہیں، البتہ چونکہ یہ عمل احسان اور بر ہے نہ کہ تعظیم اور توقیر، لہٰذا والدہ کو مقدم کرنا افضل ہے ﴿١﴾ اور اگر آپ کے والدین میں سے کسی ایک پر یا دونوں پر حج فرض تھا تو ان میں سے کسی ایک نے اگر وصیت کی ہو تو اس کو مقدم کیا جائے گا، اور اگر وصیت کسی ایک نے نہیں کی ہو اور دونوں پر حج فرض تھا تو والدہ کو مقدم کرنا افضل ہے اور والدین کی طرف سے نفلی حج کرنے میں دس گنا ثواب زائد ہے (شامی) ﴿٢﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) والتمیز لانه یتسامح فی النفل ما لا یتسامح فی الفرض الخ. (ردالمحتار هامش الدر المختار ٢: ٢٦١ قبیل مطلب فی حج الصرورة)

﴿١﴾ وفی الهندیة: اذا تعذر جمع مراعاة حق الوالدین بان یتأذی احدهما بمراعاة الاخر یرجح حق الاب فیما یرجع الی التعظیم والاحترام وحق الام فیما یرجع الی الخدمة والانعام وعن علاء الائمة الحمامی قال مشائخنا رحمهم الله تعالیٰ الاب یقدم علی الام فی الاحترام والام فی الخدمة حتی لو دخلا علیه فی البیت یقوم للاب ولو سألا منه ماء ولم یأخذ من یده احدهما فیبدأ بالام کذا فی القنیة.

(فتاویٰ عالمگیریه ١: ٣٦٥ کتاب الکراهیة الباب السادس والعشرون)

﴿٢﴾ قال العلامة الحصکفی: لو اهل بحج عن ابویه (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

والدین، صحت مند آدمی اور نابالغ بچوں کی طرف سے حج وعمرہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) میرے والدین ضعیف العمر ہیں کیا میں اپنا حج کئے بغیر ان کی جگہ حج کرسکتا ہوں؟

(۲) والدین میں سے پہلے کس کا حق ہے والد کا یا والدہ کا؟

(۳) کسی مرحوم کی طرف سے حج کیا جاسکتا ہے؟

(۴) کیا صحت مند آدمی کی جانب سے عمرہ کیا جاسکتا ہے؟

(۵) کیا بیوی کی جانب سے شوہر عمرہ کرسکتا ہے؟

(۶) نابالغ بچوں کی جانب سے عمرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد از رم تبوک سعودی عرب ۷/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: (۲،۱) بہتر یہ ہے کہ آپ اپنی طرف سے اولاً حج ادا کریں اور ثانیاً والدین کی طرف

(بقیہ حاشیہ) او غیرهما من الاجانب حال کونه متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما اولهما وفی الحدیث من حج عن ابویه فقد قضی عنه حجته و کان له فضل عشر حجج وبعث من الابرار، قال ابن عابدین: وکذا لو احرم عن احدهما مبهما یصح تعیینه بعد ذلک بالاولی کما فی الفتح قال ومبناه علی ان نیته لهما تلغو لعدم الامر فهو متبرع فتقع الاعمال عنه البتة وانما یجعل لهما الثواب وترتبه بعد الاداء فتلغو نیته قبله فیصح جعله بعد ذلک لاحدهما اولهما ولا اشکال فی ذلک اذا کان متنفلا عنهما فان کان علی احدهما حج الفرض واوصی به لا یسقط عنه بتبرع الوارث عنه بمال نفسه وان لم یوص به فتبرع الوارث عنه بالاحجاج اوالحج بنفسه قال ابوحنیفة یجزیه ان شاء الله تعالیٰ لقوله ﷺ للخثعمیة ارأیت لو کان علی ابیک دین الحدیث الخ۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۶۵ باب الحج عن الغیر)

ہے (شامی ﴿۱﴾ مشکواۃ ﴿۲﴾) اور چونکہ یہ عمل باب ترحم سے ہے نہ کہ باب اکرام سے لہٰذا اس میں قواعد کی رو سے والدہ کی تقدیم مناسب ہے ﴿۳﴾۔

(۳) مرحومین کی طرف سے عمرہ اور حج ادا کئے جاسکتے ہیں یہ ایصال ثواب میں داخل ہے ﴿۴﴾۔

(۴،۵) عمرہ اور نفلی حج صحت منداور بیوی کی طرف سے ادا کئے جاسکتے ہیں ﴿۵﴾۔

(۶) نہ ممنوع ہے اور نہ مندوب ہے نابالغ کے نفل پڑھنے جیسا ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الشامي: والافضل ان يكون قد حج عن نفسه حجة الاسلام خروجا عن الخلاف ثم قال والافضل احجاج الحر العالم بالمناسک الذی حج عن نفسه وذكر فی البدائع كراهة احجاج الصرورة لانه تارک فرض الحج الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۶۲ قبيل مطلب العمل على القياس دون الاستحسان)

﴿۲﴾ عن ابن عباس قال ان رسول الله ﷺ سمع رجلا يقول لبيک عن شبرمة قال من شبرمة قال اخ لی او قريب لی قال احججت عن نفسک قال لا قال حج عن نفسک ثم حج عن شبرمة رواه الشافعي وابوداؤد وابن ماجة.

(مشكواة المصابيح ۱: ۲۲۲ كتاب المناسک الفصل الثانی)

﴿۳﴾ قال الفقيه محمد عبد الحی اللكهنوی: اذا تعذر مراعاة جمع حقوق الوالدين رجح جانب الاب فيما يرجع الى التعظيم والاحترام وحق الام فيما يرجع الى الخدمة والانعام حتى لو دخلا عليه فی البيت يقوم للاب ولو سئل ما لايبتدئ بالام واذا خالف امره امرها يطيعه فيما يرجع الى التعظيم ويطيع امرها فيما يتعلق بالانعام كذا فی مطالب المومنين عن القنية.

(نفع المفتی والسائل ۲۲۴ ما يتعلق من خفض الجناح للوالدين)

﴿۴﴾ قال العلامة الحصكفي: لو اهل بحج عن ابويه او غيرهما من الاجانب حال كونه متبرعا فعين بعد ذلک جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما اولهما.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۶۵ باب الحج عن الغير)

﴿۵﴾ قال العلامة الحصكفي: وشرط العجز المذكور (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

رواجی شرکت کی صورت میں شرکاء کی اجازت کے بغیر اپنی کمائی سے حج کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے والدین زندہ ہیں اور بھائی بھی زندہ ہیں اور تمام مال شریک ہے زید مزدوری کرتا ہے اور کماتا ہے سعودی عرب میں مقیم ہے، کیا والدین اور بھائیوں کی اجازت کے بغیر زید نفلی حج ادا کرسکتا ہے؟ اور کیا اپنے دادا، والد، والدہ وغیرہ کیلئے حج بدل ان کی اجازت کے بغیر کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز الرحمٰن ریاض سعودی عرب ۴/ ۷/ ۱۴۰۱ھ

الجواب: زید کا والدین اور برادران کے ساتھ شراکت رواجی شراکت ہے شرعی شراکت نہیں ہے یہ شرکت فقہائے کرام کے ذکر کردہ اقسام میں داخل نہیں ہے پس بہرحال زید زکواۃ، خیرات اور حج کرنے میں خودمختار ہے ﴿۱﴾ البتہ دوسرے شخص (والد وغیرہ) کی طرف سے حج بدل کو بغیر اجازت کے کرنا

(بقیہ حاشیہ) للحج الفرض لا النفل لا تساع بابه، قال ابن عابدين: اى لانه يتسامح فى النفل ما لايتسامح فى الفرض قال فى الفتح اما الحج النفل فلا يشترط فيه العجز لانه لم يجب عليه واحده من المشقتين اى مشقة البدن ومشقة المال فاذا كان له تركهما كان له ان يتحمل احداهما تقربا الى ربه عزوجل فله الاستنابة فيه صحيحا.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۶۱ قبيل مطلب فى حج الصرورة)

﴿۱﴾ ہمارے ہاں جو شرکت اموال و کمائی وغیرہ رائج ہے کہ گھر کے افراد میں سے کچھ کماتے ہیں اور کچھ گھر کی دیکھ بھال اور کام کاج کرتے ہیں اور بھائی بندی کے ساتھ باہم رہتے ہیں اور والد یا بڑا بھائی سرپرستی کرتا ہے، اب اس صورت میں جب اختلاف پیدا ہو جائے تو عموماً ایسا کیا جاتا ہے کہ تمام سرمایہ باہم تقسیم کرتے ہیں اور ہر ایک برادر اپنا اپنا حصہ لیتا ہے، لیکن اگر ایک بھائی جو محنت و مزدوری کرتا ہے یا بیرون ملک ملازمت کر کے کماتا ہے اور وہ دعویٰ کرے کہ یہ کمائی میری ہے لہٰذا یہ مال سب کے سب میرا ہے تو اس صورت میں اس کا سب بھائی کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا، لیکن یہ اس صورت میں کہ والد اور بیٹے یا بھائیوں کی صنعت ایک نہ ہو...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بے سود ہے﴿۱﴾ اور انہیں نفلی حج کا ایصال ثواب مشروع ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

حج بدل میں اپنی نذر کا عمرہ ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرہ کی نذر مانی تھی، دریں

(بقیہ حاشیہ) اور دونوں کا سابق مال نہ ہو، نیز یہ بیٹا والد کی عیالداری میں نہ ہو، کما صرح بہ فی فتاویٰ الخیریة ۲: ۹۲ (سئل) فی ابن کبیر ذی زوجة وعیال له کسب مستقل حصل بسببه اموالا ومات هل هی لوالده خاصة ام تقسم بین ورثته (اجاب) هی للابن تقسم بین ورثته علی فرائض الله تعالیٰ حیث کان له کسب مستقل بنفسه واما قول علمائنا اب وابن یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شیء ثم اجتمع لهما مال یکون کله للاب اذا کان الابن فی عیاله فهو مشروط کما یعلم من عبارتهم بشروط منها اتحاد الصنعة وعدم مال سابق لهما وکون الابن فی عیال ابیه فاذا عدم واحد منها لا یکون کسب الابن للاب وانظر الی ما عللوا به المسئلة من قولهم لان الابن اذا کان فی عیال الاب یکون معینا له فیما یصنع فمدار الحکم علی ثبوت کونه معینا له فیه. (فتاویٰ خیریه علی هامش تنقیح الحامدیة ۲: ۹۲) (ازمرتب)

﴿۱﴾قال العلامة الحصكفی: وبشرط الامر به ای بالحج عنه فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنه الا اذا حج او 'حج الوارث عن مورثه لوجود الامر دلالة.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۵۹ قبیل شروط الحج عن الغیر عشرون)

﴿۲﴾قال العلامة ابن عابدین: فلا یشترط فی النفل شیء منها (ای من الشروط) الا الاسلام والعقل والتمییز وکذا عدم الاستئجار لا تساع باب النفل انه یتسامح فی النفل ما لا یتسامح فی الفرض قال فی الفتح اما الحج النفل فلا یشترط فیه العجز لانه لم یجب علیه واحدة من المشقتین ای مشقة البدن ومشقة المال فاذا کان له ترکهما کان له ان یتحمل احداهما تقربا الی ربه عزوجل فله الاستنابة فیه صحیحا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۶۱ قبیل مطلب فی حج الصرورة)

اثنا زید کسی کیلئے حج بدل پر گیا، حج سے فارغ ہو کر زید نے اپنے خرچ سے عمرہ منذورہ ادا کیا، کیا زید کا ذمہ فارغ ہوا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالباقی گندف ضلع صوابی ۲/۴/۱۴۰۱ھ

الجواب: بظاہر اس نے اداء کما التزم کیا ہے اور ذمہ فارغ ہوا ہے کیونکہ اس نے اولاً حج بدل کیا ہے اور آمر سے کوئی مخالفت نہیں کی ہے اور ثانیاً اپنی نذر ادا کی ہے۔﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مامور نے حج نہیں کیا ہو حج بدل کر سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے خود حج نہیں کیا ہے لیکن دوسرے شخص کی طرف سے حج بیت اللہ کیلئے چلا گیا ہے کیا غیر حاجی شخص حج بدل کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ انداز گل سکنہ جمرود

الجواب: یہ حج آمر کی طرف سے ادا ہوتا ہے اگر چہ مامور نے حج نہیں کیا ہو فی الھندیة، لو احج رجلا لم یحج عن نفسه حجة الاسلام یجوز عندنا وسقط الحج عن الآمر کذا فی المحیط (ھندیة ۱: ۲۵۷)﴿۲﴾. وھو الموفق

جس شخص نے حج نہیں کیا ہو اس سے حج بدل کرانا خلاف افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اپنے متوفی والد کی جانب

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: بخلاف ما اذا امره بالعمرة فاعتمر ثم حج عن نفسه لم یکن مخالفا والنفقة فی مدة اقامته للحج فی ماله لانه اقام فی منفعة نفسه بخلاف ما اذا حج اولا ثم اعتمر للآمر فانه یکون مخالفا لانه جعل المسافة للحج وانه لم یؤمر به.
(البحر الرائق ۳: ۶۳ باب الحج عن الغیر)

﴿۲﴾ (فتاوی عالمگیریه ۱: ۲۵۷ باب الحج عن الغیر)

سے حج بدل کرنا چاہتا ہے جبکہ خود اس پر حج فرض ہے اور اس نے ابھی تک ادا نہیں کیا ہے امسال وہ اس مقدس فریضہ کیلئے والد کی طرف سے منتخب ہوا ہے اب وہ یہ حج کس کی طرف سے ادا کرے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فلائیٹ لفٹننٹ ولایت حسین پی اے ایف پشاور

الجواب: جس شخص نے اپنی طرف سے فریضہ حج ادا نہیں کیا ہو اس کو حج بدل کیلئے منتخب کرنا جائز ہے البتہ افضل نہیں ہے، کما فی شرح التنویر جاز حج الصرورۃ (باب الحج عن الغیر) وتمام الکلام فی ردالمحتار ۳: ۲۰۳ فلیراجع﴿۱﴾. وھو الموفق

حج بدل میں نماز ونوافل کا ثواب کس کو ملے گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی دوسرے کیلئے حج بدل کرتا ہے اب حرم شریف میں نماز کا ثواب ایک لاکھ کا ہے، اسی طرح یہ آدمی نوافل وغیرہ کرتا ہے تو یہ ثواب کس کو ملے گا آمر کو یا مأمور کو؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل منان قطر

الجواب: جن امور میں یہ مأمور نائب نہ ہو تو اس کا ثواب مأمور کو ملے گا نہ کہ آمر کو﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی: فجاز حج الصرورۃ بمھملۃ من لم یحج ، وقال ابن عابدین: والصرورۃ یراد بہ الذی لم یحج عن نفسہ ای حجۃ الاسلام (الی ان قال) وفی الفتح والافضل ان یکون قد حج عن نفسہ حجۃ الاسلام خروجا عن الخلاف، والافضل احجاج الحر العالم بالمناسک الذی حج عن نفسہ. (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۲۶۱، ۲۶۲ مطلب فی حج الصرورۃ)

﴿۲﴾ قال الشیخ المفتی الاعظم محمد شفیع دیوبندی: حج فرض جس...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ) کی طرف سے کیا گیا صحیح اور راجح فقہاء کے نزدیک یہی ہے کہ یہ حج وعمرہ آمر یعنی حج کرانے والے کا ہوگا، اور حج وعمرہ کرنے والے کو اس کی امداد کرنے کا ثواب ملے گا اور حج کے بعد زائد عمرے یا طواف وغیرہ کرے گا تو وہ خود اس کے ہوں گے عمرہ یا حج نفل میں بھی جبکہ آمر کے خرچ سے کیا گیا ہو یہی حکم ہے کہ آمر کا ہوگا، مامور کو اس کے عمل کا ثواب ملے گا۔

(كذا في كافي الحاكم، ارشاد الساري وغنية).

(جواہر الفقہ ۱:۵۰۶ حج بدل اور اس کے احکام)

باب العمرة

رمضان میں عمرہ کی فضیلت مروی ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی علیہ ﷺ نے رمضان المبارک میں کوئی عمرہ ادافرمایا ہے یانہیں؟اگرنہیں ادافرمایا ہےتو پھر رمضان میں عمرہ کی فضیلت مروی ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:نصیر احمد جدہ......۱۹۷۹ء/۳/۲۹

الجواب: نبی علیہ السلام نے چار عمروں کیلئے احرام باندھا ہے ﴿۱﴾ اور رمضان میں عمرہ ادا نہیں کیا ہے،البتہ رمضان میں عمرہ کرنے کی فضیلت احادیث میں مروی ہے ﴿۲﴾ فليراجع الى ردالمحتار ۲:۴۷۳ ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي المنهاج: قوله اعتمر اربع عمر اى احرم بالاربع و كان احرامها في ذى القعدة واعمالها ايضا كانت في ذى القعدة الا اللتى كانت مع حجة الوداع والا عمرة الحديبية فانها رفضت قبل التمام. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذى ۴: ۹۰ باب ماجاء كم اعتمر النبى ﷺ)

﴿۲﴾عن ابى بكر بن عبد الرحمن...... فقالت يارسول الله انى امرأة قد كبرت وسقمت فهل من عمل يجزئ عنى من حجتى قال عمرة في رمضان تجزئ حجة.

(سنن ابى داؤد ۱: ۲۷۹ كتاب الحج باب العمرة)

﴿۳﴾قال العلامة ابن عابدين: قوله وندبت في رمضان...... اى انها فيه افضل منها في غيره واستدل له في الفتح بما عن ابن عباس عمرة في رمضان تعدل حجة وفي طريق لمسلم تقضي حجة اوحجة معى قال وكان السلف رحمنا الله تعالىٰ بهم يسمونها الحج الاصغر وقد اعتمر النبى ﷺ اربع عمرات كلهن بعد الهجرة في ذى القعدة على ما هو الحق وتمامه فيه. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۶۴ مطلب احكام العمرة)

متمتع حاجی کا متعدد عمرے کرنے کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص حج کیلئے جارہا ہے جب ایک عمرہ ادا کرے، اور پھر حج کا بھی ارادہ ہے، کیا وہ اس عمرہ سے حج تک دیگر عمرے ادا کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی دل محمد محلات افغان ابوظہبی......۳/۵/۱۴۰۱ھ

الجواب: راجح یہ ہے کہ یہ شخص جتنے عمرے ادا کرنا چاہتا ہے کرسکتا ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

عمرہ کیلئے ممنوع ایام

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا چاہئے اور شوال، ذی قعدہ میں عمرہ ممنوع ہے کیونکہ اشہر حج میں حج کا احرام باندھ کر حج کرنا چاہئے، صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لیفٹیننٹ محمد دین جدہ سعودیہ......۳۰/شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: ایام تشریق، عرفہ اور عید کے دن کے علاوہ تمام سال میں عمرہ کرنا جائز ہے ﴿۲﴾ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الشامي: فالحاصل ان من اراد الاتيان بالعمرة على وجه الفضل فيه فبأن يقرن معه عمرة الحج فلا يكره الاكثار منها خلافا لمالك بل يستحب على ماعليه الجمهور وقد قيل سبع اسابيع من الاطوفة كعمرة شرح اللباب. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۶۴ قبيل مطلب في المواقيت)

وقال الملا على قارى: وهذا المتمتع آفاقى غير ممنوع من العمرة فجاز له تكرارها لانها عبادة مستقلة ايضا كالطواف.

(ارشاد السارى ۱۹۳ مطلب مهم فى ان المتمتع الآفاقى غير ممنوع من العمرة الخ)

﴿۲﴾ وفى الهندية: ووقت العمرة جميع السنة الا خمسة ايام تكره فيها العمرة لغير القارن وهى يوم عرفة ويوم النحر وايام التشريق. (فتاوىٰ عالمگيريه ۱:۲۳۷ الباب السادس فى العمرة)

تندرست آدمی کا عمرہ بدل کرانا جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک تندرست آدمی ہے خود عمرہ نہیں کرتا، بلکہ دوسرے آدمی سے عمرہ کراتا ہے کیا یہ دوسرا آدمی اس کی طرف سے عمرہ کرسکتا ہے اور اس دوسرے آدمی کو اس کا ثواب مل سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ ۲۹/۷/۱۹۷۹ء

الجواب: حج بدل کی طرح عمرہ بدل بھی درست ہے، لان هذا الباب بناء على ايصال الثواب ﴿۱﴾ وهو صحيح في العمرة كما في ردالمحتار ۲: ۵۹۵ طبع مصطفى الحلبي قوله لعبادة ما اى سواء كانت صلاة او صوما او صدقة او قراءة او ذكرا او طوافا او حجا او عمرة او غير ذلك ﴿۲﴾ ويقتضيه ما في الخانية على هامش الهندية ۱: ۳۱۰ ولو امر غيره بالعمرة فاعتمر ثم حج بمال نفسه لايكون مخالفا ، فافهم ﴿۳﴾. وهو الموفق.

فقیر آدمی عمرہ ادا کرکے واپس آجائے تو حج کا کیا حکم ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر حج فرض نہیں ہے اور عمرہ

﴿۱﴾ ويدل عليها ما في ردالمحتار: (قوله وشرط العجز) قد علمت مما قدمناه عن اللباب ان الشروط كلها شروط للحج الفرض دون النفل فلا يشترط في النفل شيئ منها الا الاسلام والعقل والتميز...... لاتساع بابه اى انه يتسامح في النفل مالايتسامح في الفرض قال في الفتح اماالحج النفل فلا يشترط فيه العجز الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۶۱ قبيل مطلب في حج الصرورة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۵۶ مطلب في اهداء ثواب الاعمال للغير)

﴿۳﴾ (فتاویٰ قاضی خان على هامش الهندية ۱: ۳۱۰ قبيل فصل في محظورات الحرم)

کیلئے بیت اللہ شریف جا کر عمرہ ادا کر کے واپس آ جائے، کیا اس شخص پر اب حج فرض ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالودود پائمال شریف ہزارہ......۱۹/ شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب: قواعد کی رو سے اس پر حج اس وقت فرض ہوگا جبکہ اس نے عمرہ ان ایام میں ادا کیا ہو جب یہ میقاتی لوگ (مکہ مکرمہ وغیرہ کے لوگ) حج کی تیاری کر رہے ہوں، یدل علیہ ما فی شرح التنویر: والعبرة لوجوبها ای العدة المانعة من سفرها وقت خروج اهل بلدها وكذا سائر الشرائط﴿۱﴾ (فافهم ولم اجده صريحا). وهو الموفق

عمرہ ادا کرنے سے حج کے فرض ہونے کا شبہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام دریں مسئلہ کہ ایک شخص جو صاحب استطاعت نہ ہو وہ سعودی عرب جا کر عمرہ ادا کرے، خواہ عمرہ کی غرض سے گیا ہو یا عمرہ کی غرض سے نہ گیا ہو، کیا اس پر عمرہ کی وجہ سے حج فرض ہوا ہے یا نہیں؟ براہ کرم قرآن وسنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں صحیح مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔ فجزاكم الله احسن الجزاء

المستفتی: (مفتی) مختار اللہ جہانگیروی کان اللہ لہ (مرتب فتاویٰ حقانیہ)......۱۹۸۹ء/ ۸/ ۱۷

الجواب: جو شخص شوال داخل ہونے کے بعد عمرہ کیلئے جائے تو اس پر حج فرض ہوا، اور وہ وقت جو وجوب حج کیلئے شرط ہے یا استطاعت اور دیگر شرائط کا وقت ہے یا قافلوں کی روانگی کا وقت ہے (یعنی جن بلاد بعیدہ سے شوال سے قبل قافلے روانہ ہوئے ہوں) یا اشہر حج کے دخول کا وقت ہے، فليراجع الى شرح اللباب﴿۲﴾

﴿۱﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۵۹ قبيل مطلب فى فروض الحج وواجباته)

﴿۲﴾ قال الملا على قارى: ومن شرائط الوجوب الوقت وهو اشهر الحج او وقت خروج اهل بلده ان كانوا يخرجون قبلها فلا يجب الا على القادر فيها او فى وقت خروجهم فان ملكه المال قبل الوقت اى قبل الاشهر او قبل ان يتأهب اهل...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وغیرہ ﴿۱﴾. وهو الموفق

عمرہ کرنے والے پر حج کی عدم فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سعودی عرب گیا تھا اس نے شوال میں چند عمرے بھی کئے، پندرہ شوال کو کاغذات کی وجہ سے حکومت سعودیہ نے اسے گرفتار کر کے واپس وطن بھیج دیا اور حج کی سعادت سے محروم رہا، کیا اب اس شخص پر حج باقی ہے یعنی اس پر فرضیت آئی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سلطان محمود غفرلہ.....۲۵/ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ

(بقیہ حاشیہ) بلده فله صرفه حيث شاء ولا حج عليه اى وجوبا لانه لا يلزمه التأهب فى الحال...... واقتصر فى الينا بيع على الاول وما ذكرناه اولیٰ لان هذا اى ماذكر فى الينا بيع يقتضى انه لو ملك فى اوائل الاشهر وهم يخرجون فى اواخرها جازله اخراجها ولا يجب عليه الحج الخ. (ارشاد السارى ۳۳ مبحث فى تحقيق الراحلة وكونها على الآفاقى وغيره)

﴿۱﴾وفى الهندية: ومن الشرائط لوجوب الحج من الزاد والراحلة وغيرذلك يعتبر وجودها وقت خروج اهل بلده الى مكة. (فتاویٰ عالمگيريه ۱: ۲۱۹ كتاب المناسك)

وقال العلامة علاء الدين السمرقندى: ثم هذه الشرائط التى ذكرنا انما تعتبر عند خروج اهل بلدة الى الحج لان ذلك وقت الوجوب فى حقه حتى انه اذا كان عنده دراهم قبل خروج اهل بلده واشترى بها المسكن والخادم واثاث البيت ونحو ذلك فعند خروج اهل بلده لا يجب عليه ان يبيع ذلك ولايجب الحج عليه فاما اذا كان له دراهم وقت الخروج مقدار الزاد والراحلة ولم يكن له مسكن ولا خادم ولا زوجة فاراد ان يصرفها الى هذه الاشياء فانه يأثم ويجب عليه الحج ويلزمه الخروج معهم.

(تحفة الفقهاء ۱: ۵۹۲ كتاب الحج)

الجواب: چونکہ اس شخص نے نہ احرام باندھا ہے اور نہ اہل جدہ کے حج کے روانگی کے وقت تک رہا ہے، لہٰذا اس شخص پر حج فرض نہیں ہوا ہے، کما فی الهندية ۱ : ۲۲۳ ثم ما ذكر من الشرائط لوجوب الحج من الزاد والراحلة وغير ذلك يعتبر وجودها وقت خروج اهل بلده الى مكة حتى الخ ﴿۱﴾. وهو الموفق

کیا حج عن الغیر کی صورت میں حج تمتع کیا جا سکتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ حج بدل میں عمرہ کی نیت صحیح نہیں صرف حج کی نیت کی جائے گی، جبکہ صرف حج کی نیت کی صورت میں طوالت احرام مشکل بھی ہے لہٰذا اگر حج بدل میں عمرہ کی نیت صحیح ہو تو تحریر فرما کر ممنون فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی شیر علی جمال گڑھی مردان..... ۲۱/ شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: یہ حکم تب ہے جبکہ یہ حاجی بدل حج افراد پر مامور ہو اور ہمارے بلاد میں چونکہ افراد تمتع اور قران تینوں کو حج کہا جاتا ہے اور آمر کی طرف سے بھی تینوں کی اجازت ہوتی ہے لہٰذا یہ مأمور تمتع کر سکتا ہے ﴿۲﴾ خصوصاً جبکہ افراد میں یہ حرج مذکور بھی ہے۔ وهو الموفق

عمرہ کے بعد باقاعدہ حلق یا قصر واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عمرہ کرے، لیکن جب

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱ : ۲۱۹ بحث ومنها عدم قيام العدة فى حق المرأة)

﴿۲﴾ قال العلامة فخر الدين الاوزجندى الفرغانى: اذا امر غيره بان يحج عنه ينبغى ان يفوض الامر الى المأمور فيقول حج عنى بهذا المال كيف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قراناً.

(فتاویٰ قاضی خان على هامش الهندية ۱ : ۳۰۷ فصل فى الحج عن الغير)

عمرہ ختم کرے تو کیا اس کیلئے سر منڈانا ضروری ہے؟ اگر سر نہ منڈائے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم.....۲۲/ جولائی ۱۹۷۹ء

الجواب: عمرہ میں باقاعدہ حلق یا قصر واجب ہے اس کو ترک کرنا یا حرم سے باہر ادا کرنا موجب دم ہیں، قال فی الخانیة واجبها شیئآن السعی بین الصفا والمروة والحلق (هامش هندیة ۱: ۳۰۱) ﴿۱﴾ وفی الهندیة (۱: ۲۴۷) وتجب شاة بتاخیر المناسک عن مکانه کما اذاخرج من الحرم وحلق رأسه سواء کان الحلق للحج او العمرة ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ۱: ۳۰۱ فصل فی العمرة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۴۷ قبیل الباب التاسع فی الصید)

.... : قال اللّٰہ تعالیٰ : ....

یایها الذین اٰمنوا لا تقتلوا الصید
وانتم حرم، ومن قتله منکم متعمدا
فجزآء مثل ما قتل من النعم یحکم به
ذواعدل منکم هدیا بٰلغ الکعبة او
کفارة طعام مسٰکین او عدل ذلک
صیاما لیذوق وبال امره(الآیة)

......﴿المائدة: ٩٥﴾......

الله الله

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بفتاوی فریدیہ جلد چہارم

باب الجنایات

باب الجنایات

دم جنایت حرم میں ادا کرنی ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایام حج میں جو دم عرفات، منیٰ، مزدلفہ، مکہ معظمہ یا حدود حرم میں واجب ہو جائے اس کی ادائیگی صرف حرم ہی میں ہو سکتی ہے یا پاکستان آ کر اس کی ادائیگی ہو سکتی ہے؟ اس مسئلہ میں ہمارے ہاں کچھ اختلاف ہے لہٰذا مسئلہ کی صحیح صورت واضح فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مہمان از دفتر اہتمام دارالعلوم حقانیہ.....۲۷/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: تمام فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اس دم کا حرم میں ہونا ضروری ہے خواہ اصالۃً ہو یا وکالۃً ہو، پس پاکستان میں وارد شدہ شخص کسی کو وکیل بنا کر دم ادا کر سکتا ہے (۱)۔ وھو الموفق

خارج میقات تلبیہ بھول گیا میقات کے اندر تلبیہ شروع کیا تو دم واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی میقات سے حج یا عمرہ کی نیت کرے اور تلبیہ بھول گیا۔ سیدھا گاڑی میں سوار ہو کر داخل میقات یعنی مکہ معظمہ کے راستے میں تلبیہ

---

(۱) قال الامام ابی بکر الحداد الیمنی: الدماء فی المناسک علی ثلاثة اوجه فی وجه یجوز تقدیمه علی یوم النحر بالاجماع بعد ان حصل الذبح فی الحرم وهو دم الکفارات والنذور وهدی التطوع ولا یجوز ذبح الهدایا الا فی الحرم قال الله تعالیٰ ثم محلها الی البیت العتیق... وان کان واجبا فعلیه ان یقیم غیره مقامه لان الوجوب باق فی ذمته.
(الجوهرة النیرة علی القدوری ۱: ۲۲۴ باب الهدی)

شروع کی اس جنایت سے کوئی دم وغیرہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا
المستفتی: حاجی جمال خان وزیرستان......۱۳/ ۷/ ۱۴۰۱ھ

الجواب: قواعد کی رو سے اس شخص پر دم (شاۃ ذبح کرنا) لازم وواجب ہے کیونکہ صرف نیت سے بغیر تلبیہ وغیرہ کے احرام میں داخل ہونا غیر ظاہر الروایت ہے، کما فی البدائع ﴿۱﴾ پس اس شخص پر ضروری ہے کہ کسی شخص کے ذریعہ سے حرم میں ذبح کروائے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: هذا الذى ذكرنا في ان الاحرام لا يثبت بمجرد النية مالم يقترن بها قول او فعل هو من خصائص الاحرام او دلائله ظاهر مذهب اصحابنا، وروى عن ابى يوسف انه يصير محرما بمجرد النية وبه اخذالشافعي وهذا يناقض قوله ان الاحرام ركن لانه جعل نية الاحرام احراما والنية ليست بركن بل هى شرط لانها عزم على الفعل والعزم على فعل ليس ذلك الفعل بل هو عقد على ادائه...... ثم جعل الاحرام عبارة عن مجرد النية مخالف للغة فان الاحرام في اللغة هو الاهلال يقال احرم اى اهل بالحج فدل قوله قولى ما يقول الناس فى حجهم على لزوم التلبية لان الناس يقولونها وفيه اشارة الى ان اجماع المسلمين حجة يجب اتباعها حيث امرها باتباعهم بقوله قولى ما يقول الناس فى حجهم، وروينا عن عائشة رضى الله عنها انها قالت لا يحرم الا من اهل ولبى ولم يروعن غيرها خلافه فيكون اجماعا ولان مجرد النية لا عبرة به في احكام الشرع عرفنا ذلك بالنص والمعقول.
(بدائع الصنائع ۲: ۳٦۹ كتاب الحج بيان مايصير به محرما)

وفى الهندية: ولا يصير شارعا بمجرد النية مالم يأت بالتلبية او ما يقوم مقامها من الذكر او سوق الهدى او تقليد البدنة. (فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۲۲۲ الباب الثالث فى الاحرام)

﴿۲﴾ قال العلامة المودود الموصلي: ولا يجوز للآفاقي ان يتجاوزها الا محرما اذا اراد دخول مكة فان جاوزها الآفاقي بغير احرام فعليه شاة لانه منهى عنه لما فى الحديث وقال عليه السلام: لا يتجاوز احد الميقات الا محرما.
(الاختيار لتعليل المختار ۱: ۱۸۳ كتاب الحج)

حالت احرام میں عینک لگانے سے دم یا صدقہ لازم نہیں ہوتا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی نظر کمزور ہو اور وہ حالت احرام میں عینک لگادے جس سے چہرہ کا کچھ حصہ چھپتا ہے اس پر دم یا صدقہ وغیرہ آتا ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: شاہد نواز خان افریدی

الجواب: عذر کی وجہ سے عینک لگا کر حج کرنا جائز ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں ہوتا، اس سے مقصد چہرہ کا چھپانا نہیں ہوتا ہے (ارشاد الساری ۲۰۶)﴿۱﴾. وهو الموفق

حالت احرام میں زخمی ہونا موجب دم نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران حج عرفات میں ایک نلکے سے پانی لینے کیلئے قطار میں انتظار کر رہا تھا، جب میری باری آ گئی تو ایک حاجی صاحب نے مجھے پیچھے ہٹایا اس دھکم پیل میں میرا ہاتھ زخمی ہو کر اس سے خون بہنے لگا چونکہ اس صورت میں میں احرام میں تھا اس سے میرے حج میں کیا نقصان واقع ہوا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: الحاج ولی محمد نصرت زئی شبقدر فورٹ چارسدہ......۱۹۸۶ء/۹/۲۹

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: وان كان مما لا يقصد به ذلك ای التغطی كاء جانة ای مركن او عدل ای احد شقي حمل الدابة او جوالق ای خيشن اوخيشة او مكتل ای ما يكتال فيه مما يصنع من خوص او طاسة وهی اناء يشرب منه والمعروف انها ظرف خاص من نحاس او صفر او طست او حجر او مدر او صفر او حديد او زجاج او خشب ونحوها ای من فضة وذهب وورق مما يغطي كل رأسه او بعضه فلا بأس به لكن تركه افضل للمخالفة ظاهر السنة.

(ارشاد الساری ۲۰۶ فصل في تغطية الرأس والوجه)

الجواب: محرم کا زخمی ہونا یا اس کے بدن سے خون بہنا جنایات سے نہیں ہے ﴿۱﴾ البتہ اگر بال کٹ گئے ہوں تو پاکستان میں کسی کو مناسب صدقہ (دو تین روپیہ) دے دیں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

محرم کا ذبح کے وقت اپنے آپ کو زخمی کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ محرم نے جانور کو ذبح کر لیا ذبح کے دوران میں وہ چھری سے زخمی ہوا اور خون جاری ہوا، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: رسول خان مشیط سعودی عرب......۸/محرم ۱۴۰۲ھ

الجواب: زخمی ہونا جنایت نہیں ہے البتہ اگر بال کٹ گئے ہوں تو صدقہ دینا ہوگا ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: (والجنايات) وهو ما يكون حرمته بسبب الاحرام او الحرم وحاصل الاول انه الطيب ولبس المخيط وتغطية الرأس او الوجه وازالة الشعر من البدن وقص الاظفار والجماع صورة ومعنى او معنى فقط وترك واجب من واجبات الحج والتعريض للصيد وحاصل الثاني التعرض لصيد الحرم وشجره.

(البحر الرائق ۳:۲ باب الجنايات)

﴿۲﴾ وفي الهندية: وان نتف من رأسه او من انفه اولحيته شعرات ففي كل شعرة كف من الطعام كذا في قاضي خان، واذا حك المحرم رأسه او لحيته فانتثر منها شعر فعليه صدقة كذا في السراج الوهاج والافضل ان يتصدق على فقراء مكة ولو تصدق على غير فقراء مكة جاز كذا في المحيط.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۴۳ كتاب الجنايات الفصل الثالث)

وقال القاري: في سقوط الشعر...... حين مسه وحكه فعليه كف من طعام كما روى عن محمد او كسرة من خبز او تمرة لكل شعرة.

(ارشاد الساری ۱:۲۲۰ فصل في سقوط الشعر)

﴿۳﴾ وفي الهندية: وان نتف من رأسه او من انفه او لحيته (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چھوٹی بچی کا دوران حج پیشاب کرنے اور دم جنایت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں امسال حج کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں میرے ساتھ میری بچی بعمر پندرہ ماہ بھی ہوگی، اب اگر یہ بچی پیشاب وغیرہ کرے تو حج کے دوران میں کیا کرنا چاہئے، اور بچی کیلئے قربانی کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: انیس احمد c/o دفتر اہتمام ۱۹۸۳ء/۸/۱۰

الجواب: آپ اس بچی کی طرف سے احرام کر سکتے ہیں اور اگر یہ بچی کوئی جنایت کرے تو اس پر کوئی دم واجب نہ ہوگا ﴿۱﴾ اور مقامات مقدسہ میں پیشاب کرنا موجب دم نہیں ہے خواہ یہ پیشاب بالغ کرے یا نابالغ، ہاں قصداً ان خاص مقامات میں پیشاب کرنا گناہ ہے۔ وھو الموفق

بینک کے ذریعے قربانی اور حلق کی تقدیم کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال حکومت سعودیہ نے منیٰ میں ایک نئی قربان گاہ قائم کی ہے جس کا مقصد گوشت کو محفوظ رکھ کر باہر ممالک کے ناداروں کو بھیجوانا

(بقیہ حاشیہ) شعرات ففی کل شعرة کف من الطعام کذا فی فتاوی قاضی خان . واذا خبز المحرم فاحترق بعض شعره تصدق له واذا حک المحرم رأسه او لحیته فانتثر منها شعر فعلیه صدقة کذا فی السراج الوهاج.

(فتاوی عالمگیریه ۱: ۲۴۳ الفصل الثالث فی حلق الشعر وقلم الاظفار)

﴿۱﴾ قال العلامة الشامی: قوله فلو احرم صبی او احرم عنه ابوه صار محرما ، قال فی اللباب وشرحه وینبغی لولیه ان یجنبه من محظورات الاحرام کلبس المخیط والطیب وان ارتکبها الصبی لا شیٔ علیهما.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۹ قبیل مطلب فی فروض الحج وواجباته)

ہے لیکن اس طریقہ قربانی میں احناف کیلئے چند مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مثلا حاجی نے بینک میں مقررہ رقم جمع کروائی اور رسید لی، بینک عملہ نے یقین دہانی کرادی کہ دس ذی الحجہ کو قربانی کی جائے گی، اب پتہ نہیں لگتا کہ یہ قربانی کس وقت ہوگی، اس لئے حاجی بغیر تحقیق وانتظار کے حلق کراتے ہیں اور بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ قربان گاہ میں قربانی دیر سے کی گئی ہے اور یوں حلق قبل ذبح واقع ہوتا ہے اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق طارق الخمیس مشیط مملکت سعودیہ عربیہ ۱۹۸۶ء/۸/۵

الجواب: امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذبح کی تقدیم حلق پر واجب ہے، لما رواه ابن ابی شيبة عن ابن عباس رضى الله عنه انه افتى بوجوب الدم على من قدم الحلق، واما ما روى عنه وعن غيره مرفوعا من عدم الحرج معناه عدم الاثم لا عدم الدم او عدم الدم مخصوص بهذا الحج لكونه اول حج ﴿۱﴾ پس اس مذکورہ بینک میں ذبح واجب (دم قران وتمتع)

﴿۱﴾ وفي المنهاج: احتج الجمهور بحديث الباب (باب ماجاء ان عرفة كلها موقف) وغيره، واحتج ابو حنيفة بما رواه ابن ابی شيبة عن ابن عباس موقوفا وهو احد رواة حديث "لا حرج من قدم شيئا من حجه او اخره فليهرق لذلك دما" وفي اسناده ابراهيم بن مهاجر وفيه مقال، قلنا رواه الطحاوی باسناد صحيح فعلم منه ان المراد من رفع الحرج رفع الاثم لا رفع الدم والجزاء، كما اريد هذا المعنى في الحديث الذى رواه ابو داؤد من حديث اسامة بن شريك،، قال: خرجت مع رسول الله ﷺ حاجا فكان الناس يأتونه فمن قائل يا رسول الله! سعيت قبل ان اطوف او اخرت شيئا او قدمت شيئا فكان يقول لا حرج الا على رجل اقترض عرض مسلم وهو ظالم فذلك الذى حرج وهلك، وبالجملة ان حجة الجمهور ساكتة عن رفع الجزاء، وكم من فرق بين عدم الذكر وبين ذكر العدم، ولو سلم ان مراد الحديث نفى الجزاء لجاز لنا ان نقول انما عذرهم بالجهل (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کیلئے داخلہ کرنا جائز نہیں اس سے ترتیب اور تقدیم تو درکنار نفس ذبح بھی مشکوک ہو جاتا ہے پس حکومت اگر مساکین کی اعانت کرنا چاہتی ہے تو حجاج کیلئے ذبح شدہ حیوانات کا گوشت اور کھال مساکین پر صرف کرنے کا انتظام کرے نہ کہ ذبح وغیرہ کا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

سرکاری ڈیوٹی کی وجہ سے گیارہویں کی رمی اور طواف صدر چھوڑنے سے بھی دم واجب ہوتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص محکمہ حج واوقاف میں حجاج کی خدمت پر مامور تھا اسی وجہ سے اس نے گیارہویں ذی الحجہ کی رمی نہیں کی، کیا اس پر دم واجب ہے؟ اسی طرح ایک آدمی مدینہ منورہ میں ڈیوٹی انجام دینے کی وجہ سے طواف وداع چھوڑ کر چلا گیا اور یہ شخص متمتع تھا کیا اس شخص پر دم واجب ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن جدہ سعودیہ عربیہ......۱۶/۵/۱۴۰۱ھ

(بقیہ حاشیہ) لان الحال اذ ذاک فی ابتداء ہ.

فائدة:..... ارباب الحكومة فی عهدنا يأخذون من الحجاج قيمة الشاة يشتروابها الشاة ويذبحوها فی وقت معين ويعينوا المساكين باللحم الطيب الطری وهذه مظنة ترک الواجب او السنه المؤكدة نعم لاحرج فيه لمن لم يكن قارنا ولا متمتعا.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴:۱۳۷ باب ماجاء ان عرفة كلها موقف)

﴿۱﴾ قال الشيخ عبد الرحيم لاجپوری: قربانی اراقۃ دم کا نام ہے اور اس سے ہی عبادت ادا ہو جاتی ہے، اس کے بعد گوشت کا انتظام کرنا حجاج کرام کی ذمہ داری نہیں یہ انتظام حکومت کی ذمہ داری ہے اگر یہ کہا جائے کہ حکومت اس کے انتظام سے قاصر ہے تو یہ بات بظاہر سمجھ میں نہیں آتی جو حکومت ایک شب و روز میں ہزاروں خیمہ کا انتظام کر سکتی ہے، (جیسا کہ منیٰ میں آگ کے حادثہ میں ہوا) کیا وہ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: یہ شخص زمین حرم میں دود نبے ذبح کرے یا کرائے، ایک دنبہ ترک رمی کی وجہ سے ﴿۱﴾ اور دوسرا ترک طواف صدر کی وجہ سے، البتہ طواف صدر اب بھی ہوسکتا ہے یعنی عمرہ کی نیت کر کے عمرہ ادا کیا جائے تو اس طواف عمرہ سے طواف صدر ادا ہو جائے گا اور دنبہ کا ذبح ساقط ہو جائے گا، (ماخوذ از ردالمحتار ۲: ۲۸۴)﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ان جانوروں کے گوشت کا انتظام نہیں کرسکتی؟ ملخصاً۔

(فتاویٰ رحیمیہ ۸: ۱۱۶ جنایات اور دم)

قال الشيخ نظام الدين الاعظمي: مناسک حج کا اضحیہ خالص اور اعلیٰ شعائر اسلامیہ میں سے ہے اور اس میں محض اظہار تعبد بشکل اراقۂ دم ہے.... اور یہ اسکیمیں (بینک کے ذریعے قربانی تاکہ گوشت مساکین کیلئے محفوظ ہو) اگرچہ بظاہر خوشنما ہی نہیں قدرے مفید بھی معلوم ہوتی ہیں مگر اظہار تعبد کے منافی ہیں اور اس مقصد کو فوت کرتی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل سے ظاہر ہو رہا ہے کیونکہ اس طرح کار بند ہونے پر بعد چندے یہ عمل (اراقۂ دم) محض ایک سیاسی، تجارتی، معاشی مقصد ہو کر رہ جائے گا، اور اظہار تعبد فنا ہو کر مسخ مذہب کا ذریعہ بن جائے گا۔ (نظام الفتاویٰ ۱: ۱۴۹ کتاب الحج)

﴿۱﴾ **قال العلامة الشامي: (قوله اوالرمي كله) انما وجب بتركه كله دم واحد لان الجنس متحد كما في الحلق(قوله او في يوم واحد) ولو يوم النحر لانه نسک تام بحر (اوالرمي الاول) داخل فيما قبله كما علمت الخ.**

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۲۵ باب الجنايات)

﴿۲﴾ **قال العلامة محمد امين ابن عابدين: (قوله او ترک طواف الصدر او اربعة منه ولا يتحقق الترک الا بالخروج من مكة) لانه ما دام فيها لم يطالب به مالم يرد السفر قال في البحر واشار بالترک الى انه لو اتى بما تركه لا يلزمه شئ مطلقا لانه ليس بموقت اى ليس له وقت يفوت بفوته وقدمنا انه لو نفر ويطف وجب عليه الرجوع ليطوف مالم يجاوز الميقات فخير بين اراقة الدم والرجوع باحرام جديد بعمرة ولا شئ عليه لتاخيره.**

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۲۴ باب الجنايات)

جمرہ عقبہ کے بعد چوتھائی سے کم بال کٹوا کر واپس آنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس حاجی نے رمی جمرہ عقبہ کے بعد چوتھائی سر سے کم بال کٹوائے اور وطن واپس آیا، اب اس پر بال ناخن وغیرہ لینے سے دم لازم آئے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالجلیل ریاض المملکۃ السعودیۃ العربیۃ......۱۹۸۶ء/۶/۷

الجواب: چونکہ غلبہ جہل کی وجہ سے اس تقصیر میں ابتلاء عامہ ہے حالانکہ یہ شوافع وغیرہم رحمہم اللہ کا مذہب ہے، احناف کا مذہب نہیں ہے ﴿۱﴾ لہٰذا اس کے متعلق (یسروا ولا تعسروا) ﴿۲﴾ پر عمل کرنا مناسب ہے، لا سیما اذا روی عن مشائخنا فی غیر المشهور عنهم کما فی شرح المبسوط لخواهر زاده وفی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان وقد صرحوا انه جاز الافتاء بالقول الضعیف عند الضرورة، فافهم ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلي: والرأس يقع على جميعه فان حلق بعض الرأس لم يجزه عند الحنفية اقل من الربع وان حلق ربع الرأس اجزأه مع الكراهة لان ربع الرأس يقوم مقام كله كمسح ربع الرأس في الوضوء وقال الشافعية: اقل ازالة شعر الرأس او التقصير ثلاث شعرات لقوله تعالىٰ محلقين رؤوسكم (الفتح) اى شعر رؤوسكم، والشعر جمع واقله ثلاث. (الفقه الاسلامي وادلته ۳: ۲۲۶۹ المطلب الثالث الحلق والتقصير)

﴿۲﴾ (اخرجه البخاری: ۲۹، ومسلم: ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، واحمد: ۳: ۱۳۱، وابویعلی: ۴۱۷۲، وابن حبان: ۵۳۷۳)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: وقد ذكر صاحب البحر في الحيض في بحث الوان الدماء اقوالاً ضعيفة ثم قال وفي المعراج عن فخر الائمة لو افتى مفت بشيء من هذه الاقوال في مواضع الضرورة طلبا لتيسير كان حسنا، وبه علم ان المضطر له العمل بذلك لنفسه كما قلنا وان المفتي له الافتاء به للمضطر فما مر من انه ليس له العمل بالضعيف ولا الافتاء به محمول على غير موضع الضرورة. (شرح عقود رسم المفتي ۱۰۲ شعر ولا يجوز بالضعيف العمل)

باقاعدہ تحلیل سے قبل عمرے کا احرام باندھنا اور سلے ہوئے کپڑے پہننا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے احرام باندھ کر طواف اور سعی کی، اختتام پر ربع حصہ بال نہیں کٹوائے اور پھر سلے ہوئے کپڑے پہن کر میقات سے احرام باندھ کر دوسرا عمرہ ادا کیا، سعی کے اختتام پر پھر وہی کام کیا اسی طرح سات عمرے کئے، سلے کپڑوں کا بدن پر تین گھنٹے اور بعض کا آٹھ دس گھنٹے وقت ہو چکا تھا، پھر آخری عمرہ کر کے کپڑے پہن لئے، پھر جدہ جا کر تمام سر کو منڈوایا، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد نبی ریاض سعودی عرب

الجواب: واضح رہے کہ باقاعدہ تحلیق یا تقصیر سے قبل عمرے کا احرام باندھنا موجب دم ہے، یعنی ایک قربانی واجب ہے (ہندیہ ۱:۲۷۱) ﴿۱﴾ دن یارات سے کم سلے ہوئے کپڑے پہننا موجب صدقہ ہے، اور دن یارات سے زائد پہننا موجب دم ہے (شرح التنویر) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

رمی جمار میں بلاوجہ شرعی توکیل صحیح نہیں اور دم واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میاں بیوی حج پر گئے، میاں جب منیٰ میں آیا تو وہ اپنا ٹینٹ بھول گیا وہ سیدھا مکہ شریف چلا گیا وہاں پر دو دن ٹھہرا رہا، تندرست ہے، چل پھر سکتا ہے

﴿۱﴾ وفی الهندية: ومن فرغ من عمرته الا التقصير فاحرم باخرىٰ فعليه دم لاحرامه قبل الوقت وهو دم جبر وكفارة كذافي الهداية.

(فتاوىٰ عالمگيريه ۱:۲۵۴ الباب الحادى عشر فى اضافة الاحرام الى الاحرام)

﴿۲﴾ قال العلامه الحصكفي: او لبس مخيطا لبسا معتادا او ستر رأسه يوما كاملا او ليلة كاملة وفى الاقل صدقة.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲:۲۲۰ باب الجنايات)

لیکن بدن سے بہت بھاری ہے بیوی منیٰ میں رہ گئی بیوی جوان ہے تندرست ہے لیکن ازدحام کی وجہ سے شیطان کو کنکریاں نہ ماریں، اس نے اپنی طرف سے اور خاوند کی طرف سے دوسرے شخص کو کنکریاں دیں، اس نے وہاں شیطان کو کنکریاں ماریں، کیا یہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ بیوی شوہر کا رشتہ قائم رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالمجید پشاور شہر......۲۶/۲/۱۹۷۵ء

الجواب: واضح رہے کہ عورت کیلئے رات کے وقت رمی کرنا بلا کراہت جائز ہے اور مرد کیلئے باوجود کراہت کے فراغت کا ذریعہ ہے لہٰذا اس عورت پر ضروری ہے کہ ایک دنبہ کسی کے ذریعہ سے حرم میں (منیٰ میں) ذبح کروائے، اور اگر یہ مرد اتنا معذور ہو کہ اٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو اس کا ذمہ فارغ ہوا ہے ورنہ اس پر ذبح باقاعدہ لازم ہوگا۔ (۱) ۔ وھو الموفق

۱۲/ ذی الحجہ کی رمی بیمار چھوڑ کر ۱۳/ ذی الحجہ کو کرنے سے وجوب دم میں اختلاف ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بارہ ذی الحجہ کو رمی جمرات کے وقت کثرت ازدحام کی وجہ سے ہم آٹھ رفقاء کر گئے اور ہمارا برا حال ہوگیا، ہم لوگ رمی نہ کر سکے، اگلے روز یعنی تیرہ ذی الحجہ کو مسئلہ دریافت کیا بعض علماء نے کہا کہ دم واجب ہے بعض نے کہا کہ آج اس کی قضا کرے

(۱) قال الملا علی قاری: الخامس ان یرمی بنفسہ فلا تجوز النیابۃ عند القدرۃ وتجوز عند العذر فلورمی عن مریض لا یستطیع الرمی بامرہ جاز لان الرمی عن المریض بغیر امرہ لا یجوز..... قیل فی حد المریض ان یصیر بحیث یصلی جالسا والرجل والمرأۃ فی الرمی سواء الا ان رمیہا فی اللیل افضل وفیہ ایماء الی انہ لا تجوز النیابۃ عن المرأۃ بغیر عذر والحاصل ان الرمی ھو من واجبات الحج اما اداء او قضاء فاذا فات وقتھما تعین الدم لترک الرمی اتفاقا.

(شرح لباب المناسک ۱۶۶، ۱۶۷ فصل فی احکام الرمی وشرائطہ)

دم کی ضرورت نہیں ہم نے قول ثانی پر عمل کرتے ہوئے تیرہ ذی الحجہ کورمی جمار کرلیا، اب سوال یہ ہے کہ اس تیرہ ذی الحجہ کورمی کی کیا حیثیت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فیض محمد بورے والا ضلع وہاڑی......۱۹۸۴ء/۷/۱۵

الجواب: صورت مسئولہ میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک دم واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک واجب نہیں ہے، **کما فی المسلک المتوسط للقاری ۱۶۱**﴿۱﴾. **وهو الموفق**

سعی واجب کا ترک کرنا موجب دم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج میں سعی واجب ترک ہوا ہے اب گھر آکر اس کا کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد اسلم صوابی ضلع مردان......۲/ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: آپ کسی حاجی کو رقم دے کر منیٰ میں قربانی کرائیں، یہ قربانی ہر وقت جائز ہے ایام النحر کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، **کما فی الهداية، ومن ترک السعی بین الصفا والمروة فعلیه دم وحجته تام**﴿۲﴾ **وفیها ایضا یجوز ذبح بقیة الهدایا فی ای وقت شاء ولا یجوز ذبح الهدایا الا فی الحرم**﴿۳﴾. **وهو الموفق**

﴿۱﴾ قال العلامة القاری: واذا طلع الفجر ای صبح الرابع فقد فات وقت الاداء ای عند الامام خلافا لهما وبقی وقت القضاء ای اتفاقا الی آخر ایام التشریق فلو اخره ای الرمی عن وقته المعین له فی کل یوم فعلیه القضاء والجزاء وهو لزوم الدم.

(ارشاد الساری ۱۶۱ قبیل فصل فی وقت الرمی فی الیوم الرابع)

﴿۲﴾ (هداية ۱ :۲۵۶ باب الجنایات)

﴿۳﴾ (هداية ۱ :۲۸۱ باب الهدی)

غلطی سے احرام کی چادر دور کرکے کپڑے پہننے اور حج کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک پاکستانی ہوں اور مدینہ منورہ میں رہتا ہوں اگلے سال میں نے حج اور عمرہ کی نیت کرکے احرام باندھ لیا، عمرہ ختم کرکے ہمارے پاس ایک بدو نے میرے سر سے تھوڑے بال کاٹے، لاعلمی کی وجہ سے میں نے فوراً احرام دور کیا اور کپڑے پہن لئے اور حج کا ارادہ کیا کیا میرا یہ حج ہوگیا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مرزا خان حطة النخیل طریقة المدینة المنورة سعودیہ.....۱۹۸۴ء/۴/۲۱

الجواب: آپ ایک دم (شاۃ) ذبح کریں تو ذمہ فارغ ہو جائے گا، اور عمرہ اور حج دونوں درست ہوں گے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

ترک مبیت منیٰ سے دم لازم نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امسال حج کے دوران میں جب ہم نے رمی کیا اور طواف زیارت کیلئے روانہ ہوئے تو ہمارے ساتھ خواتین اور ضعیف العمر آدمی بھی تھے، دوران طواف ہم سے بعض ساتھی بچھڑ گئے ہم نے طواف پورا کیا، تھکاوٹ اور ساتھیوں کے ڈھونڈنے کی وجہ سے ہم نے مکہ میں رات قیام کیا صبح سعی کرلی، اور جمعہ کی نماز پڑھ کر منیٰ روانہ ہوگئے، اب ہم نے جو رات مکہ معظمہ میں قیام کیا تھا اور منیٰ نہیں گئے تھے کیا ہم پر دم لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکیم حمید الدین دہلوی دواخانہ راولپنڈی.....۱۷/ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: او لبس مخيطا او ستر رأسه يوما كاملا او ليلة كاملة وفي الاقل صدقة، قال ابن عابدين: الظاهر ان المراد مقدار احدهما فلو لبس من نصف النهار الى نصف الليل من غير انفصال او بالعكس لزمه دم كما يشير اليه قوله وفي الاقل صدقة.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۲۰ باب الجنايات)

الجواب: چونکہ آپ ترک سنت کے مرتکب ہوئے ہیں ترک واجب کے نہیں لہٰذا آپ پر دم واجب نہیں ہے، کما فی الشامیة ۲: ۲۵۲ قوله فیبیت بها للرمی ای لیالی ایام الرمی هو السنة فلو بات بغیرها کره ولا یلزمه شیئ (لباب)﴿۱﴾. وهو الموفق

متعدد عمرے کرنے والی عورت قصر نہ کریں تو کفارہ اور ایک دم واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے متعدد عمرے کئے اور بال نہیں کاٹے کیا یہ ایک جنایت شمار ہوگی اور ایک دم واجب ہوگا یا متعدد جنایات؟ بینوا توجروا

المستفتی: دلاور شاہ ٹل کوہاٹ......۲۵/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: اس عورت پر احرام قبل از وقت کی وجہ سے کفارہ اور ایک دم واجب ہے، کما یدل علیه مافی الهندیة ۱: ۲۵۴ ومن فرغ من عمرته الا التقصیر فاحرم باخریٰ فعلیه دم لاحرامه قبل الوقت وهو دم جبر وکفارة کذا فی الهدایة﴿۲﴾. وهو الموفق

قربانی سے قبل حلق، رمی کی قضا، طواف زیارت میں ترک سعی، مزدلفہ میں عدم بیتوتت وغیرہ مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) رمی کے بعد اور قربانی سے قبل بال کٹوانے کا کیا حکم ہے؟

(۲) منیٰ میں رات کو نہ ٹھہرنے کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کسی بھی دن جمرات مارے تو کیا دوسرے دنوں کے جمرات ایک ساتھ مار سکتے ہیں؟

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۰۰ قبیل مطلب فی حکم صلاة العید والجمعة فی منیٰ)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۵۴ باب اضافة الاحرام الی الاحرام)

(۴) طواف زیارت میں اگر طواف کرے اور سعی چھوڑ دے پھر قضا کی صورت میں صرف سعی کرے گا یا طواف اور سعی دونوں؟

(۵) مزدلفہ میں رات کو نہ ٹھہرنے کا کیا حکم ہے؟

(٦) اگر غلطی سے آدمی میقات سے تھوڑا دور چلا گیا اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد ابراہیم سکنہ سلیم خان صوابی.....۱۹۸۴ء/۱۰/۷

الجواب: (۱) امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جنایت اور موجب دم ہے (شامی باب الجنایات)﴿۱﴾۔

(۲) منیٰ میں بیتوتت ترک کرنا خلاف سنت ہے لیکن موجب دم وغیرہ نہیں ہے (شامی ۲:۲۵۲)﴿۲﴾۔

(۳) ایام منیٰ میں جب کسی دن کی رمی ترک کردے تو دم واجب ہوگا، خواہ باقاعدہ قضا کرے یا نہ کرے، (ارشاد الساری ۲۴۰)﴿۳﴾۔

﴿۱﴾ قال العلامة الشامی: (قوله او قدم نسکا علی آخر فیجب) لما کان قوله او قدم الخ بیانا لوجوب الدم بعکس الترتیب فرع علیه ان الترتیب واجب الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۲۲٦ باب الجنایات)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (ثم اتی منیٰ فیبیت بها للرمی) ای لیالی ایام الرمی هو السنة فلوبات بغیرها کره ولا یلزمه شیئ لباب.

(فتاویٰ الشامیة ۲:۲۰۰ قبیل مطلب حکم صلاة العید والجمعة فی منیٰ)

﴿۳﴾ قال الملا علی قاری: ولو ترک رمی یوم من ایام النحر کله او اکثره کأربع حصیات فما فوقها فی یوم النحر او احد عشرة حصاة فیما بعده او آخره الی یوم آخر فعلیه دم ای لترکه او تاخیره. (ارشاد الساری ۱:۲۴۰ فصل فی الجنایة فی رمی الجمرات)

(۴) اگر اس شخص نے طواف قدوم یا طواف تطوع کے بعد سعی نہ کی ہو تو جب تک میقات سے باہر نہیں ہوا ہے صرف سعی سے اس کا ذمہ فارغ ہوگا، اگر چہ یہ تاخیر کئی ماہ ہو اور اگر میقات سے باہر ہوا ہو تو بہتر یہ ہے کہ دم ذبح کرے، اور اگر عمرہ یا حج کا احرام باندھ لے اور واپس آ جائے اور یہ مناسک ادا کر لے سعی بھی کر لے تو یہ بھی جائز ہے (ارشاد الساری ۲۳۸)﴿۱﴾۔

(۵) مزدلفہ میں رات گزارنا مسنون ہے لیکن طلوع فجر کے بعد کچھ ٹھہرنا واجب ہے اور موجب دم ہے (شامی)﴿۲﴾۔

(۶) جب واپس ہو کر احرام باندھ لے تو دم واجب نہیں ہے (ہندیہ ۱:۲۵۳)﴿۳﴾۔

اگر تفصیل کی ضرورت ہو تو ایک یا دو سوال روانہ کریں۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ولو ترک السعی کله او اکثر فعلیه دم وحجه تام وان ترکه لعذر فلا شیئ علیه...... ولو سعی قبل الطواف...... لم یعتدبه...... فان لم یعده فعلیه دم اتفاقا ولوترک السعی من اصله ورجع الی اهله بان خرج من المیقات فاراد العود الی مکة یعود باحرام جدید...... واذا اعاده سقط الدم قال فی الاصل والدم احب الی من الرجوع لان فیه منفعة الفقراء. (ارشاد الساری ۲۳۸ فصل فی الجنایة فی السعی)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد امین: (ثم وقف بمزدلفة) هذا الوقوف واجب عندنا لاسنة والبیتوتة بمزدلفة سنة مؤکدة الی الفجر لا واجبة...... واول وقته طلوع الفجر الثانی من یوم النحر وآخره طلوع الشمس منه فمن وقف بها قبل طلوع الفجر او بعد طلوع الشمس لا یعتد به وقدر الواجب منه ساعة ولو لطیفة الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۹۳ مطلب فی الوقوف بمزدلفة)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: وان عاد الی المیقات واحرم فهذا علی وجهین فان احرم بحجة او عمرة عما لزمه خرج عن العهدة وان احرم بحجة الاسلام او عمرة کانت علیه ان کان ذلک فی عامه اجزأه عما لزمه لدخول مکة بغیر احرام استحسانا کذا فی المحیط.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۵۳ الباب العاشر فی مجاوزة المیقات بغیر احرام)

ضعیف وناتوان کا رمی جمار میں توکیل اور دم وغیرہ کے مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے حج پر جاکر تمام افعال خود ادا کئے، لیکن کمزوری وناتوانی اور بڑھاپے کی وجہ سے رمی جمار کسی دوسرے سے کروایا اب:

(۱) اس شخص پر دم وغیرہ واجب ہے؟

(۲) اگر واجب ہے تو ایک یا تین؟

(۳) اس دم کا ذبح کہاں پر ضروری ہے؟

(۴) اگر منیٰ میں ضروری ہے اور وہ شخص واپس آیا ہے پھر کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ نعمانی جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

الجواب: (۱) جو شخص بذات خود رمی پر ضعف یا مرض کی وجہ سے قادر نہ ہو نہ دن کو اور نہ رات کو وہ دوسرے شخص سے رمی کروا سکتا ہے (ہندیہ) ۱۔

(۲) جو شخص باوجود قدرت کے تمام رمیات ترک کرے اس پر ایک دم واجب ہے (شامی) ۲۔

---

۱ وفی الھندیة: مریض لا یستطیع الرمی توضع الحصاة فی کفه لیرمی به او یرمی عنه غیره بامره کذا فی محیط السرخسی فی صفة الرامی.

(فتاوی عالمگیریه ۱: ۲۳۶ فصل فی المتفرقات)

۲ قال العلامة ابن عابدین (او الرمی کله) انما وجب بترکه کله دم واحد لان الجنس متحد کما فی الحلق و الترک انما یتحقق بغروب الشمس من آخر ایام الرمی وهو الرابع الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۵۲۲ باب الجنایات)

(۳) دم جنایت زمین حرم سے مختص ہے خواہ منیٰ میں ہو یا مکہ میں، اس میں سے ہر جگہ یہ ذبح کافی ہے (بحر﴿۱﴾ شامی﴿۲﴾)۔

(۴) دوسرے شخص کو وکیل اور مامور کر کے ذبح حرم میں کروائے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

حائضہ کا طواف زیارت اور طواف وداع ترک کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی زوجہ کا حیض ہمیشہ دس دن ہوتا ہے جب منیٰ اور عرفات کے درمیانی وقفے میں حیض آ گیا اس کے بعد ہم جدہ شریف جانے والے تھے اور ابھی تک زوجہ زید کے ایام حیض میں چھ دن باقی تھے، اب سوال یہ ہے کہ اس زوجہ کے ذمہ ایک طواف زیارت باقی تھا اور دوسرا طواف وداع بھی، اب ہم کیا تدبیر کرتے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۴ء/۴/۱۰

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: (وخص ذبح هدی المتعة والقران بیوم النحر والکل بالحرم لا بفقیره) بیان لکون الهدی موقتا بالمکان سواء کان دم شکر او جنایة...... واما توقیته بالزمان فمخصوص بهدی المتعة والقران واما بقیة الهدایا فلا تتقید بزمان.

(البحر الرائق ۲: ۲۷ باب الهدی)

﴿۲﴾ قال فی الشامیة: (ذبح فی الحرم) فلو ذبح فی غیره لم یجز.

(فتاویٰ الشامیة ۲: ۲۲۸ باب الجنایات)

﴿۳﴾ قال العلامة المودود الموصلی: ولا یذبح الجمیع الا فی الحرم قال تعالیٰ فی جزاء الصید (هدیا بالغ الکعبة) وفی دم الاحصار (حتی یبلغ الهدی محله) ولان الهدی ما عرف قربة الا فی مکان معلوم وهو الحرم، قال علیه السلام منی کلها منحر وفجاج مکة کلها منحر رواه ابوداؤد وابن ماجة والدارمی واحمد.

(الاختیار لتعلیل المختار ۱: ۲۲۱ باب الهدی)

الجواب: اگر یہ عورت حالت حیض میں طواف زیارت کرتی تو باوجود حرمت کے فریضہ حج ادا ہوتا اور ایک بدنہ ذبح کرنے سے جنایت سے بری ہوتی (شامی۲:۲۵۹) ﴿۱﴾ لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت وطن کو واپس ہوئی ہے اس لئے اس کیلئے دوبارہ مکہ جانا ضروری ہے تا کہ طواف زیارت کرے اور اس کیلئے جماع کرنا ممنوع ہے اگرچہ کئی سال گزر جائیں (ہندیہ۱:۲۴۶) ﴿۲﴾ اور حائضہ کیلئے طواف صدر ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے (شامی ۲:۲۵۵) ﴿۳﴾. وھو الموفق

حج میں حاملہ عورت کیلئے واجبات ترک کرنے کے مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب کی اہلیہ حاملہ تھی اس مجبوری کی وجہ سے مختصر حج کیا، اگرچہ معلم الحجاج میں جوابات موجود ہیں تاہم مزید تسلی کیلئے لکھ رہا ہے، مسئلہ یہ ہے کہ ڈاکٹر نے بھی حاملہ ہونے کی صورت میں حج پر جانے سے منع کیا مگر اس کے باوجود دونوں نویں ذی الحجہ کو سپیشل موٹر لیکر مکہ معظمہ پہنچے وہاں طواف قدوم کیا اور پھر زوال سے پہلے عرفات پہنچے، غروب کے بعد وہاں

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدين: لو هم الركب على القفول ولم تطهر فاستفتت هل تطوف ام لا قالوا يقال لها لا يحل لك دخول المسجد وان دخلت وطفت اثمت وصح طوافك وعليك ذبح بدنة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۹۹ مطلب فى طواف الزيارة)

﴿۲﴾ وفى الهندية: وان ترك كلا الطوافين فهو حرام على النساء ابدا وعليه ان يرجع ويطوف طواف الزيارة وطواف الصدر.

(فتاوىٰ عالمگيريه ۱:۲۴۶ الفصل الخامس فى الطواف والسعى)

﴿۳﴾ قال العلامة الشامى: (وطواف الصدر واجب الا على اهل مكة) اى فلا يجب على المكى ولا على المعتمر مطلقا والمجنون والصبى والحائض والنفساء كما فى اللباب وغيره.

(فتاوى الشامية ۲:۲۰۲ مطلب فى طواف الصدر)

سے نکل کر مزدلفہ ہوتے ہوئے راتوں رات حرم شریف پہنچے، دسویں کو صبح صادق کے بعد طواف زیارت کرلیا، اسی طرح وقوف مزدلفہ اور رمی نہ کر پائے، معلم الحجاج میں لکھا ہوا ہے کہ واجبات حج اگر عذر شرعی کی بنا پرفوت ہو جائیں تو دم لازم نہیں آتا، اب اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید خان ریاض سعودی عرب......۱۹۷۲ء/۲/۸

الجواب: چونکہ ان حضرات سے واجبات بلا عذر شرعی فوت ہو چکے ہیں لہٰذا ان پر تمام واجبات کا دم دینا ضروری ہے ﴿۱﴾ مگر بیوی پر وقوف مزدلفہ کا دم نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

قبل ازادائیگی طواف زیارت زوجہ سے جماع کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی سے طواف زیارت رہ جائے کیا قبل ازادائیگی طواف زیارت اپنی زوجہ سے جماع کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی ظفر الحق......۱۹۸۵ء/۱۲/۱۱

﴿۱﴾ وفي الهندية: ولو ترك الجمار كلها او رمى واحدة او جمرة العقبة يوم النحر فعليه شاة.

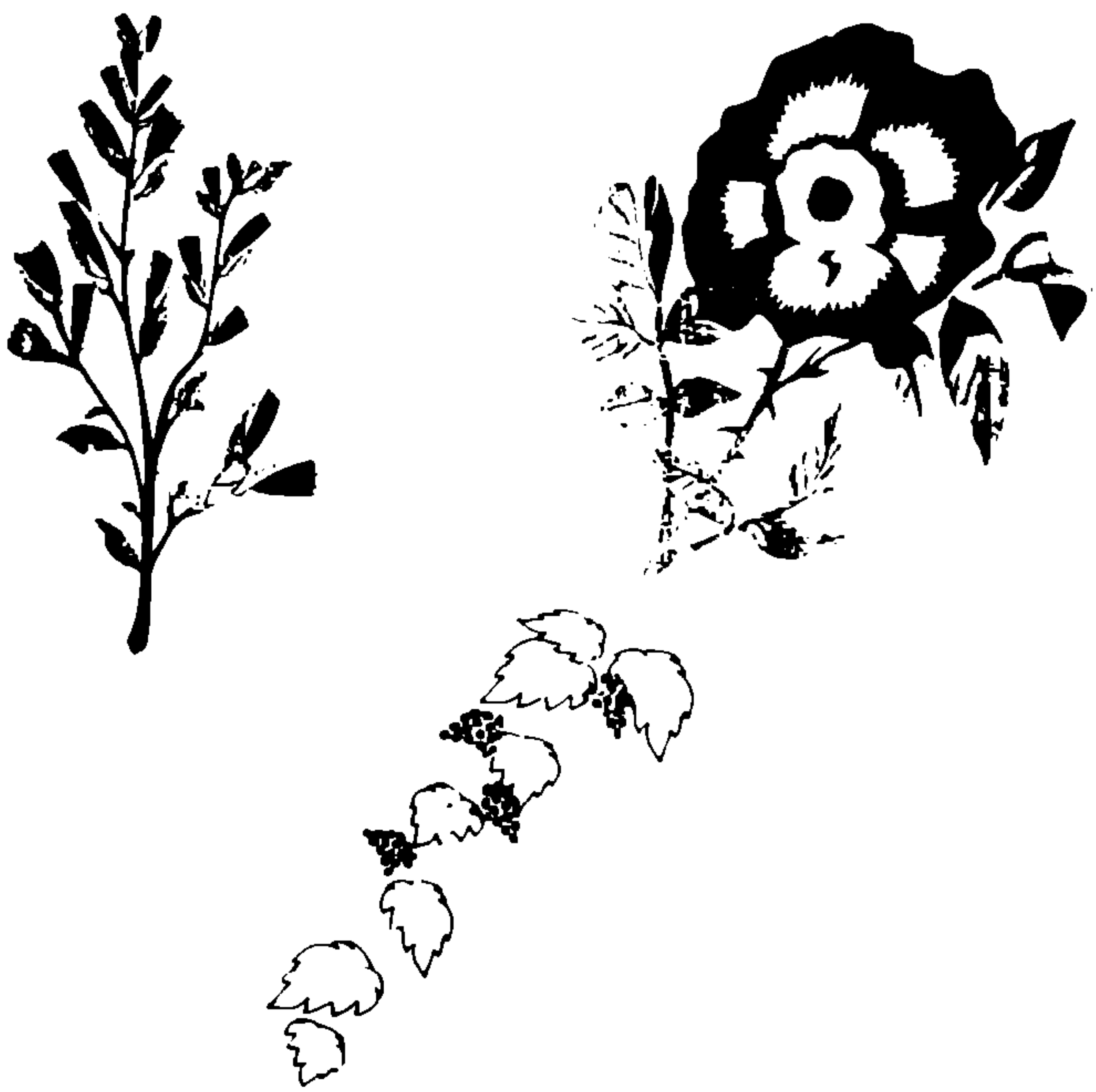
(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۴۷ قبیل الباب التاسع فی الصید)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ثم وقف بمزدلفة ووقته من طلوع الفجر الى طلوع الشمس ولو مارا كما في عرفة لكن لو تركه بعذر كزحمة بمزدلفة فلا شيئ عليه، قال ابن عابدين: الا اذا كان لعلة او ضعف او يكون امرأة تخاف الزحام فلا شيئ عليه...... فالاولىٰ تقييد خوف الزحمة بالمرأة ويحمل اطلاق المحيط عليه لكون ذلك عذرا ظاهرا في حقها يسقط به الواجب بخلاف الرجل او يحمل على ما اذا خاف الزحمة لنحو مرض ولذا قال في السراج الا اذا كانت به علة او مرض او ضعف فخاف الزحام لدفع ليلا فلاشيئ عليه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۹۳ مطلب في الوقوف بمزدلفة)

الجواب: رفضِ حج کے ارادہ سے قبل اس پر بیوی حرام ہوتی ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وبترك اكثره بقي محرما ابدا في حق النساء حتى يطوف فكلما جامع لزمه دم اذا تعدد المجلس الا ان يقصد الرفض فتح.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۲۴ باب الجنايات)



فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بہ فتاوی فریدیہ جلد سوم

...... : قال اللّٰہ تعالیٰ : ......

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم
جآء وک فاستغفروا الله واستغفر
لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما .

...... ﴿النساء : ٦٤﴾ ......

باب زيارة قبر النبى صلى الله عليه وسلم

...... : عن ابن عمر قال : ......

قال رسول الله ﷺ من زار قبری

وجبت له شفاعتی.

رواه البزار والدارقطنی، قاله النووی وقال القاری فی

شرح الشفاء صححه جماعة من ائمة الحدیث

باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

زیارت روضہ مبارکہ میں پہل افضل ہے یا حج میں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حج کرنے سے پہلے زیارت روضہ مبارکہ افضل ہے اور بعض بعد میں افضل کہتے ہیں صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: زرباز خان صوابی......۱۹۷۴ء/۴/۲۸

الجواب: جس شخص نے فرض حج نہیں کیا ہو اس کیلئے افضل یہ ہے کہ پہلے حج کرے اور حج کے بعد زیارت مدینہ منورہ کو جائے، اور اگر یہ حج نفلی ہو تو اسے اختیار ہے کہ ہر ایک پہلے کرے یا بعد میں اور جس حاجی کا راستہ مدینہ منورہ پر ہو تو یہ پہلے زیارت کرے گا (شرح لباب) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حج یا عمرہ میں زیارت روضہ نبوی کیلئے جانے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص حج یا عمرہ کیلئے مکہ مکرمہ جائے کیا اس کیلئے زیارت روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مدینہ منورہ جانا لازمی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۴ء/۳/۱۲

﴿۱﴾قال العلی بن سلطان محمد: ان کان الحج فرضا علیه فیبدأ بالحج ثم بالزیارۃ ای ابتدأ بالاهم فالاهم ولان الحج حق الله تبارک وتعالیٰ وهو مقدم علی حق رسوله...... لکنه مقید بما قاله ان لم یمر بالمدینة فی طریقه ای کاهل الشام وان مربها بدأ بالزیارۃ لا محالة لان ترکها مع قربها یعد من القساوۃ والشقاوۃ...... وان کان الحج علیه نفلا فهو بالخیار ای اذا کان آفاقیا بین البداءۃ بالمختار ای بزیارته صلی اللہ علیہ وسلم الخ.

(مناسک لملا علی قاری ۳۳۴ باب زیارۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)

الجواب: زیارت روضہ رسول ﷺ کیلئے مدینہ منورہ جانے کے بارے میں تین اقوال ہیں، مندوب، قریب الوجوب اور واجب، علامہ شامی ﴿۱﴾ اور مولانا تھانوی ﴿۲﴾ نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے، خلافا لابن تیمیة ومن دان دینهم ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين :(بل قيل واجبة) ذكره في شرح اللباب وقال بينته في الدرة المضية في الزيارة المصطفوية وذكره ايضا الخير الرملي في حاشية المنح عن ابن حجر وقال وانتصر له نعم عبارة اللباب والفتح وشرح المختار انها قريبة من الوجوب لمن له سعة الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۷۹ قبيل مطلب في المجاورة بالمدينة ومكة المكرمة)

﴿۲﴾قال الشاه اشرف على التهانوى: وفي ردالمحتار عن اللباب والفتح وشرح المختار انها قريبة من الوجوب لمن له سعة ، اس سے قول بالوجوب کے معنیٰ واضح ہو گئے یعنی ہے تو مندوب مگر اور مندوبات سے زیادہ مہتم بالشان جس کو قرب وجوب سے تعبیر کیا ہے، پس دونوں قول متطابق ہو گئے۔

(امداد الفتاوىٰ ۲: ۱۶۹ مسائل متفرقه متعلقه بالحج)

﴿۳﴾ قال في رسالة مسائل حج: ابن تیمیہ، امام جوینی اور امام الحرمین کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ کے روضہ کی زیارت کیلئے سفر ممنوع ہے حدیث لا تشد الرحال کی وجہ سے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ صرف مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی طرف سفر کیا جائے گا لیکن یہ لوگ خطا ہوئے ہیں کیونکہ اگر حدیث لا تشد الرحال کا یہ معنیٰ ہوتا تو پیغمبر ﷺ کی حین حیات میں نبی علیہ السلام کی ملاقات اور زیارت کیلئے سفر نا جائز ہوتا بلکہ تجارت، علم اور جہاد کیلئے بھی سفر نا جائز ہوتا، اس حدیث کا معنیٰ حدیث مسند امام احمد بن حنبلؒ سے معلوم ہے، کہ سوائے ان تین مساجد کے دیگر مساجد کو نماز کیلئے سفر کرنا مناسب اور افضل نہیں ہے زیارت القبور وغیرہ کے متعلق یہ حدیث ساکت ہے (شامی وغیرہ) انتہیٰ (مسائل حج ۲۶)۔

قلت: علاوہ ازیں زیارت قبر نبوی کی مشروعیت اور استحباب پر خصوصی روایات وارد ہیں جو بیهقي، دارمي، دارقطني، مسند ابو داؤد طيالسي، عقيلي، وفاء الوفا اور موطا امام محمد میں مروی ہیں، اس کی بعض اسناد میں اگرچہ محدثین کا کلام ہے لیکن کثرت روایات اور کثرت (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ویزہ میں قلت ایام کی وجہ سے حاجی مدینہ منورہ نہ جاسکے حج متأثر نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر سعودی عرب کے قانون کی رو سے حج کے ویزے میں وقت کم ہو اور حاجی مدینہ منورہ برائے زیارت قبر رسول ﷺ نہ جاسکے کیا اس کا حج پورا ہوا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سمیع الرحمٰن بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: زیارت روضہ رسول ﷺ ارکان حج میں سے نہیں ہے البتہ زیارت مدینہ منورہ روضہ اقدس کیلئے جانا قریب الی الوجوب ہے، قانونی مشکلات اور شرعی اعذار کی بنا پر اگر نہ جاسکے تو یہ وجوب ساقط ہے بہر حال اس سے حج متأثر نہیں ہوتا (قواعد الفقہ) ﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) طرق کی وجہ سے اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور ان میں سے دو روایات صاحب مشکوٰۃ نے بھی روایت کی ہیں اور شارح مشکوٰۃ ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، والاحاديث في هذا الباب كثيرة وفضائل الزيارة شهيرة ومن انكرها انما انكر ما فيها من بدع نكيرة غالبها كبيرة.
(مرقاة المفاتيح ۵: ۶۳۲).

اور عبدالوہاب الازہری موطا امام محمد کی تعلیق میں فرماتے ہیں، والاحاديث في فضل زيارة القبر النبوى كثيرة وصحيحة والضعيف منها يرتقى الى درجة المقبول لتعدد طرقه وكثرة شواهده كما ذكره ابن حجر في التلخيص الحبير وما ذكره ابن الجوزى في التحقيق من ان حديث (من حج فلم يزرني فقد جفاني) موضوع وتابعه ابن تيمية في ذلک غير صحيح بل هو اما حسن عند بعض المحدثين واما ضعيف كما هو عند بعضهم وانظر في ذلک شفاء السقام للسبكي والجوهر المنظم لابن حجر الهيتمي ورسائل اللكنوى صاحب التعليق الممجد. ....(ازمرتب)

﴿۱﴾ قال الملا على قارى: ان زيارة سيد المرسلين ﷺ باجماع المسلمين اى من غير عبرة بما ذكره بعض المخالفين من اعظم القربات (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حرم نبوی ﷺ کی زیارت کے وقت افعال

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ روضہ مبارکہ کی زیارت کیلئے مسجد نبوی میں داخل ہوتو کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم

الجواب: (۱) مسجد نبوی ﷺ کو باب السلام یا باب جبرئیل سے داخل ہونا مستحب ہے ﴿۱﴾ لیکن اگر ازدحام کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف پہنچانے یا خود تکلیف میں پڑنے کا خطرہ ہوتو ان ابواب سے داخلہ ممنوع ہے، دیگر ابواب سے داخل ہو، (قواعد الشرع)۔

(۲) جب مسجد کو داخل ہوتو اول با قاعدہ تحیۃ المسجد ادا کرے اگر وقت مکروہ نہ ہو، پھر موجہ شریفہ کو جائے اور نبی علیہ السلام پر صلاۃ وسلام پڑھ لے، پھر ایک گز (شرعی) بائیں طرف ہو جائے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے، پھر ایک گز اور بائیں طرف ہو جائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے (شرح لباب) ﴿۲﴾۔

(بقیہ حاشیہ) وافضل الطاعات وانجح المساعی لنیل الدرجات قریبة من درجة الواجبات بل قیل انها من الواجبات كما بینته فی الدرة المضیة فی الزیارة المصطفویة لمن له سعة ای وسعة واستطاعة وتركها غفلة عظیمة.

(ارشاد الساری ۳۳۴ باب زیارت سید المرسلین ﷺ)

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ویدخل من باب جبریل او غیره كباب السلام كما علیه العمل والافضل لعل وجهه دخول جبریل علیه من ذلك الباب او لانه كان الی الحجرات من اقرب الابواب فاذا دخله قصد الروضة المقدسة الخ. (ارشاد الساری ۳۳۷ باب زیارة سید المرسلین ﷺ)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: ثم یبدأ بتحیة المسجد ركعتین ... فاذا فرغ من ذلك قصد التوجه الی القبر المقدس ... ثم توجه مع رعایة غایة الادب (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) حجرہ مبارکہ کا بوسہ لینا، ہاتھ رکھنا، زیادہ قریب ہونا سجدہ کرنا، جھکنا اور زمین کا بوسہ لینا وغیرہ سب ناجائز ہیں (شرح لباب) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مسجد نبوی میں داخل ہوکر تحیۃ المسجد پڑھے پھر زیارت کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص زیارت روضۃ الرسول ﷺ کیلئے مسجد نبوی میں داخل ہوتو وہ پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے یا پہلے زیارت کرے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید رازق ہنگو کوہاٹ

الجواب: جب زیارت کیلئے مسجد نبوی میں داخل ہوتو اول با قاعدہ دوگانہ تحیۃ المسجد ادا کرے پھر مواجہ شریفہ کو جائے اور با قاعدہ صلاۃ وسلام ادا کرے (شرح اللباب) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فقام تجاه الوجه الشريف...... مستقبلا للوجه الكريم... مستدبرا للقبلة... ممثلا صورته الكريمة في خيالك... مستشعرا بانه عليه الصلاة والسلام عالم بحضورك وقيامك وسلامك..... مسلما مقتصدا من غير رفع صوت ولا اخفاء بحضور وحياء السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته... ثم يتأخر الى صوب يمينه اى متوجها الى جانب يساره قدر ذراع فيسلم على خليفة رسول الله ﷺ ابي بكر الصديق..... ثم يتأخر الى يمينه قدر ذراع فيسلم على خليفة رسول الله ﷺ عمربن الخطاب الخ.
(المسلك المتقسط ۳۳۸ باب زيارة سيد المرسلين ﷺ)

﴿۱﴾ قال العلامة علي بن سلطان محمد: ولا يمس عند الزيارة الجدار لانه خلاف الادب في مقام الوقار وكذا لا يقبله لان الاستلام والقبلة من خواص بعض اركان الكعبة والقبلة ولا يلتصق به اى بالتزامه ولصوق بطنه لعدم وروده ولا يطوف... ولا ينحني ولا يقبل الارض فانه كل واحد بدعة اى غير مستحسنة فتكون مكروهة واما السجدة فلاشك انها حرام الخ.
(المسلك المتقسط في المنسك المتوسط ۳۴۲ باب زيارة سيد المرسلين ﷺ)

﴿۲﴾ قال العلامة القاري: ثم يبدا بتحية المسجد ركعتين (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

زیارت قبر اطہر کے وقت خطاب کے صیغے اور حروف ندا ذکر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ زیارت روضہ اقدس کے پاس درود شریف کے صیغے "الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ" وغیرہ یعنی خطاب کے صیغے اور حروف ندا جو کہے جاتے ہیں ان کا ثبوت احادیث میں نہیں ہے کیا زید کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا غلام مجتبیٰ دارالعلوم عثمانیہ راول پارک لاہور......۱۰/ رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: یہ خطاب کے صیغے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں مروی ہیں، رواہ ابوحنیفہ﴿۱﴾ وایضا ان الخطاب جاز من البعید فی بعض الاحوال﴿۲﴾ فکیف لا

(بقیہ حاشیہ) تعظیما وتقدیما لحقہ علی حق رسولہ کما یقتضی ترتیب حقوق الربوبیۃ والعبودیۃ والافضل ان تکون ای تلک الصلاۃ بمصلاہ ﷺ ای فی مقامہ بمحرابہ..... فاذا فرغ من ذلک قصد التوجہ الی القبر المقدس..... ثم توجہ ای بالقلب والقالب مع رعایۃ غایۃ الادب فقام تجاہ الوجہ الشریف الخ.

(ارشاد الساری ۳۳۷ باب زیارۃ سید المرسلین ﷺ)

﴿۱﴾ ابوحنیفۃ عن نافع عن ابن عمر قال من السنۃ ان تأتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلۃ ویجعل ظہرک الی القبلۃ وتستقبل القبر بوجہک ثم تقول السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، قال الشیخ محمد حسن السنبلی فی شرحہ: وفی روایۃ عبد الرزاق ان ابن عمر کان اذا قدم من سفر اتی قبر النبی ﷺ فقال السلام علیک یا رسول اللہ.

(مسند امام ابی حنیفۃ مع شرحہ تنسیق النظام ۱۲۶ قبیل کتاب النکاح)

﴿۲﴾قال الشاہ اشرف علی التہانوی: (یارسول اللہ کفتن) بارادہ استعانت واستغاثہ یا باعتقاد حاضر وناظر ہونے کے منہی عنہ ہے اور بدون اس اعتقاد کے محض شوقا واستلذاذا ماذون فیہ ہے۔

(امداد الفتاویٰ ۵:۳۸۵ کتاب العقائد والکلام)......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یجوز من القریب لان سماع الموتیٰ حق ﴿۱﴾. وھو الموفق

اسطوانہ ابولبابہ کے پاس دو رکعت پڑھنا مستحب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زیارت روضہ مقدسہ کے بعد اسطوانہ ابولبابہ کے پاس دو رکعت پڑھنا لازمی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خیر محمد ڈی آئی خان......۱۹۸۱ء/۶/۲۵

الجواب: مستحب یہ ہے کہ زیارت سے فارغ ہو کر اسطوانہ ابی لبابہ کے قریب دو رکعت نماز ادا کرے بشرطیکہ وقت مکروہہ نہ ہو اور نہ کسی کو تکلیف دینے اور نہ خود تکلیف میں پڑنے کا خطرہ ہو اور مغفرت کی دعا کی جائے (ھندیہ وغیرہ) ﴿۲﴾، ﴿۳﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وقال العلامۃ ابن عابدین: یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشھادۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند الثانیۃ منھا قرت عینی بک یارسول اللہ.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱: ۲۹۳ قبیل باب شروط الصلاۃ)

﴿۱﴾قال الشیخ خلیل احمد السھارنفوری: فان قلت ماوجہ الجواب بقولہ ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء فان المانع من العرض والسماع ھو الموت وھو قائم قلت لاشک ان حفظ اجسادھم من ان ترم خرق للعادۃ المستمرۃ فکما ان اللہ تعالیٰ یحفظھا منہ فکذلک یمکن من العرض علیھم ومن الاستماع منھم صلوات الامۃ ویؤیدہ حدیث نبی اللہ حیٌ یرزق. (بذل المجھود فی حل ابی داؤد ۲: ۱۶۰ باب تفریع ابواب الجمعۃ)

﴿۲﴾ قال فی الھندیۃ: ثم یأتی اسطوانۃ ابی لبابۃ التی ربط نفسہ فیھا حتی تاب اللہ علیہ وھی بین القبر والمنبر فیصلی رکعتین ویتوب الی اللہ ویدعو بماشاء.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۶۶ خاتمۃ فی زیارۃ قبر النبی ﷺ)

﴿۳﴾قال العلامۃ عبد اللہ بن مودود الموصلی: ثم یأتی اسطوانۃ ابی لبابۃ التی ربط نفسہ فیھا حتی تاب اللہ علیہ وھی بین القبر والمنبر ویصلی ...(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مساجد خمسہ اور چہل نماز در مسجد نبوی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد خمسہ جو سرزمین عرب میں ہیں کہاں ہیں اور کس کتاب میں اس کا ذکر ہے، اور چالیس نمازوں کا مسئلہ مسجد نبوی میں کس کتاب میں ذکر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد قاسم جلال آباد افغانستان ......۱۴/ رمضان ۱۴۰۸ھ

الجواب: حوالہ مساجد خمسہ نہ یافتم ﴿۱﴾ وحوالہ چہل نماز در مسجد نبوی در طبرانی اوسط و در مسند

(بقیہ حاشیہ) رکعتین ویتوب الی اللہ تعالیٰ ویدعو بما شاء. (الاختیار لتعلیل المختار ۱: ۲۲۶ فصل فی زیارۃ قبر النبی ﷺ)

قال الملا علی قاری: وجمیع سواری المسجد ای المصطفوی فی اصل بنائها یستحب الصلاۃ عندها لانہا لا تخلو عن النظر النبوی الیها ای الی ما کان فی موضعها والا فهی لیست عینها بل غیرها وصلاۃ الصحابۃ عندها ای فی اماکنها وقربها.

(ارشاد الساری ۳۴۴ قبیل فصل فی زیارۃ اهل البقیع)

﴿۱﴾ مسجد فتح یا مسجد احزاب یہ مسجد جبل سلع کے غربی کنارے کی بلندی پر واقع ہے اور خندق کے جنوب مغرب کی جانب قدرے جنوب کی طرف واقع ہے، غزوہ خندق کے دوران میں اس مقام پر جہاں اس وقت مسجد الفتح ہے آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھی اور تین دن متواتر یعنی پیر منگل اور بدھ کو فتح و نصرت کی دعا فرمائی، پس بدھ کے روز بین الصلاتین آپ کی دعا قبول ہوئی اور طوفان اور آندھی کے باعث حملہ آور لشکر میں افراتفری پھیل گئی، اور وہ بے نیل و مرام پسپا ہو گئے، اسی مقام پر مسجد بنا دی گئی، دعائے فتح و نصرت و قبولیت کی مناسبت سے مسجد الفتح کے نام سے مشہور ہے اور غزوہ احزاب کی وجہ سے مسجد الاحزاب اور بلندی پر واقع ہونے کی وجہ سے مسجد الاعلیٰ بھی کہلاتی ہے۔

مسجد فتح کی جنوبی سمت میں چار مسجدیں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر اور بھی ہیں یہ مسجدیں بھی مسجد فتح سمیت مساجد فتح کہلاتی ہیں اور ان کو مساجد خمسہ بھی کہتے ہیں، ان میں سے تین مسجدوں کے یہ نام مشہور ہیں، مسجد سلمان الفارسی، مسجد علی بن ابی طالب، مسجد ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) چوتھی مسجد کا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ عن انس رضی اللہ عنہ است ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مسجد قبا کی زیارت بروز ہفتہ مستحب اور اس میں نماز عمرہ کے برابر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب حاجی مدینہ منورہ جائے تو بروز ہفتہ مسجد قباء کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنا ضروری ہے اور اس میں دو رکعت نفل عمرہ کرنے کا برابر ثواب رکھتا ہے کیا واقعی یہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل شیر داوڑ وزیرستان

(بقیہ حاشیہ) نام مسجد فاطمہ ہے اور ان مذکورہ ناموں کی وجہ تسمیہ کی بھی کوئی سند نہیں ہے، اکثر زیارت کرانے والے مزور حاجیوں کو زیارات کراتے وقت ان ناموں سے ان مساجد کا تعارف کراتے ہیں کیونکہ وہ ان کے تاریخی نام نہیں جانتے تاہم مشہور یہ ہے کہ غزوہ خندق کے وقت مسلمانوں کا لشکر اس خطہ میں خیمہ زن تھا اور ان کیلئے اس جگہ نماز کی چند جگہیں بنائی گئی تھیں اور ان چار جگہوں میں رسول اللہ ﷺ نے خندق کے معرکے کے دنوں میں نماز پڑھی ہے، مسجد سلمان الفارسی یہ مسجد الفتح کے سب سے زیادہ قریب جنوب کی طرف واقع ہے، مسجد علی بن ابی طالب یہ مسجد سلمان الفارسی کے تقریباً جنوب میں قریب ہی واقع ہے، مسجد ابوبکر صدیق یہ مسجد علی بن ابی طالب کے قریب اس کے جنوب میں قدرے مائل بہ مشرق واقع ہے، لیکن ان مسجدوں کے ان ناموں کی طرف منسوب ہونے کی وجہ محقق نہیں ہوئی اور ان مساجد اربعہ کی موجودہ عمارتیں عثمانی ترکی عہد کی ہیں انہوں نے نئے سرے سے بنائی ہوں گی، یا ترمیم وغیرہ کی ہوگی، واللہ اعلم۔ (ماخوذ از زیارۃ الحرمین، فصول وآثار وغیرہ باعمدۃ الفقہ)، اب کہتے ہیں کہ ان تمام مساجد کو ہٹا کر اس مقام پر ایک عظیم مسجد بنائی گئی ہے۔ از مرتب

﴿۱﴾ **قال النبی ﷺ:** من صلی فی مسجدی اربعین صلاۃ لا تفوتہ صلاۃ کتبت لہ براءۃ من النار ونجاۃ یوم القیامۃ، رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس بن مالک، ولم یروہ عن انس الانبیط تفرد بہ ابن ابی الرجال. (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳:۲۳۹) وفی عمدۃ الفقہ للزوار حسین رواہ احمد فی مسندہ والطبرانی فی معجمہ الاوسط ورجالہ ثقات.

(عمدۃ الفقہ ۴: ۷۰۰ کتاب الحج)

الجواب: مسجد قباء کی زیارت ہر روز جائز ہے اور بروز ہفتہ مستحب ہے (ہندیہ) ﴿۱﴾ اور اس میں دو رکعت نماز عمرہ کا ثواب رکھتا ہے، رواہ الترمذی ﴿۲﴾ ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الھندیة: ویستحب ان یاتی مسجد قباء یوم السبت کذا ورد عنہ علیہ السلام ویدعو یا صریخ المستصرخین ویاغیاث المستغثین یا مفرج کرب المکروبین یا مجیب دعوۃ المضطرین صل علی محمد و آلہ واکشف کربی وحزنی کما کشفت عن رسولک کربہ وحزنہ فی ھذا المقام قالوا لیس فی ھذہ المواقف دعاء مؤقت فبأی دعاء دعا جاز کذا فی قاضی خان.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۶۷ قبیل کتاب النکاح)

﴿۲﴾ عن ابو الابرد مولی بنی خطمة انہ سمع اسید بن ظھیر الانصاری وکان من اصحاب النبی ﷺ قال الصلوٰۃ فی مسجد قبا کعمرۃ وفی الباب عن سھل بن حنیف.

(جامع الترمذی ۱: ۴۳ باب ماجاء فی الصلوٰۃ فی مسجد قباء)

﴿۳﴾ قال الدکتور وھبة الزحیلی: یستحب زیارۃ المساجد الاخریٰ مثل مسجد قباء وھو فی الجنوب الغربی من المدینة وھو اول مسجد اسس فی المدینة وذلک یوم السبت ناویا التقرب بزیارتہ والصلاۃ فیہ لحدیث الترمذی (صلاۃ فی مسجد قباء کعمرۃ) وفی الصحیحین عن ابن عمر قال کان رسول اللہ ﷺ یأتی مسجد قباء راکبا وماشیا فیصلی فیہ رکعتین، وفی روایة صحیحة کان یأتیہ کل سبت ویدعو بما شاء من کشف الکرب والحزن الخ. (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳: ۲۴۰۵ زیارۃ اھم المعالم الاثریة فی المدینة)

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بہ فتاوی فریدیہ جلد چہارم

كتاب النكاح

باب رسم النكاح وشرائطه وآدابه

......: قال اللّٰه تعالیٰ :......

فانکحوا ماطاب لکم من النساء.

......﴿النساء:۳﴾......

......: قال اللّٰه تعالیٰ :......

وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم.

......﴿النور:۳۲﴾......

کتاب النکاح

باب رسم النکاح وشرائطہ و آدابہ

منگنی اور باقاعدہ نکاح میں فرق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

کہ میری دختر کی شادی زید کے ساتھ ہوئی جس کی باقاعدہ عائلی قوانین کے مطابق رجسٹری ہوئی اور سرکاری دستاویزات موجود ہیں، نکاح کے چند دنوں بعد مخالفین نے جھوٹا پروپیگنڈہ شروع کیا کہ میری دختر کا عقد نکاح سکندر کے ساتھ ہوا تھا اس دعوے پر انہوں نے آٹھ جھوٹے گواہ بھی پیش کئے، اس پر میں اپنے گاؤں کے ایک مولوی صاحب کے مشورے سے اپنی لڑکی کو شادی کے نو دن بعد اپنے گھر لے آیا، مولوی صاحب نے مشورہ دیا کہ چونکہ معاملہ جرگہ میں پیش ہوا ہے اسلئے بہتر ہے کہ فیصلہ ہونے تک فی الحال اپنی لڑکی کو گھر لے آؤ، بعد ازاں برادری کے تین افراد بطور جرگہ مقرر ہوئے ثالثوں نے بیانات لے لئے پھر سکندر نے ثالثوں سے کہا کہ اگر یہ شخص مجھے دو ہزار روپیہ دے دیں تو میں اپنے دعوے سے دستبردار ہوتا ہوں ثالثوں نے زیادتی سمجھتے ہوئے فیصلہ کی منظوری دے دی، اخلاقی جرم یہ تھا کہ میں نے اقرار کیا اور اب بھی کرتا ہوں کہ میری لڑکی چھ سال کی تھی اور سکندر ایک سال کا تھا اور سکندر کے والد نے میری بیٹی منسوب کرنے کی خواہش کی اور یہ خواہش نہ میں نے واضح الفاظ میں قبول کی تھی اور نہ انکار کیا تھا اور نہ باقاعدہ منگنی ہوئی تھی اور نہ کوئی رواج ہوا تھا بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ مجھے معلوم ہوا کہ ان کا ارادہ نہیں ہے

اسلئے میں نے مناسب رشتہ ملنے پر زید کے ساتھ نکاح کیا اور باقاعدہ نکاح ہوا، اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ زید کے ساتھ نکاح درست ہوا ہے یا یہ سکندر کا حق ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: انار گل پنڈی گیپ کیملپور.....۱۹۷۲ء/۶/۲۹

الجواب: اگر آپ نے گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول نہ کیا ہو تو یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح نہیں ہے لہٰذا اس لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ بلاشک وشبہ درست ہے، **قال فی المرقاة لا کن ان تزوج الثانی تلک المرأة بغیر اذن الاول صح النکاح الخ (۶: ۲۱۱)** ﴿۱﴾ **وفی تنقیح فتاویٰ الحامدیة (۱: ۳۱) لا تکون الخطبة واقعة موقع عقد النکاح اصلا**﴿۲﴾۔ اگر آپ نے گواہوں کے روبرو یہ الفاظ کہے کہ میں نے فلانہ فلاں کیلئے نکاح میں دے دیا اور اس مجلس میں دوسری جانب سے یہ بولا گیا ہو کہ ہم نے فلاں کیلئے قبول کیا تو یہ نکاح شرعی ہے اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کالعدم ہے﴿۳﴾۔ **وھو الموفق**

نکاح کیلئے باوصف عورت کا انتخاب اور شرعی طریقہ شادی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت میں کون سی صفات اور خوبیاں ہونی چاہئے جس کی بنا پر آدمی اس کے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش کرے اور طریقہ شرعی حنفی شادی کا کیا ہے؟ **بینوا بالتفصیل توجروا عند الجلیل**

المستفتی: شہزاد گل شیوہ.....۱۹۷۵ء/۴/۸

﴿۱﴾ (مرقاة المفاتیح ۶: ۲۱۱ باب اعلان النکاح والخطبة والشرط الفصل الاول)

﴿۲﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱: ۳۱ قبیل فوائد ذکرها المؤلف مفرقة)

﴿۳﴾ قال عبد اللہ بن مودود الموصلی: ورکن النکاح الایجاب والقبول وینعقد بلفظین ماضیین ولا ینعقدنکاح المسلمین الا بحضور رجلین او رجل وامرأتین الخ.

(الاختیار لتعلیل المختار ۲: ۱۰۹ کتاب النکاح)

الجواب: حدیث شریف میں مسطور ہے کہ عورت سے جمال، مال، حسب (جاہ) اور دین کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے لیکن مسلمان کیلئے مناسب یہ ہے کہ دینداری کو ملحوظ رکھے (متفق علیہ) ﴿۱﴾۔ نیز باکرہ ﴿۲﴾ شوہر کے ساتھ محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد جننی والی عورت سے نکاح کرے ﴿۳﴾ نکاح شادی سے پہلے کرے بلوغت کے بعد شادی کرے رسم ورواج سے بچیں اور شادی کے بعد ولیمہ کرے ﴿۴﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه عن النبی ﷺ قال: تنکح المرأۃ لاربع: لمالها، ولحسبها، ولجمالها، ولدینها، فاظفر بذات الدین تربت یداک متفق علیه. رواہ البخاری (۵۰۹۰) ومسلم (الرضاع ۵۳،۵۴) وابوداؤد (۲:۴۷) والنسائی (۶:۶۸) وابن ماجه (۱۸۵۸) والبیھقی (۷:۷۹) واحمد (۲:۴۲۸) والدارقطنی (۳:۳۰۳) . (بلوغ المرام ۳۲۵ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال رسول اللہ ﷺ علیکم بالابکار فانهن اعذب افواها وانتق ارحاما وارضی بالیسیر رواہ ابن ماجة مرسلا. (مشکوٰۃ المصابیح ۲:۲۶۸ کتاب النکاح الفصل الثانی)

﴿۳﴾ عن معقل بن یسار قال قال رسول اللہ ﷺ تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم رواہ ابوداؤد والنسائی. (مشکوٰۃ المصابیح ۲:۲۶۷ کتاب النکاح الفصل الثانی)

﴿۴﴾ وفی الھندیة: وولیمة العرس سنة وفیها مثوبة عظیمة وھ[illegible] اذا بنی الرجل بامراته ینبغی ان یدعو الجیران والاقرباء والاصدقاء ویذبح لهم ویصنع [illegible] واذا اتخذ ینبغی لهم ان یجیبوا. (فتاویٰ عالمگیریه ۵:۳۴۳ الباب الثانی عشر فی الھدایا و[illegible]ضیافات)

وقال الملا علی قاری: (قال رسول اللہ ﷺ شر الطعام طع[illegible] الولیمة) لانه کان من عادتهم مراعاة الاغنیاء فیها وتخصیصهم بالدعوۃ وایثارهم وتطییب الطعام لهم ورفع مجالسهم وتقدیمهم وغیر ذلک مما ھو الغالب فی الولائم [illegible] والحاصل انه لیس شر الطعام لذاته بل لما یعرض له غالبا من سوء حالاته وصفاته.

(مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ ۶:۲۵۳ باب الولیمة)

بلاوجہ بیٹیوں کو گھر میں رکھنے اور شادی نہ کرانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بغیر کسی وجہ شرعی کے جو لوگ اپنی بیٹیاں یا بہنیں گھر میں پالتے ہیں اور میراث وغیرہ کی وجہ سے بیاہ نہیں دیتے اس کا شرعی گناہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز الرحمٰن بازار گی بنیر ......۳/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ شخص ظالم ہے اور عنقریب فتنہ میں مبتلا ہونے والا ہے ﴿۱﴾ قال رسول اللہ ﷺ: من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه على ابيه، رواه البيهقي في شعب الايمان ﴿۲﴾. وهو الموفق

لڑکی کو کپڑے پہنانا اور آپس میں کھانا کھلانا اور دعا کرنا نکاح نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے رشتہ مانگا لڑکی کے والد نے کہا کہ میں تم سے دو کنال زمین لکھ کرلوں گا اگر یہ شرط منظور ہے تو رواج کے مطابق منگنی کرو، اس کے بعد سائل نے کپڑوں کا ایک جوڑہ لا کر لڑکی کو پہنایا ساتھ ہی دونوں طرف سے رشتہ دار بھی اکٹھے ہوئے اور کھانا کھا کر دعائے خیر ہوئی، اس وقت کے دو گواہوں کا بیان یہ ہے کہ ہمارے سامنے صرف یہ بات ہوئی تھی کہ بڑی لڑکی کا رشتہ تم کو دیں گے اب طرفین میں نا چاقی پیدا ہوگئی اور لڑکی والوں نے انکار کیا جبکہ لڑکے کا والد کہتا ہے کہ نکاح ہو گیا تھا براہ مہربانی یہ بتائیں کہ یہ نکاح ہوا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: چوہدری علی مرڈ کو بالہ ایبٹ آباد

﴿۱﴾ عن ابي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ اذا خطب اليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه ان لا تفعلوه تكن فتنة في الارض وفساد عريض، رواه الترمذي. (مشكواة المصابيح ۲: ۲۶۷ كتاب النكاح الفصل الاول)

﴿۲﴾ (مشكواة المصابيح ۱: ۲۷۱ باب الولي في النكاح الفصل الثالث)

الجواب: صورت مذکورہ میں صرف خطبہ موجود ہوا ہے جو کہ نکاح شرعی نہیں ہے لہٰذا اس لڑکی کو دوسری جگہ نکاح میں دینا درست ہے اگرچہ مکروہ ہے، فی المرقاۃ: لکن ان تزوج الثانی تلک المرأۃ بغیر اذن الاول صح النکاح ولکن یأثم (۶: ۲۱۱) ﴿۱﴾ وفی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ لا تکون الخطبۃ واقعۃ موقع النکاح اصلاً (۱: ۳۱)﴿۲﴾. وھو الموفق

نکاح میں کونسی نیت کی جائے گی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح میں کونسی نیت کرنی چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفقود الخبر

الجواب: ینوی اتباع السنۃ وتحصین الفرج وتکثیر الامۃ﴿۳﴾. وھو الموفق

نکاح سے قبل ایمان مجمل ومفصل سنوانا نہ مطلوب ہے نہ ممنوع

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح سے پہلے تجدید ایمان کرانا

﴿۱﴾ (مرقاۃ شرح المشکواۃ ۶: ۲۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الاول)

﴿۲﴾ تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ ۱: ۳۱ قبیل فوائد ذکرھا المؤلف مفرقۃ)

﴿۳﴾ عن انس بن مالک ان النبی ﷺ حمد اللہ واثنیٰ علیہ وقال: لکنی انا اصلی، وانام، واصوم وافطروا تزوج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی، (متفق علیہ) وعن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال لنا رسول اللہ ﷺ یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج، ومن لم یستطیع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء (متفق علیہ) وعن انس بن مالک قال: کان رسول اللہ ﷺ یقول: تزوجوا الولود الودود، فانی مکاثربکم الانبیاء یوم القیامۃ (رواہ احمد وصححہ ابن حبان).

(بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام ۳۲۵ کتاب النکاح)

اور ایمان مجمل ومفصل کا دہرانا وغیرہ کیا حکم رکھتا ہے؟ بدعت تو نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالغنی ڈوبل سی بنگ راولپنڈی......۲۳/ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: نکاح سے قبل قرآن پڑھوانا یا ایمان مجمل وغیرہ پڑھوانا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع، لہٰذا اسے مباح کہا جائے گا نہ کہ بدعت یا سنت، البتہ نکاح سے قبل ایمان کی تلقین مصلحت سے خالی نہیں، وھو تیقن الشرط من الایمان فافہم ﴿۱﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾**قال الشیخ العلامۃ عبد العزیز المحدث الدھلوی:** شرعاً مومن اور کافر کے درمیان نکاح منعقد نہیں ہوتا اور یہ ظاہر ہے کہ لاعلمی سے یا سہوا کفر کا کلمہ اکثر صادر ہو جاتا ہے اور لوگوں کو اس امر کی خبر نہیں ہوتی اس وجہ سے علماء متاخرین جو محتاط ہیں احتیاطاً ایسا کرتے ہیں کہ ایمان مجمل اور مفصل کی صفت زوجین کے سامنے کہتے ہیں اور ان سے کہلاتے ہیں تا کہ نکاح حالت اسلام میں منعقد ہو، علماء متاخرین نے جو احتیاطاً یہ امر عقد نکاح میں بڑھا دیا ہے یہ فی الواقع برکت اسلامی سے خالی نہیں، جن لوگوں کو اسلام سے بہرہ نہیں ان لوگوں کو اس کا کیا لطف ملے، کیا یہ معلوم نہیں کہ اموات کی تلقین اکثر فرقہ خلافیہ کے نزدیک جائز ہے اس امر کا سبب ان لوگوں کے نزدیک کیا ہے کیونکہ کل فرقۂ اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایمان بعد البعث درست نہیں بعث سے مراد انتقال روحانی ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ۵۴۲ مسائل نکاح)

وقال الشیخ عزیز الرحمن الدیوبندی: (صفت اسلام وایمان سے) ناواقف لوگوں کو صرف یہ تعلیم کرادی جائے کہ کہو! اللہ ایک ہے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور اس کو دل سے سچا جانو، پس اس سے آدمی مؤمن اور مسلمان ہو جاتا ہے اس اقرار لینے کے بعد اس سے نکاح درست ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ بدون تصدیق قلبی کے ایمان حاصل نہیں ہوتا لیکن جاہلوں اور ناواقفوں سے صرف یہ کہلا لیا جاوے جو اوپر مذکور ہے، ان سے یہ نہ پوچھا جاوے کہ ایمان کیا ہے اور تصدیق کیا ہے اور ایمان مفصل کونسا ہے اور ایمان مجمل کونسا ہے، غرض یہ ہے کہ ایسی بات کی جاوے جس سے اس کو مسلمان بنایا جاوے نہ یہ کہ اس سے تحقیقات کر کے اس کو کافر بنایا جاوے، (بہرحال جب بندہ اپنے کو مسلمان کہتی ہے اور درحقیقت یہ بھی مسلمان تو اس سے نکاح درست ہے تعلیم کی کمی ہے لہٰذا کلمہ وغیرہ احتیاطاً پڑھا دیا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۷: ۱۴۷ دوسرا باب متعلقات نکاح)

نکاح کے وقت دولہادولہن سے شش کلمہ اور ایمان مجمل وغیرہ پڑھوانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح خوانی کے وقت نکاح خواں دولہادولہن سے شش کلمہ اور ایمان مجمل ومفصل پڑھاتے ہیں بعض کند ذہن لوگ وہ الفاظ اچھے طریقے سے ادانہیں کرسکتے کیا یہ نکاح شرعا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید جہلم......۳/نومبر۱۹۷۴ء

الجواب: نکاح کادارمدار گواہوں کے روبروایجاب وقبول پر ہے﴿۱﴾ نہ کہ شش کلمہ وغیرہ پڑھنے پرلہٰذاایسا نکاح جائز ہوگا۔ وھو الموفق

خطبہ نکاح نہ پڑھنے سے فساد نکاح نہیں آتا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرایک نکاح میں ایجاب وقبول ہوگیااورسب تقاضے پورے کئے البتہ خطبہ نکاح نہیں پڑھا گیا کیا یہ نکاح فاسد ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی نورالحسن موہڑہ بیروت ہزارہ

الجواب: نکاح سے قبل خطبہ پڑھنامندوب ہے﴿۲﴾ اسلئے اس کے عدم سے فساد نکاح لازم نہیں آتا۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابوالبرکات عبد الله النسفی: النکاح ھو عقد...... ینعقد بایجاب وقبول...... عند حرین او حر وحرتین عاقلین بالغین مسلمین.

(کنز الدقائق ۱:۹۷ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ویندب اعلانه وتقدیم خطبة و کونه فی مسجد یوم جمعة.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۸۴ کتاب النکاح)

نکاح کا خطبہ پہلے پڑھا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں نکاح اور ایجاب وقبول کے بعد خطبہ نکاح پڑھا جاتا ہے جبکہ بعض علماء پہلے خطبہ پڑھ کر بعد میں ایجاب وقبول کرتے ہیں اس میں کونسا عمل صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گوہر رحمٰن کاٹیلی سوات ۱۹۷۴ء/۱۰/۳

الجواب: خطبہ نکاح عقد سے پہلے پڑھنا مستحب ہے لما رواه الدارمی ﴿۱﴾ وفی الدر المختار ویندب اعلانه وتقدیم خطبة ﴿۲﴾ فتاخیرها عن العقد مخالفة الحدیث والفقه. وهو الموفق

عقد نکاح مسجد میں افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح مسجد میں پڑھنا بہتر ہے یا گھر پر، جبکہ بعض لوگ مسجد میں جانے سے انکار کرتے ہیں اس بارے میں شریعت محمدی کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید جہلم ......۸/ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

الجواب: اگر منکرات کا خطرہ نہ ہو تو مسجد میں عقد نکاح افضل ہے ﴿۳﴾ لحدیث رواه

﴿۱﴾ عن عبد الله قال علمنا رسول الله ﷺ خطبة الحاجة الحمد لله نحمده ونستعینه ونستغفره ثم یتکلم بحاجته.

(سنن الدارمی ۲: ۱۹۱ باب فی خطبة النکاح)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۲۸۴ کتاب النکاح)

﴿۳﴾ قال الملا علی قاری. قوله (واجعلوه فی المساجد) وهو اما لانه ادعی الی الاعلان او لحصول برکة المکان وینبغی ان یراعی فیه ایضا فضیلة (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الترمذی: اعلنوا هذا النکاح واجعلوه فی المساجد واضربوا علیه بالدفوف﴿۱﴾.

حدیث "لانکاح بین العیدین" ثابت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام لوگوں کا خیال ہے کہ عیدین کے درمیان نکاح کرنا درست نہیں اور اس پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں "لا نکاح بین العیدین" اس مسئلہ اور حدیث کی حقیقت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقیوم کامونکی گجرانوالہ.....۲۷/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: دونوں عیدوں کے درمیان نکاح بلا ریب اور بلا کراہت جائز ہے، حضور ﷺ کا نکاح مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسی ماہ میں ہوا ہے، نیز لا نکاح بین العیدین اولا حدیث نہیں ہے یا اس کا مطلب جمعہ اور صلاۃ العید ہے اور یہ واقعہ جزئیہ ہے نہ کہ کلیہ، کما فی الشامیة ۲:۲۸۴ وتاویل قوله علیه السلام لا نکاح بین العیدین ان صح انه علیه السلام کان رجع عن صلوٰة العید فی اقصر ایام الشتاء یوم الجمعة فقاله حتی لا یفوته الروح فی الوقت الافضل الی الجمعة﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقیه حاشیه)الزمان لیکون نورا علی نور وسرورا علی سرور قال ابن الهمام یستحب مباشرة عقد النکاح فی المسجد لکونه عبادة وکونه فی یوم الجمعة وهو اما تفاؤلا للاجتماع او توقع زیادة الثواب او لانه یحصل به کمال الاعلان.

(مرقاة المفاتیح ۶:۲۱۷ باب اعلان النکاح الفصل الثانی)

﴿۱﴾ (سنن الترمذی ۱:۱۲۹ باب ماجاء فی اعلان النکاح)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲:۲۸۴ کتاب النکاح تحت قوله فی مسجد یوم جمعة)

نکاح پڑھانے کا حقدار کون ہے؟

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں امام وقاضی مقرر ہو، کیا اس امام کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر دوسرا آدمی نکاح پڑھا سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد یعقوب آزاد کشمیر......۱۹۷۴ء/۷/۶

الجواب: طرفین کی اجازت سے ہر شخص نکاح پڑھا سکتا ہے شرعاً اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے، البتہ امام کی اجازت کے بغیر نکاح پڑھانے میں بے انتظامی کا خطرہ موجود ہے﴿۱﴾۔ وهو الموفق

زانی اور مزنیہ کا نکاح پڑھانے والے عالم کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام نے بے خبری میں زانیہ اور مزنیہ کا نکاح پڑھایا بعد میں اسے معلوم ہوا، اب بعض لوگ اس سے ناراض ہیں کہ اس نے زانیہ مزنیہ کا نکاح پڑھایا ہے جبکہ امام صاحب کہتا ہے کہ مجھے اس کی کوئی خبر نہیں تھی کیا اس نکاح خوان پر کوئی عتاب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید رحیم خان ہزار مری......۱۹۸۴ء/۱۲/۳۱

الجواب: زانی اور مزنیہ کا جب آپس میں نکاح کرنا صحیح ہے تو پڑھانے والے پر عتاب کی کوئی وجہ نہیں ہے، فی الدرالمختار وصح نکاح حبلی من زنا ... ولو نکحها الزانی حل له﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الشیخ عزیز الرحمن الدیوبندی: نکاح خوانی کسی خاص خاندان یا کسی خاص شخص کا حق شرعاً نہیں ہے جس سے نکاح پڑھوالیا جائے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، انتظامی قضیہ جداگانہ ہے جیسا حکام مصلحت سمجھیں انتظام کریں۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند ۷: ۱۶۳ مسائل متعلقات نکاح)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۱۷ قبیل مطلب فیما لو زوج المولیٰ امته)

شیعہ کا نکاح خواں ہونا اور بعد میں تجدید نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنے بیٹے کے نکاح کیلئے جب بکر کے گاؤں ساتھیوں سمیت گئے تو بوقت نکاح معلوم ہوا کہ نکاح خواں مولوی شیعہ تھا، دولہا نے جب اعتراض کیا تو لڑکی والوں نے کہا کہ تم اپنے گھر جا کر اہل سنت مولوی صاحب سے نکاح کی تجدید کرالیں کیونکہ یہاں یہ مسئلہ اٹھانا مصلحت کے خلاف ہے، اسلئے زید جب واپس آیا تو اپنی مسجد کا امام جو اہل سنت ہیں کو بلا کر تجدید نکاح کرالیا، تجدید میں حق مہر وغیرہ سب کچھ سابقہ رکھا گیا، اب اگر کوئی شخص اس تجدید نکاح کرنے والے نکاح خواں پر اعتراض کرے کہ یہ نکاح کیوں کیا گیا ہے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور یہ تجدید نکاح کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ بشیر احمد نعمانی گوجرانوالہ ......۹/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: نکاح خواں کی حیثیت صرف معلم کی ہے نہ کہ شاہد کی، لہٰذا یہ نکاح اول درحقیقت نکاح ہے اور نکاح دوم افضل اور مستحب ہے منکر نہیں ہے، کما فی الدر المختار ۳: ۲۰ ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف ﴿۱﴾ وبمعناہ فی الھندیۃ فلیراجع ﴿۲﴾. وھو الموفق

نکاح خوانی پر اجرت لینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح خوانی پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور قرون ثلاثہ میں نکاح خوانی پر اجرت لی جاتی تھی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل زمان ۱۹۷۵ء/۱۲/۲۹

﴿۱﴾ (الدر المختار ھامش ردالمحتار ۲: ۳۲۴ باب الولی)

﴿۲﴾ وفی الھندیۃ: واذا زوج غیر الاب والجد الصغیرۃ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: نکاح خواں کی اجرت انعام ہے کما لا یخفیٰ علی من راجع الی العرف، اور اگر اجرت ہوتب بھی جائز ہے، لکونها اجرة علی تعلیم الایجاب والقبول وتلقینها ﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فالاحتیاط ان یعقد مرتین مرة بمهر مسمی ومرة بغیر مهر مسمی لامرین احدهما الخ. (فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۲۸۵ الباب الرابع فی الاولیاء)

﴿۱﴾ شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بوادر النوادر میں الصراح فی اجرة الانکاح کے نام سے ایک مقالہ لکھا ہے جس میں بحوالہ مسائل اربعین از مولانا محمد اسحاق الدہلوی رحمہ اللہ آپ کا ایک فتویٰ نقل کیا ہے فرماتے ہیں: مسئلہ: بعد نکاح بقاضی ووکیل وشاہدان کہ از طرف عروس می آیند بخوشی خود بدون مطالبہ شان چیزے دادن جائز است یا نہ؟ جواب: دادن ایں مرد مان بدون مطالبہ وجبر از طرف ایشان مباح است واگر جبر کنند وخواہ مخواہ بکد واصرار طلب نمایند وبگیرند پس مباح نیست چنانچہ در کتاب خزانۃ الروایات مرقوم است، ومما سنه القضاة فی دار الاسلام ظلم صریح وهو ان یاخذوا من الانکحة شیئا ثم یجیزون اولیاء الزوج والزوجة بالمناکحة فانهم مالم یرضوا بشیئ من اولیاء هما لم یجیز وبذلک فانه حرام للقاضی والمناکح.

اس فتویٰ کے نقل کرنے کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کی چار اقسام بنائے ہیں کہ جو چیز کسی کو دی جاتی ہے تو وہ یا بالعوض دی جاتی ہے یا بلاعوض، اگر بالعوض دی جاتی ہو تو وہ شرعاً مال متقوم کے بدلے دی جائے گی، یا غیر متقوم اور غیر قابل عوض کے مقابلے میں دی جائے گی، پس اگر اول ہے تو وہ اجر اور ثمن کہا جاتا ہے اور اگر دوم ہے تو وہ رشوت یا ربا ہوگا۔ اور اگر بلاعوض دی جاتی ہو تو وہ بھی دو حال سے خالی نہ ہوگی یا تو طیب خاطر سے دی جائے گی تو وہ ہدیہ اور عطیہ کہلاتا ہے اور یا طیب خاطر سے نہ ہوگی، بلکہ تنگی وکراہت سے ہوگی، تو یہ ظلم وجبر فی التبرع کے زمرہ میں سے ہے۔

یہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تقسیم کا خلاصہ ہے اب اگر غور سے دیکھا جائے تو ہمارے دیار میں جو عرف ہے اور ائمہ مساجد کو نکاح خوانی پر جو کچھ دی جاتی ہے تو ظاہر ہے کہ یہ اعطاء بلاعوض ہے، اور پھر عوام بھی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق زیادہ اور کم دیتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہدیہ، عطیہ اور انعام ہوتا ہے نہ اس میں جبر ہوتا ہے اور نہ اولیاء زوج وزوجہ اس میں کوئی تنگی وکراہت محسوس کرتے ہیں، اور اگر اسے نکاح خواں کے اس عمل کی اجرت قرار دی جائے اگر چہ اس پر صحت اجارہ کے لوازم صادق نہیں آتے.... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

با قاعدہ ایجاب وقبول اور شہادت نہ ہو تو یہ نکاح نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دادا نے نابالغہ پوتی کے نکاح کا پروگرام ایک شخص سے بنایا، اس آدمی کو سامنے بٹھایا اور ایک عورت مجلس میں موجود تھی، دادا نے نابالغہ کی جانب سے ایجاب کیا مگر اس آدمی نے قبول نہیں کیا، اب دادا مرگیا ہے اور لڑکی بھی بالغہ ہوگئی ہے اور دادا کے نکاح پر راضی نہیں ہے، اور قبول کرنے والے نے بھی قبول نہیں کیا تھا اب شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالحق برہان کیمل پور

(بقیہ حاشیہ) لیکن بالفرض جولوگ اسے اجارہ کہتے ہیں تو پھر بھی جائز ہے کہ یہ ایجاب وقبول کی تلقین وتعلیم پر اجرت ہے، ویجوز بالاتفاق الاستنجار علی تعلیم اللغة والادب والحساب والخط والفقه والحدیث ونحوها وبناء المساجد والقناطر والرباطات لانها لیست بفرض ولا بواجب وقد تقع قربة تارة وتارة غیر قربة، اور "الصراح فی اجرة الانکاح" کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ جو قاضی وغیرہ اس کیلئے مقرر ہیں اور باقاعدہ تنخواہ دار ہیں اور اگر اسے کچھ نہ دی جائے تو پھر وہ نکاح کی اجازت نہیں دیتے تو خزانۃ الروایات کا قول بھی اس قسم کے لوگوں پر صادق آتا ہے کہ وہ کام ان کی ذمہ داری ہوتی ہے اور باوجود اس کے ظلما وصولیاں کررہے ہیں لہٰذا خزانۃ الروایات کا قول عام ائمہ مساجد پر صادق نہیں آتا کہ وہ نہ اس کی تنخواہ لیتے ہیں اور نہ حکومت سے کوئی معاوضہ ملتا ہے بخلاف قاضی کے اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جس قاضی پر نکاح کی مباشرت لازم ہو جیسے نکاح صغائر، تو اس کیلئے اس نکاح پر کچھ لینا جائز نہیں اور اس کے علاوہ پر جائز ہے، کما قال القاضی محمد بن الحسینی: ولا یحل للقاضی اخذ شیئ علی النکاح ان کان نکاحا یجب علیه مباشرته کنکاح الصغائر وفی غیره یحل.

(فتاویٰ انقرویه ۱: ۱۵۱ فصل فی اجرة المشخص الخ)

وقال العلامة مفتی کفایت الله الدهلوی: نکاح پڑھانے والے کو نکاح خوانی کی اجرت دینا جائز ہے اور نکاح خواں پہلے اجرت مقرر کرکے نکاح پڑھائے تو یہ بھی جائز ہے اور اس کو مقرر شدہ اجرت جبراً وصول کرنے کا حق ہے۔ (کفایت المفتی ۵: ۱۵۴ کتاب النکاح)......(از مرتب)

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ معاملہ نکاح نہیں ہے اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح سے دینا درست ہے، لان رکن النکاح هو الایجاب والقبول والشرط هی الشهادة﴿۱﴾ وفی الصورة المسئولة لا یوجد القبول ولا الشرط ولان عقد الابعد یتوقف علی اجازة الاقرب ولم توجد. (ماخوذ از هندیه ۱: ۲۸۴ ﴿۲﴾ والدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۴۳۲ فلیراجع)﴿۳﴾. وهو الموفق

نکاح باقاعدہ ایجاب وقبول کا نام ہے نہ کہ شہرت کا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے ساتھ ایجاب وقبول نہیں ہوا ہو صرف نکاح کی شہرت گاؤں میں ہوگئی ہو، کیا اس سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید رسول محکمہ زراعت کوہاٹ......۱۹۷۴ء/۷/۱۱

الجواب: جب گواہوں کے روبرو باقاعدہ ایجاب وقبول نہ ہوا ہو تو نکاح شرعی موجود نہیں ہوگا، اگرچہ شہرت ہوئی ہو، لعدم الرکن والشرط﴿۴﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الشیخ عبد الغنی الغنیمی المیدانی: وهو ینعقد بالایجاب من احد المتعاقدین والقبول من الآخر...... ولا ینعقد نکاح المسلمین بصیغة المثنی الا بحضور شاهدین حرین بالغین الخ. (اللباب فی شرح الکتاب ۳: ۱۴۰ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: ولو زوجها الا بعد حال قیام الاقرب حتی توقف علی اجازة الاقرب. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۸۵ الباب الرابع فی الاولیاء)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: فلو زوج الا بعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته، قال ابن عابدین: ای حضوره وهو من اهل الولایة الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمحتار ۲: ۳۴۱ باب الولی)

﴿۴﴾ قال الدکتور وهبة الزحیلی: ورکن الزواج عند الحنفیة الایجاب والقبول فقط واما الشهود فشرط ایضا الخ. (الفقه الاسلامی وادلته ۹: ۶۵۲۱ المبحث الثانی ارکان الزواج)

نابالغ اورنابالغہ کے ایجاب وقبول کامسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغہ لڑکی اورنابالغ لڑکا جب والد کی اجازت دلالۃ موجود ہو نکاح کرسکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عمران اللہ چارسدہ......۱۹/رجب ۱۳۹۷ھ

الجواب: نابالغ اورنابالغہ کا بذات خود ایجاب وقبول کرنے سے نکاح منعقد ہوتا ہے جبکہ اذن سابق یا اجازت لاحقہ سے مصحوب ہو، کما فی تنقیح الفتاویٰ ۲: ۱۶۶ ان الصبی المحجور لو تصرف تصرفا یجوز علیه لو فعله ولیه فی صغره کبیع وشراء وتزوج وتزویج امته وکتابة قنه ونحوه فاذا فعله الصبی بنفسه یتوقف علی اجازة ولیه مادام صبیا﴿۱﴾ وفی الهدایة ۳: ۳۷۱ واذا اذن ولی الصبی للصبی فی التجارة فهو فی البیع والشراء وکذا کل ما هو دائر بین النفع والضرر کالتزوج کالعبد الماذون﴿۲﴾ وبمعناه فی ردالمحتار ﴿۳﴾، وفی الهدایة ۳: ۳۷۲ ویصیر (الصبی) ماذونا بالسکوت کما فی العبد ﴿۴﴾

﴿۱﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۲: ۱۶۶ کتاب الودیعة ومطالبه)

﴿۲﴾ (هدایه ۳: ۳۷۱ کتاب الماذون فصل واذا اذن ولی الخ)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله یدور بین نفع وضر) اما النفع المحض فیصح کقبوله الهبة والصدقة وکذا اذا آجر نفسه ومضی علی ذلک العمل وجبت الاجرة استحسانا ویصح قبول بدل الخلع من العبد المحجور بغیر اذن المولیٰ لانه نفع محض وتصح عبارة الصبی فی مال غیره وطلاقه وعتاقه اذا کان وکیلا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۱۰۱ کتاب الحجر)

﴿۴﴾ (هدایه ۳: ۳۷۲ قبیل کتاب الغصب)

وبمعناه فی ردالمحتار ۵:۱۲۵ ﴿۱﴾ وشرح المجلة ۵۴۳ ﴿۲﴾. وهو الموفق

مجنون ایجاب وقبول کا اہل نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا دماغی توازن خراب ہے ادھر ادھر پھرتا ہے اور فحش وغیرہ بکتا رہتا ہے یہاں تک کہتا ہے کہ میں خدا ہوں اور زمین وآسمان میں نے پیدا کیے ہیں اسی حالت میں زید نے چند لوگوں کو اکٹھا کیا اور اپنی لڑکی جو کہ نابالغ تھی کا نکاح کر دیا، اب زید صحت مند ہے اور اپنی لڑکی کے نکاح پر نادم ہے کیا ذہنی توازن اور پاگل پن کی وجہ سے اس کا یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ظاہر شاہ دارالعلوم قاسمیہ شبہ پشاور

الجواب: اگر عقد نکاح کے وقت اس والد کا دماغی توازن خراب ہوتا مسلم یا مبرہن ہو تو یہ نکاح کالعدم اور باطل شمار ہوگا ﴿۳﴾ کما فی التنویر بشرط حریة وتکلیف واسلام ﴿۴﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ولو اشتریٰ العبد وباع ساکتا عن اذنه وحجره کان ماذونا. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۵:۱۲۱ کتاب الماذون)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد خالد الآتاسی: فان اذن لهما الولی فهما فی شراء وبیع کعبد مأذون فی کل احکامه فیصیر مأذونا بالسکوت. (شرح المجلة للآتاسی ۳:۵۳۰ المادہ : ۹۷۲)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجیم: (قوله ولا ولایة لعبدٍ وصغیر ومجنون) لانه لا ولایة لهم علی انفسهم فأولیٰ ان لا یثبت علی غیرهم ولان هذه ولایة نظریة ولا نظر فی التفویض الی هؤلاء...... واراد بالمجنون المطبق وهو شهر وعلیه الفتویٰ وفی فتح القدیر لا یحتاج الی تقییده به لانه لا یزوج حال جنونه مطبقا او غیر مطبق ویزوج حالة الافاقه عن جنون مطبق او غیر مطبق لکن المعنی انه اذا کان مطبقا تسلب ولایته فتزوج ولا ینتظر الافاقه وغیر المطبق الولایة ثابتة له فلا تزوج وتنتظر الافاقه کالنائم الخ. (البحر الرائق ۳:۱۲۳ باب الاولیاء والاکفاء)

﴿۴﴾ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۳۳۸ باب الولی)

شاہدین حاضر مجلس نہیں دیوار کے پیچھے سامعین ہیں اس نکاح کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مرد اور عورت خود بخود نکاح پڑھ لیتے ہیں اور ایجاب وقبول بھی خود کر لیتے ہیں اور دو آدمیوں کو دیوار کے پیچھے بٹھائے ہیں جو کہ حاضر مجلس نہیں البتہ سامعین ضرور ہیں کیا یہ نکاح درست ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا ظفر الحق آزاد ناظم دار العلوم حقانیہ......۱۹۸۶ء/۱۱/ ۲۷

الجواب: اگر اس گھر میں صرف یہ دو شخص موجود ہوں تو تحمل شہادت کی صحت کی وجہ سے نکاح درست ہے (ماخوز از ردالمحتار ۲: ۳۷۴)﴿۱﴾. وهو الموفق

جہیز کا معاملہ طے کرنا ایجاب وقبول نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جوان لڑکی کے والدین نے لڑکی کے روبرو گواہوں کے سامنے جہیز وغیرہ کا معاملہ طے کیا مگر دو مہینے بعد والدین اس لڑکی کو دوسری جگہ دینا چاہتے ہیں کیا یہ نکاح درست ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ہمیش گل توڈھیر صوابی......۱۹۸۵ء/۳/۱۳

الجواب: اگر اس لڑکی کے اذن واجازت سے گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول تسلیم شدہ یا شہادت شرعیہ سے ثابت ہو﴿۲﴾ تو یہ معاملہ نکاح ہے ورنہ نکاح نہیں ہے (قواعد

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: ولا بد من تمييز المنكوحة عند الشاهدين لتنتفي الجهالة فان كانت حاضرة منتقبة كفى الاشارة اليها والاحتياط كشف وجهها فان لم يروا شخصها وسمعوا كلامها من البيت ان كانت وحدها فيه جاز ولو معها اخرىٰ فلا لعدم زوال الجهالة. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۹۵ مطلب الخصاف كبير في العلم)

﴿۱﴾ قال الفقيه عبيد الله بن تاج الشريعة: النكاح ينعقد......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

فقہ)﴿۱﴾۔وھو الموفق

وکیل نکاح کا کہنا کہ ’’میں نے قبول کیا‘‘ صحیح ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے مجلس نکاح میں اپنا وکیل مقرر کیا مولوی صاحب نے وکیل کو کہا کہ فلانہ بنت فلاں کو آپ نے زید کیلئے قبول کیا؟ وکیل نے جواب میں کہا کہ ہاں مجھے قبول ہے تین بار یہ کہا، مولوی صاحب نے کہا کہ نہیں ایسا کہو کہ میں نے اس شخص کیلئے قبول کیا ہے، وکیل نے پھر وہ الفاظ بولیں، کیا پہلے الفاظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سید محمد کوئٹہ بلوچستان

الجواب: وکیل کا یہ جواب صحیح ہے﴿۲﴾ لان الوکیل لم یقل لنفسی بل اراد النکاح

(بقیہ حاشیہ) بایجاب وقبول لفظهما ماض...... عند الشهود الخ.

(شرح الوقاية ۲: ۶، ۹ كتاب النكاح)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (فلا ينعقد بقبول بالفعل كقبض مهر ولا بتعاط) قال في البحر وهل يكون القبول بالفعل كالقبول باللفظ كما في البيع قال في البزازية اجاب صاحب البداية في امرأة زوجت نفسها بالف من رجل عند الشهود فلم يقل الزوج شيئا لكن اعطاها المهر في المجلس انه يكون قبولا وانكر صاحب المحيط وقال الامام مالم يقل بلسانه قبلت بخلاف البيع لانه ينعقد بالتعاطي والنكاح لخطره لا ينعقد حتى يتوقف على الشهود.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۸۷ قبيل مطلب التزوج بارسال كتاب)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وينعقد ملتبسا بايجاب من احدهما وقبول من الآخر وضعا للمضي كزوجت نفسي او بنتي او موكلي منك وبقول الآخر تزوجت، قال ابن عابدين: قوله كزوجت نفسي، اشارة الى عدم الفرق بين ان يكون الموجب اصيلا او وليا او وكيلا... ويقول الآخر تزوجت اى او قبلت لنفسي او لموكلي او ابني او مؤكلتي.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۸۵ كتاب النكاح)

للموکل ولو سلم انه اراد النکاح لنفسه فکلامه ایجاب ولم یتحقق القبول فانعدم رکن النکاح فی حقه نعم وجد الایجاب للموکل وتحقق القبول له وکالة فی ذلک المجلس فوجد الرکن فی حق الموکل ، والامر واضح﴿۱﴾. وهوالموفق

”فلاں بیٹی فلاں کیلئے کہا ہے“ خطبہ ہے نکاح نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیٹی ایک لڑکے کو بخشش کے طور پر دی، نکاح نہیں پڑھا گیا بلکہ یہ کہا” دا فلانکئی لور می فلانی ته ونیلے ده“ یعنی میں نے فلاں بیٹی فلاں کیلئے کہا ہے اب نکاح ہوا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی : نامعلوم......۲۷/ دسمبر ۱۹۸۳ء

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح شرعی نہیں ہے لعدم وجود الرکن وهو الایجاب والقبول ولعدم وجود الشرط وهی الشهادة ﴿۲﴾. وهوالموفق

ایجاب وقبول کے الفاظ تین بار دہرانا ضروری نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح خواں حضرات ایجاب وقبول

﴿۱﴾ وفی الهندیة: واما اذا قال الوکیل هب ابنتک من فلان فقال الاب وهبت لا ینعقد النکاح مالم یقل الوکیل قبلت فاذا قال قبلت لفلان او قال قبلت مطلقا ففی الوجهین ینعقد العقد للموکل هکذا فی المحیط.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۲۹۸ الباب السادس فی الوکالة بالنکاح)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: واما رکن النکاح فالایجاب والقبول کذا فی الکافی...... واما شروطه فمنها الشهادة قال عامة العلماء انها شرط جواز النکاح هکذا فی البدائع.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۲٦۷ کتاب النکاح الباب الاول)

کے الفاظ تین بار دہراتے ہیں کیا کسی کتاب میں اس کا استحباب یا سنت ہونا مذکور ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی اعظم خان جنوبی وزیرستان

الجواب: ان الفاظ کی تکرار (تین بار دہرانا) نہ ضروری ہے اور نہ مستحب ہے، هل موهم لکون النکاح قبل المرة الثالثة ضعیفا ذا وهن کالطلاق ﴿۱﴾. وهو الموفق

لڑکی کیلئے صرف کپڑے بھیجنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے ناصر سے کہا کہ اپنی لڑکی مجھے دے دو تو ناصر نے کہا کہ رشتہ داروں کے ساتھ مشورہ کر کے دے دوں گا، اب زید نے بازار جا کر لڑکی کیلئے کپڑے وغیرہ خریدے اور ناصر کے گھر بھیج دیئے، ناصر نے کپڑے واپس کئے مگر زید نے کہا کہ اگر مشورہ نہیں ہوا تو میں کپڑے واپس لے جاؤں گا جب ناصر نے مشورہ کیا تو رشتہ داروں نے انکار کیا اور قطع تعلق کی چیلنج دے دی، اسلئے ناصر نے اپنی بیٹی کا رشتہ دوسرے شخص سے کر دیا اور شادی بھی ہوئی اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ رشتہ صحیح نہیں ہے اور اولاد بھی حرامی ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ اس میں کون سا نکاح صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا نور رحمٰن لانڈھی کراچی.....۱۹۷۵ء/۹/۲۹

الجواب: صورت مسئولہ میں اس لڑکی کا یہ نکاح درست ہے حرام اور مکروہ نہیں ہے ﴿۲﴾،

﴿۱﴾ وفی المنهاج: وائمة المساجد یؤخرون (الخطبة) عن العقد ویخالفون الحدیث والفقه، وکذا یکررون الایجاب والقبول من عند انفسهم وهذا موهم لکون النکاح قبل المرة الثالثة ضعیفا ذا وهن کالطلاق وکذا یعبرون عن الماضی المطلق بلفظ الماض البعید والماض القریب، ویعبرون عن اللفظ الواحد بالمعنیین وهذا احتیاط بارد.

(منهاج السنن شرح ترمذی ۴:۲۶۳ باب ماجاء فی الخطبة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن الشحنه: وینعقد بالایجاب والقبول ..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

لعدم النکاح والرضاء بالخطبة﴿۱﴾ تمام اولا دحلالی ہیں۔ وھو الموفق

ناکح (نکاح پڑھانے والا) گواہ بن سکتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور ہندہ کے درمیان ان کے ماں باپ نے روبروئے گواہان عقد نکاح کرلیا، بوقت نکاح دونوں بالغ تھے اور رخصتی نہیں ہوئی تھی تقریبا سات سال بعد زید کے چھوٹے بھائی اور ہندہ کہیں چلے گئے اور کسی شہر میں نکاح کرلیا، جس میں یہ چھوٹا بھائی اور ہندہ خود موجود تھے اور ایک گواہ اور ایک ناکح یعنی نکاح پڑھانے والا تھا کیا یہ نکاح درست ہے؟ کیا ناکح گواہ بن سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد حلیم شاہ گجرات مردان......۱۹۸۵ء/۷/۱۱

الجواب: اگر زید اور ہندہ کے درمیان عقد نکاح ہوا ہو اور تسلیم شدہ یا شہادت شرعیہ سے ثابت شدہ ہو تو یہ دوسرا عقد نکاح کالعدم ہے، لقوله تعالیٰ (والمحصنت من النساء)﴿۲﴾ اور اگر یہ عقد ثابت نہ ہو تو یہ دوسرا عقد درست ہے کیونکہ نکاح خواں صرف معلم ہوتا ہے عاقد یا وکیل نہیں ہوتا ہے (فیصير الشاهد) . وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) بلفظين يعبر بهما عن الماضي...... ولا ينعقد نكاح المسلمين الا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين الخ.

(لسان الحكام في معرفة الاحكام ۳۱۵ الفصل الثالث عشر في النكاح)

﴿۱﴾ قال الوهبة الزحيلي: الخطبة مجرد وعد بالزواج وليست زواجا، فان الزواج لا يتم الا بانعقاد المعروف، فيظل كل من الخاطبين اجنبيا عن الآخر، ونص قانون الاحوال الشخصية السوری: الخطبة والوعد بالزواج وقرأة الفاتحة وقبض المهر وقبول الهدية لا تكون زواجا.

(الفقه الاسلامي وادلته ۹: ۶۴۹۳ مقدمات الزواج)

﴿۲﴾ قال الجلال السيوطي: وحرمت عليكم (المحصنت)......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نکاح میں ایک آدمی طرفین کا قائم مقام ہوسکتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیٹی نابالغہ کا روبرو گواہان کے عمرو کو بکر کیلئے بایں الفاظ ایجاب کیا کہ میں نے اپنی بیٹی فاطمہ بکر کو اختیار نکاح دے دیا، عمرو نے کہا کہ میں نے فاطمہ کو بکر کیلئے مبلغ آٹھ صدروپیہ مہر مقرر کر کے قبول کرلیا ہے، اب کیا حکم ہے؟ کہ یہ نکاح الفاظ مذکورہ سے بکر کے ساتھ منعقد ہوتا ہے؟ اگر عندالشرع یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے تو بغیر جدائی شرعی کے بکر کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ......۱۹۷۵ء/۳/۱۲

الجواب: واضح رہے کہ زید کا کلام توکیل ہے ایجاب نہیں ہے، پس اگر عمرو یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ فلانہ فلاں کو نکاح کردیا تو یہ کلام ایجاب وقبول دونوں کا قائم مقام ہوتا اور نکاح درست ہوتا، اسی طرح یہ کلام کہ فلانہ فلاں کیلئے قبول کرلیا ہے بھی ایجاب وقبول کا قائم مقام ہوگا، اور یہ نکاح منعقد ہوگا، کما فی الدرالمختار: وینعقد ایضا بما ای بلفظین وضع احدهما له للمضی والآخر للاستقبال او للحال فالاول الامر کزوجنی اوزوجینی نفسک او کونی امرء تی فانه لیس بایجاب بل هو توکیل ضمنی فاذا قال فی المجلس زوجت او قبلت او بالسمع والطاعة بزازیة قام مقام الطرفین. (هامش ردالمحتار ۲: ۳۱۱، ۳۱۲)﴿۱﴾ پس اس عورت کا دوسری جگہ نکاح حرام ہوگا۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ای ذوات الازواج (من النساء) ان تنکحوهن قبل مفارقة ازواجهن حرائر مسلمات کن اولا۔

(التفسیر الجلالین ۱: ۸۲ پارہ: ۵ سورة النساء آیت: ۲۴)

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۵، ۲۸۶ کتاب النکاح)

خطبہ اور نکاح میں ''ایجاب'' کا عرفی مطلب اور اس کے بعد عقد ثانی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی نابالغ بچی بکر کے نابالغ لڑکے کو ایجاب بایں الفاظ کہ ''میری نابالغہ بچی فلاں نام والی بکر کے نابالغ بچے فلاں کا ایجاب بکر کو دیا''، اور بکر نے اپنے بچہ کیلئے روبرو عام اجلاس کے قبول کیا اور یہ کام امام مسجد کی سرپرستی میں ہوا بحیثیت قانون مجوزہ کے رجسٹرڈ نہیں کیا گیا، اور امام مسجد کو عطیہ بھی پیش کیا گیا، دو سال بعد یہ لڑکی اغوا کی گئی اور ایک ماہ سے مفقود الخبر ہے کیا شرعاً ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہو سکتا ہے؟ اگر ان الفاظ سے نکاح درست ہو سکتا ہے تو اس لڑکی کے ساتھ نکاح ثانی ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۲ء/۹/۲۶

الجواب: اگر آپ کی اصطلاح اور رواج میں ''ایجاب'' سے مراد خطبہ اور رضامندی ہو تو یہ معاملہ نکاح شرعی نہیں ہے اور اگر ایجاب سے مراد نکاح ہو تو یہ معاملہ نکاح ہے ﴿۱﴾ اور اس لڑکی کے ساتھ عقد ثانی باطل اور کالعدم ہے، وفی الھندیة: اما رکنه فالایجاب والقبول واما شروطه فمنها العقل والبلوغ...... ومنها الشهادة باختصار (۱: ۲۸۴) ﴿۲﴾. وهو الموفق

صغیرہ کے نکاح کی شہرت اور دعویٰ اور مدعا علیہا کے انکار کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے فوت ہو کر ایک دس

﴿۱﴾ قال القاضی القضاة محمد بن الحسینی: ولو قال بزنی داری فبعض مشائخ بلخ جعلوه استفهاما وبعضهم امرا، قال عمر النسفی ومعنی الامر راجع فی العرف قلت فهذا یدل علی ان بالاستفهام لا ینعقد وفی شط قال له هل اعطیتها فقال اعطیت فان کان المجلس للوعد فوعدوان کان لعقد النکاح فنکاح. (فتاویٰ انقرویه ۱: ۳۳ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۶۷ کتاب النکاح الباب الاول)

سال کی لڑکی اور بیوی چھوڑ دی، لڑکی بالغ ہو کر ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکی میرے بیٹے کا منکوحہ ہے کیونکہ لڑکی کے والد نے زندگی میں دو گواہوں کے سامنے میرے بیٹے کو نکاح پر دی ہے، جبکہ گواہ اشرف اور شبیر لڑکی کے والد سے بغض رکھتے تھے اور لڑکی کہتی ہے کہ نہ مجھے اس نکاح کا علم ہے اور نہ مانتی ہوں اور نہ میرے والد نے وصیت کی تھی، لہٰذا میں یہ جھوٹا دعویٰ تسلیم نہیں کرتی اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) لڑکی کا یہ انکار منظور ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر منظور ہے تو کیا سنی سنائی باتوں یا شہرت کے گواہوں سے نکاح ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

(۳) ان دو مذکورہ گواہوں کی تکذیب دو گواہ اور کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) کیا لڑکی اس مقدمہ میں اپنی والدہ یا کسی اور کو وکیل بنا سکتی ہے؟

(۵) گواہ نہ ہونے کی صورت میں لڑکی قسم کھا سکتی ہے؟

المستفتی: مولانا عبدالرشید راولپنڈی

الجواب: (۱) لڑکی نکاح کا انکار کرتی ہے اور شرعاً مدعیٰ علیہا ہے، پس مدعی اگر مطابق شرع شریف اپنے دعویٰ کو ثابت کر سکے تو لڑکی کا انکار قضاءً رد ہو جائے گا اور نکاح ثابت ہو جائے گا ورنہ نکاح ثابت نہ ہوگا ﴿۱﴾۔

(۲) نکاح کے اثبات کیلئے دو گواہ ایسے چاہیئے کہ وہ مجلس عقد میں حاضر ہوں یا مجلس عقد میں حاضر تو نہ ہوں مگر اپنے کانوں سے مجلس کا ایجاب وقبول سنا ہو یا حاضرین سے سنا ہو ویسے عام شہرت اورافواہ کا کچھ اعتبار نہیں، **قال الشامی ناقلا عن جامع الفصولين الشهادة بالسماع من الخارجين من بين جماعة حاضرين في بيت عقد النكاح بان المهر كذايقبل لا ممن**

﴿۱﴾ قال الفقيه ابو الليث السمرقندی: لو ادعى رجل على امرأة نكاحا وهي تجحده واقام الرجل بينة عليها يقضى له بالنكاح. (فتاوى النوازل ۱۸۹ مسائل متفرقة كتاب النكاح)

سمع من غیرهم ﴿۱﴾۔

(۳) کوئی وجہ پیش کریں گے یا جرح موجب تکذیب شہادت بیان کریں گے تو ہوسکتا ہے کہ ان کی شہادت قاضی رد کردے یہ بات اسی محل اور موقع کے ساتھ تعلق رکھتی ہے قاضی کے سامنے پیش ہوکر جو شہادت دی جائے گی اس کے رد اور قبول کا اس وقت ہی پتہ چل سکے گا۔

(۴) لڑکی اپنے مقدمہ چلانے کیلئے کسی کو بھی وکیل بنا سکتی ہے۔

(۵) کما سکتی ہے۔وهو الموفق

مفرور اور مجرم شخص نکاح میں گواہ بن سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انعام اور روخانئی کے درمیان نکاح کیا گیا مجھے لڑکی نے وکیل بنایا تھا، مولوی صاحب نے جب نکاح پڑھایا تو بعد میں مجھے پتہ چلا کہ گواہوں میں ایک شخص حکومت کا مفرور اور مجرم ہے اس لئے میں نے نکاح کو ناجائز قرار دیا کیا یہ نکاح منعقد ہوا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی شائستہ خان گاڑ ونوشہرہ......۱۹۸۵ء/۹/۱۹

الجواب: مفرور گواہ بن سکتا ہے ﴿۲﴾ اس کی وجہ سے نکاح کو ناجائز اور کالعدم قرار دینا غلط اور بے فائدہ ہے۔وهو الموفق

﴿۱﴾(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۴: ۴۱۷ قبیل باب القبول وعدمه)

﴿۲﴾ وفی الهندية: ويصح بشهادة الفاسقين والاعميين كذا فی فتاویٰ قاضی خان وكذا بشهادة المحدودين فی القذف وان لم يتوبا كذا فی البحر الرائق وكذا يصح بشهادة المحدود فی الزنا كذا فی الخلاصة الخ.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۶۷ کتاب النکاح الباب الاول)

بالغہ لڑکی سے اذن طلب کرنا اور توکیل پر گواہ مقرر کرنے کا معروف طریقہ

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ والد کیلئے عاقلہ بالغہ بیٹی سے نکاح کی اجازت مانگنی ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہو تو اس کی کیفیت کس طرح ہوگی؟ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ بعض علماء حضرات دو گواہ عورت کے پاس بھیجتے ہیں اور گواہوں کے سامنے عورت باہر ایک آدمی کو اپنی نفس کے بارے میں ایجاب وقبول کیلئے وکیل مقرر کرتا ہے پھر دو گواہ باہر آ کر شہادت دیتے ہیں امام الحیٔ کے سامنے کیا اس وکیل کا ایجاب وقبول صحیح ہے جبکہ اندر ان دو گواہوں نے اس موکلہ عورت کے ساتھ بالشافہ باتیں نہیں کی ہوں؟ یا کوئی دوسرا طریقہ بھی ہے؟ بینوا توجروا جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدارین وعم فیوضاتکم

المستفتی: عبداللہ

الجواب: چونکہ عاقلہ بالغہ پر اجبار جاری نہیں ہوتا ہے لہٰذا نکاح سے پہلے اذن طلب کرنا یا بعد میں مطلع کرنا ضروری ہے ﴿۱﴾ اور اس اذن واجازت پر گواہ قائم کرنا مستحب ہے تاکہ ضرورت کے وقت پریشانی نہ ہو ﴿۲﴾ اور یہی معروف طریقہ صحیح ہے۔ وهو الموفق

شرعی مجبوری کے بغیر لڑکی نکاح میں دے کر رخصتی نہ کرانا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے نوجوان لڑکی چار پانچ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ فان استأذنها هو اى الولى وهو السنة او وكيله اورسوله او زوجها وليها واخبرها رسوله او فضولى عدل الخ. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۲۴ باب الولى)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: واعلم انه لا تشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح بل على عقد الوكيل وانما ينبغى ان يشهد على الوكالة اذا خيف جحد الموكل اياها.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۵۲ مطلب فى الوكيل والفضولى فى النكاح)

سال سے بٹھلا رکھی ہے اور نکاح کر کے اب دیتا نہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نواز کرنالوی بھکر میانوالی

الجواب: بغیر شرعی مجبوری کے یہ عمل مکروہ ہے کما یقتضیه قوله علیه السلام فان بلغ ولم یزوجه فاصاب اثما فانما اثمه علی ابیه، ومن بلغت ابنته اثنتی عشرة سنة ولم یزوجها فاصابت اثما فاثم ذلک علیه (مشکوٰۃ شریف ۲ : ۲۷۱ باب الولی)﴿۱﴾ لیکن یہ درحقیقت ارشاد ہے جس کا تارک فاسق نہیں ہوسکتا ہے۔ وھو الموفق

نکاح شغار کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ تم اپنی بیٹی میرے بیٹے کو دے دیں اور میں اپنی لڑکی آپ کے بیٹے کو دے دوں گا اور یہ معاملہ بلا ذکر مہر ہو، فقط یہ کہدے کہ یہ لڑکی آپ کی لڑکی کے عوض میں دے دوں گا، اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) اور اگر صورت بالا میں یہ کہدے کہ میری لڑکی کا مہر مثل دو ہزار کالدارے (روپیہ) ہیں اور آپ کی لڑکی کا مہر بھی دو ہزار کالدارے ہیں پھر آپس میں ایک دوسرے کو دو ہزار کالدارے نہ دیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی محمد بلوچستانی......۱۹۸۵ء/۱۱/۵

الجواب: (۱) یہ نکاح شغار ہے اور نکاح شغار منعقد اور شرط باطل اور مہر مثل واجب ہوتا ہے (ہندیہ)﴿۲﴾۔ (۲) یہ نکاح، نکاح شغار نہیں ہے لوجود الامہار۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ رواهما البيهقي في شعب الايمان.
(مشكوٰة المصابيح ۲ : ۲۷۱ باب اعلان النكاح والخطبة والشرط)

﴿۲﴾ وفي الهندية: وقد قالوا ان نكاح الشغار منعقد...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

نکاح شغار کا حکم اور مہر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پٹھان لوگ جو بدل پر نکاح کرتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ اور اس صورت میں مہر کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ اکثر مہر مقرر نہیں کیا جاتا، اور اختلاف کی صورت میں طلاق دینے کا کیا مسئلہ ہے کہ اگر ایک کو طلاق دی جائے تو کیا دوسری خود بخود طلاق ہو جاتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: متعلم دارالعلوم حقانیہ.....۱۹۸۳ء/۱۲/۱۸

الجواب: نکاح کے بدل میں نکاح صحیح اور درست ہے اور بدل کی جگہ مہر مسمی یا مہر مثل لازم ہوگی ﴿۱﴾ اور اگر ان دونوں میں سے ایک ناشزہ ہو یا ایک کو طلاق دی جائے تو یہ لازم نہیں آتا کہ دوسری عورت بھی طلاق ہو جائے یہ جہالت پر مبنی امور ہیں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) والشرط باطل ولکل واحدة من المرأتین مهر مثلها وهو ان یزوج الرجل ابنته علی ان یزوجه الزوج اخته او امه علی ان یکون بضع کل واحدة منها صداق الاخریٰ کذا فی الجوهرة النیرة. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۳۰۳ الباب السابع فی المهر)

﴿۱﴾ وفی الهندیة: قد قالوا ان نکاح الشغار منعقد والشرط باطل ولکل واحدة من المرأتین مهر مثلها وهو ان یزوج الرجل ابنته علی ان یزوجه الزوج اخته اوامه علی ان یکون بضع کل واحدة منهما صداق الاخریٰ.

(فتاوی عالمگیریه ۱: ۳۰۳ قبیل الفصل الثانی فیما یتأکد به المهر والمتعة)

﴿۲﴾ قال الشیخ محمد خالد الآتاسی: عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللهﷺ لا ضرر ولا ضرار، وهو من جوامع الکلم وفی الفرق بین الضرر والضرار اقوال قیل: الضرر الحاق مفسدة بالغیر مطلقا، والضرار الحاق مفسدة بالغیر علی وجه المقابلة ای کل منهما بقصد اضرار صاحبه من غیر جهة الاعتداء بالمثل الخ. (شرح المجله ۱: ۲۴ المادہ:۷ الضرر لا یکون قدیما)

''ایک بیٹی تمہاری ایک تمہاری'' نہ نکاح ہے نہ خطبہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے مرض الموت میں اپنی دو بیٹیوں کو چچازاد برادران کو اس طرح کہہ کر دے ''ایک تمہاری ایک تمہاری'' جسے پشتو میں بخنہ کہتے ہیں اب یہ لڑکیاں والد کے اس کہنے سے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد امین چھوٹا لاہور صوابی......۱۹۸۴ء/۳/۱

الجواب: بظاہر یہ معاملہ نہ نکاح ہے اور نہ خطبہ ﴿۱﴾ یہ لڑکیاں آزاد اور خود مختار ہیں۔ وھو الموفق

جھوٹ بول کر لڑکی کسی کے نام کرنے سے نکاح نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے زید کی بیٹی زید سے نکاح پر مانگی، زید نے اسے کہا کہ میں نے اسے بکر کے بھائی کو دی ہے، بلکہ ایک دفعہ کہا تھا کہ میں نے بکر کے بھائی کو دیے دی ہے دیہے، پھر ایک دفعہ زید نے ہمیں کہا کہ میں نے بیٹی بکر کے بھائی کو نہیں دی ہے بلکہ دراصل میں آپ سے چھپاتا تھا اسلئے اب اگر آپ مانگتے ہیں تو میں دینے کو تیار ہوں، کیا اس اقرار کے بعد یہ لڑکی ہمارے لڑکے کیلئے جائز ہوگی کہ پہلے بکر کے بھائی کو دی ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ مسلم دوست شموزی مردان......۱۲/ رمضان ۱۴۱۵ھ

الجواب: اس صورت میں زید کے یہ الفاظ ایجاب نہیں ہیں بلکہ جھوٹ ہے آپ کے لڑکے کیلئے جائز ہوگی ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ان المجلس للنكاح وان للوعد فوعد.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۲۸۷ قبيل مطلب التزويج بارسال كتاب)

﴿۲﴾ يدل عليه ما قال الشيخ طاهر بن عبد الرشيد: رجل خطب بنتا صغيرة لرجل منه لاجل ابنه الصغير وقال ابو البنت زوجتها من فلان قبل هذا ...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نکاح میں لڑکی کی جانب سے داڑھی منڈوانے کی شرط لگانے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض مقامات میں عورت نکاح کرنے کیلئے یہ شرط لگاتی ہے کہ داڑھی منڈوالے، شریعت میں اس شرط کی کیا حیثیت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفقود العنوان......۱۹۷۸ء/۱۰/۹

الجواب: یہ وہ لوگ ہیں جو کہ شہوت کو شریعت پر فوقیت دیتے ہیں اور اعذار باردہ سے اپنے نفوس پر پردہ ڈالتے ہیں، اعاذنا اللہ منھا، نیک خاندانوں اور صالح بیویوں سے نکاح کرنے میں یہ خطرات نہیں ہوتے ہیں ﴿۱﴾ ☆ ۔ وھو الموفق

نکاح کا ثبوت شہادت شرعی پر ہے نکاح خواں کا انکار نامنظور ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیسوں لوگوں کا حلفیہ بیان ہے کہ مسماۃ کفری کا نکاح مولوی رحمت نے اسلام نامی شخص سے پڑھا ہے کفری کا والد بھی یہی کہتا ہے

(بقیہ حاشیہ)فلم یصدقه الخاطب فقال ان لم اکن زوجتها من فلان فقد زوجتها ابنک فلان وقبل ابو الابن بمحضر من الشهود ان لم یکن زوجها من احد قبل هذا صح النکاح.

(خلاصة الفتاویٰ ۲: ۳ کتاب النکاح)

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: (قوله فاظفر بذات الدین) ای فز بنکاحها قال القاضی رحمه الله من عادة الناس ان یرغبوا فی النساء ویختاروها لاحدی اربع خصال عدها (المال، والحسب، والجمال، والدین) واللائق بذوی المروات وارباب الدیانات ان یکون الدین من مطمح نظرهم فیما یأتون ویذرون لا سیما فیما یدوم امره ویعظم خطره.

(مرقاة المفاتیح شرح المشکواة ۶: ۱۸۸ کتاب النکاح الفصل الاول)

☆ نکاح میں اس قسم کی شرائط باطل اور ناجائز ہوتی ہیں بلکہ بعض دفعہ (استخفاف) کی صورت میں کفر کا خطرہ بھی ہوتا ہے، بہر حال یہ شرط باطل اور نکاح درست ہے جبکہ نکاح کے لوازمات پورے کئے گئے ہوں۔ (از مرتب)

لیکن نکاح خواں مولوی رحمت اس نکاح سے منکر ہے، بالآخر کفری کا نکاح دوسری جگہ کردیا گیا ہے اب کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: معززین موچی گڑھی

الجواب: طرفین باقاعدہ کسی مستند عالم کے پاس حاضر ہوکر تصفیہ کرادیں یعنی اسلام نکاح کا دعویٰ کرے گا اور اس پر شہادت قائم کرنے کے بعد یہ لڑکی اسلام کے حوالہ کی جائے گی ﴿۱﴾ اگرچہ نکاح خواں انکاری ہو اس کا انکار نا منظور قرار دیا جائے گا۔ وھو الموفق

نکاح پر نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح خود دو گواہوں کے روبرو بایں الفاظ پڑھا کہ میں نے ایک ہزار روپیہ کے بدلے اپنی لڑکی کا نکاح فلاں شخص کے ساتھ کردیا، مروجہ رجسٹریشن نہیں کی گئی، ایک سال تک میاں بیوی رہے ہیے، بعد ازاں لڑکی ناراض ہوکر کراچی بھاگ گئی، والد بھی کراچی چلا گیا اور لڑکی کا نکاح جواب بالغ ہوچکی تھی باقاعدہ رجسٹریشن کے ذریعہ دوسرے شخص کے ساتھ کرادی، اب سوال یہ ہے

(۱) پہلا نکاح درست تھا یا نہیں؟ (۲) دوسرا نکاح منعقد ہوا ہے یا نہیں؟......

﴿۱﴾ قال القاضی القضاۃ محمد بن الحسینی: لو ادعی النکاح بمحضر من الشہود لابۃ وان یذکر سماع الشہود کلام المتعاقدین اذالعلماء اختلفوا فی ان سماع الشہود کلامھما ھل ھو شرط والاصح انہ شرط فلا بد من ذکرہ لتصح الدعویٰ.

(الفتاویٰ انقرویۃ ۲: ۱۱۴ العاشر فی دعوی النکاح وفسادہ)

وقال : واذا ادعت المرأۃ علی رجل نکاحا فجھد فاقامت البینۃ یقضی لھا ولا یفسد النکاح بجحودہ. (فتاویٰ انقرویۃ ۱: ۳۷ الباب الثانی فی الوکالۃ فی النکاح والفضولی)

(۳) اگر پہلا نکاح صحیح ہے اور دوسرا مردود ہے تو دوسرے نکاح کے حق مہر وغیرہ کا کیا ہوگا؟

(۴) لڑکی کے والد کے متعلق کیا حکم ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میری لڑکی ہے میں نے صحیح کام کیا ہے۔

(۵) اس دوسرے ناکح کا کیا حکم ہے؟ جبکہ اسے معلوم تھا کہ یہ منکوحہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: بخشش الٰہی کیمل پور اٹک ۱۹۷۰ء/۴/۲۷

الجواب: (۱) اگر گواہوں کے روبرو اسی مجلس میں قبول بھی ہوا ہو تو پہلا نکاح بلاشک وشبہ درست ہے لوجود الرکن والشرط ﴿۱﴾۔

(۲) اگر پہلا نکاح باقی ہو اور بوساطت طلاق یا باقاعدہ تنسیخ حاکم کے ذریعہ ختم نہ کیا گیا ہو تو دوسرا نکاح مردود ہے ﴿۲﴾۔

(۳) چونکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک شبہۃ العقد کی وجہ سے حد ساقط ہے لہٰذا مال اس پر واجب ہوگا ﴿۳﴾۔

(۴) بشرط بقا نکاح اول یہ شخص (والد) فاسق ہے بشرطیکہ مستحل نہ ہو ورنہ کافر ہے۔

(۵) اگر مستحل نہ ہو تو فاسق ہے ورنہ کافر ہے بشرطیکہ نکاح اول باقی ہو ﴿۴﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال عبد الله بن مودود الموصلي: ورکنه الایجاب والقبول ...... ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بخضور رجلین او رجل وامرأتین فالشهود شرط لقوله علیه السلام لانکاح الا بشهود. (الاختیار لتعلیل المختار ۲: ۱۰۹ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر)

﴿۳﴾ قال فی الشامیة: وفی الخانیة لو تزوج محرمه لاحد علیه عند الامام وعلیه مهر مثلها بالغا مابلغ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۸۱ مطلب فی النکاح الفاسد)

﴿۴﴾ قال الملا علی قاری: ان استحلال المعصیة (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

نکاح پر نکاح حرام اور خطبہ پر خطبہ مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی حقیقی، ہمشیرہ کا رشتہ قرآن پاک کے عہد سے دیا اور مہر میں پانچ کنال زمین ہمشیرہ کی اجازت سے لی، اب اس شخص کے چھوٹے بھائی نے اس لڑکی کا رشتہ دوسری جگہ دے دیا، اب کونسا نکاح باقی ہے اور کونسا باطل؟ بینوا توجروا

المستفتی: قمر علی کوہالہ راولپنڈی......۱۹۷۵ء/۸/۲۶

الجواب: اگر پہلے خاطب کے ساتھ باقاعدہ نکاح کا عقد کیا گیا ہوتو دوسری جگہ نکاح کرانا حرام ہوگا، قال اللہ تعالیٰ (والمحصنت من النساء)﴿۱﴾ اور اگر نکاح نہ ہوا ہوتو دوسری جگہ نکاح کرانا مکروہ تحریمی ہوگا لحدیث لا یخطب الرجل علی خطبة اخیه﴿۲﴾ وفی الخیریة علی

(بقیہ حاشیہ)صغیرة کانت او کبیرة کفر، اذا ثبت کونها معصیة بدلالة قطعیة و کذا الاستهانة بها کفر بان یعدها هینة سهلة ویرتکبها من غیر مبالاة بها ویجریها مجری المباحات فی ارتکابها.

(شرح فقه الاکبر للقاری ۱۵۲ ومنها استحلال المعصیة)

﴿۱﴾(سورة النساء پارہ:۵ آیت: ۲۴)

﴿۲﴾ رواه البخاری فی کتاب النکاح باب لا یخطب علی خطبة اخیه حتی ینکح او یدع (حدیث رقم:۵۱۴۴) ومسلم فی باب تحریم الجمع بین المرأة وعمتها فی النکاح (حدیث رقم ۱۴۰۸) وفی باب تحریم الخطبة علی خطبة اخیه حتی یأذن او یترک (۱۴۱۳) وابوداؤد فی باب کراهة ان یخطب الرجل علی خطبة اخیه (۲۰۸۰) والترمذی فی باب ماجاء ان لا یخطب الرجل علی خطبة اخیه (۱۱۳۴) والنسائی فی باب النهی ان یخطب الرجل علی خطبة اخیه (۲: ۷۱) وابن ماجة فی باب لا یخطب الرجل علی خطبة اخیه (۱۸۶۷) ومالک فی باب لا یخطب علی خطبة اخیه(۲: ۵۲۳) واحمد فی مسنده (۲: ۴۲)

هامش تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱ : ۲۱ قال فی الذخیرة کما نهی النبی ﷺ عن الاستیام علی سوم الغیر نهی عن الخطبة علی خطبة الغیر وان من ارتکب محرما لم یرد فیه حد مقرر یعزر وکما تحرم الخطبة تحرم اجابتها لانه اعانة علی المعصیة فیعزر المجیب القادر علی المنع﴿۱﴾. وهو الموفق

ہمارے عرف میں ''دے دی'' الفاظ کنائی اور نکاح وخطبہ دونوں کے محتمل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دادا نے اپنی پوتی کا نکاح اپنے پوتے سے ان الفاظ کے ساتھ کیا کہ میں نے فلاں کی بیٹی فلاں کے بیٹے واقف خان کو دے دی، اس مجلس میں ان کے بیٹے بھی موجود تھے جبکہ لڑکی کا والد بھی یہی اقرار کرتا ہے کہ دادا نے یہ الفاظ کہے ہیں. باقی رشتہ دار بھی موجود تھے اور سب نے کہا تھا کہ بہت اچھا اور ایک دوسرے کو مبارکباد دے دی، اس طریقہ سے عند الشرع نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل مست خان مانکی صوابی......۱۹۶۹ء/۱/۸

الجواب: اگر دادا کی مراد نکاح ہو کہ یہ لڑکی بغیر طلاق وغیرہ کے اور کسی کو نہیں دی جائے گی اور یہ لڑکی مہر مثل کی مستحقہ ہوگی، اور دادا نے اپنی مراد پر گواہوں کو خبردار کیا تھا یا دیگر قرائن نکاح موجود تھے تو اس صورت میں یہ لڑکی اس لڑکے کے نکاح میں داخل ہوئی ہے، اور اگر دادا کی مراد اور مقصد یہ تھا کہ اس لڑکی کو میں نے اس لڑکے کے نام کر دیا ہے اور اس کیلئے متعین کیا ہے تا کہ دیگر کوئی رشتہ دار وغیرہ اس کے طمع اور امید میں نہ رہے، تو اس صورت میں یہ نکاح نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ ''دے دی'' الفاظ کنایات سے ہے اور نکاح وخطبہ دونوں کا محتمل ہے پس بغیر ان شرائط کے اس لفظ سے انعقاد نکاح نہیں ہو سکتا ہے، فی الدر المختار:

﴿۱﴾ (الفتاویٰ الخیریة علی هامش تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱ : ۲۱ کتاب النکاح)

وانما یصح بلفظ تزویج ونکاح لانهما صریح وما عداهما کنایة وهو کل لفظ وضع لتملیک عین﴿۱﴾ وقال الشامی فی ردالمحتار ۲: ۲۷۰ هذا حاصل ما فی الفتح وملخصه: انه لا بد فی کنایات النکاح من النیة قرینة او تصدیق القابل للموجب وفهم الشهود المراد واعلامهم به انتهیٰ﴿۲﴾ ویدل علی کونه محتملا ما فی الهندیة ۱: ۲۸۸ وفی مجموع النوازل عن الشیخ الامام نجم الدین النسفی ان فی قوله "دختر خویش مراده" لا بد ان یقول "بزنی" ویقول الآخر "بزنی دادم" فاما بدون ذلک فلا ینعقد النکاح عند بعض المشائخ وعند بعضهم ینعقد فلا بد من هذه الزیادة لتصیر المسئلة متفقا علیها کذا فی المحیط انتهیٰ﴿۳﴾ نیز ہمارے عرف میں کہا جاتا ہے کہ فلانہ فلاں کو دی گئی ہے لیکن نکاح نہیں ہوا ہے۔ وهو الموفق

خطبہ ووعدہ میں ایک کا نام لیا اور نکاح میں دوسری کا نام......؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی نابالغ لڑکی دینے کا وعدہ کیا اور دوسری جانب لڑکا بھی نابالغ تھا، اور دونوں کو منظور تھا لیکن جب نکاح روبروئے گواہان پڑھایا گیا تو لڑکی کے والد نے بڑی نابالغہ لڑکی کا نام لیا اور لڑکے کے والد نے بھی اپنے بڑے لڑکے کیلئے منظور کیا کیونکہ وہ بھی نابالغ تھا اس بات کی سمجھ دوسرے دن آ گئی اب سوال یہ ہے کہ اس بڑی نابالغہ لڑکی کا نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: میاں اشتیاق احمد تلہ گنگ چکوال......۲۲/شعبان ۱۴۰۸ھ

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۹۰ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۹۲ قبیل مطلب هل ینعقد النکاح بالالفاظ المصحفة)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۱ الباب الثانی فیما ینعقد به النکاح ومالا)

الجواب: جس لڑکی کا نام لیا گیا ہے اس کے ساتھ نکاح منعقد ہو چکا ہے (ہندیہ ۱: ۲۸۷) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

نکاح میں دلہن کی بجائے دلہن کی والدہ کا نام لینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح کے وقت دلہن کے نام کی بجائے دلہن کی والدہ کا نام لیا گیا کیا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سعد اللہ جلبئی صوابی ..... ۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

الجواب: بہ شرط صدق وثبوت اگر اس عقد سے قبل یا بعد صحیح نام پر عقد نکاح نہیں ہوا ہو تو یہ عقد کالعدم اور واجب الاعادہ ہے، کما فی شرح التنویر: وکذا لو غلط فی اسم بنتہ (ھامش ردالمحتار ۲: ۳۷۸) ﴿۲﴾ قلت: والعقد علی ام المخطوبۃ لم یصح لعدم الاصالۃ ولا الوکالۃ ولعدم الاجازۃ. فافھم

نکاح میں آدھا نام صحیح لیا اور آدھا غلط نکاح کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی کے نانا جو وکیل نکاح تھا بندھوایا لڑکی کا اصلی نام جمال بانو ہے اور نانا صاحب واحد شخص ہے کہ اسے جمال آرا کے نام سے پکارتے ہیں، اور خود لڑکی اور والدین جمال آرا کے نام سے انکار کرتے ہیں، بوقت نکاح جمال آرا ہی لکھوایا، اب

﴿۱﴾ وفی الھندیۃ: ولو کان لرجل بنتان کبریٰ اسمھا عائشۃ وصغریٰ اسمھا فاطمۃ واراد یزوج الکبریٰ وعقد باسم فاطمۃ ینعقد علی الصغریٰ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۷۰ قبیل الباب الثانی فیما ینعقد بہ النکاح ومالا)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۹۸ قبیل فصل فی المحرمات)

نکاح دوبارہ کیا جائے گا یا نہیں؟ اور اگر پہلا نکاح شرعی منعقد نہیں ہوا تو گناہ کس کا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالاحد میاں مردان......۱۹۷۲ء/ ۸/ ۲۴

الجواب: اگر یہ لڑکی "جمالہ" نام سے مشہور ہو اور اختلاف تمہ میں ہو تو جزمی طور سے فساد نکاح کا فیصلہ کرنا درست نہیں البتہ احتیاطاً تجدید نکاح ضروری ہے، اور اگر یہ لڑکی جمال بانو کے نام سے مشہور ہو اور نانا غلط فہمی میں مبتلا ہو تو نکاح اول کالعدم ہے اور عقد ثانی ضروری ہے (لعدم رفع الجهالة) ﴿۱﴾ اور لاعلمی کی وجہ سے فساد سے گناہ نہیں ہے۔ وهو الموفق

لے پالک لڑکی کے نکاح میں والد کے نام لینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی زیب النساء کو پیدائش کے دس دن بعد کسی نے لے لی، اور اسے پالا، لڑکی کے اصل والد کا نام اسلام اور والدہ کا نام خدیجہ تھا، پالنے

﴿۱﴾ وفي الهندية: جارية سميت في صغرها باسم فلما كبرت سميت باسم آخر قال تزوج باسمها الاخر اذا صارت معروفة باسمها الآخر والاصح عندى ان يجمع بين الاسمين كذافي الظهيرية رجل له بنت واحدة اسمها فاطمة قال لرجل زوجت منك ابنتي عائشة ولم تقع الاشارة الى شخصها ذكر في فتاوىٰ الفضلي انه لا ينعقد [illegible] الخ.

(فتاوىٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۰ قبيل الباب الثاني فيما ينعقد به [illegible])

وقال العلامة الافندى: وظاهره انها لو جرت [illegible] مقدمات الخطبة على معينة وتميزت عند الشهود ايضا يصح العقد وهي واقعة الفتوىٰ لان المقصود نفي الجهالة وذلك حاصل بتعينها عند العاقدين والشهود وان لم يصرح باسمها كما اذا كانت احداهما متزوجة ويؤيده ماسيأتي من انها لو كانت غائبة وزوجها وكيلها فان عرفها الشهود علموا انه ارادها كفى ذكر اسمها والا لا بد من ذكر الاب والجد.

(ردالمحتار ۲: ۳۶۷ كتاب النكاح قوله ولا المنكوحة مجهولة)

والے کا نام ہاشم ہے، جب لڑکی بیس سال کی ہوگئی تو نکاح کے وقت اصل والد کے بجائے پالنے والے کا نام ہاشم لیا گیا، اب سوال یہ ہے کہ یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور محمد گلبرک: ۲ پشاور......۲۸/شعبان ۱۴۰۸ھ

الجواب: اگر یہ لڑکی اس مجلس میں موجود نہ تھی تو یہ نکاح درست نہیں ہے﴿۱﴾ کما فی فتاویٰ قاضی خان: امرأة وکلت رجلا بان یزوجها فزوجها وغلط فی اسم ابیها لا ینعقد النکاح اذا کانت غائبة (هامش الهندیة ۱: ۳۲۴)﴿۲﴾،﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدین: لو کانت غائبة وزوجها وکیلها فان عرفها الشهود علموا انه ارادها کفی ذکر اسمها والا لابد من ذکر الاب والجد. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۶۷ کتاب النکاح ولا المنکوحة مجهولة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ۱: ۳۲۴ الفصل الاول فیما یتعلق به انعقاد)

﴿۳﴾فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے: سوال: بوقت نکاح عمرو نے بوجہ عار حبیبہ کے والد کا نام بجائے بکر کے زید بتلایا، حبیبہ مجلس نکاح میں حاضر نہ تھی، گواہوں میں سے اکثر کو علم تھا کہ منکوحہ زید کی بیٹی نہیں بکر کی ہے اور ناکح کو مطلقا علم نہ تھا، کیا حکم ہے نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب: چونکہ شہود کے نزدیک حبیبہ مجہولہ نہیں ہے اور عمرو کا باوجود علم کے حبیبہ کو بنت زید بتلانا قرینہ مجاز کا ہے اس لئے نکاح صحیح ہوگیا، جیسا کہ شامی میں ہے: ولا المنکوحة کی شرح میں لکھا ہے: فلو زوج بنته منه وله بنتان لا یصح الا اذا کانت احدهما متزوجة فینصرف الی الفارعة الخ وفی معناه ما اذا کانت احداهما محرمة علیه قلت وظاهره انها لو جرت مقدمات الخطبة علی معینة وتمیزت عند الشهود ایضا یصح العقد وهی واقعة الفتویٰ لان المقصود نفی الجهالة وذلک حاصل بتعینها عند العاقدین والشهود الخ. (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۷: ۱۱۶)

نیز فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے: جانی پہچانی عورتوں کے باپ کے نام بدل بھی جائیں تو نکاح ہوجاتا ہے، سوال: ایک لڑکی کا باپ مرگیا اس کی ماں نے اپنے شوہر کے حقیقی بھائی سے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بیوہ کا ایجاب وقبول اور شرط لگا کر پوری نہ ہونے پر انکار کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسماۃ ہندہ بیوہ اور صاحب اولاد عورت ہے زید نے ہندہ کے بھائی خالد سے کہا کہ اپنی بہن مجھے دے دو، خالد نے ہندہ سے دریافت کیا

(بقیہ حاشیہ) نکاح کرلیا اس لڑکی کا نکاح اس کے چچا یعنی سوتیلی باپ کی اجازت سے ہوا اور بوقت نکاح بجائے نام اصل باپ کے سوتیلے باپ کا نام لیا گیا، پس اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب: ظاہر یہ ہے کہ نکاح صحیح ہو گیا اگر چہ درمختار کی ایک عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسی غلطی میں نکاح صحیح نہیں ہوتا، وہ عبارت یہ ہے: غلط وكيلها بالنكاح في اسم ابيها بغير حضورها لم يصح للجهالة الخ، اس پر علامہ شامی نے یہ لکھا ہے: قوله لم يصح لان الغائبة يشترط ذكر اسمها واسم ابيها وجدها ونة لدم انه اذا عرفها الشهود يكفي ذكر اسمها فقط خلافا لابن الفضل وعند الخصاف يكفي مطلقا والظاهر انه في مسئلتنا لا يصح عند الكل لان ذكر الاسم وحده لايصرفها عن المراد الى غيره بخلاف ذكر الاسم منسوبا الى اب آخر فان فاطمة بنت احمد لا تصدق على فاطمة بنت محمد تامل وكذا يقال فيما لو غلط في اسمها الخ. لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو درمختار کے اس قول للجهالة سے معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم جواز نکاح کی غلطی مذکور میں جہالت ہے جو صورت مسئولہ میں مفقود ہے، دوسرے درمختار کا مسئلہ بصورت غلطی کے فرض کیا گیا ہے کہ وکیل نے غلطی سے نام بدل دیا، اور صورت مسئلہ میں غلطی سے ایسا نہیں کیا گیا ہے بلکہ بر بناء على المعروف والشهرة ایسا کیا گیا ہے، کیونکہ عرف میں والدہ کے شوہر ثانی کو باپ کہا جاتا ہے، غرض جو رفع جہالت ہے وہ اس صورت میں حاصل ہے کیونکہ مطلب اس نسبت کا یہ ہے کہ فلاں لڑکی جو فلاں شخص کی تربیت میں اور فلاں لڑکا جو فلاں شخص کی تربیت میں ہے ان کا عقد ہوا ہے بلکہ عجب نہیں کہ اصل باپ کی طرف نسبت کرنے میں وہ تعرف نہ ہو جو اس نسبت میں حاصل ہے اور مقصود اصلی رفع جہالت ہی ہے جیسا کہ شامی میں درمختار کے اس قول ولا المنكوحة مجهولة کے تحت میں ہے، قلت وظاهره انها لو جرت المقدمات على معينة وتميزت عند الشهود ايضا يصح العقد وهي واقعة الفتوى (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ہندہ نے کہا کہ میں اس شرط پر زید کے ساتھ شادی کروں گی کہ میری چھوٹی بچیوں کو میرے شوہر کے بھائی میرے ساتھ زید کے پاس چھوڑ دے، زید نے کہا کہ یہ اجازت میں اس سے لے چکا ہوں اب خالد اور زید کے درمیان ایجاب وقبول ہوا، زید نے ایک جوڑہ کپڑے ہندہ کو دیئے اور ہندہ نے اس کو پہن لئے، چند ہفتوں کے بعد شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ اچانک شوہر کا بھائی آ کر ہندہ سے ان کی بچیوں کو لیکر چلا گیا اور کہا کہ نہ میں اپنے بھائی کی یتیم بچیوں کو زید کے پاس چھوڑوں گا اور نہ میں نے زید کو ایسی اجازت دی ہے، ہندہ نے جب یہ حالت دیکھی تو زید کے کپڑوں کو اتار کر کہنے لگی کہ اب میں زید کے ساتھ شادی نہیں کروں گی کیونکہ شرط پوری نہیں ہوئی۔ اب زید کہتا ہے کہ ہندہ میرے نکاح میں ہے ایجاب وقبول ہوا ہے حالانکہ خود زید اور خالد کی اپنی عرف ورواج میں اس قسم کے ایجاب وقبول کو نکاح نہیں سمجھا جاتا، اب اگر خدانخواستہ اسی رسمی ایجاب وقبول کے بعد خاطب مخطوبہ پر بری نیت سے ہاتھ ڈالے تو معاملہ قتل ومقاتلہ تک پہنچتا ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ ہندہ آزاد ہے یا زید کی منکوحہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: احمد میمن دار التوحید شہداد پور سانگھڑ.... ۱۰/ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

الجواب: اگر یہ ایجاب وقبول دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے رو برو ہوا ہو تو یہ معاملہ نکاح شرعی ہے، خطبہ نہیں ہے، **فی الدر المختار: وينعقد ملتبسا بايجاب من احدهما وقبول الخ وفيه ايضا وما يصح ولا يبطل بالشرط الفاسد لعدم المعاوضة المالية القرض والهبة والصدقة والنكاح الخ. وهو الموفق**

(بقیہ حاشیہ) **لان المقصود نفي الجهالة وذلك حاصل بتعينها عند العاقدين والشهود وان لم يصرح باسمها كما اذا كانت احداهما متزوجة ويؤيده ماسيأتي من انها لو كانت غائبة وزوجها وكيلها فان عرفها الشهود وعلمه انه ارادها كفى ذكر اسمها والا لابد من ذكر الاب والجد ايضا الخ** شامی الحاصل صورت مسئولہ میں نکاح منعقد ہو گیا۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند ۷:۱۲۳)

فتاوی فریدیہ اور فتاوی دیوبند سے ان فتاوی میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے مگر فی الواقع نہیں کیونکہ فتاوی فریدیہ کا فتوی محمول ہے مجہولہ پر اور فتوی دیوبند کا فتوی محمول ہے معروفہ ومشہورہ اور جانی پہچانی پر۔ (سیف اللہ حقانی)

عورت کے قول ''کہ میں طلاق یافتہ ہوں'' پر اعتماد کر کے نکاح کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک منکوحہ عورت نے کسی شخص کو کہا کہ میں طلاق یافتہ ہوں اور زوج اول نے مجھے طلاق دی ہے کیا عورت کے زبانی قول پر اس کے ساتھ نکاح درست ہے؟ کیا اس میں مولوی صاحب نکاح خواں اور گواہ یکساں مجرم ہیں؟ ان لوگوں کے ساتھ صف میں کھڑے ہو کر نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا سید محمد صابر شاہ ضلع بنوں ۱۹۶۹ء/۱/۲۰

الجواب: چونکہ نکاح خواں اور گواہوں نے عورت کے قول پر اعتماد کیا ہے اور دیدہ دانستہ یہ عقد اور گواہ ہونا نہیں کیا ہے لہٰذا یہ مولوی صاحب اور گواہ مجرم نہیں ہیں، بے شک یہ ناکح مجرم ہے اگر اس سے دیدہ دانستہ عقد کیا ہو، وفی الهداية (۴: ۴۷۳): وكذا لو قالت لرجل طلقني زوجي وانقضت عدتي فلا بأس ان يتزوجها﴿۱﴾. اور کسی مسلمان کو نماز اور مسجد سے منع کرنا جائز نہیں ہے، بدليل قصة الثلاثة الذين خلفوا﴿۲﴾، ان کے ساتھ صف میں کھڑا ہونا جائز ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (هداية ۴: ۴۶۹ كتاب الكراهية فصل فى البيع)

﴿۲﴾ قال كعب بن مالك ... ونهى رسول الله ﷺ المسلمين عن كلامنا ايها الثلاثة من بين من تخلف عنه فاجتنبنا الناس وتغيروا لنا حتى تنكرت فى نفسى الارض فما هى التى اعرف فلبثنا على ذلك خمسين ليلة فاما صاحباى فاستكانا وقعدا فى بيوتهما يبكيان واما انا فكنت اشب القوم واجلدهم فكنت اخرج فاشهد الصلوة مع المسلمين واطوف فى الاسواق ولا يكلمنى احد واتى رسول الله ﷺ فاسلم عليه وهو فى مجلسه بعد الصلوة فاقول فى نفسى هل حرك شفتيه برد السلام على ام لا ثم اصلى قريبا منه فاسارقه النظر فاذا اقبلت على صلاتى اقبل الى واذا التفت نحوه اعرض عنى الخ.

(صحيح البخارى ۲: ۶۳۵ باب حديث كعب بن مالك كتاب المغازى)

شادی کرنے کیلئے والد سے مکان لینے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چار بھائی ہیں والدین بھی زندہ ہیں، تین بھائیوں کی شادیاں ہوگئی ہیں میں سب سے چھوٹا اور غیر شادی شدہ ہوں اب میں کہتا ہوں کہ میری شادی کر کے گھر میں جو حصہ بنتا ہے دے دیں، اور اگر آپ میری شادی نہیں کراتے تو سارا مکان مجھے دے دیں جبکہ والد صاحب گھر کو فروخت کرنا چاہتے ہیں میرے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رحیم کلاڈیر سوات

الجواب: آپ کا والدین یا برادران پر شادی کا کوئی حق نہیں ہے اور نہ آپ کسی چیز کے خرید وفروخت سے والد کو منع کر سکتے ہیں وہ مالک ہے البتہ اگر والد وغیرہ بطور احسان ومروت کچھ کریں تو منع نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

ایک جگہ خطبہ منظور کر کے پھر دوسری جگہ دینے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسمی زید نے سب سے پہلے اپنی لڑکی کا رشتہ زبانی وعدہ کر کے دیا، اس کے بعد دوسری جگہ پوری شرائط کے ساتھ بحکم شریعت وعدہ کیا اور موجود جرگہ اور لڑکی نے خود اپنے والد کو قرآن مجید کا واسطہ دیا کہ میرا رشتہ یہاں پر ہی دے دیں اور نقدی روپیہ بھی لے کر وعدہ کیا کہ فلاں دن رشتہ دیدیں گے ہم لوگ اس دن کے انتظار میں تھے کہ انہوں نے فوری

﴿۱﴾ يدل عليه مافى الدرالمختار قال العلامة الحصكفى: ولا يطالب الاب بمهر ابنه الصغير الفقير اما الغنى فيطالب ابوه بالدفع من مال ابنه لامن مال نفسه اذا زوجه امرأة الا اذا ضمنه على المعقد كما فى النفقة فانه لا يؤخذ بها الا اذا ضمن.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲ / ۳۸۷ قبيل مطلب فى منع الزوجة نفسها)

طور پر تیسری جگہ رشتہ دے دیا، اب اس آدمی کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: سید صابر حسین کوہالہ ۱۹۷۵ء/۶/۳

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ شخص زید ارتکاب حرام کی وجہ سے لائق تعزیر ہے، کما فی الخیریة علی هامش تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱ : ۲۱ وکما تحرم الخطبة تحرم اجابتها لانه اعانة علی المعصیة فیعزر المجیب الیها القادر علی المنع ﴿۱﴾. وهو الموفق

بعد البلوغ خطبہ نکاح کا فسخ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نابالغہ لڑکی کا خطبہ نکاح کیا گیا تھا کیا بعد البلوغ اسے حق فسخ حاصل ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: مولانا محمد سلیمان مظفر آباد

الجواب: اگر دو گواہوں کے روبرو باقاعدہ ایجاب وقبول نہ ہوا ہو تو یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح نہیں ہے ﴿۲﴾ اور یہ لڑکی جب خیار بلوغ کی وجہ سے نکاح......

﴿۱﴾ قال العلامة خیر الدین المنیف: سئل فی رجل خطب من آخر بنته البالغة العاقلة وسمی المهر وقبل الاب ورکن قلبها الی الخاطب واحضر المهر ومابقی الا العقد فرجع الاب لطروخاطب عالم بخطبة الاول فما الحکم الشرعی فی ذلک، اجاب المصرح فی کتب الحنفیه وغیرهم حرمة الخطبة علی خطبة الغیر قال فی الذخیرة کما نهی النبی ﷺ عن الاستیام علی سوم الغیر نهی عن الخطبة علی خطبة الغیر وان من ارتکب محرما لم یرد فیه حد مقدر یعزرو کما تحرم الخطبة الخ.
(الفتاویٰ الخیریة علی هامش تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱ : ۲۱ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال الفقیه ابو اللیث السمرقندی: ورکن (النکاح) الایجاب والقبول وحکمه الاثر الثابت بالعقد وانما حضور الشاهد عند العقد وهو شرط الصحة. (فتاویٰ النوازل ۱۶۰ کتاب النکاح)

......فسخ کرسکتی ہے﴿۱﴾تو خطبہ بطریق اولیٰ کالعدم کرسکتی ہے پس یہ لڑکی اپنی مرضی سے دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے۔وھو الموفق

بالغہ لڑکی کا ایک جگہ طے شدہ منگنی سے انکار اور دوسری جگہ نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نوجوان لڑکی ہوں بچپن میں والدین نے ایک جگہ رشتہ کا وعدہ کیا تھا، چونکہ اب میں بالغہ ہوں اور عقل سلیم سے سوچا کہ جہاں میرے والدین میرا رشتہ کرنا چاہتے ہیں وہاں میرے لئے زندگی گزارنا مشکل ہے، اس لئے میں اپنی مرضی سے شادی کرنا چاہتی ہوں اور اس طے شدہ رشتہ جہاں نکاح نہیں ہوا ہے صرف وعدہ ہوا ہے میں انکاری ہوں اور حالات اتنی دگرگوں ہے کہ اگر میرا رشتہ وہاں کیا گیا تو شائد کہ میں خودکشی پر امادہ ہو جاؤں جو کہ حرام موت ہے، اب شریعت کی رو سے اس سابقہ رشتہ سے میرا انکار جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ن، ت، ج، بکوٹ ایبٹ آباد......۱۹۷۳ء/۳/۵

الجواب: اگر آپ کے والد نے صرف وعدہ کیا ہو اور عقد نکاح نہ کیا ہو تو آپ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہیں، **فی الھندیۃ ۱: ۳۰۵ ولایجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب اوسلطان بغیر اذنھا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتھا**﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: ولھما خیار الفسخ بالبلوغ فی غیر الاب والجد بشرط القضاء ای للصغیر والصغیرۃ اذا بلغا وقد زوجا ان یفسخا عقد النکاح الصادر من ولی غیر اب ولا جد بشرط قضاء القاضی بالفرقۃ۔

(البحر الرائق ۳: ۱۲۰ باب الاولیاء والاکفاء)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۸۷ الباب الرابع فی الاولیاء)

بغیر مجبوری کے خطبہ کا عہد ایفاء نہ کرنے سے گناہ لازم آتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی شہباز کے لڑکے کیلئے نامزد کی مٹھائی بھی تقسیم کی گئی عام لوگ بھی خبردار ہوئے کہ فلاں نے اپنی لڑکی فلاں کو دیدی، لیکن نکاح نہیں پڑھا گیا، اب وہ شخص لڑکی دینے سے انکاری ہے شرعا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: زیارت گل کتوزی شبقدر پشاور.....۱۸/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح نہیں ہے لعدم تحقق الایجاب والقبول فی حضور الشهداء ظاهراً ﴿۱﴾ پس یہ شخص مجبوری کی صورت میں ایفاء نہ کرنے سے گنہگار نہیں ہوتا اور بغیر کسی مجبوری کے گنہگار ہے ﴿۲﴾ ویدل علی عدم کون الخطبة نکاحا ما قال القاری ایضا:

﴿۱﴾ قال الامام شمس الدین محمد الخراسانی القهستانی: النکاح ینعقد بایجاب..... وقبول..... لفظهما ماض او امر وماض وشرط لصحة النکاح سماع کل منهما ای المتعاقدین لفظ الآخر وشرط ایضا حضور شاهدین حرین عند العقد الخ.

(جامع الرموز ۱: ۴۴۶ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال الشیخ العلامة زینة المحدثین مولانا نصیر الدین الغرغوشتوی: الوعد الاخبار بایصال الخیر فی المستقبل فاذا اخبر انسان بانه یهب احدا او یتصدق علیه او یکرمه او غیر ذلک فهل یجب الوفاء به فیه اختلاف قال طائفة قلیلة یجب الوفاء بالوعد استدلالا بظاهر الحدیث وذهب الجمهور منهم ابوحنیفة والشافعی الی انه یستحب الوفاء بالوعد استحبابا مؤکدا ویکره خلافه کراهة تنزیهیة لا تحریم ویحمل الحدیث عندهم علی العزم علی الاخلاف حال الوعد فانه لا شک فی حرمته..... اقول ویؤیده ایضا حدیث زید بن ارقم عن النبی ﷺ قال اذا وعد الرجل اخاه ومن نیته ان یفی له فلم یف ولم یجیء للمیعاد فلا اثم علیه رواه ابوداؤد والترمذی.

(حاشیة الغورغشتویة علی المشکوٰة ۱: ۱۸ باب الکبائر وعلامات النفاق)

وھو ما نصه لکن ان تزوج الثانی تلک المرأة بغیر اذن الاول صح النکاح ولکن یاثم.
(مرقاۃ ۲: ۲۱۱)﴿۱﴾. وھو الموفق

منگنی کے بعد انکار مخالفت وعدہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور عمرو نے نابالغ دختران کے رشتے ایک دوسرے کے لڑکوں کیلئے دینے کا وعدہ اور اقرار کیا ہے اب زید اپنے وعدہ سے انکاری ہے اور رشتہ نہیں دیتا، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید اعظم کوہالہ مری.......۱۰/ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: یہ شخص وعدہ کی مخالفت کرتا ہے اور اگر معذور شرعی نہ ہو تو اس میں شعبہ نفاق موجود ہے﴿۲﴾ کما فی الحدیث اذا وعد اخلف﴿۳﴾. وھو الموفق

ضرورت کی وجہ سے منگنی کا وعدہ توڑنے سے گناہ نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی کی منگنی عرصہ دو سال

﴿۱﴾ (مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ ۶: ۲۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الاول)

﴿۲﴾قال العلامة المحدث امین اللہ فی الارض مولانا نصیر الدین الغورغشتوی: ان الوفاء بالوعد لیس بواجب شرعی بل ھو من مکارم الاخلاق بعد ان کان بنیة الوفاء واما جعل الخلف فی الوعد من علامات النفاق کما مر فمعناہ الوعد علی نیة الخلف وقیل الخلف فی الوعد من غیر مانع حرام وھو المراد ھنا وکان الوفاء بالوعد ماموراً به فی الشرائع السابقة ایضا. (حاشیة غورغشتویة علی المشکوٰۃ ۲: ۴۱۶ باب الوعد الفصل الاول)

﴿۳﴾عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: آیة المنافق ثلاث، اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان، رواہ البخاری (۳۳) ومسلم (الایمان / ۵۹) وغیرھما. (بلوغ المرام ۱: ۴۸۵ باب الترھیب من مساوئ الاخلاق)

سے ایک لڑکے کے ساتھ ہوئی ،کئی بار لڑکی کے والدین نے انہیں کہا کہ شادی کرالو لیکن تاحال ٹال مٹول کرتے رہیں، اب اس لڑکے نے ایک رشتہ دار لڑکی کو ورغلا کر کہیں لے گیا ہے، اور وہ لڑکی شادی شدہ بھی ہے علاوہ ازیں یہ لڑکا چند ماہ پہلے آیا تھا اور میری بیوی سے کہا تھا کہ چونکہ میرے والدین اس منگنی پر خوش نہیں ہیں لہٰذا میری طرف سے یہ لڑکی آزاد ہے لیکن لکھ کر نہیں دیا، اب میری لڑکی بالغ اور تعلیم یافتہ ہے اسلئے اسے گھر پر بٹھانا مناسب معلوم نہیں ہوتا نیز اب یہ لڑکی اس سے شادی کرنے سے بھی انکار کرتی ہے اب سوال یہ ہے کہ وہ لڑکا روپوش ہے اور اس کی والدہ اور بہنیں کہتی ہیں کہ جب وہ آجائے فیصلہ کیا جائے گا، اب ہمارے لئے کیا راستہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد زرین نوشہرہ

الجواب: واضح رہے کہ منگنی جبکہ گواہوں کے روبرو باقاعدہ ایجاب وقبول نہ ہوا ہو نکاح نہیں ہے ایسی عورت آزاد ہوتی ہے، لأن الخطبة ليس بنكاح لعدم وجود الركن والشرط﴿۱﴾ وكما في المرقاة ۵: ۲۱۱ في حديث لا يخطب الرجل على خطبة اخيه لكن ان تزوج الثاني تلك المرأة بغير اذن الاول صح النكاح ولكن يأثم انتهى﴿۲﴾، قلت ولا اثم عند تحقيق الضرورة التي جاز عندها تطليق الحاكم اياها. وهو الموفق

خطبہ کرنے والے انکار کریں تو دوسری جگہ نکاح میں دینے کی کراہت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کیلئے

﴿۱﴾ وفي الهندية: واما ركن (النكاح) فالايجاب والقبول كذا في الكافي ... واما شروطه فمنها الشهادة قال عامة العلماء انها شرط جواز النكاح هكذا في البدائع.
(فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۲۶۷ كتاب النكاح الباب الاول)

﴿۲﴾ (مرقاة المفاتيح شرح المشكوة ۶: ۲۱۱ باب اعلان النكاح والخطبة والشرط)

نکاح کے بارے میں صرف گفتگو اور وعدہ کیا باقاعدہ نکاح نہیں ہوا تھا، پھر اس شخص نے انکار کیا کہ ہم دوسری جگہ نکاح کرتے ہیں، کیا اب یہ لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حفیظ اللہ کمین وزیرستان......۱۹۷۲ء/۱۱/۲۶

الجواب: واضح رہے کہ اس قسم کے معاملہ کو خطبہ کہا جاتا ہے یہ نکاح نہیں ہے نکاح بغیر ایجاب وقبول اور گواہوں کے منعقد نہیں ہو سکتا، فی تنقیح الفتاویٰ ۱: ۳۱ لا تکون الخطبة واقعة موقع النکاح اصلا﴿۱﴾ وفی المرقاة ۶: ۲۱۱ لکن ان تزوج الثانی تلک المرأة بغیر اذن الاول صح النکاح ولکن یأثم انتهیٰ﴿۲﴾ قلت ولا اثم فی هذه الصورة المسئولة لوجود الترک وقال النبی ﷺ لا یخطب علی خطبة اخیه حتی ینکح او یترک﴿۳﴾ پس بہر حال لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے. وهو الموفق

خطبہ کی وصیت کی خلاف ورزی اور دوسری جگہ نکاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے مرتے وقت اپنی نابالغہ بچی کے متعلق بچی کے تایا کو وصیت کی کہ میں اپنی لڑکی عمرو کے لڑکے کے ساگ میں دیتا ہوں اس میں تمہارا کوئی دخل نہیں، اب لڑکی کی والدہ لڑکی کو لے کر دوسری جگہ چلی گئی ہے اور وہاں پر اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ کراتی ہے ابھی لڑکی نابالغہ ہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: راجہ محمد یوسف سبزی منڈی کیمبلپور......۱۹۷۲ء/۷/۱۵

﴿۱﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱: ۳۱ قبیل فوائد ذکرها المؤلف متفرقة)

﴿۲﴾ (مرقاة المفاتیح شرح المشکوٰة ۶: ۲۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الاول)

﴿۳﴾ (مشکوٰة المصابیح ۲: ۲۷۱ کتاب النکاح باب اعلان النکاح)

الجواب: چونکہ صورت مذکورہ میں ایجاب وقبول موجود نہیں ہے﴿۱﴾لہٰذا اس لڑکی کو دوسری جگہ نکاح میں دینا درست ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ وصیت پوری کی جائے۔ وھو الموفق

ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل لوگ ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کراتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی رشید الدین واہ کینٹ......۱۹۷۸ء/ ۷/ ۳۰

الجواب: جو شخص ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کرتا ہو اور وہ لاہور میں ہو اور عورت لندن میں ہو مثلاً تو یہ شخص اس لڑکی یا اس کے ولی کو بذریعہ ٹیلی فون کہدے کہ اپنی بیٹی کے ساتھ میرا نکاح پڑھے تو وہ گواہوں کے روبرو یہ کہے کہ فلاں نے بذریعہ ٹیلی فون یہ پیغام دیا ہے کہ میرا فلانہ کے ساتھ نکاح پڑھے تو میں نے فلانہ کو فلاں کے نکاح میں دیدیا خواہ یہ ولی (والد) لاہور والے کو کلام بذریعہ ٹیلی فون سنادے یا نہ سنادے، نکاح منعقد ہوگا، (ماخوذ از فتح القدیر بحوالہ شامی ۲: ۳۶۴)﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة علاء الدين السمرقندى: واما(النكاح) فى الشرع فعبارة عن وجود ركن العقد مع شروطه اما ركنه فهو الايجاب والقبول من الزوجين وهما لفظان يعبر بهما عن الماضى او يعبر باحدهما عن الماضى والاخر عن المستقبل.

(تحفة الفقهاء ۲: ۱۷٦ كتاب النكاح)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله بل غائب) الظاهر ان المراد به الغائب عن المجلس وان كان حاضرا فى البلد......وصورته ان يكتب اليها يخطبها فاذا بلغها الكتاب احضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت زوجت نفسى منه او تقول ان فلانا كتب الى يخطبنى فاشهدوا انى زوجت نفسى منه اما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسى من فلان لا ينعقد لان سماع الشطرين شرط صحة النكاح وباسماعهم الكتاب (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

خط وکتابت کے ذریعہ نکاح کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شخص انگلینڈ میں ہے اور اس کی منکتیر پاکستان میں ہے تو نکاح کیسے کیا جائے گا، اس نوعیت کا ایک مسئلہ ماہنامہ طیبہ سیالکوٹ فروری ۱۹۵۶ص۳۱ کے آخر میں بشکل سوال وجواب درج ہے، سوال یہ ہے کہ لڑکا برطانیہ میں ہے اور لڑکی یہاں، کیا خط وکتابت کے ذریعہ نکاح ہوسکتا ہے؟ جواب یہ ہے ہوسکتا ہے اس طرح کہ لڑکی خود یا اس کی مرضی سے اس کا وکیل لڑکے کو لکھ دے کہ فلاں لڑکی تمہارے نکاح میں دی اور لڑکا اس خط کو گواہوں کے سامنے پڑھ کر سنادے اور پھر ان گواہوں کے سامنے قبول کرے، ینعقد بکتابہ..... غائب شرط اعلام الشهود كما في الكتاب (درمختار ۱۸۰) التماس ہے کہ جواب مذکور (مع تکمیل عبارت) وصحیح ترجمہ بہ ثبت مہر تصدیق فرما کر ہدیہ تشکر قبول فرمایا جائے۔

المستفتی: شیر محمد قریشی کہوٹہ راولپنڈی......۱۲/۴/۱۹۷۲ء

الجواب: مکمل عبارت یہ ہے: ولا بكتابة حاضر بل غائب بشرط اعلام الشهود بما في الكتاب مالم يكن بلفظ الامر فيتولى الطرفين فتح (هامش ردالمحتار ۲: ۲۶۴)﴿۱﴾ یعنی مجلس نکاح میں حاضر شخص کا نکاح خط وکتابت کے ذریعہ درست نہیں ہے بلکہ صرف

(بقيه حاشيه) او التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين بخلاف ما اذا انتفيا قال في المصفى هذا اى الخلاف اذا كان الكتاب بلفظ التزوج اما اذا كان بلفظ الامر كقوله زوجي نفسك مني لا يشترط اعلامها الشهود بما في الكتاب لانها تتولى طرفي العقد بحكم الوكالة ونقله عن الكامل وما نقله من نفي الخلاف في صورة الامر لا شبهة فيه على قول المصنف والمحققين اما على قول من جعل لفظة الامر ايجابا كقاضي خان على ما نقلناه عنه فيجب اعلامها اياهم ما في الكتاب. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۸۸ مطلب التزوج بارسال كتاب)

﴿۱﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۸ كتاب النكاح)

غائب شخص کا نکاح بذریعہ خط وکتابت درست ہے، بشرطیکہ مرسل الیہ گواہوں کو خط کے مضمون سے آگاہ کرے لیکن اگر مرسل نے خط میں امر کا صیغہ لکھا مثلاً میرا نکاح اپنے ساتھ منعقد کرو، تو اس مضمون سے گواہوں کو خبردار کرنا ضروری نہیں بلکہ یہ کافی ہے کہ گواہوں کے سامنے کہدے کہ میں نے مثلاً فلانہ کو نکاح میں قبول کیا۔ وھو الموفق

مفقود الخبر منگیتر کی مخطوبہ کے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی لڑکی کی عمرو کے لڑکے کے ساتھ منگنی ہوگئی تھی، منگنی کی کئی رات رواج کے مطابق لوگ جمع ہو گئے تھے کھانا وغیرہ تقسیم ہوا تھا، لیکن خطبہ نکاح نہیں پڑھا گیا تھا اب عمرو کا لڑکا بارہ سال سے لاپتہ ہے کافی کوششوں کے بعد بھی پتہ نہیں چل سکا اب زید کی بیٹی بالغہ ہو چکی ہے کیا وہ دوسرے شخص کے نکاح میں دی جا سکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مسافرشاہ کتوزئی چارسدہ......۱۹۷۷ء/۸/۲۴

الجواب: واضح رہے کہ خطبہ "منگنی" نکاح نہیں ہے لعدم الرکن والشرط ﴿۱﴾ ویدل علیہ مافی المرقاۃ ۶: ۲۱۱ لکن ان تزوج الثانی تلک المرأۃ بغیر اذن الاول صح النکاح ولکن یاثم ﴿۲﴾. پس صورت مسئولہ میں اس لڑکی کا دوسری جگہ عقد نکاح کرنا جائز اور نافذ ہے، اور گناہ بھی نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت میں جب منکوحہ کیلئے تنسیخ نکاح کرنا جائز ہے تو مخطوبہ کیلئے (دوسری جگہ) نکاح کا اقدام بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة المرغینانی: النکاح ینعقد بالایجاب والقبول...... ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدین حرین عاقلین...... ان الشهادة شرط فی باب النکاح لقوله علیه السلام لانکاح الا بشهود. (هدایه ۲: ۳۰۵، ۳۰۶ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ (مرقاة المفاتیح شرح المشکواة ۶: ۲۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الاول)

صلح میں رشتہ دینے کی ایجاب وقبول اور خطبہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور سلمان قریبی رشتہ دار ہیں ان میں کچھ تنازعہ چلا آ رہا تھا اور ناراضگی نے شدت اختیار کی زید نے سلمان کے خاندان والوں سے کہا کہ ہم صلح کرنا چاہتے ہیں اور رشتہ بھی، چنانچہ زید ایک جرگہ حیات نور کی سربراہی میں لے گیا، زید نے اپنی لڑکی مسماۃ گل مکئی جو کہ نابالغہ تھی اس کا وکیل ومختار حیات نور مقرر کیا، حیات نور نے کہا کہ اگر مجھے مختار بناتے ہو تو میں یہ رشتہ سلمان کے بھائی لقمان کیلئے لوں گا کیونکہ وہ آپ سے زیادہ ناراض ہے، زید نے کہا کہ میری طرف سے تجھے مکمل اختیار ہے چنانچہ زید نے تین دفعہ اختیار دے دیا یعنی یہ ایجاب وقبول تین دفعہ ہوا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس تین دفعہ ایجاب وقبول سے اس لڑکی کا نکاح لقمان کے ساتھ ہوا ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی دوسری جگہ یہ رشتہ دیا جائے تو یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالحیٔ بٹل ہزارہ......۱۲/ اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: یہ تین دفعہ ایجاب وقبول توکیل کیلئے ہوا ہے اس سے حیات نور کا وکیل ہونا ثابت ہوتا ہے، اور جس ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوتا ہے اس کا کوئی تذکرہ مسطور نہیں ہے لہٰذا یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح نہیں ہے پس دوسری جگہ اس لڑکی کا نکاح باوجود کراہیت کے نافذ ہوگا، **کما فی المرقاۃ ۶: ۲۱۱ لکن ان تزوج الثانی تلک المرأۃ بغیر اذن الاول صح النکاح ولکن یأثم﴿۱﴾. وھو الموفق**

کیا رسم سورہ میں لڑکی دے کر نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علماء اور مشران قوم دشمنوں

﴿۱﴾ (مرقاۃ المفاتیح شرح المشکواۃ ۲: ۲۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الثانی)

کے درمیان صلح کرتے ہیں مثلاً کہیں قتل ہوا ہو خواہ عمداً ہو یا خطاء، تو صلح میں قاتل کی بیٹی یا بہن خواہ کبیرہ ہو یا صغیرہ وہ مقتول کے گھر والوں میں سے ایک کو نکاح پر دی جاتی ہے تا کہ رشتہ داری قائم ہو کر دلی صلح ہو جائے، اسے رسم سورہ کہا جاتا ہے اس رسم میں نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عدم پتہ......۳۰/صفر ۱۴۰۲ھ

الجواب: لا ضير في هذا النوع من النكاح لان سد باب الفتنة مصلحة عظيمة ﴿۱﴾ وليس هذا نكاح الشغار لوجود الامهار فيه دون نكاح الشغار ولان نكاح الشغار منهي مادام كان شغارا او الامر ان نكاح الشغار يلزم فيه مهر المثل فينقلب الى النكاح الشرعي ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ رسم سورہ کی صورت میں دو باتیں عموماً پیش آتی ہے ایک وہ جو سوال میں ذکر ہے کہ پھر دلی محبت اور رشتہ داری قائم ہو کر دشمنی ختم ہو جاتی ہے اور اقارب ورشتہ داروں کی طرح رہتے ہیں، اور دوسری بات یہ کہ بعض علاقوں میں سورہ کی آڑ میں انتقام اس مظلوم لڑکی سے لیا جاتا ہے اور اس سے جانوروں سے بھی بدتر سلوک روا رکھا جاتا ہے پس جن علاقوں میں رسم سورہ سے مصلحت اور صلح وصفائی حاصل ہو تو پھر یہ لاباً س بہ ہے اور دوسری صورت میں کہ لڑکی کو دشمنی کے بھینٹ چڑھایا جائے اور لڑکی کو آگ میں دھکیل کر خود کو آرام سے بیٹھ جائے تو پھر یہ رسم سورہ ظلم کی ایک قسم ہوگی اور جائز نہ ہوگی اور نکاح کا جو معاملہ ہے پس اگر نکاح کے شرعی تقاضے پورے ہو جاتے ہیں تو دونوں صورتوں میں نکاح بہر حال جائز رہے گا، البتہ عاقلہ بالغہ پر جبر نکاح نہیں کیا جا سکتا ہے۔......(از مرتب)

﴿۲﴾ قال العلامه الحصكفي: ووجب مهر المثل في الشغار ان يزوجه بنته على ان يزوجه الآخر بنته او اخته مثلا معاوضة بالعقدين وهو منهي عنه لخلوه عن المهر فاوجبنا فيه مهر المثل فلم يبق شغاراً.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۶۱ مطلب نكاح الشغار)

رخصتی کے بعد شوہر کے گھر پر نکاح پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک خاص برادری شادی کے موقع پر اپنی بچیوں کا نکاح رخصتی کے بعد شوہر کے گھر پر پڑھاتے ہیں کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالرحمٰن خطیب کوٹ نجیب اللہ ہزارہ......۱۳/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: رخصتی کے بعد شوہر کے گھر پر نکاح پڑھنا خلاف سنت، خلاف تعامل سلف اور خلاف تعامل امت ہے، البتہ ممنوع یا حرام نہیں ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد تجدید نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد تجدید نکاح کرنا چاہئے بندہ کو اب یہ فکر لاحق ہوئی ہے کہ ابھی تک میں نے یہ کام نہیں کیا ہے لہٰذا مسئلہ کی وضاحت چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: امان اللہ

الجواب: تجدید نکاح کوئی ضروری امر نہیں ہے البتہ مستحب ہے، کمافی ردالمحتار ۱: ۳۹ والاحتیاط ان یجدد الجاهل ایمانه کل یوم ویجدد نکاح امرء ته عند شاهدین فی کل شهر مرة او مرتین﴿۲﴾. وھوالموفق

﴿۱﴾ یدل علیه ما فی الدرالمختار : ولذا ستحسنوا التجدید عند الزفاف.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۲۵ باب الولی)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۳۲ قبیل مطلب فی فرض الکفایة وفرض العین)

ہر مہینہ تجدید نکاح اور عام آدمی سے تجدید کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو گواہوں کی موجودگی میں ایک عام شخص تجدید نکاح کیلئے شوہر بیوی سے ایجاب وقبول کراتا ہے کیا یہ درست ہے؟ نیز شریعت میں کتنے دنوں کے بعد تجدید نکاح کی گنجائش ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صالح مسعود اسلام آباد سیکٹر یٹ...... ۱۹/ رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: یہ تجدید درست اور موافق شریعت ہے اور تجدید نکاح ہر ماہ یا نصف ماہ میں جائز ہے، کما فی ردالمحتار ۱: ۳۹ ویجدد نکاح امرء ته عند شاهدين فى كل شهر مرة او مرتين اذا لخطأ وان لم يصدر من الرجل فهو من النساء كثير ﴿۱﴾. وهو الموفق

معشوقہ سے شادی نہ ہونے کی صورت میں آخرت میں ملنے کی دعا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص چچازاد بہن سے محبت کرتا ہے اور وہ اس کا معشوقہ ہے لیکن باوجود کوششوں کے نکاح نہ ہو سکا اب اگر زید یہ دعا کرے کہ آخرت میں مجھے یہ چچازاد بہن مل جائے تو اس دعا کے مانگنے پر وہ گنہگار ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن نوشہرہ...... ۱۹۸۵ء/۱۲/ ۲۹

الجواب: یہ سوال نہ مطلوب شرعی ہے اور نہ ممنوع شرعی، مسلمان کیلئے قطعا یہ مناسب نہیں ہے کہ حالت نزع، عذاب قبر، عذاب حشر اور عذاب جہنم سے غافل ہو کر خواہش نفس کا متمنی ہو جائے ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۱، ۳۲ قبل مطلب فى فرض الكفاية وفرض العين)

﴿۲﴾ قال لله تبارك وتعالىٰ: من كان يريد حرث الآخرة نزد له فى حرثه ومن كان يريد حرث الدنيا نؤته منها وماله فى الآخرة من نصيب.

(سورة الشوریٰ آیت: ۲۰ پارہ: ۲۵)

حضرت آدم اور حواء علیہما السلام کے نکاح مہر اور گواہوں کی تحقیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا نکاح کس مقام میں کس نے کیا، اور گواہ کون بنے تھے اور مہر کیا مقرر ہوا تھا؟ بینوا توجروا

المستفتی: فریق اللہ صالح

الجواب: (۱) اس کے متعلق وحی (قرآن وحدیث) میں تفصیل نہیں ملتی اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ سے اذن استمتاع ملا تھا جیسا کہ ہمیں روبروئے گواہان ایجاب وقبول کرنے سے اذن ملتا ہے۔

(۲) مہر کے متعلق بعض روایات میں آیا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام پر درود شریف بھیجنا حق مہر قرار دیا گیا تھا کما فی الصاوی﴿۱﴾ وغیرہ﴿۲﴾ فلیراجع. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الفقير احمد الصاوی المالکی: وقد خلقت بعد دخول الجنة نام فلما استيقظ وجدها فاراد ان يمديده اليها فقالت له الملائكة مه ياآدم حتى تؤدی مهرها، فقال وما مهرها فقالوا ثلاث صلوات او عشرون صلاة على سيدنا محمد ﷺ ولا يقال ان شرط الصداق عود منفعته للزوجة لاننا نقول ليس المقصود منه حقيقة المهر وانما هو ليظهر قدر محمد لآدم من اول قدم اذ لولاه ما تمتع بزوجة فهو الواسطة لكل واسطة حتى آدم.

(حاشية الصاوی على تفسير الجلالين ۱: ۲۲ تحت الآيت اسكن انت وزوجک الجنة)

﴿۲﴾ قال الشيخ محمد ابن احمد بن اياس الحنفی: فلما نزل آدم عن المنبر جلس بين الملائكة فالقى الله عليه النوم لان فيه راحة للبدن فلما نام رأى حواء فی منامه قبل ان تخلق فمال اليها حين نظرها ثم اخرجها من ضلعه الايسر فخلقت منه حواء على هيئته وان الله خلقها واعطاها حسن الف حورية فكانت احسن النساء اللآتی من بناتها الی يوم القيامة وكان لها سبع مأة ضفيرة من الشعر فكانت على طول..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیه حاشیه)آدم والبسها الله من الجنة الحلی والحلل فکانت تشرق اشراقا ابهی من الشمس فانتبه آدم من منامه فوجدها بجانبه فاعجبته والقی الشهوة فی آدم فهم بها فقیل له لاتفعل حتی تؤدی صداقها فقال وما صداقها قال نهیتک عن شجرة الحنطة فلا تأکل منها فهو صداقها وقیل ان الله قال اعطها صداقا، قال وما صداقها قال الصلواة علی نبی وحبیبی محمد، فقال آدم یارب ومایکون محمد، قال انه من اولادک وهو آخر الانبیاء ولولاه ما خلقت خلقا...... ثم زوج الله تعالیٰ آدم بحواء وکان ذلک یوم الجمعة بعد الزوال ولهذا سن عقد التزوج فی یوم الجمعة الخ.

(بدائع الزهور فی وقائع الدهور ۳۶،۳۵ ذکر قصة آدم علیه السلام)

قال اللّٰه تعالیٰ :......

حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم

واخوتکم وعمٰتکم وخٰلتکم وبنٰت الاخ

وبنٰت الاخت وامھٰتکم الّٰتی ارضعنکم واخواتکم

من الرضاعۃ وامھٰت نسآئکم وربائبکم الّٰتی فی حجورکم

من نسائکم الّٰتی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن

فلا جناح علیکم وحلآئل ابنائکم الذین من اصلابکم

وان تجمعوا بین الاختین الا ماقد سلف،

ان اللہ کان غفورا رحیما.

......﴿النساء: ۲۳﴾......

باب ما يجوز تزويجها وما لا يجوز

باب مایجوز تزویجها ومالا یجوز (المحرمات)

قانونی پابندی کے باوجود ہر شخص کو شرعاً چار بیویوں کی اجازت ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے تقریباً آٹھ سال پہلے شادی کی ہے اولاد بھی موجود ہے اب اس شخص نے دوسری شادی کی، اگرچہ شریعت کی رو سے جائز اور درست ہے لیکن حکومتی قانون کی رو سے ناجائز ہے اور اس شخص نے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حکومت سے بھی اجازت نہیں لی ہے اور نہ اپنی بیوی سے اجازت لی ہے کیا یہ دوسرا نکاح جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفقود العنوان

الجواب: ہر شخص کیلئے شریعت میں چار بیویوں کی اجازت ہے ﴿۱﴾ خواہ پہلی بیوی اجازت دے یا نہ دے، خواہ حکومت اجازت دے یا نہ دے، بشرطیکہ حق تلفی نہ کرے، قال اللہ تعالیٰ: فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث ورباع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ (الآیۃ) ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الھندیۃ: لا یحل للرجل ان یجمع بین اکثر من اربع نسوۃ کذا فی محیط السرخسی. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۷۷ المحرمات بالجمع)

وقال العلامہ الحصکفی: وصح نکاح اربع من الحرائر والاماء فقط للحر لا اکثر. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۳۱۶ قبیل مطلب لو زوج المولیٰ امتہ)

﴿۲﴾ قال جلال الدین السیوطی: (فانکحوا) تزوجوا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پہلا نکاح شرعی رجسٹر میں درج نہ ہونے کے باوجود دوسری جگہ نکاح حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے عائلی قوانین سے پہلے شادی کی تھی لیکن نکاح رجسٹرار میں نکاح نہیں تھا، اب دوسرے آدمی نے اس عورت کو اغوا کر کے خود اس سے نکاح پڑھایا اور نکاح رجسٹرار کے رجسٹر میں درج کروایا، پہلے شوہر نے مرد و زن دونوں کے خلاف عدالت میں استغاثہ دائر کر دیا، عدالت نے شہادتوں کے باوجود ساتھ اس کے کہ مولوی صاحب نے بھی شہادت دی کہ یہ نکاح میں نے پہلے پڑھوایا ہے لیکن عدالت نے عورت کے بیان اور رجسٹرڈ کو ترجیح دے کر مقدمے کا فیصلہ دوسرے شوہر کے حق میں دے دیا، کیا شرعاً یہ دوسرا نکاح درست ہے؟ اگر درست نہیں تو کیا یہ دوسرا شوہر واجب القتل ہے؟ یہ عورت اور اس نکاح میں معاونین وغیرہ واجب القتل ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شفیع کیولری لاہور......۱۹۶۹ء/۴/۱۶

الجواب: شرعی لحاظ سے منکوحہ کا دوسرا نکاح حرام ہے، **قال اللہ تعالیٰ: والمحصنت من النساء (الآیۃ)** ﴿۱﴾ اور یہ تمام کے تمام واجب التعزیر ہیں عوام کیلئے ضروری ہے کہ ان کے ساتھ تعلقات ختم کریں اور حاکم کیلئے ضروری ہے کہ ان کو مناسب سزا دے دیں، **وفی الهندیة (۲: ۱۸۷) وینقسم الی ما هو حق الله وحق العبد والاول یجب علی الامام**

(بقیہ حاشیہ) (ما) بمعنی من (طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع) ای اثنین اثنین وثلاثا ثلاثا واربعا اربعا ولا تزیدوا علی ذلک (فان خفتم ان لاتعدلوا) فیهن بالنفقة والقسم (فواحدة) انکحوها (او) اقتصروا علی (ماملکت ایمانکم) من الاماء اذ لیس لهن من الحقوق ما للزوجات (ذلک) ای نکاح الاربع فقط او الواحدة او التسری (ادنیٰ الا تعولوا) تجوروا. (التفسیر الجلالین ۱: ۷۷ سورة النساء آیت ۳ پارہ: ۴)

﴿۱﴾ (سورة النساء پارہ: ۵ آیت: ۲۴)

ولا یحل له ترکه..... قالوا لکل مسلم اقامة التعزیر حال مباشرة المعصیة واما بعد المباشرة فلیس ذلک لغیر الحاکم﴿۱﴾ وقال رسول اللهﷺ من رءیٰ منکم منکرا فلیغیره بیده (الحدیث)﴿۲﴾. وهو الموفق

حمل کا حمل کے ساتھ نکاح شرعی نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چھ افراد اکٹھے بیٹھے تھے پانچ افراد نے زید کو چائے پلانے کا کہا زید نے کہا کہ چائے تو کسی معاملہ طے ہونے کے بعد پلائی جاتی ہے باتوں باتوں میں زید نے کہا کہ طالب کی شادی ہوئی ہے شاید بیوی حاملہ ہوگی، طالب نے کہا کہ ہاں حاملہ ہے زید نے کہا کہ میری بیوی بھی حاملہ ہے تو سودا یہ ہوگا کہ اگر ایک کی لڑکی اور دوسرے کا لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکی لڑکے کی منکوحہ ہوگی، طالب نے بھی منظوری دے دی اور ہاں کردیا، اس کے بعد زید نے اہل مجلس کو چائے پلادی اور دعا کے ساتھ مجلس ختم ہوئی، اب اللہ تعالیٰ کا کرنا تھا کہ زید کو لڑکا اور طالب کو لڑکی دی، زید نے کچھ مدت کے بعد کسی عالم سے پوچھا، آپ نے کہا کہ نکاح ہوا ہے لیکن طالب نے ہنسی میں ٹال دیا، اس نکاح کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاسم نائب قاصد ماتونگی لکی مروت.....۲۴/ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ محل نکاح عورت ہے﴿۳﴾ کما فی ردالمحتار ۲: ۳۵۶﴿۴﴾ اور

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۲: ۱۶۷ فصل فی التعزیر)

﴿۲﴾ (رواه مسلم، مشکوٰة المصابیح ۲: ۴۳۶ باب الامر بالمعروف)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: (ومن شروطها) المحل القابل وهی المرأة التی احلها الشرع بالنکاح کذا فی النهایة. (فتاوی عالمگیریه ۱: ۲۶۷ کتاب النکاح)

﴿۴﴾ قال العلامة الشامی: (قوله من امرأة) والمراد بها (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اضافت الی المستقبل نامنظور ہےاور کالعدم ہے کما فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۲۴﴿۱﴾، پس یہ مذکورہ وعدہ شرعی نکاح نہیں ہوسکتا،وقد کان من امر الجاهلية ومضى. وهو الموفق

کسی عورت کا جن مرد سے نکاح کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت یہ دعویٰ کرے کہ میں نے جن سے نکاح کیا ہے کیا یہ شرعاً جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: سید رازق کوہالہ مری

الجواب: فقہاء نے انس کیلئے جن سے نکاح ناجائز کہا ہے اس سے زنا کا دروازہ کھل جائے گا، والتفصيل فی ردالمحتار فليراجع﴿۲﴾. وهو الموفق

مخطوبة الاب سے نکاح کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کسی عورت کو نکاح کا

(بقيه حاشيه)المحققة انوثتها بقرينة الاحتراز عن الخنثى...... والاولىٰ ان يقال ان محليته انثىٰ محققة من بنات آدم ليست من المحرمات الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲ : ۲۸۱ كتاب النكاح)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا اضافته الى المستقبل كتزوجتك غدا او بعد غد لم يصح. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲ : ۳۲۰ قبيل باب الولى)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: في الاشباه عن السراجية لا تجوز المناكحة بين بنى آدم والجن والسان الماء لاختلاف الجنس ومفادالمفاعلة انه لا يجوز للجنى ان يتزوج انسية ايضا..... الاصح انه لا يصح نكاح آدمى جنية كعكسه لاختلاف الجنس فكانوا كبقية الحيوانات. (ردالمحتار هامش الدرلمختار ۲ : ۲۸۲ كتاب النكاح)

پیغام دیا لیکن نکاح نہیں ہوا، اب اس شخص کے فوت ہوجانے سے اس شخص کا بیٹا اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عدم پتہ ...۱۹۸۵ء/۵/۲۵

الجواب: اگر باقاعدہ ایجاب وقبول نہیں ہوا ہو، تو اعراض یا وفات کے بعد بیٹا اس سے نکاح کرسکتا ہے، لان العقد یتم حقیقة بالایجاب والقبول لا الخطبة﴿۱﴾ ویدل علیه ما فی الهندیة ۱: ۲۸۵ وتثبت حرمة المصاهرة بالنکاح الصحیح دون الفاسد فلو تزوجها نکاحا فاسدا لا تحرم علیه امها بمجرد العقد بل بالوطء﴿۲﴾. وهو الموفق

مقتول کی بیوی سے قاتل کا نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک شخص کو اسلئے قتل کرتا ہے تاکہ اس کی بیوی سے نکاح کرلے کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خورشید گنڈھیری نوشہرہ

الجواب: قتل بہت بڑا ظلم اور گناہ ہے لیکن اس سے نکاح کا حرمان نہیں آتا، البتہ میراث کا حرمان آتا ہے﴿۳﴾ اس قسم کا وقوع ہابیل اور قابیل کے متعلق منقول ہے﴿۴﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: وینعقد النکاح ای ذلک العقد الخاص ینعقد بالایجاب والقبول حتی یتم حقیقة فی الوجود. (البحر الرائق ۳: ۸۱ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۴ القسم الثانی المحرمات بالصهریة)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: القاتل بغیر حق لا یرث من المقتول شیئا عندنا سواء قتله عمدا او خطأ. (فتاویٰ عالمگیریه ۲: ۴۵۴ الباب الخامس فی الموانع)

﴿۴﴾ قال العلامة عماد الدین ابن کثیر: کان لا یولد (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

شاگرد کیلئے پیراوراستاذ کی بیوی یا بہن جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پیر یا استاد کی بیوی یا بہن شاگرد یا مرید کیلئے نکاح میں لانا جائز ہے؟بینو اتو جروا

المستفتی:محمد ولی اللہ......۱۹۷۳ء/۲/۱۰

الجواب: اجماعاجائزاورحلال ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

وکیل کاموکلہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وکیل کااپنی مؤکلہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یانہیں؟ جبکہ ہمارے معاشرہ میں عموماًاسے ناجائز قرار دیا جاتا ہےازروئےشریعت کیا حکم ہے؟بینو اتو جروا

المستفتی:شفیع اللہ مغلپورہ لاہور......۱۲/ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

(بقیہ حاشیہ) لآدم مولود الاولد معه جارية فكان يزوج غلام هذا البطن جارية هذا البطن الآخر ويزوج جارية هذا البطن غلام هذا البطن الآخر، حتى ولد له ابنان يقال لهما: هابيل وقابيل وكان قابيل صاحب زرع وكان هابيل صاحب ضرع وكان قابيل اكبرهما وكان له اخت احسن من اخت هابيل، وان هابيل طلب ان ينكح اخت قابيل فابى عليه، وقال هى اختى ولدت معى وهى احسن من اختك وانا احق ان اتزوج بها فامره ابوه ان يزوجها هابيل فابى وانهما قربا قربانا الى الله عزوجل ايهما احق بالجارية...... فلما انطلق آدم قربا قربانا، وكان قابيل يفخر عليه، فقال: انا احق بها منك هى اختى وانا اكبر منك وانا وصى والدى...... فاكلت قربان هابيل وتركت قربان قابيل فغضب وقال: لاقتلنك حتى لا تنكح اختى فقال هابيل انما يتقبل الله من المتقين . رواه ابن جرير. (تفسير ابن كثير ۲: ۵۹ سورة المائدة آيت:۲۷)

﴿۱﴾ قال الله تبارك وتعالىٰ: واحل لكم ما ورآء ذلكم. (سورة النساء آيت: ۲۴ پاره:۵)

الجواب: وکیل کا اپنی منکوحہ کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے یہ اس کے محرمات میں سے نہیں ہے جبکہ عدم جواز صرف محرمات تک محدود ہے کما فی کتب الفقه﴿۱﴾. وهو الموفق

دینی بھائی سے نکاح اور مہر میں شریک ہونے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دینی بھائی (منہ بولا بھائی) سے نکاح جائز ہے یا نہیں اور یہ بھائی مہر میں حصہ دار ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عارف ژوب ملیشا بلوچستان.....۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: وکیل نکاح خواہ اسے نکاح کا باپ کہا جائے یا بھائی اسی طرح دینی بھائی مہر کا نہ کلاً اور نہ بعضاً مستحق ہوتا ہے اور نہ اس کے ساتھ نکاح حرام ہے اور نہ اس کے سامنے بے پردہ ہونا جائز ہے ونظیره کالمتبنیٰ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الامام اکمل الدین البابرتی: (بیان المحرمات) لما کانت من بنات آدم من اخرجها الله عن محلية النكاح بالنسبة الى بعض بنی آدم احتاج الى ذكرها فی فصل علی حدة واسباب حرمتهن تتنوع الى تسعة انواع القرابة والمصاهرة والرضاع والجمع وتقديم الحرة على الامة وقيام حق الغير من نكاح او عدة والشرك وملك اليمين والطلقات الثلاث وكل ذلك مذكور فی الكتاب.

(شرح العناية علی هامش فتح القدير ۳:۱۱۷ فصل فی بيان المحرمات)

﴿۲﴾ قال الله تعالىٰ: وما جعل ازواجكم التی تظهرون منهن امهتكم وما جعل ادعيآئكم ابنآئكم، ذلكم قولكم بافواهكم والله يقول الحق وهو يهدی السبيل، ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله فان لم تعلموا اباءهم فاخوانكم فی الدين ومواليكم.

(سورة الاحزاب پاره: ۲۱ آيت: ۴،۵)

اجنبی شخص وکیل نکاح بننے سے بھائی نہیں بنتا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شادی کے دوران میں کسی بعید رشتہ دار کو وکیل نکاح بنانے کیلئے بھائی بنا دیا جاتا ہےاوراس کے بعداس بہن سے رابطہ قائم کرتا ہےاس کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: نعیم الرحمٰن ارباب روڈ پشاور.......۲/شعبان ۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ شخص اگراس عورت کے محارم سے نہ ہوتو وکیل نکاح بننے سے بھائی نہیں بنتا ہے، یہ اجنبی ہوتا ہے اس سے پردہ کرنا ضروری ہے یہ منکرات اور مفاسد سے بھرا ہوا جاہلانہ رسم ہے﴿۱﴾۔وھوالموفق

دینی بھائی بہن بنتا کید شیطانی ہےاوردونوں میں نکاح جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک عورت کو دینی بہن کہاہے کیامیں اس کے ساتھ نکاح کرسکتاہوں؟بینوا توجروا

المستفتی: شبیرحسین کوہاٹ

الجواب: یہ عورت نہ آپ کی بہن ہےاورنہ اس سے بہن جیسابرتاؤ جائز ہے،یہ ایک کید شیطانی ہے جوکہ ناجائز تعلقات پر پردہ ڈالنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے، بہرحال ایسی عورت کا اس دینی بھائی سے نکاح باقاعدہ جائز ہے۔وھوالموفق

﴿۱﴾ قال عبد الله النسفي: (ذلكم قولكم بافواهكم) اى ان قولكم للزوجة هي ام وللدعى هو ابن قول تقولونه بالسنتكم لا حقيقة له اذ الابن يكون بالولادة وكذا الام (والله يقول الحق) اى ما حق ظاهره وباطنه.

(التفسير النسفي ۲:۳۳۴ سورة الاحزاب پاره: ۲۱ آيت: ۵)

انشورنس کے کاروبار کرنے والے کی لڑکی سے رشتہ کرنے میں کوئی حرج نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک معتبر دیندار آدمی کے سامنے یہ الفاظ کہے کہ مولانا صاحب میں نے ایک سال تک سوچ بچار کے بعد انشورنس کا کاروبار شروع کیا ہے اور میں اسے عبادت سمجھ کر کرتا ہوں جو شخص اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال سمجھے اور صرف سمجھتا ہی نہیں بلکہ عملاً اس کا کاروبار کرتا ہے ایسے آدمی کی بیٹی سے رشتہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: بشیر احمد جامعہ شرقیہ سرگودھا......۱۲/۷/۱۹۷۴ء

الجواب: چونکہ بظاہر بیٹی کا یہ عقیدہ رکھنا معلوم نہیں ہے لہٰذا اس رشتہ میں کوئی حرج نہ ہوگا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

مغویہ کا نکاح نہ مسلم ہو نہ مبرہن تو دوسری جگہ نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک لڑکی اغوا کی جس کی رپورٹ تھانہ اسلام آباد میں درج ہے بڑی جدوجہد کے بعد ہم نے مغویہ کو دو ماہ بعد برآمد کیا، لڑکی کا اقرار یہ ہے کہ اس شخص نے نکاح نہیں کیا تھا ملزم کے رشتہ دار بھی یہی اقرار کرتے ہیں جبکہ ملزم خود روپوش ہے کیا ہم اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اصبر کوہستانی اسلام آباد......۹/۸/۱۹۷۸ء

الجواب: اگر اس اغوا کنندہ سے باقاعدہ نکاح کرنا ﴿۲﴾ نہ مسلم ہو اور نہ مبرہن ہو تو یہ مغویہ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۳: ۳۲۸ باب المرتد)

﴿۲﴾ قال العلامه الحصكفي: النكاح هو عقد يفيد ملك (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

نابالغ دیور کے ساتھ نکاح کے بعد دوسری جگہ نکاح باطل ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بیوہ عورت عدت گزارنے کے بعد اپنے خاوند مرحوم کے چھوٹے بھائی کے ساتھ نکاح کرے جو کہ اس وقت نابالغ ہو لڑکی اپنی مرضی سے مہر مقرر کرے وکیل مقرر کرے، بوقت نکاح دو گواہ بھی موجود ہوں امام مسجد کو اپنی رضا سے عقد کرانے کی تحریر بھی دے پھر چھ ماہ بعد والدین کے کہنے پر ان کے گھر چلی جائے، اب والدین اس کو دوسری جگہ شادی کرکے دینا چاہتے ہوں کیا یہ نکاح برنکاح جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صوفی محمد اسماعیل سکوائر روڈ راولپنڈی

الجواب: اگر یہ عقد عدت گزرنے کے بعد (یعنی وضع حمل یا چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد) ہوا ہو﴿۲﴾ نیز لڑکے کی طرف سے کوئی وکیل یا ولی موجود ہو اور اس کے ذریعہ سے ایجاب یا قبول کیا گیا ہو﴿۳﴾ تو اس بیوہ کا دوسری جگہ نکاح حرام اور کالعدم ہے لقال لله تعالیٰ: والمحصنت من

(بقیه حاشیه)المتعة ای حل استمتاع الرجل من امرأة لم یمنع من نکاحها مانع شرعی فخرج الذکر...... والمحارم.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۱ کتاب النکاح)

﴿۱﴾ وفی الهندیة: لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره و کذلک المعتدة.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره و کذلک المعتدة سواء کانت العدة عن طلاق او وفاة او دخول فی نکاح فاسد الخ.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: واما شروطه فمنها العقل والبلوغ (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

النساء، ﴿۱﴾ وصرح به جمیع ارباب الفتاویٰ﴿۲﴾. وهو الموفق

سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا داما(خوش دامن کے علاوہ) داس شخص کی دوسری بیوی سے نکاح کرسکتا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:محمد خان نوشہرہ......۴/صفر ۱۴۰۵ھ

الجواب: یہ محرمات سے نہیں ہے(ماخوذ از شامی ۲:۳۹۰،۳۹۱)﴿۳﴾۔وهو الموفق

بیٹے کی بیوی کا ساس کے دوسرے شوہر سے نکاح کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کا زوج اول سے ایک بیٹا تھا اس عورت نے دوسری شادی کی، بیٹے نے بھی شادی کی اور مر گیا،اب بیٹے کی بیوی نے اس عورت

(بقیه حاشیه)والحریة فی العاقد الا ان الاول شرط الانعقاد فلا ینعقد نکاح المجنون والصبی الذی لا یعقل والاخیران شرطا النفاذ فان نکاح الصبی العاقل یتوقف نفاذه علی اجازة ولیه.
(فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۶۷ کتاب النکاح الباب الاول)

﴿۱﴾ (سورة النساء آیت: ۲۴ پاره: ۵)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم: وانتفاء محلیة المرأة للنکاح شرعا باسباب تسعة..... السادس المحرمة لحق الغیر کمنکوحة الغیر ومعتدته الخ.
(البحر الرائق ۳:۹۲ فصل فی المحرمات)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها او امرأة ابنها او امة ثم سیدتها لانه لو فرضت المرأة او امرأة الابن اوالسیدة ذکرا لم یحرم بخلاف عکسه.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۳۰۹ فصل فی المحرمات)

کے زوج ثانی سے نکاح کیا، کیا اس عورت یعنی لڑکے کی ماں اور لڑکے کی بیوی ایک نکاح میں جمع ہو سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ نیک محمد ہائی سکول شیخان پشاور......۶/ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ جمع جائز ہے، کما فی شرح التنویر ۲: ۳۹۱ علی هامش ردالمحتار: فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها او امرأة ابنها ﴿۱﴾. وهو الموفق

ماموں بھانجے کی مطلقہ سے نکاح کرسکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی منکوحہ زبیدہ کو طلاق دے دی، جبکہ زبیدہ کا زید سے ایک لڑکی بھی ہے عدت پوری ہونے کے بعد زید کا حقیقی ماموں زبیدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید حیات شاہ کریمی انڈسٹریز سٹیل ورکس نوشہرہ

الجواب: زید کے ماموں کیلئے زید کی مطلقہ سے نکاح جائز ہے، قال الله تعالیٰ: واحل لكم ما ورآء ذلكم (الآية) ﴿۲﴾. وهو الموفق

زید کی علاتی بہن کا نکاح زید کے ماموں کے ساتھ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی علاتی بہن فاطمہ ہے یعنی باپ سے ہے اور ماں سے نہیں ہے، اس کا نکاح زید کے اپنے ماموں بکر سے صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی فضل غفار خیبر بوٹ ہاؤس منگورہ سوات

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۹ فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے، قال لله تعالیٰ: واحل لكم ......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الجواب: صورت مسئولہ میں بکر کا نکاح فاطمہ سے درست ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

چچی اور ممانی کے ساتھ نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بھتیجا اپنے چچا مرحوم کی بیوی اور بھانجا اپنے ماموں مرحوم کی بیوی کے ساتھ شادی کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: منتظر شاہ پاک جرمن فارم ملتان ۱۹۷۲ء/۴/۱۷

الجواب: چچا اور ماموں کی بیویوں کے ساتھ نکاح جائز ہے، لعدم ورود النهی عنه فی القرآن والحدیث وکتب الفقه ﴿۲﴾ وقال الله تعالیٰ: احل لکم ما ورآء ذلکم ﴿۳﴾ ویدل علیه مفهوم الدرالمختار وزوجة اصله وفرعه مطلقا ﴿۴﴾ فافهم. وهو الموفق

(بقیه حاشیه) ما ورآء ذلکم ای سوی ما حرم علیکم من النساء.

(تفسیر جلالین ۱: ۸۲ پاره: ۵ آیت: ۲۴)

﴿۱﴾ اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے، لقوله تعالی: واحل لکم ما ورآء ذلکم.

(پاره: ۵ آیت: ۲۴)

﴿۲﴾ قال العلامة الکاسانی: فالمحرمات بالقرابة سبع فرق الامهات والبنات والاخوات، والعمات، والخالات، وبنات الاخ وبنات الاخت ... ثم اخبر سبحانه وتعالیٰ انه احل ما وراء ذلک بقوله (واحل لکم ما ورآء ذلکم) وبنات الاعمام والعمات والاخوال والخالات لم یذکرن فی المحرمات فکن مما وراء ذلک فکن محللات، وکذا عمومات النکاح لا توجب الفصل ثم خص عنها المحرمات المذکورات فی آیة التحریم فبقی غیرهن تحت العموم الخ. (البدائع الصنائع ۲: ۵۲۹، ۵۳۱ کتاب النکاح المحرمات بالقرابة)

﴿۳﴾ (سورة النساء پاره: ۵ آیت: ۲۴)

﴿۴﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۲ فصل فی المحرمات)

سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہیں ایک سے لڑکا پیدا ہوا تھا، اب یہ شخص وفات پا گیا اور دوسری بیوی نے دوسری جگہ نکاح کیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی کیا اس لڑکے اور لڑکی کے درمیان نکاح جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفقود العنوان......۲۲/۵/۱۹۷۲ء

الجواب: اس لڑکے کیلئے سوتیلی ماں کی وہ اولاد جو کہ اس کے والد سے پیدا نہیں ہے جائز ہے، لقوله تعالیٰ: واحل لكم ما ورآء ذلكم﴿۱﴾ وفی الدرالمختار: واما بنت زوجة ابيه او ابنه فحلال (۲: ۳۸۳) ﴿۲﴾. وهو الموق

بیٹے کی بیوی کی بہن سے نکاح کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے والد نے یکے بعد دیگرے چار بیویاں کیں، زید کے والد کی پہلی بیوی کی ایک بہن تھی جس کا نکاح دوسری جگہ ہوا تھا اور اس سے ایک لڑکا بکر موجود ہے، اور بکر کی دولڑکیاں ہیں بکر کی بڑی لڑکی کی شادی ہوئی لیکن بعد میں طلاق ہوگئی، اب وہ عدت پوری کر چکی ہے اب بکر کی چھوٹی لڑکی کا نکاح زید کے بڑے لڑکے اظہر سے ہو چکا ہے اب زید خود بکر کی بڑی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا شرعاً یہ جائز ہے کہ دو بہن ایک گھر میں ایک باپ کے پاس اور ایک بیٹے کے پاس ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: عادل محمود قریشی ریاض سعودی عرب......۲۱/رمضان ۱۴۰۵ھ

﴿۱﴾ (سورة النساء پاره:۵ آيت:۲۴)

﴿۲﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۲ فصل في المحرمات)

الجواب: جب زید کیلئے اپنے والد کی بیوی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے جیسا کہ شرعی حکم یہی ہے ﴿۱﴾ تو اس کی بیٹیاں کس طرح محرمات ہوں گی، بہرحال یہ زید اس مطلقہ سے نکاح کرسکتا ہے، قال اللہ تبارک وتعالیٰ: واحل لکم ما ورآء ذلکم﴿۲﴾. وهو الموفق

اخیافی بھتیجی سے نکاح حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سکینہ بی بی نے اللہ وسایا سے شادی کرلی، اس سے ایک لڑکا غفران پیدا ہوا، غفران سے پھر ایک لڑکی شگفتہ پیدا ہوئی اب اللہ وسایا فوت ہوگیا، اس کے بعد سکینہ بی بی نے اللہ دتہ سے شادی کرلی، اور اس شوہر سے ایک لڑکا مہربان پیدا ہوا، اب مہربان اور شگفتہ کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نواز لغاری آئی ڈی او مردان.....۱۹۷۲ء/۲/۹

الجواب: چونکہ شگفتہ بی بی مہربان کی بھتیجی ہے لہٰذا ان دونوں کے درمیان نکاح حرام قطعی ہے، قال اللہ تبارک وتعالیٰ: وبنات الاخ (الآیة)﴿۳﴾ وفی الدرالمختار: حرم علی المتزوج اصله وفروعه وبنت اخیه الخ﴿۴﴾ والمسئلة واضحة﴿۵﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه الحصكفی: واما بنت زوجة ابیه او ابنه فحلال.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۳ فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ سورة النساء پاره: ۵ آیت: ۲۴)

﴿۳﴾ (سورة النساء پاره: ۴ آیت: ۲۳)

﴿۴﴾ (الدرلمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۱ فصل فی المحرمات)

﴿۵﴾ قال العلامة الكاسانی: وتحرم علیه بنات الاخ وبنات الاخت بالنص وهو قوله تعالیٰ (وبنات الاخ وبنات الاخت) وان سفلن بالاجماع.
(بدائع الصنائع ۲: ۵۳۰ المحرمات بالقرابة)

بھانجے کی بیوی سے ماموں کا نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بھانجے کی بیوی ماموں کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیر زمین چارسدہ روڈ پشاور ....۱۴/ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: تمام ارباب فتاویٰ نے زوجہ اصل یا زوجہ فرع کو محرمات سے شمار کئے ہیں ﴿۱﴾ نہ کہ زوجہ برادر یا عم وغیرہ کو ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

سوتیلے باپ کی بیوی اور بیٹی سے نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو بھائی عبداللہ اور شریف اللہ ہیں، عبداللہ نے ایک عورت شریفہ سے نکاح کیا اور اس کا ایک بیٹا عابد پیدا ہوا عبداللہ فوت ہو کر شریفہ کو شریف اللہ نے نکاح میں لے لیا، شریفہ بھی فوت ہو کر شریف اللہ نے زینب سے دوسرا نکاح کیا جس کی عابدہ بیٹی پیدا ہوئی، پھر شریف اللہ بھی فوت ہوا، اب عابد کا نکاح زینب یا عابدہ سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاکم گل مدرسہ انجمن تعلیم القرآن کوہاٹ ....۱۴/ محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: چچا کی بیوی اور چچا کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یہ دونوں محارم میں سے نہیں

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وزوجة اصله وفرعه مطلقا ولو بعيدا الخ.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۲ فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي: ان المحرمات بكتاب الله وسنة نبيه ﷺ تسعة اقسام: بالقرابة وبالصهرية فالمحرمات بالقرابة سبعة انواع وما عداهن من القرابات محللات بقوله تعالى واحل لكم ما وراء ذلكم (الآية).

(الاختيار لتعليل المختار ۲: ۱۱۲ فصل فی المحرمات)

ہیں ﴿۱﴾ ناکح کی والدہ کا ناکح کے چچا سے نکاح کرنا اس حلت کیلئے ضرر رسان نہیں ہے ﴿۲﴾۔وھو الموفق

بیوی کی موجودگی میں بیوی کی بہن سے نکاح باطل اور بیوی کے نکاح کیلئے مضر نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کی بہن کو اغوا کیا نکاح کیا ہے یا نہیں، شہادت فی الحال موجود نہیں، البتہ اگر شہادت دی جائے تو کیا پہلی بہن کا نکاح باطل ہوگا یا دوسری کا، اگر نکاح نہ ہوا ہو تو پہلی بہن کے نکاح پر اثر پڑنے کا کیا مسئلہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالحق امام مسجد نیلان مانسہرہ

الجواب: بیوی کی بہن سے نکاح کرنا باطل اور کالعدم ہے ﴿۳﴾ (اگر بیوی مطلقہ یا فوت شدہ نہ ہو) نیز اس دوسری بہن سے جماع کرنا حرام اور زنا ہے، البتہ بہرحال پہلی بہن (بیوی) کے نکاح

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: وبنات الاعمام والعمات والاخوال والخالات لم يذكرن في المحرمات فكن مما وراء ذلك فكن محللات ، وكذا عمومات النكاح لا توجب الفصل، ثم خص عنها المحرمات المذكورات في آية التحريم فبقي غيرهن تحت العموم وقد ورد نص خاص في الباب. (البدائع الصنائع ۲: ۵۳۱ المحرمات بالقرابة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: واما بنت زوجة ابيه او ابنه فحلال.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۲ فصل في المحرمات)

﴿۳﴾ قال العلامة الموصلي: ولايجوز الجمع بين الاختين نكاحا لقوله تعالىٰ وان تجمعوا بين الاختين الا ما قد سلف، وقال عليه السلام : من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يجمعن ماءه في رحم اختين ولو تزوج اختين في عقدتين ولا يدرى ايتهما اولىٰ فرق بينه وبينهما لان نكاح احداهما باطل بيقين الخ.

(الاختيار لتعليل المختار ۲: ۱۱۴ فصل في المحرمات)

اورحلت پراس دوسری کے نکاح یا جماع سے کوئی اثر نہیں پڑتا ہے،یدل علی الاول ما فی الهندیة (۱: ۲۹۵) وان تزوجهما فی عقدتین فنکاح الاخیرة فاسد ﴿۱﴾ وفی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۸۶ وفی الخلاصة وطیٔ اخت امرأته لا تحرم علیه امرأته ﴿۲﴾. وهو الموفق

علاتی بھائی کیلئے اخیافی بہن سے نکاح کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی دو بیویاں تھیں، وہ شخص مرگیااوردونوں بیویوں کی اس شخص سے اولادبھی ہے،ان میں سے ایک بیوی نے دوسری شادی کی اوراولاد پیدا ہوئی اب اس دوسرے زوج اور زوجہ کی اولاد کا نکاح دوسری بیوی کی اولاد سے جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:محمدنورعدم پتہ......۹/ذی قعدہ۱۳۹۶ھ

الجواب: علاتی بھائی کی اخیافی بہن سے نکاح جائز ہے، کما فی شرح التنویر: وکذا نسبا بان یکون لاخیه لابیه اخت لام (هامش ردالمحتار ۲: ۱۲۵) ﴿۳﴾. وهو الموفق

باپ بیوہ سے بیٹے بیوہ کی بیٹیوں سے نکاح کرے تو یہ جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بیوہ کی دو بیٹیاں تھیں،اسی طرح ایک شخص کے دو بیٹے تھےاس شخص نے اس بیوہ کے ساتھ نکاح کیا،کیااب ان بیٹیوں اور بیٹوں

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۵ وحرم بالصهریة فصل فی المحرمات)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۴۴۳ باب الرضاع)

میں نکاح جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: محمد خلیل اللہ تھائی لینڈ ۱۹۷۷ء/۸/۱۲

الجواب: اس شخص کا نکاح اس بیوہ کے ساتھ اور اس کے بیٹوں کا نکاح بیوہ کی بیٹیوں کے ساتھ جائز ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، قرآن وحدیث اور فقہ میں جتنی محرمات مذکور ہیں ان میں یہ صورت داخل نہیں ہے ﴿۱﴾، وفی شرح التنویر: واما بنت زوجة ابیه او ابنه فحلال، هامش ردالمحتار ۲: ۳۸۳، وفی ردالمحتار ولا ام زوجة الابن ﴿۲﴾. وهو الموفق

سالی کی بیٹی کو نکاح میں لینے کی مختلف صورتیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں:

(۱) بیوی کی حیات میں سالی حرام ہے لیکن سالی کی بیٹی کا کیا حکم ہے؟

(۲) بیوی کے انتقال کے بعد سالی نامحرم ہے لیکن سالی کی بیٹی کا کیا حکم ہے؟

(۳) بیوی کی حیات میں سالی کا اگر انتقال ہو جائے تو سالی کی بیٹی کا کیا حکم ہے؟

(۴) بیوی کی زندگی میں سالے کی بیٹی محرم ہے یا غیر محرم؟......

﴿۱﴾قال العلامة فخر الدين الزيلعي: ان المحرمات انواع الاول المحرمات بالنسب وهن انواع فروعه واصوله وفروع ابويه وان نزلوا وفروع اجداده وجداته اذا انفصلوا ببطن واحد، والنوع الثاني المحرمات بالمصاهرة وهن انواع اربعة...... والنوع الثالث المحرمات بالرضاع والواتهن كالنسب والنوع الرابع حرمة الجمع...... والنوع الخامس المحرمة لحق الغير كمنكوحة الغير ومعتدته والحامل بثابت النسب والنوع السادس المحرمة لعدم دين سماوي...... والنوع السابع المحرمة للتنافي كنكاح السيدة مملوكها.

(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ۲: ۱۰۱ فصل في المحرمات)

﴿۲﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۳۰۲،۳۰۳ فصل في المحرمات)

(۵) بیوی کی موت کے بعد سالے کی بیٹی محرم ہے یا غیر محرم؟ بینوا توجروا

المستفتی: راشد محمود ملتان.....یکم صفر ۱۴۰۳ھ

الجواب: (۱) سالی (بیوی کی بہن) اور سالی کی بیٹی کا یکساں حکم ہے جو حرام ہے (شامی)۔

(۲) دونوں حلال ہیں لان الممنوع هو الجمع (شامی).

(۳) بیوی کی زندگی میں سالی کی بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے خواہ سالی زندہ ہو یا وفات پا گئی ہو (شامی)۔

(۴) حرام ہے عمہ اور بنت الاخ کے درمیان جمع حرام ہے (شامی)۔

(۵) حلال ہے (شامی) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

پھوپھی اور اس کی بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنے اور ہدایہ کی عبارت کی توضیح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قوله: ولا على ابن اخيها الخ ذكر النهي من الجانبين للمبالغة في التحريم او لازالة الاشكال، فربما يظن ان نكاح ابنة الاخ على العمة لا يجوز ونكاح العمة على بنت الاخ يجوز لفضل العمة كما لا يجوز نكاح الامة على الحرة ويجوز نكاح الحرة على الامة كذا في الكافي، کیا اس حکم کے تحت بھتیجی کے ہوتے ہوئے عورت کی بھتیجی سے نکاح جائز ہے؟ یا کیا پھوپھی کو طلاق دے کر بھتیجی کے ساتھ نکاح

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وحرم الجمع بين المحارم نكاحا اى عقدا صحيحا وعدة ولو من طلاق بائن وحرم الجمع وطأ بملك يمين بين امرأتين ايتهما فرضت ذكرا لم تحل للاخرى ابدا لحديث مسلم لا تنكح المرأة على عمتها وهو مشهور يصلح مخصصا للكتاب الخ.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۹ فصل في المحرمات)

کرسکتا ہے اور پھر دوبارہ بھتیجی کی موجودگی میں اس کی اسی پھوپھی سے نکاح کرسکتا ہے؟بینوا توجروا
المستفتی: مولوی عبدالخالق کوہالہ راولپنڈی......۱۹۷۰ء/۹/۱۴

الجواب: عمہ اور بنت الاخ کے درمیان جمع کرنا حرام ہے، خواہ پہلے بنت الاخ سے نکاح ہوا ہو یا عمہ کے ساتھ، قال رسول اللہ ﷺ لا یجمع بین المرأة وعمتها ،(متفق علیه) ﴿۱﴾ نهی رسول اللہ ﷺ ان تنکح المرأة علی عمتها اوالعمة علی بنت اخیها، (رواه الترمذی ﴿۲﴾ وابوداؤد)﴿۳﴾، وصرح به فی الهندیة (۱: ۲۹۵) ﴿۴﴾ وغیر واحد من کتب الفروع، اورجوعبارات آپ نے نقل کی ہے اس کا مقصد جواز نہیں ہے بلکہ صاحب ہدایہ کی عبارت کا سر اور حکمت ذکر کرنا ہے۔وهو الموفق

لڑکی کے ساتھ عمہ یا خالہ ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ الف ایک مرد ہے جس کا منکوحہ باموجود ہے، با کی بہن جیم ہے جیم کا ایک بیٹا دال ہے دال کی بیٹی ہا ہے، کیا با کی موجودگی میں الف یعنی شوہر

﴿۱﴾ عن ابی هریرة رضی اللہ عنه ان رسول اللہ ﷺ قال لا یجمع بین المرأة وعمتها ولابین المرأة وخالتها. (رواه البخاری ۱۵/۷ ومسلم ۴: ۳۳)

﴿۲﴾ (سنن الترمذی ۱: ۱۳۴ باب لا تنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها)

﴿۳﴾ (سنن ابی داؤد ۱: ۲۸۹ باب ما یکره ان یجمع بینهن من النساء)

﴿۴﴾ وفی الهندیة: ولا یجوز الجمع بین امرأتین کل منهما عمة للاخری ولا بین امرأتین کل منهما خالة للاخری وصورة ذلک ان یتزوج کل من رجلین ام الآخر ویولدها بنتا فیکون کل واحدة من البنتین عمة للاخری ولو تزوج کل من رجلین بنت الآخر واولدها کانت بنت کل واحد منهما خالة للاخری کذا فی الهدایة.
(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۹ قبیل القسم الخامس الاماء المنکوحة الخ)

ہا کو نکاح میں لاسکتا ہے یعنی با اور ہا کو ایک نکاح میں جمع کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا سراج الدین ملازئی ڈی آئی خان

الجواب: باء اور ہاء کے درمیان نکاحا جمع کرنا حرام ہے، قال رسول اللہ ﷺ **لا یجمع بین المرأۃ وعمتها ولا بین المرأۃ وخالتها** (متفق علیه) ﴿۱﴾ قلت استنبط منه الفقهاء، لا یجمع بین امرأتین لو کانت احداهما رجلا لم یجز له ان یتزوج باخریٰ (هدایة ۲۸۹)﴿۲﴾. وهو الموفق

خالہ بھانجی ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے خواہ خالہ اعیانیہ ہوں یا غیر اعیانیہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے اپنی لڑکی کا نکاح اس آدمی سے کیا جس کے نکاح میں اس آدمی کی لڑکی کی لڑکی موجود ہے، یہ دونوں عورتیں آپس میں خالہ بھانجی بنتی ہیں جبکہ مذکورہ بالا آدمی کے نکاح میں دو بیویاں ہیں، اسلئے بعض جہال کہتے ہیں کہ چونکہ مائیں جدا جدا ہیں اسلئے یہ نکاح صحیح ہے، اور حقیقت میں یہ رشتہ سورہ میں دیا گیا ہے، اور وہ اس پر بضد ہیں اب ہم ان کے ساتھ کیا سلوک کریں؟ اور اس نکاح خواں اور گواہوں وغیرہ سے کیا سلوک کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد عثمان مدرسہ قاسم العلوم ضلع سکھر ۱۹۷۲ء/۱۲/۷

الجواب: اس لڑکی کا (یعنی بیوی کی خالہ کا) نکاح باطل ہے خواہ اعیانی خالہ ہو یا غیر اعیانی ﴿۳﴾ تمام مسلمانوں اور خصوصاً حکام پر ضروری ہے کہ اس آخری عورت کو اس آدمی سے

﴿۱﴾ (مشکواۃ المصابیح ۱: ۲۷۳ باب المحرمات الفصل الاول)

﴿۲﴾ (هدایة ۲: ۳۰۹ فصل فی بیان المحرمات)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: فلا یجوز الجمع بین امرأۃ وعمتها نسبا او رضاعا وخالتها کذلک. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

جدا کریں، لما روی عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ نهی ان تنکح المرأة علی عمتها والعمة علی بنت اخیها والمرأة علی خالتها اوالخالة علی بنت اختها (رواه الترمذی) ﴿۱﴾ یہ شخص واجب القتل ہے ﴿۲﴾ (لو کان مستحلاً، (سیف) لیکن قتل کرنا چونکہ ہماری طاقت میں نہیں ہے ﴿۳﴾ لہٰذا کم ازکم اس کے ساتھ ترک موالات کرنا تو طاقت سے خارج نہیں ہے ﴿۴﴾ ۔وھو الموفق

﴿۱﴾ (سنن الترمذی ۱: ۱۳۴ باب لا تنکح المراه علی عمتها ولا علی خالتها)

﴿۲﴾ وعن البراء بن عازب قال مربی خالی ابوبردة بن نیار ومعه لواء فقلت این تذهب قال بعثنی النبی ﷺ الی رجل تزوج امرأة ابیه آتیه برأسه، رواه الترمذی وابوداؤد وفی روایة له وللنسائی وابن ماجه والدارمی ان اضرب عنقه وآخذماله، ذهب اکثر اهل العلم الی ان المتزوج کان مستحلا له علی ما یعتقده اهل الجاهلیة فصار بذلک مرتدا محاربالله ولرسوله فلذلک امر بقتله واخذماله وکان ذلک الرجل یعتقد حل هذا النکاح فمن اعتقد حل شیئ محرم کفر وجاز قتله واخذماله ومن جهل تحریم نکاح واحدة من محارمه فتزوجها لم یکفر ومن علم تحریمها واعتقدالحرمة فسق وفرق بینهما وعزر هذا اذا لم یجربینهما دخول والا فان علم تحریمها فهو زان وان قال علمت انها علی حرام ولکن یجب المهر ویعاقب عقوبة هی اشد ما یکون من التعزیر سیاسة لاحدا مقدرا شرعا قالا والشافعی ومالک واحمد یجب حده اذا کان عالما قال ابن الهمام وفی مسئلة المحارم روایة عن جابر انه یضرب عنقه الخ. (مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ ۶: ۲۲۷، ۲۲۸ التعزیر علی النکاح بالمحارم)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: وینقسم الی ماهو حق الله وحق العبد والاول یجب علی الامام ... قالوا لکل مسلم اقامة التعزیر حال مباشرة المعصیة واما بعد المباشرة فلیس ذلک لغیر الحاکم الخ. (فتاویٰ عالمگیریہ ۲: ۱۶۷ فصل فی التعزیر)

﴿۴﴾ قال الحافظ ابن الحجر العسقلانی: (قوله باب مایجوز من الهجران لمن عصی) اراد بهذه الترجمة بیان الهجران الجائز لان عموم النهی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خالہ اور بھانجی ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اگرچہ علاتی ہوں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حبیبہ اور صائمہ علاتی بہنیں ہیں یعنی والد ایک ہے اور مائیں جدا جدا ہیں، اب حبیبہ کا شوہر چاہتا ہے کہ صائمہ کی لڑکی زینبہ کے ساتھ نکاح کرے اب اعیانی کی صورت میں تو مطلقاً ناجائز ہے، لیکن علاتی ہونے اور اخیافی ہونے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میر شہزادہ خارڈاگئی ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: خالہ اور بنت الاخت کے درمیان نکاح میں جمع کرنا مطلقاً ناجائز ہے کسی نے تخصیص پر قول نہیں کیا ہے، في الهداية: لا يجمع بين المرأة وعمتها او خالتها او ابنة اخيها او ابنة اختها، لقوله عليه السلام لا تنكح المرأة الحديث (۲: ۵)﴿۱﴾ وفي الهندية: فلا يجوز الجمع بين امرأة وعمتها نسبا او رضاعا وخالتها كذلك الخ (۱: ۲۹۵)﴿۲﴾. وهو الموفق

بیوی اور اس کی بھانجی کو نکاحاً جمع کرنا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنی بیوی یعنی منکوحہ کی

(بقيه حاشيه) مخصوص بمن لم يكن لهجرة سبب مشروع فتبين هنا السبب المسوغ للهجر وهو لمن صدرت منه معصية فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها...... قال المهلب غرض البخاري في هذا الباب ان يبين صفة الهجران الجائز وانه يتنوع بقدر الجرم...... الهجران على مرتبتين الهجران بالقلب والهجران باللسان فهجران الكافر بالقلب وبترك التودد والتعاون والتناصر لا سيما اذا كان حربيا الخ. (فتح الباري شرح البخاري ۱۳: ۵۹۷ باب مايجوز من الهجران لمن عصى)

﴿۱﴾ (هداية ۲: ۳۰۸ كتاب النكاح فصل في المحرمات)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۲۷۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع اى الجمع بين ذوات الارحام)

بھانجی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے کیا ان دونوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفقود الخبر ...۱۹۷۶ء/۱۱/۱۱

الجواب: بیوی اور اس کی بھانجی کے درمیان جمع حرام ہے البتہ انفراداً جائز ہے یعنی منکوحہ کو طلاق دینے کے بعد اس کی بھانجی سے نکاح کرنا یا صرف بیوی کو برحال آباد کرنا، لان المحرم هو الجمع دون غیره﴿۱﴾ قال الله تعالیٰ: واحل لکم ما ورآء ذلکم﴿۲﴾. وهو الموفق

ماں بیٹی دو بھائیوں کے نکاح میں ہو ان کی اولاد کے درمیان نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو سگے بھائی ہیں انہیں میں سے ایک بھائی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور دوسرے بھائی نے اس عورت کی بیٹی سے نکاح کیا، اب دونوں سے اولاد پیدا ہوگئی پھر ان اولاد کی اولاد پیدا ہوگئی اب اس بیٹی کے بیٹیوں کے بیٹیوں کا نکاح ماں کے لڑکوں کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مرزا جان ٹیکسلا

الجواب: یہ لڑکیاں اور لڑکیوں کی لڑکیاں ان لڑکوں کے بھانجیاں اور بھانجوں کی بیٹیاں ہیں

﴿۱﴾ وفی الهندیة: وان اراد ان یتزوج احداهما بعد التفریق فله ذلک ان کان التفریق قبل الدخول وان کان بعد الدخول فلیس له ذلک حتی تنقضی عدتهما وان انقضت عدة احداهما دون الاخریٰ فله ان یتزوج المعتدة دون الاخریٰ مالم تنقض عدتها وان دخل باحداهما فله ان یتزوجها دون الاخریٰ مالم تنقض عدتها.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۲۷۸ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

﴿۲﴾ (سورة النساء پاره: ۴ آیت: ۲۴)

جوکہ محرمات میں سے ہیں ﴿۱﴾قال اللہ تعالیٰ وبنات الاخت (الآیۃ)﴿۲﴾. وھو الموفق

ایک بیوی سے بیٹی اور دوسری بیوی سے نواسی ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علم کے مطابق تو یہ صورت جائز نہیں لیکن آپ کے علم کے مطابق رائے معلوم کرنے کا حصول بھی لازمی ہے، وہ یہ کہ ایک شخص کی دو بیویاں تھیں اور ہر ایک بیوی سے ایک ایک بیٹی تھی اور ایک بیٹی کی ایک بیٹی ہے ان میں سے ایک بیٹی کا نکاح کسی شخص کے ساتھ کیا گیا، کچھ عرصہ بعد اس دوسری لڑکی کی لڑکی یعنی نواسی کا نکاح بھی اس شخص کے ساتھ کیا گیا، اس صورت میں اس دوسرے نکاح کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی ولی محمد بابر مدرسہ شمس المدارس ژوب شہر.....۱۹۹۰ء/۹/۳

الجواب: صورت مسئولہ میں پہلا نکاح (بیٹی کے ساتھ) درست اور دوسرا نکاح کالعدم اور حرام قطعی ہے، لـلاصـل الشهيـر: حرم الجمع بين المحارم نكاحا ووطأ بملك يمين بين امـرأتين ايتهما فرضت ذكرا لم تحل للاخرىٰ ابدا﴿۳﴾ پس اس شوہر پر ضروری ہے کہ دوسری عورت سے قبضہ اٹھائے، علماء اور تمام قوم اور تمام اہل اسلام پر ضروری ہے کہ اگر یہ شوہر مصر (مستحل) ہو تو اس مرتد سے مقابلہ کریں﴿۴﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قـال الـعـلامة ابـن الشـحـنة: ويحرم على الرجل نكاح اصوله وفروعه..... وفروع اصوله اى الاخوة والاخوات واولادهم واولادا ولادهم وان نزلوا.

(لسـان الحكام يلى معين الحكام ۱:۳۱۷ الفصل الثالث عشر فى النكاح)

﴿۲﴾ (سورة النسـاء پارہ: ۴ آیت: ۲۳)

﴿۳﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۳۰۸ فصل فى المحرمات)

﴿۴﴾ قال العلامة على بن سلطان محمد: ذهب (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

علاتی دادی اور پوتی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دادا کی علاتی بہن ہے اور ایک آدمی کے نکاح میں ہے، اب وہ آدمی دادا کی پوتی کو نکاح میں لانا چاہتا ہے کیا ان دونوں کا جمع کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سراج الدین کانگڑہ چارسدہ

الجواب: ان دونوں کے درمیان جمع ناجائز ہے، وفی الهندیة: والاصل ان کل امرأتین لو صورنا احداهما من ای جانب ذکرا لم یجز النکاح بینهما برضاع او نسب لم یجز الجمع بینهما (۱: ۲۹۵) ﴿۱﴾. وهو الموفق

عدت کے دوران میں نکاح کالعدم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کا شوہر فوت ہوگیا ہے شوہر کے بھائی نے اس عورت کے ساتھ عدت گزرنے سے پہلے نکاح کیا، کیا یہ نکاح جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد قدیر سواتی......۱۹۷۴ء/۳/۱۲

(بقیہ حاشیہ) اکثر اهل العلم الی ان المتزوج کان مستحلا له علی ما یعتقده اهل الجاهلیة فصار بذلک مرتدا محاربالله ولرسوله فلذلک امر بقتله واخذ ماله وکان ذلک الرجل یعتقد حل هذا النکاح فمن اعتقد حل شیئ محرم کفر وجاز قتله واخذماله ومن جهل تحریم نکاح واحدة من محارمه فتزوجها لم یکفرو من علم تحریمها واعتقد الحرمة فسق وفرق بینهما وعزر هذا اذا لم یجر بینهما دخول الخ.

(مرقاة المفاتیح شرح المشکواة ۶: ۲۲۸ باب المحرمات الفصل الثانی)

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

الجواب: معتدہ کا نکاح ناجائز اور کالعدم ہے،لما فی الھندیة ۱:۲۹۸ لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ و کذلک المعتدة کذا فی السراج الوھاج سواء کانت العدة عن طلاق او وفاة او دخول فی نکاح فاسد﴿۱﴾. وھوالموفق

عدت وفات گزارنے والی حاملہ عورت سے نکاح کرنے والے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرکوئی شخص عدت وفات گزارنے والی حاملہ ثابت النسب عورت سے نکاح کرے،کیا یہ جائز ہے؟اگر جائز نہیں تو اس کے حلال سمجھنے والے کا کیا حکم ہے اور وہ جانتا بھی ہو کہ یہ حاملہ ہے اگر وہ اس نکاح کی وجہ سے وطی کرے تو کیا اس پر حد جاری کیا جائے گا یعنی تعزیر دی جائے گی؟بینوا توجروا

المستفتی:ضیاءالمرسلین دارالعلوم ربانیہ ہری پور ہزارہ.....۲۱/ذی قعدہ۱۳۸۹ھ

الجواب: خروج عدت سے قبل یہ نکاح حرام ہے،قال اللہ تعالیٰ: ولا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتاب اجله (الآیة)﴿۲﴾ وقال تعالیٰ: واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن (الآیة)﴿۳﴾ فالناکح ان کان جاھلا فلا یکفر وان کان عالما بالحرمة فعند الاستحلال یکفر والافیفسق ﴿۴﴾ ولا سبیل لنا الی الجزم. وھوالموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۸۰ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر)

﴿۲﴾ (سورة البقرة پارہ:۲ آیت:۲۳۵)

﴿۳﴾ (سورة الطلاق پارہ: ۲۸ ایت:۴)

﴿۴﴾ قال الملا علی بن سلطان محمد: فمن اعتقد حل شیئ محرم کفر وجاز قتله واخذماله ومن جھل تحریم نکاح واحدة من محارمه فتزوجھا لم یکفر ومن علم تحریمھا واعتقد الحرمة فسق وفرق بینھما وعزر ھذا اذا لم یجر بینھما دخول.

(مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح ۶:۲۲۸ التعزیر علی النکاح بالمحارم)

دوران عدت نکاح کرنے والے کا طلاق ثلاثہ دینے کے بعد دوبارہ نکاح کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران عدت ایک شخص نے بیوی کو طلاق ثلاثہ دے دی، طلاق کے وقت حمل کا پتہ نہیں تھا، ظاہری عدت کے بعد دوسرے آدمی نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا، نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ اس عورت کا زوج اول سے حمل ہے، وضع حمل کے بعد دوسرے شوہر نے بھی طلاق ثلاثہ دیدی اب یہ دوسرا شوہر پھر چاہتا ہے کہ اس عورت سے نکاح کرے کیا یہ نکاح درست ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: تقدیراللہ جہانگیرہ نوشہرہ..... ۱۹۸۴ء/۲/۲۱

الجواب: اس دوسرے آدمی سے نکاح کالعدم تھا ﴿۱﴾ اوراس کا طلاق ثلاثہ دینا بھی کالعدم تھا ﴿۲﴾ پس یہ دوسرا شوہر اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے اگر چہ اس نے وضع حمل کے بعد جماع کیا ہو ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الھندیة: لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ وکذلک المعتدة سواء کانت العدة عن طلاق او وفاة او دخول فی نکاح فاسد الخ.

(فتاوی عالمگیریه ۱. ۲۸۰ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر)

﴿۲﴾ وقال العلامة النظام: واما شرط (الطلاق) فشیآن احدهما قیام القید فی المرأة نکاح او عدة والثانی قیام حل محل النکاح حتی لو حرمت بالمصاھرة بعد الدخول بها حتی وجبت العدة فطلقها فی العدة الخ. (فتاوی عالمگیریه ۱ :۳۴۸ کتاب الطلاق الباب الاول)

﴿۳﴾ وفی الھندیة: ولو تزوج بمنکوحة الغیر وھو لا یعلم انها منکوحة الغیر فوطئها تجب العدة وان کان یعلم انها منکوحة الغیر لا تجب حتی لا یحرم علی الزوج وطؤها ویجوز لصاحب العدة ان یتزوجها کذا فی المحیط للسرخسی.

(فتاوی عالمگیریه ۱ :۲۸۰ القسم السادس المحرمات لحق الغیر)

مطلقہ مغلظہ باقاعدہ نکاح وجماع وطلاق کے بعداول شوہر سے نکاح کرسکتی ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیں جو کہ آٹھ بچوں کی ماں ہے عدت ختم ہونے کے بعد اس عورت نے دوسرے شخص کے ساتھ نکاح شرعی کیااور خلوت صحیحہ بھی ہوگئی مہر بھی دیا گیا،اس دوسرے شوہر نے کسی مصلحت کی وجہ سے اس عورت کوتین طلاق دیں اور عدت گزاری،اب اس عورت کا نکاح سابقہ شوہر سے ہوسکتا ہے؟بینو اتو جروا

المستفتی: محمد اسحاق عرشی مسجد راولپنڈی.....۱۹۷۵ء/۶/۳

الجواب: اگراس دوسرے شوہر نے ایک دفعہ جماع اس عورت کے ساتھ کیاہوتو یہ عورت زوج اول کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے،لوجود التحلیل هو وطی الزوج الثانی﴿۱﴾ والمسئلة من الواضحات فلاحاجة الی نقل العبارات . وهو الموفق

شوہر کیلئے عدت وفات نہیں ہے بیوی کی بہن سے ایک دودن بعد نکاح کرسکتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک شخص کی بیوی فوت ہوجائے تو کیا شوہر کیلئے یہ جائز ہے کہ ایک یا دودن کے بعد بیوی کی بہن سے نکاح کرے؟بینوا توجروا

المستفتی: محمد شاہد لوند خوڑ.....۱۹۸۵ء/۸/۲۹

﴿۱﴾ وفی الهندية: واذا کان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتين فی الامة لم تحل له حتی تنكح زوجا غیره نکاحا صحیحا ویدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها کذا فی الهداية.
(فتاویٰ عالمگیریه ۱ : ۴۷۳ فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به)

الجــواب: خاوند پر نہ سوگ منانا ہے نہ عدت گزارنا ہے اس لئے بیوی کی وفات کے بعد ہر وقت نکاح کرسکتا ہے﴿۱﴾ وفي الهندية ۱: ۲۷۹ ويجوز لزوج المرتدة اذا لحقت بدار الحرب تزوج اختها قبل انقضاء عدتها كما اذا ماتت ﴿۲﴾. وهو الموفق

حرام زادہ کا نکاح اور بعض دیگر احکام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) حرام زادہ اور حلال زادہ بچوں بچیوں کے مراتب میں قیامت کے دن کچھ فرق ہوگا یا نہیں جبکہ دونوں کے نیکیاں برابر ہوں؟

(۲) حرام زادی بچی کے ساتھ حلال زادہ کا نکاح درست ہے؟ اسی طرح حرام زادہ کے ساتھ حلال زادی کا نکاح درست ہے؟

(۳) کیا حرام زادوں پر شرعی لحاظ سے حقیقی والدین کی طرح حقوق ہوں گے؟ جبکہ ان حرام کار والدین نے ان کو پالے ہوں تعلیم دلائی ہوں وغیرہ۔

(۴) حرام زادہ والد کا کتنے عرصہ تک فرمانبردار رہے اور والدہ کا کتنا عرصہ تک؟

(۵) اگر یہ حرام زادہ بعد از بلوغ والدین سے علیحدگی اختیار کرے تو اس کا حشر میں کیا ہوگا؟

المستفتی: زرولی خان تربیلا ڈیم

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: ماتت امراته له التزوج باختها بعد يوم من موتها كما في الخلاصة واما ما عزى الى النتف من وجوب العدة فلا يعتمد عليه.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۰۸ فصل في المحرمات وحرم الجمع نكاحا)

﴿۲﴾ (فتاوى عالمگيريه ۱: ۲۷۹ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

الجواب: (۱) حلالی اور حرامی کا فرق دنیا تک محدود ہے﴿۱﴾ آخرت میں دارمدار ایمان اور عمل پر ہوگا۔

(۲) ان تمام عورتوں کے ساتھ نکاح درست ہے﴿۲﴾۔

(۳) والدہ کا حق اور احترام بلاشک وشبہ ثابت ہے، البتہ والد درحقیقت والد نہیں ہے اس کا کوئی پدرانہ حق نہیں ہے البتہ تربیت کا حق رکھتا ہے۔

(۴) جائز امور میں والدہ کا ہمیشہ کیلئے فرمانبردار رہے گا اور زانی والد کیلئے خاص فرمان برداری نہیں ہے۔

(۵) بلوغ کے بعد جدا ہونے میں ہر حلالی وحرامی معاف شرعی ہے۔ وھو الموفق

ولد الزنا مسلمان لڑکے لڑکی سے نکاح صحیح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خارو نے دلبر کی بیوی اغوا کر کے دور دراز مقامات میں لے گیا اور مدت دراز تک بیوی کی حیثیت سے رکھا، عورت مذکورہ نے خارو نے سے کئی اولاد کو جنا، اب وہ لڑکے لڑکیاں جوان ہو چکے ہیں کیا ان کے ساتھ نکاح جائز ہے جبکہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: والولد له ان جاء ت بعد النكاح لستة اشهر فلو لاقل من ستة اشهر من وقت النكاح لا يثبت النسب ولا يرث منه الا ان يقول هذا الولد مني ولا يقول من الزنا، والظاهر ان هذا من حيث القضاء اما من حيث الديانة فلا يجوز له ان يدعيه لان الشرع قطع نسبه منه فلا يحل له استلحاقه به ولذا لو صرح بانه من الزنا لا يثبت قضاء ايضا وانما يثبت لولم يصرح لاحتمال كونه بعقد سابق الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۱۷ قبيل مطلب فيما لو زوج المولىٰ امته)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعي فخرج الذكر والخنثى مشكل والوثنية والمحارم والجنية وانسان الماء.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۰ كتاب النكاح)

عورت مذکورہ کے دونوں شوہر بقید حیات ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد کمال اتمان زئی چارسدہ.....۱۹۶۹ء/۳/۹

الجواب: چونکہ یہ لڑکے اور لڑکیاں انسان اور مسلمان ہیں لہٰذا ان کے ساتھ نکاح صحیح ہے، کیونکہ فقہاء نے مسلمان کا نکاح غیر انسان اور غیر مسلم (علی التفصیل المشهور) سے ناجائز کہا ہے، فلیراجع الی الهندية﴿۱﴾ والدر المختار﴿۲﴾. وهو الموفق

مزنیہ کے ساتھ زانی کا نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شادی شدہ شخص نے ایک بیوہ عورت کے ساتھ خفیہ طور پر مہر مقرر کر کے ایک دوسرے کو تن وجود بخش دیا اور اس کے بعد دونوں ہمبستری بھی کرتے رہے، عرصہ دو ماہ بعد وہ شخص اس بیوہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکم دار خان کوہ مری راولپنڈی.....۱۹۷۳ء/۳/۵

الجواب: مزنیہ کے ساتھ زانی کا نکاح جائز ہے اور نکاح کے بعد جماع بھی جائز ہے، فی الدرالمختار ولو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقا (هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۱)﴿۳﴾.

﴿۱﴾ وفي الهندية: ومن شروطها المحل القابل وهي المرأة التي احلها الشرع بالنكاح كذا في النهاية. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۶۷ کتاب النكاح الباب الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: النكاح عقد يفيد ملك المتعة اى حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعي فخرج الذكر والخنثىٰ المشكل والوثنية لجواز ذكورته والمحارم والجنية وانسان الماء لاختلاف الجنس.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۱ كتاب النكاح)

﴿۳﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۱۷ قبيل مطلب فيما لو زوج المولى امته)

مزنیہ کی بیٹی سے زانی کا نکاح حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید پر ایک عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات کی تہمت لگائی گئی، اور حمل بھی ٹھہر گیا، لیکن زید انکار کر رہا ہے بعد میں زید نے اسی عورت کی لڑکی سے نکاح بھی کیا، کیا یہ نکاح درست ہے؟ نکاح خواں گنہگار ہے؟ اور جو لوگ اس مجلس میں بیٹھے تھے ان کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ادریس مسجد مانسرہ کیملپور ...۱۹۷۲ء/۴/۵

الجواب: اگر اقرار یا شہادت سے زنا ثابت ہو جائے تو زید کیلئے اس عورت کی بیٹی سے نکاح حرام ہے اور اس میں تعاون بھی حرام ہے اور ثبوت سے قبل نہ حرمت نکاح موجود ہے اور نہ حرمت تعاون، وفی الهندية: فمن زنى بامرأة حرمت عليه امها وان علت وابنتها وان سفلت. (۱: ۲۹۱)﴿۱﴾. وقال الله تعالىٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان (المائدة) ﴿۲﴾. وهو الموفق

زانی کے بھائی کا مزنیہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک عورت جو شادی شدہ ہے سے زنا کیا، اب اس مزنیہ کی بیٹی زانی کے بھائی کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ اور اس مسئلہ میں اختلاف مذاہب ہیں یا نہیں پوری تفصیلات سے آگاہی پر بندہ شکر گزار رہے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد یوسف شریک دورہ حدیث......۱۹۷۲ء/۵/۳۱

﴿۱﴾(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۴ القسم الثانی المحرمات بالصهرية)

﴿۲﴾ (سورة المائدة پاره: ۶ آيت: ۲)

الجواب: جس طرح زانی کے بھائی کیلئے زانی کی بیوی کی بیٹی جو دوسرے شوہر سے ہو جائز ہے، اسی طرح مزنیہ کی بیٹی بھی جائز ہے، لان حکم الحلال والحرام واحد من الحدیث ویحل لاصول الزانی وفروعه اصول المزنی بها وفروعها، (ردالمحتار ۲: ۳۸۴) ﴿۱﴾ قلت فالجواز للاخوة یکون باولیٰ. وھو الموفق

زانی مزنیہ کے بیٹے بیٹی کا آپس میں نکاح کا مسئلہ

سوال: محترم المقام شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب دارالعلوم حقانیہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک آدمی نے ایک منکوحہ عورت کے ساتھ زنا کیا، پھر منکوحہ زانیہ کی لڑکی پیدا ہوئی جبکہ زانی کا لڑکا پیدا ہوا، اب زانی کہتا ہے کہ یہ لڑکی مجھ سے ہے، اس لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں مضطرب الذہن ہوں ہمارے ہاں ایک مولوی صاحب نے یہی استفتاء مولانا رسول خان صاحب کو لکھا، مولانا رسول خان صاحب نے یہ جواب لکھا ہے "الولد من النکاح لامن السفاح (شرح وقایه باب النسب ۱۵۰) جبکہ فتاویٰ عبدالحیٰ باب ثبوت النسب میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرے نطفہ زنا سے پیدا ہوا ہے تو نسب ثابت ہوگا یا نہیں؟ جواب میں لکھتے ہیں" ثابت نہیں ہوگا عالمگیری میں ہے: قال انه منی من الزنا لا یثبت نسبه ولا یرث منه کذا فی الینا بیع، اگر کہا کہ یہ میرے زنا کے نطفے سے ہے تو نسب ثابت نہ ہوگا اور وارث نہ ہوگا جیسا کہ ینابیع میں ہے"۔
اب مسئلہ یہ ہے کہ بالا ینابیع کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کا نسب ثابت نہ ہوا تو

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: قال فی البحر اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة علی اصول الزانی وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولها وفروعها علی الزانی نسبا ورضاعا کما الوطء الحلال ویحل لاصول الزانی وفروعه اصول المزنی بها وفروعها.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۰۳ فصل فی المحرمات)

اس زانی کو مزنیہ کی لڑکی کو خود بھی نکاح کر سکتا ہے اور اپنے بیٹے کیلئے بھی کر سکتا ہے کیونکہ یہ لڑکی زانی کا کچھ بھی نہیں لگتی، اب اگر مسئلہ اسی طرح ہے تو فقہ احناف میں فقہاء جو لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے کسی عورت کو چوم لیا یعنی قبلها تو اس سے حرمت مصاہرت ہو جاتی ہے اگر کسی نے عورت کے فرج داخل کو دیکھ کر تلذذ حاصل کیا یا زنا کیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اور مزنیہ کی اولاد سے نکاح کرنا حرام اور ناجائز ٹھہرتا ہے اور ان دونوں کی اولاد میں بھی نکاح جائز نہیں اب ان عبارات میں تناقض معلوم ہوتا ہے مسئلہ کی صحیح صورت واضح فرما کر خلجان کو دور فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی حفظ الرحمٰن خدہ بانڈہ تخت نصرتی کرک.....۱۹۶۹ء/۳/۲۳

الجواب: اس زانی کا بیٹا اور زانیہ کی بیٹی باہم نکاح کر سکتے ہیں اگر چہ احتیاط نہ کرنے میں ہے کیونکہ فقہاء کرام نے اگر چہ یہ لکھا ہے، حرم اصله وفروعه وبنت اخیه واخته وبنتها ولو من زنا (درمختار) لیکن صورت مسئولہ میں یہ متعین نہیں کہ یہ لڑکی زانی سے پیدا ہوئی ہے ممکن ہے کہ اس عورت نے دوسرے شخص سے بھی زنا کیا ہو اور اس سے حاملہ ہوئی ہو، قال العلامة الشامی: ۲: ۳۸۱ (قوله ولو من الزنا) بان یزنی الزانی ببکر ویمسکها حتی تلد بنتا بحر عن الفتح، قال الحانوتی ولا یتصور کونها ابنته من الزنا الا بذلک ﴿۱﴾ پس اگر زانی نے ایسا طریقہ کیا ہو جیسا کہ شامی نے ذکر کیا ہے پھر حرمت نکاح بلا شک وشبہ ثابت ہے، ورنہ احتیاط یہ ہے کہ نکاح نہ کرے، لوجود الشبهة فلیراجع الی حدیث ابن زمعة ﴿۲﴾ یہاں حرمت مصاہرت کی وجہ سے حرمت متصور

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۳۰۱ فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ عن عائشة قالت کان عتبة بن ابی وقاص عهد الی اخیه سعد بن ابی وقاص ان ابن ولیدة زمعة منی فاقبضه الیک فلما کان عام الفتح اخذه سعد فقال انه ابن اخی وقال عبد بن زمعة اخی فتساوقا الی رسول اللهﷺ فقال سعد یا رسول الله ان اخی کان عهد الی فیه وقال عبد بن زمعة اخی وابن ولیدة ابی ولد علی فراشه (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نہیں کیونکہ زانی کے فروع کیلئے مزنیہ کے فروع حرام نہیں ہیں ﴿۱﴾۔وھو الموفق

.....(محمد فرید عفی عنہ)

حبلی من الزنا سے نکاح صحیح اور غیر زانی کی صورت میں وضع حمل تک جماع حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کنواری لڑکی سے ایک غیر مرد نے ہم بستری کی جس کی وجہ سے اسے حمل ہوگیا، والدین نے غیرت بچانے کی خاطر کسی آدمی سے اس لڑکی کا نکاح کروادیا، چار ماہ بعد بچہ پیدا ہوا اور کچھ دیر بعد مرگیا، کیا اس حبلی من الزنا کے ساتھ یہ نکاح جائز تھا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد آفتاب بٹالین.....۱۹۷۴ء/۷/۱۸

الجواب: اس لڑکی کے ساتھ اس لڑکے کا نکاح درست ہے لیکن وضع حمل سے پہلے جو جماع کیا ہے وہ حرام ہے، بشرطیکہ یہ حمل اس لڑکے سے نہ ہو، کما فی الدر المختار: وصح نکاح حبلی من زناً لامن غیرہ وان حرم وطؤها ودواعیه حتی تضع لئلا یسقی مائه زرع غیرہ(فروع) لونکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقا (بحذف یسیر)(هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۱ قبیل الولی)﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقیه حاشیه) فقال رسول الله ﷺ هو لک یاعبد بن زمعة الولد للفراش وللعاهر الحجر ثم قال لسودة بنت زمعة احتجبی منه لما رأی من شبهه بعتبة فما رآها حتی لقی الله، وفی روایة قال هو اخوک یا عبد بن زمعة من اجل انه ولد علی فراش ابیه ، متفق علیه.

(مشکوٰة المصابیح ۲: ۲۸۷ باب اللعان الفصل الاول)

﴿۱﴾ قال العلامة الافندی: ویحل لاصول الزانی وفروعه اصول المزنی بها وفروعها.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲ ۳۰۲ فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۱٦ قبیل مطلب فیما لو زوج المولیٰ امته)

مزنیہ کی پھوپھی سے نکاح جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایک رشتہ دار کنواری عورت سے زنا کرتا رہا، تین سال تک ان کے درمیان زن وشوہر کے تعلقات قائم رہے، بالآخر حمل ہو کرساقط کردیا گیا، اور بے خبری میں اس مزنیہ کی پھوپھی سے نکاح پڑھایا گیا، جب یہ راز افشا ہوا تو اس لڑکی کے اقرباء نے اس بات کا بے حد برامانا، کہ ایسے گنہگار کو ہم ہرگز لڑکی دینے کو تیار نہیں، اور پھر سورۃ النور کی اس تشریعی حکم کہ ''حرام ہے اہل ایمان کیلئے کہ وہ جانتے بوجھتے اپنی لڑکیاں ایسے فاجروں (عام زانیوں) کودیں'' کا بھی ان پر اطلاق ہوتا ہے اور "الزانی لا ینکح الا زانیة او مشرکة والزانیة لا ینکحها الا زان او مشرک وحرم ذلک علی المؤمنین''، ویسے بھی زانی کے ساتھ نکاح حرام ہونے کا مطلب امام احمد رحمہ اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ سرے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، اب اسلامی قوانین کے مطابق کیا اس مظلومہ منکوحہ کا نکاح اس شخص سے ختم نہیں ہوجاتا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد بشیر حلیم کیملپور

الجواب: یہ دوسرا نکاح درست ہے کیونکہ مزنیہ کی پھوپھی محرمات میں سے نہیں ہے، قال اللہ تعالیٰ: واحل لکم ما وراء ذلکم (الآیة)﴿۱﴾، واما قوله تعالیٰ: الزانی لا ینکح (الآیة) فقیل منسوخ وقیل المقصود نفی اللیاقة الایة فافهم ﴿۲﴾. وللتفصیل موضع آخر. وهو الموفق

﴿۱﴾ (سورۃ النساء پارہ: ۵ آیت: ۲۴)

﴿۲﴾قال العلامة علاؤالدین علی بن محمد: وقال سعید بن المسیب وجماعة ان حکم الایة منسوخ وکان نکاح الزانیة حراما بهذه الآیة ثم نسخت بقوله تعالیٰ (وانکحوا الایامیٰ منکم) فدخلت الزانیة فی هذا العموم واحتج من جوز نکاح الزانیة بما روی عن جابر ولقیل فی معنی الآیة ان الفاجر الخبیث لا یرغب فی نکاح الصالحة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حاملہ مزنیہ سے نکاح اور اس شخص پر جرمانہ عائد کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نوجوان عاقل بالغ لڑکی بقائمی ہوش وحواس رضامندی ایک جوان العمر شخص کے ساتھ شادی کرنے کی غرض سے عدالت میں بیان قلم بند کر کے اس سے شادی کرے، گاؤں میں پارٹی بازی ہے اور ہمارا امام صاحب جو مستند عالم نہیں ہے، بلکہ ریٹائرڈ فوجی ہے اور اب امام بن گیا ہے مسمی مذکورہ کے خلاف شرعاً حکم صادر کیا، جبکہ امام خود بھی ۴۵/ سال ہونے کے باوجود غیر شادی شدہ ہے، امام صاحب کو کہا گیا ہے کہ لڑکی حاملہ ہے لیکن حاملہ ہونے کا کوئی ثبوت کسی کے پاس نہیں ہے، امام صاحب نے اسی بنیاد پر شادی کرنے والے شخص پر ایک سو بیس آدمی کی روٹی بطور ڈنٹ عائد کی اور اس کے ساتھ سلام وکلام کو بند کیا، سوال یہ ہے کہ کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ نیز شادی کرنے والے پر ڈنٹ عائد ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نورالحق کوہالہ مری براستہ آزاد کشمیر

الجواب: اگر یہ لڑکی حاملہ ہو تو تب بھی نکاح صحیح ہے لیکن وضع حمل سے پہلے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا جاوے گا، جبکہ حمل اس لڑکے سے نہ ہو، اور اگر حمل اس لڑکے سے ٹھہرا ہو تو جماع بھی جائز ہے،

فی الدرالمختار: وصح نكاح حبلى من زنا وان حرم وطؤها حتى تضع (فروع) لو نكحها

(بقیه حاشیه)من النساء وانما يرغب فى نكاح فاجرة خبيثة مثله او مشركة والفاسقة الخبيثة لا ترغب فى نكاح الصلحاء من الرجال وانما ترغب فى نكاح فاسق خبيث مثلها او مشرك وحرم ذلك على المؤمنين اى صرف الرغبة بالكلية الى نكاح الزوانى وترك الرغبة فى الصالحات العفائف محرم على المؤمنين ولا يلزم من حرمة هذا حرمة التزوج بالزانية.

(تفسير خازن ۳: ۲۸۰ سورة النور آيت: ۲)

الزانی حل له وطؤها اتفاقا والولد له انتهیٰ باختصار یسیر ﴿۱﴾.

ملاحظہ:...... غیر کفو کے ساتھ نکاح نامنظور ہے ﴿۲﴾ اور وٹہ سٹہ رسم جاہلیت ہے۔وھو الموفق

مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح کالعدم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت مسلمان ہوگئی اور دادا نے جبرا ایک غیر مسلم کو نکاح پر دے دی کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عصمت بیگم زیدہ مردان......۱۴/صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

الجواب: مسلمان عورت اور غیر مسلم مرد کے درمیان عقد نکاح نامنظور اور کالعدم ہے، خواہ یہ نکاح طوعا ہو یا کرہا ہو، اور خواہ یہ غیر مسلم اہل کتاب ہو یا غیر اہل کتاب، کما فی البدائع (۲: ۲۷۱) ومنها اسلام الرجل اذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز النكاح المؤمنة الكافر لقوله تعالىٰ: ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا(الآية) ...... والنص وان ورد فی المشركين لكن العلة وهی الدعاء الی النار يعم الكفرة اجمع فيتعمم الحكم بعموم العلة فلا يجوز انكاح المسلمة الكتابی كما لا يجوز انكاحها الوثنی والمجوسی لان الشرع قطع ولاية الكافرين عن المؤمنين بقوله تعالىٰ: ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا (الآية) ﴿۳﴾ . وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۱۶، ۳۱۷ قبيل مطلب فی ما لو زوج المولیٰ امته)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی: نفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولی ... وله ای للولی اذا كان عصبة ...... الاعتراض فی غير الكف فيفسخه القاضی ويتجدد بتجدد النكاح مالم تلد منه ويفتی فی غير الكف بعدم جوازه اصلا وهو المختار للفتویٰ لفساد الزمان.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۲۲ باب الولی)

﴿۳﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۵۵۴ من شروط صحة النكاح ان لا تكون مشركة)

عیسائی عورت سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیسائیہ عورت سے نکاح کا کیا حکم ہے کہ وہ اپنے مذہب پر ہو، اگر ایک مسلمان عیسائیہ عورت سے اس امید پر نکاح کرے کہ وہ مسلمان بنا ظاہر کرے کہ نکاح کی وجہ سے مسلمان ہو جائے گی تو اس صورت میں اس عیسائیہ سے نکاح کرنے میں زیادہ ثواب ہے یا مسلمان عورت کے ساتھ نکاح کرنے میں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید رحیم اللہ شاہ اضاخیل بالا نوشہرہ......۱۴۰۲ھ

الجواب: موجودہ دور کے عیسائی مسئلہ نبوت، قیامت، اور جنت و دوزخ سے منکر ہوئے ہیں لہٰذا ان سے نکاح جائز نہیں ہے ﴿۱﴾ البتہ اگر ان میں سے کوئی عورت ان امور پر قائل ہو تو اس سے نکاح

﴿۱﴾ **قال الشاہ اشرف علی التھانوی:** لیکن اس زمانہ میں جو نصاریٰ کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاریٰ ہیں مذہبی حیثیت سے محض دہری و سائنس پرست ہیں ایسوں کیلئے یہ حکم جواز نکاح کا نہیں ہے۔

(امداد الفتاویٰ ۲: ۲۱۳ کتاب النکاح وتفسیر بیان القرآن ۳: ۹)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہے: آج کل جو لوگ نصاریٰ کہلاتے ہیں ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو دہری ہیں کسی مذہب ہی کو نہیں مانتے بلکہ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں یہ لوگ اگرچہ باعتبار مردم شماری نصاریٰ کہلاتے ہیں مگر حکم شرع میں ایسے لوگ اہل کتاب نہیں ہو سکتے۔

(فتاویٰ دار العلوم قدیم ۱، ۲: ۱۶۰)

وقال العلامۃ شبیر احمد العثمانی: ہمارے زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بکثرت وہ ہیں جو نہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں نہ مذہب کے نہ خدا کے، ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا لہٰذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا..... موجودہ زمانہ میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ کھانا پینا، بے ضرورت اختلاط کرنا، ان کی عورتوں کے جال میں پھنسنا یہ چیزیں جو خطرناک نتائج پیدا کرتی ہیں وہ مخفی نہیں۔

(فوائد عثمانیہ علی تفسیر عثمانی ۱۴۹۷ سورۃ المائدۃ پارہ ۶:۵)

درست ہے، لیکن بہتر نہیں ہے، کما فی الهندية ۱ : ۲۸۱ ویجوز للمسلم نکاح الکتابیة الحربیة...... والاولیٰ ان لا یفعل ﴿۱﴾. اور بسااوقات ایک غیر افضل کام عوارض خارجیہ کی وجہ سے افضل ہوجاتا ہے، پس اگر اس کتابیہ کا اسلام قبول کرنا متیقن یا مظنون ہو تو یہ نکاح مصلحتاً افضل ہے، ذاتاً افضل نہیں ہے، لیکن واقعات یہ ہے کہ ان کا اسلام قبول کرنا موہوم ہوتا ہے اور شوہر کا اور شوہر کی اولاد کا خلاف اسلام امور سے مالوف ہونا مظنون ہوتا ہے پس یہ حیلہ اور بہانہ سودمند نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

عیسائی عورت سے نکاح اور ماں باپ کے ساتھ معاملات کے متفرق احکام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ ایک مسلمان نوجوان عرصہ سات سال سے اعلیٰ تعلیم کیلئے ایک عیسائی ملک چلا گیا ہے اس وطن کے قوانین کے مطابق وہاں سکونت اختیار کرنے کیلئے عیسائی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے ازروئے شریعت والدین مندرجہ ذیل امور میں رہنمائی چاہتے ہیں:

(۱) کیا موجودہ زمانہ کے عیسائی کتاب وسنت میں مذکور عیسائیوں جیسے اہل کتاب سمجھے جاتے ہیں؟

(۲) جن کو اہل کتاب سمجھا جاتا ہے ان میں تثلیث پرست شامل ہیں یا نہیں؟......

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱ : ۲۸۱ القسم السابع المحرمات بالشرک)

﴿۲﴾ قال العلامة عبد الرحمن الجزیری: الحنفية قالوا یحرم تزوج الکتابية اذا کانت فی دار الحرب غیر خاضعة لاحکام المسلمین لان ذلک فتح لباب الفتنة فقد ترغمه علی التخلق باخلاقها التی یأباها الاسلام ویعرض ابنه للتدین بدین غیر دینه ویزج بنفسه فیما لا قبل له به من ضیاع سلطته التی یحفظ بها عرضها وغیر ذلک من المفاسد فالعقد وان کان یصح الا ان الاقدام علیه مکروه تحریما لما یترتب علیه من المفاسد اما اذا کانت ذمية ویمکن اخضاعها للقوانین الاسلامية فانه یکره نکاحها تنزیها.

(الفقه علی المذاهب الاربعة ۴: ۷۴ مبحث المحرمات لاختلاف الدین)

(۳) اور لڑکی عیسائی رہے کیا ان کا نکاح جائز ہوگا؟

(۴) نکاح کرنے سے پہلے یا بعد یہ لڑکی سسر کے ساتھ خط و کتابت شروع کرے کیا اس کا جواب دینا چاہئے؟

(۵) شادی کے بعد وہ بہو ہر مسلم وغیر مسلم سوسائٹی میں شوہر کے ہمراہ یا اس کے بغیر نقل وحرکت کرتی ہے اس صورت میں خواہ بہو عیسائی رہے یا مسلمان ہوجائے تو سسر بہو سے خط و کتابت اور لڑکی کے پاس آجا سکتا ہے؟......

(۶) بیٹا عیسائی مذہب اختیار کرلے تو اس صورت میں عیسائی بیٹے اور بہو سے کون سی تعلقات کی ممانعت ہوگی؟

نوٹ:...... لڑکے نے والدین کو اس طرح کا ایک خط لکھا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

''میں لڑکی کو ایک انسان کی حیثیت سے دیکھتا ہوں اس کی ذات پات، اس کے رنگ، مذہب اور ملکیت وغیرہ کو نہیں پرکھتا اور نہ ہی مجھے اس کا حق ہے جو باتیں پاکستان میں ضروری سمجھی جاتی ہیں ان کا یہاں شمار نہیں ہوتا مشرق اور مغرب کا ملاپ نہ ہوا ہے اور نہ ہوسکے گا، شادی کے بعد بھی میری طرف سے آپ سے وہی رشتہ رہے گا''۔

المستفتی: غلام نبی مدرسہ عربیہ عیدگاہ طوغی روڈ کوئٹہ......۱۹۷۲ء/۳/۱۶

الجواب: (۱) چونکہ موجودہ زمانہ کے عیسائی اکثر طور دہری بن چکے ہیں لہٰذا ان پر بلا تحقیق اہل کتاب کے احکام جاری نہیں کئے جائیں گے، ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے ہیں یا نبوت اور ارسال کتب سے منکر ہیں یا قیامت اور جنت و دوزخ سے منکر ہیں وہ اہل کتاب نہیں ہوں گے۔ ﴿۱﴾......

﴿۱﴾ قال الشیخ العلامة الحافظ محمد ادریس الکاندهلوی: اہل کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں جو کہ مذہباً اہل کتاب ہوں نہ کہ وہ صرف قومیت کے لحاظ سے یہودی یا...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) اعتقاد تثلیث اور بنوت عیسیٰ (عیسیٰ ابن اللہ) اہل کتاب ہونے میں مخل نہیں ہے، **لانهم كانوا يعتقدون بهما في زمنه ﷺ وهو ظاهر المذهب** ﴿۱﴾.

(۳) اگر یہ لڑکی اہل کتاب ہو یعنی پیغمبر اور کتاب منزل کو مانتی ہو تو نکاح جائز ہے۔

(۴) خط وکتابت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۵) نقل وحرکت میں مسلمہ وغیر مسلمہ کا خاص فرق نہیں ہے، خط وکتابت اور آنا جانا جائز ہے جبکہ فتنہ کا خوف نہ ہو۔

(۶) اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے۔

نوٹ:...... یہ زندقہ کے الفاظ ہیں۔ وهو الموفق

شیعہ سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سنی عورت کا شیعہ

(بقیہ حاشیہ) نصرانی ہوں خواہ عقیدۃً وہ دہریہ ہوں، اس زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بکثرت ایسے ہیں جو نہ خدا کے قائل ہیں اور نہ مذہب کے قائل ہیں اور نہ آسمانی کتاب کے قائل، ایسے لوگوں پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا لہٰذا ان کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا۔
(تفسير معارف القرآن ۲: ۴۴۶ سورة المائدة آيت: ۵ پاره: ۶)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قال في البحر وحاصله ان المذهب الاطلاق لما ذكره شمس الائمة في المبسوط من ان ذبيحة النصراني حلال مطلقا سواء قال بثالث ثلاثة او لا لاطلاق الكتاب هنا والدليل ورجحه في فتح القدير بان القائل بذلك طائفتان من اليهود والنصارىٰ انقرضوا لاكلهم مع ان مطلق لفظ الشرك اذا ذكر في لسان الشرع لا ينصرف الى اهل الكتاب الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۱۴ قوله وصح نكاح كتابية باب المحرمات)

آدمی سے نکاح جائز ہے یانہیں؟ جبکہ لڑکی کی مرضی نہ ہو اور اس کے والدین نے پیسوں کی خاطر نکاح کر کے دے دیا ہو پھر یہ لڑکی اس سے بھاگ کے آ گئی اور دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، کیا یہ دوسرا نکاح بھی جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد اکرم مین بازار سرگودھا.....۱۹۷۲ء/۴/۲۵

الجواب: اگر والدین نے اس لڑکی کو بغیر اس کی مرضی کے نکاح سے دیا ہو تو یہ نکاح نامنظور اور کالعدم ہے بشرطیکہ لڑکی بالغہ ہو اور اطلاع نکاح پاتے ہی رد کر دیا ہو، (فی الهندیة ۱:۳۰۵) **لا یجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنها** ﴿۱﴾ اور اگر نکاح حالت عدم بلوغ میں ہوا ہو اور یہ شیعہ کافر ہو یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نبوت کا قائل ہو یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قاذف ہو وهکذا، تو یہ نکاح کالعدم اور نامنظور ہے اور دوسرا نکاح (سنی مسلمان) کے ساتھ درست ہے، لانه کافر صرح به فی ردالمحتار ۳:۴۲۸ ﴿۲﴾ **ونکاح المسلمة من الکافر لا یصح اجماعا** ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۸۷ الباب الرابع فی الاولیاء)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله عنها او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوهیة فی علی او ان جبرئیل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۳:۳۲۱ مطلب فی حکم سب الشیخین)

﴿۳﴾ قال العلامة عبد الرحمن الجزیری: ولا یحل للمسلمة ان تتزوج الکتابی، کما لا یحل لها ان تتزوج غیره (ای غیر الکتابی من الکافر) فالشرط فی صحة نکاح المسلمة ان یکون الزوج مسلماً ودلیل ذلک قوله تعالیٰ: ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن، (البقرة) وقوله مخاطباً للرجال: ولا تنکحوا المشرکین حتی..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

شیعہ عورت یا مرد سے سنی کا نکاح جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ حضرات سے نکاح کا کیا حکم ہے، کیا عدم جواز اس صورت میں ہے کہ عورت شیعہ ہو اور مرد سنی ہو یا عورت سنی اور مرد شیعہ ہو، تفصیل سے مطلع فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سردار کوہاٹ......۱۹۷۸ء/۱۰/۵

الجواب: پاکستانی اور ایرانی شیعہ اسلام سے خارج ہیں کیونکہ یہ لوگ ضروریات دین سے منکر ہیں، کما یدل علیہ مافی ردالمحتار ۳: ۴۲۸ وکذا قال فی شرح منیة المصلی ان ساب الشیخین ومنکر خلافتهما ممن بناه علی شبهة له لا یکفر بخلاف من ادعی ان علیا اله وان جبرئیل غلط (الی ان قال الشامی) وکذا یکفر قاذف عائشة ومنکر صحبة ابیها لان ذلک تکذیب صریح القرآن کما مر فی الباب السابق﴿۱﴾. لہٰذا شیعہ عورت یا مرد سے نکاح ان کی کفر کی وجہ سے جائز نہیں﴿۲﴾ ای لکفرهم بعد ادعاء اسلامهم وهو ارتداد

(بقیه حاشیه) یؤمنوا، (البقرة) فهاتان الآیتان تدلان علی انه لا یحل للرجل ان ینکح المشرکة علی ای حال کما لایحل للمرأة ان تنکح المشرک علی ای حال الابعد ایمانهم ودخولهم فی المسلمین. (الفقه علی المذاهب الاربعة ۴: ۷۳ مبحث المحرمات لاختلاف الدین)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۳: ۳۳۹ قبیل مطلب الامام یصیر اماما بالمبایعة)

﴿۲﴾ قال العلامة علاء الدین السمرقندی: لا یحل وطٔ المشرکات بنکاح ولا بملک یمین لقوله تعالیٰ: ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن، (الآیة)...... واما المرتدة فلا یجوز لمسلم ولا لکافر ولا لمرتد نکاحها لانه لاملة لها للحال لانها ترکت ملة الاسلام فلا تقر علی ما صارت الیه من الملة.

(تحفة الفقهاء ۲: ۱۹۲، ۱۹۳ بحث التحریم بسبب الشرک)

فی الحقیقة﴿۱﴾. فافهم، وهو الموفق

رافضی اور شیعی سے نکاح باطل اور کالعدم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے چچا اہل سنت والجماعت قریشی ہاشمی فرقہ حنفیہ سے تعلق رکھتا ہے بدقسمتی سے میرے بڑے چچا نے نودس سال گزشتہ جنگ عظیم کے دوران میں ایران میں بسر کر کے جب واپس پاکستان آئے تو کٹر قسم کے رافضی اور شیعہ بن کر آئے اور آج تک اس مسلک پر قائم ہے، بدقسمتی سے میرے چھوٹے چچا نے اپنے بھتیجے کو اپنی لڑکی دینے کا ابھی تک صرف وعدہ ہی کر رکھا ہے جبکہ وہ داماد بھی اپنے والد کے مسلک پر مضبوطی سے قائم ہے ہم سب خاندان نے ان سے قطع تعلق کرلیا ہے اب اس رشتہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور محمد قریشی راولپنڈی......۷/رمضان ۱۳۹۵ھ

الجواب: واضح رہے کہ ایران اور پاکستان کے روافض اسلام سے خارج ہیں ان کے ساتھ مسلمانوں کا نکاح باطل اور کالعدم ہے، اما خروجهم عن الاسلام فلانهم یعتقدون بتحریف القرآن سراً ویتهمون بالافک علی الصدیقة وینکرون صحبة ابیها، وفی ردالمحتار ۲: ۳۹۸ وبهذا ظهر ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوهیة فی علی (رضی الله عنه) او ان جبرئیل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبة الصدیق او یقذف السیدة الصدیقة

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: (المرتد) شرعا الراجع عن دین الاسلام ورکنها اجراء کلمة الکفر علی اللسان بعد الایمان، قال ابن عابدین: هذا بالنسبة الی الظاهر الذی یحکم به الحاکم والا فقد تکون بدونه کما لو عرض له اعتقاد باطل او نوی ان یکفر بعد حین.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۳: ۳۰۹ باب المرتد)

فهو کافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدین بالضرورة﴿۱﴾، انتهیٰ بقدر الضرورة. واما عدم صحة النکاح فلقوله تعالیٰ: فان علمتموهن مؤمنات (الآیة) (ممتحنة)﴿۲﴾ قلت: انهم ادعو الاسلام اجمالا فی بدء الامر ثم خرجوا منه فی العاقبة فیکونون مرتدین ولا یکونون مثل اهل الکتاب لانهم یدعوا الاسلام فافهم، فانه من مزال الاقدام﴿۳﴾ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ رافضی (تائب) اسلام سے خارج نہیں ہے ضروریات دین کو تسلیم کرتا ہے﴿۴﴾ تو اس میں عدم کفاءت کے احکام جاری ہوں گے﴿۵﴾ پس بہر حال اس نکاح سے اجتناب ضروری ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۱۴ فصل فی المحرمات کتاب النکاح)

﴿۲﴾ (سورة الممتحنة پارہ:۲۸ آیت:۱۰)

﴿۳﴾ قال العلامه محمد امین افندی: ویجب اکفار الروافض بقولهم برجعة الاموات الی الدنیا وتناسخ الارواح وانتقال روح الا لٰه الی الائمة وان الائمة آلهة وبقولهم بخروج امام ناطق بالحق وانقطاع الامر والنهی الی ان یخرج وبقولهم ان جبریل علیه السلام غلط فی الوحی الی محمد ﷺ دون علی کرم الله وجهه واحکام هؤلاء احکام المرتدین...... اعلم ان المفهوم من هذه النقول المنقولة عن علماء مذهبنا وغیرهم ان المحکوم علیه بالکفر فی هذه المسائل حکمه حکم المرتد.

(رسائل ابن عابدین ۱: ۳۵۹ تنبیه الولاة والحکام علی احکام شاتم خیر الانام)

﴿۴﴾ قال العلامة الآفندی: واما المعتزلة فمقتضی الوجه حل مناکحتهم لان الحق عدم تکفیر اهل القبلة وان وقع الزاما فی المباحث بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدین. (فتاویٰ الشامیة ۲: ۳۱۴ تحت قوله وصح نکاح کتابیة فصل فی المحرمات)

﴿۵﴾ وفی الهندیة: تعتبر الکفاءة فی الدیانة...... فلا یکون الفاسق کفأ للصالحة سواء کان معلن الفسق اولم یکن. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۹۱ الباب الخامس فی الاکفاء)

شیعہ سنی کے نکاح میں اہل سنت مولوی کے بیٹھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نکاح منعقد ہوا جس میں لڑکی کا والد شیعہ تھا اس مجلس میں ایک مولوی صاحب بھی بیٹھا ہوا تھا جو اہل سنت سے تھا، ان کے متعلق اب بعض حضرات پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ یہ نکاح اگر چہ اہل سنت کا تھا مگر لڑکی کا والد شیعہ تھا اسلئے اس مجلس میں یہ مولوی صاحب جو بیٹھا تھا یہ مجرم ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: انسپکٹر غلام رسول ...۱۹۷۸ء/۷/۲۹

الجواب: ایسی مجلس میں شامل ہونے کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے البتہ نکاح محرم میں شمولیت کرنا محرم ہے، لکونه تعاونا علی المعصیة ﴿۱﴾ وتقریرا للمنکر ﴿۲﴾. وهو الموفق

سنی شیعہ نکاح کرنے والوں اور اس مجلس میں شرکت کرنے والوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید سنی المذہب ہے اور صالح شیعہ غالی ہے اب زید نے اپنی سنی لڑکی کا نکاح صالح کے لڑکے کے ساتھ کر دیا ہے جو کہ باپ جیسا غالی شیعہ ہے، اس مجلس نکاح میں عام مسلمانوں نے بھی شرکت کی، اب دریافت طلب یہ ہے کہ ان شرکاء عقد کو تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ان مذکورہ شرکاء کو نماز عید، جمعہ، جنازہ وغیرہ میں شریک ہونے دیا جائے یا

﴿۱﴾ قال الله تعالیٰ: ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان(الآیة).
(سورة المائدة پاره: ٦ آیت: ۲)

﴿۲﴾ عن جریر بن عبد الله قال سمعت رسول الله ﷺ یقول ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیهم بالمعاصی یقدرون علی ان یغیروا علیه ولا یغیرون الا اصابهم الله منه بعقاب قبل ان یموتوا ، رواه ابوداؤد وابن ماجة.
(مشکوٰة المصابیح ۲:۴۳۷ باب الامر بالمعروف الفصل الثانی)

نہیں؟اورلڑکی کا نکاح بغیر طلاق کے کسی اور جگہ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عطاء اللہ چکڑ الوی میانوالی......۵/۲/۱۹۷۶ء

الجواب: یہ نکاح باطل اور کالعدم ہے، لکون الزوج کافراً کما فی ردالمحتار ۲:۳۹۸ وبھذا ظھر ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوھیة فی علی او ان جبرئیل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبة الصدیق او یقذف السیدة الصدیقة فھو کافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدین بالضرورة﴿۱﴾ یہ لڑکی بغیر طلاق حاصل کرنے کے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، اور یہ ناکح اور گواہ اور نکاح خوان اگر مستحل ہوں تو ان پر توبہ﴿۲﴾اور تجدید نکاح ضروری ہے﴿۳﴾ورنہ ضروری نہیں ہے اور نماز وعبادت سے ان کا روکنا حرام ہے۔وھو الموفق

قادیانی سے نکاح باطل اور کالعدم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تین سال قبل ایک عورت کا نکاح ایک آدمی سے ہو گیا تھا ابھی معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے اس کے دو بچے بھی ہو گئے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: اختر......۳۰/۱۰/۱۹۷۷ء

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲:۳۱۴ فصل فی المحرمات کتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: اذا اعتقد الحرام حلالا فان کان حرمته لعینه وقد ثبت بدلیل قطعی یکفر والا فلا بان تکون حرمته لغیره اوثبت بدلیل ظنی، وبعضھم لم یفرق بین الحرام لعینه ولغیره فقال من استحل حراما وقد علم فی دین النبی ﷺ تحریمه کنکاح ذوی المحارم او شرب الخمر اواکل میتة او دم اولحم خنزیر من غیر ضرورة فکافر.

(شرح فقه الاکبر ۱۵۲ ومنھا استحلال المعصیة)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: ما یکون کفرا اتفاقا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: چونکہ قادیانی ضروریات دین سے انکاراور زندقیت کی وجہ سے کافر ہیں ﴿۱﴾لہٰذا اس کا یہ نکاح باطل اور کالعدم ہے اورعورت کوجلدی جدا ہونا چاہئے ﴿۲﴾اوراہل اسلام پراس کی معاونت ضروری ہے ﴿۳﴾۔وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) يبطل العمل والنكاح.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۳:۳۲۸ باب المرتد)

﴿۱﴾قال العلامة مفتی كفايت الله الدهلوی: مرزا قادیانی نے اپنی تالیفات میں نبوت، مجددیت، محدثیت، مسیحیت، مہدیت کا اتنی صراحت اور اتنی کثرت سے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا انکار یا اس کی تاویل ناممکن ہے، خاتم المرسلین ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے، ملت اسلامیہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی مدعی نبوت کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کیلئے قطعاً تیار نہیں خواہ وہ نبوت ظلیہ بروزیہ جزئیہ کی تاویلات رکیکہ کی پناہ لے یا کھلم کھلا نبوت تشریعیہ کا مدعی ہو مرزا قادیانی کے کفر کی اور بھی وجوہ ہیں مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کی توہین، معجزات قرآنیہ کا انکار اور نا قابل اعتبار تاویلات سے ان کو رد کرنا یا استہزاء کرنا، اور چونکہ یہ امور مرزا صاحب کی تالیفات میں آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہیں اسلئے لاہوری جماعت کا انکار اور تاویلیں بھی لاہوری جماعت کو کفر سے نہیں بچا سکتیں، اگر چہ یہ دونوں جماعتیں اسلام کی مدعی ہیں لیکن عالم اسلام کے معتمد علیہ علماء ان دونوں کو ملت اسلامیہ سے خارج قرار دے چکے ہیں۔

(كفاية المفتی ۱:۳۲۳ فصل چهارم فرقه قادیانی)

﴿۲﴾قال العلامة ابن عابدين: (وحرم نكاح الوثنية) ويدخل في عبد الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التي استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والاباحية وفي شرح الوجيز وكل مذهب يكفر به معتقده قلت وشمل ذلك الدروز والنصيرية والتيامنة فلا تحل مناكحتهم الخ.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲:۳۱۴ فصل في المحرمات)

﴿۳﴾ قال الله تعالىٰ: وتعاونوا على البر والتقوىٰ.

(سورة المائدة پاره:۶ آیت:۲)

مرزائیوں کے نکاح میں رجسٹرار کے تعاون کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مرزائی شخص نے اپنی لڑکی کی مرزائی شخص سے شادی کردی، جس کا عقد نکاح مرزائی نکاح خواں سے کرایا گیا، اور نکاح نامہ کی چار فہرستیں ٹائپ کر کے متعلقہ وارڈ نکاح رجسٹرار کو روانہ کیں، یعنی دفتر ٹاؤن کمیٹی میں فارم بھیج دیئے، نکاح رجسٹرار نے ان فارموں کو پڑھے بھی نہیں ہیں اب صرف فارم بوساطت نکاح رجسٹرار ٹاؤن کمیٹی کو روانہ کرنے ہیں کیا اس روانہ کرنے پر شرعی گرفت ہوگی؟ کیونکہ یہ تو مالا یطاق ترک موالات کی صورت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل کریم کہوٹہ راولپنڈی

الجواب: اگر چہ اس میں حرج نہیں ہے لیکن آپ کیلئے ضروری ہے کہ ایسے عمل سے بھی بچنے کی کوئی تدبیر کیا کریں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

قادیانی عورت مسلمان ہو کر دوبارہ قادیانی کے حوالے کرنا حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت شادی شدہ جو مرزائی عقیدہ رکھتی تھی، قادیانی شوہر اور اس کے درمیان بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر اختلاف پیدا ہو گیا، ذہنی تضاد کے باعث شوہر سے قانونی طور پر علیحدگی اختیار کرلی، اور آٹھ ماہ تک ایک سنی العقیدہ شخص کی کفالت میں رہی، اسی دوران میں اس کا شوہر مباشرت کرنے اور نان نفقہ دینے میں ناکام رہا، عورت نے دو مسلمان گواہوں کے روبرو عدالت میں پیش ہو کر مرزا غلام احمد کی نبوت سے انکار کر دیا اور ایک ممتاز عالم دین کے دست مبارک پر

﴿۱﴾ قال العلامة عمادا لدین ابن کثیر: یامر الله تعالیٰ عباده المؤمنین بالمعاونة علی فعل الخیرات وھو البر، وترک المنکرات وھو التقویٰ وینهاھم عن التناصر علی الباطل والتعاون علی المآثم والمحارم.

(تفسیر ابن کثیر ۲: ۱۰ سورہ المائدۃ آیت: ۲)

اسلام قبول کیا، علماء دین نے فتویٰ صادر کیا کہ اگر عدت کے دوران میں شوہر نے بھی اسلام قبول کرلیا، تو صحیح ورنہ بعد از عدت یہ اس کے نکاح سے خارج ہوجائے گی، لیکن حکام نے اس فتویٰ کوتسلیم کرنے سے انکار کر کے ملکی عائلی قوانین کے تحت اسے قادیانی کی بیوی قرار دے کر اس کے ساتھ جانے کا حکم دے دیا، کیا شرعاً یہ اس قادیانی کی بیوی ہوسکتی ہے؟ نیز مذکورہ حکام کے خلاف دعویٰ دائر کرنے کے مستحق ہیں کہ ایک مسلمان عورت کو مرزائی کی زوجیت میں دے کر زنا کاری پر مجبور کر کے اسلام کی توہین کی جارہی ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی محمد شباب گوندل تھرپارکر، ۱۹۶۹ء/۱۰/۹

الجواب: اگر اس عورت نے مرزا غلام احمد کی نبوت اور مجددیت دونوں سے انکار کیا ہو اور مرزائیوں کے تمام عقائد سے بیزار ہوئی ہو تو اس عورت کو قادیانی کے حوالہ کرنا حرام ہے ﴿۱﴾ اور ہمیشہ کیلئے زنا پر مجبور کرنا ہے جو کہ مسلمان حاکم اور محکوم تمام کیلئے بدنما داغ ہے۔ وھو الموفق

قادیانی سے نکاح کالعدم اور حرام ہے اور اولاد صرف والدہ سے ثابت النسب ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسلمان لڑکی کا نکاح قادیانی (لاہوری) سے کیا گیا، اور اولاد بھی پیدا ہوئی، پھر پوتے پوتیاں اب جبکہ وہ غیر مسلم قرار دئے گئے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی ملازم حسین راولپنڈی ۱۷/ جولائی ۱۹۷۹ء

الجواب: یہ نکاح حرام اور کالعدم ہے اور اولاد کا نسب صرف والدہ سے ثابت ہے اور اس مرزائی سے ثابت نہیں، کما فی الدر المختار ۳: ۵۵۵ وفی مجمع الفتاویٰ نکح کافر مسلمۃ

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی: واذا اسلم احد الزوجین عرض الاسلام علی الآخر فان اسلم فبھا والا بان ابی اوسکت فرق بینھما.
(الدر المختار علی ھامش رد المحتار ۲: ۲۲۲ باب نکاح الکافر)

فولدت منه لا یثبت النسب منه ولا تجب العدة لانه نکاح باطل ﴿۱﴾. وهو الموفق

لاعلمی کی وجہ سے قادیانیہ کے ساتھ نکاح کرنے اور کرانے والے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں گجرات کا رہائشی ہوں میں نے جنوری ۱۹۷۵ء میں شہباز یہ نوشہرہ صدر سے اسلامی فقہ کے مطابق نکاح کیا نکاح مولانا........ خطیب مسجد درزیان نے پڑھایا، اس دوران میں لڑکی نے خود کو مسلمان حنفی مذہب ظاہر کیا، ساڑھے تین سال جدہ میں میرے پاس آبادرہی، میں نے مسمی مذکورہ کو فریضہ حج کی ادائیگی کا کہا تو اس نے نازیبا الفاظ استعمال کئے اور کہا کہ میرا حج اکبر دسمبر میں ربوہ میں ہوتا ہے میں نے اس کو اسلام کی دعوت دی لیکن انکار کے بعد میں نے طلاق ثلاثہ دے کر پاکستان رخصت کیا، پوچھنا یہ ہے:

(۱) کہ بوجہ لاعلمی اس نکاح کے دوران میں جماع کا کیا حکم ہے؟ کیا شرعاً کوئی تعزیر ہے؟

(۲) بعد میں سول جج باختیارات فیملی جج گجرات نے نکاح کو غیر شرعی قرار دے دیا ان کی قادیانیت ثابت ہوگئی، تاہم اس نکاح کے کرنے والے مولوی پر کوئی گناہ ہوگا؟ یا گواہان گنہگار ہوں گے؟

(۳) بوقت نکاح حق مہر پانچ ہزار معجّل اور پانچ ہزار مؤجل رکھا تھا وہ نکاح کے دوسرے دن دے دیا تھا اب انکاری بھی ہے۔اور عدالت سے رجوع کیا ہے اس مہر کا کیا حکم ہے؟......

(۴) اپنے سامان کے علاوہ تقریباً پچیس ہزار کا میرا سامان بھی لے گئی ہے اس کو واپس کر سکتا ہوں یا وہ اس کا ہوگا؟

(۵) ربوہ کا عقیدہ اور غلام احمد کو نبی کہنے والے اگر مسلمان کے ساتھ دھوکہ یا مذہبی توہین کا ارتکاب کریں تو حاکم وقت ان کا محاسبہ کرے گا یا نہیں؟ نیز حکومت نے ان کو غیر مسلم قرار دیئے ہیں، مگر یہ لوگ شناختی

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۸۷ قبیل باب الحضانة)

کارڈ، پاسپورٹ اور مسلم فیملی لاء ۱۹۶۸ء کی عدالتوں کو دھوکہ دینے کیلئے اسلام کا نام استعمال کرتے ہیں کیا یہ لوگ مسلم فیملی لاء ۱۹۶۹ء کے تحت مسلمان کے خلاف دعویٰ کرنے کے مجاز ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اورنگزیب خان لودھی کنجاہ گجرات......۱۶/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: (۱) قادیانیہ عورت مرتدہ ہے اور مرتدہ سے نکاح ناجائز اور کالعدم ہوتا ہے (شامی ﴿۱﴾ بحر)﴿۲﴾. اور لاعلمی کی وجہ سے اس خاوند پر کوئی حد یا تعزیر نہیں ہے، خصوصاً جبکہ شبہ عقد موجود ہے (شامی)﴿۳﴾.

(۲) چونکہ ناکح، خطیب (نکاح خوان) اور گواہان نے لاعلمی کی وجہ سے متعلقہ کارروائی کا ارتکاب کیا ہے لہٰذا ان میں سے کوئی بھی مجرم اور گنہگار نہیں ہوگا، لحدیث ورد بذلک﴿۴﴾.

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ویبطل من النکاح والذبیحة والصید والشهادة والارث، قال ابن عابدین: النکاح ای ولو لمرتدةمثله.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۳: ۳۳۰ باب المرتد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم: فلا یتزوج المرتد مسلمة ولا کتابیة ولا مرتدة ولا یتزوج المرتدة مسلم ولا کافر ولا مرتد.

(البحر الرائق ۳: ۲۰۹ باب نکاح الکافر)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: ولا حد ایضا بشبهة العقد ای عقد النکاح، قال ابن عابدین: ای ما وجد فیه العقد صورة لاحقیقة... او لکون اختها مثلا فی نکاحه او هی مجوسیة او مرتدة فلا حد علیه وان علم الحرمة.

(الدرلمختار مع ردالمحتار ۳: ۱۶۸ مطلب فی بیان شبهة العقد کتاب الحدود)

﴿۴﴾ عن ابن عباس ان رسول اللهﷺ قال ان الله تجاوز عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرهوا علیه رواه ابن ماجة والبیهقی وفی الجامع رواه ابن ماجة عن ابی ذر والطبرانی والحاکم فی مستدرکه عن ابن عباس وفی (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

(۳)صورت مسئولہ میں شبہ عقد کی وجہ سے حد ساقط ہے اور جماع کی وجہ سے مہر لازم ہے (شامی)﴿۱﴾

(۴) آپ اپنے سامان یا اس کی قیمت لینے کے مجاز ہیں۔

(۵) مرتد لوگ اس دعویٰ کے مجاز نہ ہوں گے بلکہ فراڈ کرنے وغیرہ جرائم کی سزا ملنے کے مستحق ہیں۔ وهو الموفق

مشرکہ عورت سے دیوبندی عقیدہ رکھنے والے کا نکاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صحیح العقیدہ متشرع دیوبندی مسلک رکھنے والے مسلمان نوجوان مرد کا نکاح ایک بریلوی عقیدہ عورت جس کا عقیدہ یہ ہو کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور ہے، عالم الغیب حاضر وناظر اور کارساز بھی ہے بشریت سے منکر ہے، نیز تمام انبیاء عظام اور اولیاء کرام حاجت روا، مشکل کشا، عالم الغیب اور حاضر وناظر ہیں وغیرہ، سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سیف الدین اٹک شہر.....۱۹۸۳ء/۸/۷

(بقیہ حاشیہ) روایۃ للطبرانی عن ثوبان. (مرقاۃ المفاتیح ۱۱: ۴۷۱ باب ثواب هذه الامة)وفی انجاح الحاجة هامش ابن ماجة: ان الله تعالیٰ رفع عن امتی الخ (ابن ماجة ۱: ۲۵)

وقال العلامة ابن عابدین: (رفع عن امتی الخطأ) قال فی الفتح ولم یوجد بهذا اللفظ فی شیئ من کتب الحدیث بل الموجود فیها ان الله وضع عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرهوا علیه رواه ابن ماجة وابن حبان والحاکم وقال صحیح علی شرطهما.

(ردالمحتار ۱: ۴۵۴ مطلب فی الفرق بین السهو والنسیان)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وفی مسئلة النسیان اذالحکم فی تزوجهما معا البطلان وعدم وجوب المهر الا بالوطء کما فی عامة الکتب الخ.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۱۰ باب المحرمات)

الجواب: ایسی عورت سے مسلمان کا نکاح درست نہیں ہے، ایسی عورت مرتدہ ہے اور اہل کتاب سے بھی بدتر ہے ﴿۱﴾ لقولہ تعالیٰ: ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن (الآیة) ﴿۲﴾. وھو الموفق

قبر پرست اور غیر اللہ کے نام نذر و نیاز کرنے والے کے ساتھ نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قبر پرست، پیر پرست غیر اللہ کے نام نذر و نیاز دینے والے اور دوسرے شرکیہ عقائد رکھنے والے شخص کے ساتھ نکاح کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: صوفی محمد شریف کیملپور ۱۰/۲/۱۹۷۵ء

الجواب: بشرط صدق و ثبوت ایسے شخص کے ساتھ مسلمان لڑکی کا نکاح درست نہیں ہے، کما فی الھندیة ۱: ۲۹۹ ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التی استحسنوھا والمعطلة والزنادقة والباطنیة والاباحیة وکل مذھب یکفر بہ معتقدہ کذا فی فتح القدیر ﴿۳﴾. وھو الموفق

پرچمی و خلقی پارٹی والوں سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو لوگ افغانستان میں پرچمی اور

﴿۱﴾ وفی الھندیة: لا یجوز نکاح المجوسیات ولا الوثنیات ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التی استحسنوھا والمعطلة والزنادقة والباطنیة والاباحیة وکل مذھب یکفر بہ معتقدہ کذا فی فتح القدیر.

(فتاوی عالمگیریہ ۱: ۲۸۱ القسم السابع المحرمات بالشرک)

﴿۲﴾ (سورة البقرة پارہ: ۲ آیت: ۲۲۱)

﴿۳﴾ (فتاوی عالمگیریہ ۱: ۲۸۱ القسم السابع المحرمات بالشرک)

خلقی ہیں اور مجاہدین کے مقابلہ میں لڑتے ہیں ان لوگوں کے ساتھ نکاح کا کیا حکم ہے اور ان کے نکاح ختم ہو چکے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی محمود حقانی ۱۴/۲/۱۹۸۷ء

الجواب: ہر اس شخص جس کا عقیدہ کمیونزم ہو اور کمیونزم کو موجب ترقی اور اسلام کو موجب تنزل کہتا ہو وہ مرتد ہے ﴿۱﴾ ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں، اور ان کی زوجات کے ساتھ بعد از عدت نکاح کیا جا سکتا ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

فسخ نکاح کیلئے ارتداد موجب فسخ اور مجوز نکاح ثانی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت جو کسی آدمی کا منکوحہ ہو اور صرف اسی ارادے پر کہ میرا نکاح ختم ہو جائے ارتداد اختیار کرے اور دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح

﴿۱﴾قال العلامۃالافندی: ذکر فی المسایرۃ ان مایـنفی الاستسلام او یوجب التکذیب فھو کفر، وقال الحصکفی: من ھزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقدہ للاستخفاف فھو ککفر العناد والکفر شرعا تکذیبہ ﷺ فی شیئ مماجاء بہ من الدین ضرورۃ.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۳: ۳۱۱ باب المرتد)

وفی الھندیۃ:وبتحسین امر الکفار اتفاقا. (فتاویٰ عالمگیریۃ ۲: ۲۷۷ کتاب الارتداد)

﴿۲﴾قال العلامۃ الحصکفی: لم تبن حتی تحیض ثلاثا او تمضی ثلاثۃ اشھر قبل اسلام الآخر اقامۃ لشرط الفرقۃ مقام السبب، قال ابن عابدین: وھل تجب العدۃ بعد مضی ھذہ المدۃ فان کانت المرأۃ حربیۃ فلا لانہ لا عدۃ علی الحربیۃ وان کانت ھی المسلمۃ فخرجت الینا فتمت الحیض ھنا فکذلک عند ابی حنیفۃ خلافا لھما لان المھاجرۃ لاعدۃ علیھا عندہ خلافا لھما کما سیأتی بدائع وھدایۃ وجزم الطحاوی بوجوبھا قال البحر وینبغی حملہ علی اختیار قولھما.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۴۲۴ باب نکاح الکافر)

کرے تو کیا یہ پہلا نکاح ختم ہو جاتا ہے اور جب اسلام قبول کرے تو یہ دوسرا نکاح دوسرے آدمی کے ساتھ منعقد ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: متعلم جامعہ حقانیہ.....۱۴۰۴ھ/۴/۴

الجواب: عورت کی ارتداد جب خاوند سے جدائی کیلئے ہو تو موجب فسخ نکاح نہیں ہے اور دوسرے خاوند کیلئے مجوز نکاح نہیں ہے، والتفصیل فی ردالمحتار ۲: ۵۴۰ ﴿۱﴾. وھو الموفق

شیعہ بن جانے سے سابقہ نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا ایک لڑکی سے چھوٹی عمر میں نکاح ہوا ہے نکاح کے وقت دونوں مسلمان تھے بعد میں مرد نے شیعہ عورت کے ساتھ نکاح کیا، واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آدمی بھی شیعہ ہو چکا ہے لیکن آدمی خود انکاری ہے کہ میں شیعہ نہیں ہوں اس صورت میں اس شخص کا پہلی عورت کے ساتھ نکاح باقی ہے یا ختم ہوا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید ٹانک ڈی آئی خان.....۱۹۶۹ء/۱/۱۲

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: لو ارتدت لمجئ الفرقة منها تجبر على الاسلام وعلى تجديد النكاح زجرا لها بمهر يسير كدينار وعليه الفتوىٰ ولو الجية وافتى مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجرا وتيسيرا لا سيما التي تقع في المكفر ثم تنكر قال في النهر والافتاء بهذا اولىٰ من الافتاء بما في النوادر لكن قال المصنف ومن تصفح احوال نساء زماننا وما يقع منهن من موجبات الردة مكررا في كل يوم لم يتوقف في الافتاء برواية النوادر قال ابن عابدين: (قوله زجرا لها) عبارة البحر حسما لباب المعصية والحيلة للخلاص منه ولا يلزم من هذا ان يكون الجبر على تجديد النكاح مقصورا على ما اذا ارتدت لاجل الخلاص منه بل قالوا ذلك سدا لهذا الباب من اصله سواء تعمدت الحيلة ام لا كي لاتجعل ذلك حيلة ولا يخفىٰ ان الافتاء بما اختاره بعض ائمة بلخ اولىٰ من الافتاء بما في النوادر الخ.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۴۲۶ باب نكاح الكافر)

الجواب: تاوقتیکہ یہ ثابت نہ ہوکہ یہ شخص شیعہ کے اس طائفہ میں داخل ہوا ہے جو کافر ہیں اس وقت تک پہلا نکاح باقی رہے گا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مہرِ معجّل کی عدمِ ادائیگی سے نکاح کونقصان نہیں پہنچتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اپنے لڑکے بکر کے رشتہ کے واسطے خالد کے گھر جرگہ لے جاتا ہے خالد انکار کرتا ہے لیکن زید اور خالد کے سسرال خالد کو مجبور کرتے ہیں بالآخر خالد نے ایک شرط لگائی کہ زید بکر کی طرف سے لڑکی کو دس ہزار روپیہ نقد یا اس مالیت کی زمین مہر میں دے، اس شرط کو مانتے ہوئے سسرال یعنی زینب کا جد فاسد نکاح کرا دیتا ہے جبکہ زینب اس وقت نابالغ تھی، بالغ ہونے پر زینب نے انکار کیا خالد نے متعدد دفعہ بکر سے بذریعہ جرگہ کہا کہ شرط پوری کردو تو رشتہ اٹھالو ورنہ رشتہ نہیں دوں گا، اس بات پر زینب کا جد فاسد اپنی جائیداد بکر کے نام بیع کر دیتا ہے کہ تم شرط پوری کرو، بکر انتقال درج کراتا ہے اور بوقت تصدیق انتقال بکر اس شرط وفاء کو فسخ کر کے روپوش ہو جاتا ہے اور درج شدہ انتقال کاغذات محکمہ مال سے خارج ہو جاتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اگر بکر اس شرط کو پورا کرے تو زینب کا نکاح جو جد فاسد نے کیا ہے درست ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ شرط پورا نہ کرے تو بھی یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور زینب اس صورت حال میں دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عظیم اللہ خان چھتہ بٹہ ہزارہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وبهذا ظهر ان الرافضي ان كان ممن يعتقد الالوهية في على او ان جبريل غلط في الوحي او كان ينكر صحبة الصديق او يقذف السيدةالصديقة فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما اذا كان يفضل عليا او يسب الصحابة فانه مبتدع لا كافر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۱۴ فصل في المحرمات قوله وصح نكاح كتابية)

الجواب: زینب نابالغ بچی کا نکاح بکر کے ساتھ تا حال موجود ہے لہٰذا دوسری جگہ نکاح درست نہیں ہے کیونکہ مہر معجّل کے عدم ادائیگی سے نکاح کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، نیز خیار بلوغ کی صورت میں بغیر قضاء قاضی کے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ لان الحکم عند عدم قبض المعجل المنع الوطی وغیره فی الدر المختار ولها منعه من الوطی ودواعیه لاخذ ما بین تعجیله انتهی مختصرا، قال العلامة الشامی ۲: ۳۶۷ وکذا لولی الصغیرة المنع المذکور (۱) وفی الهندیة ۱: ۳۰۴ ویشترط فیه القضاء بخلاف خیار العتق کذا فی الهدایة فان اختار الصغیر او الصغیرة الفرقة بعد البلوغ فلم یفرق القاضی بینهما حتی مات احدهما توارثا ویحل للزوج ان یطأها مالم یفرق القاضی بینهما (۲) وهو الموفق

بیوی کو بلا تحقیق خنثیٰ کہہ کر باپ کے گھر بٹھانا ظلم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کو سن بلوغ پہنچ جانے پر حیض آتا رہتا ہے پستان عورتوں کی طرح ہیں اس کے علاوہ دایہ بھی اس کی عورت ہونے کا اعتراف کرتی ہے، اس عورت کی شادی ہوگئی اور تین ماہ تک شوہر کے پاس خلوت میں رہی، اب شوہر نے بیوی سے کہا کہ اپنے باپ کے گھر بیٹھ جا کیونکہ میرے پاس آپ کا رہنا گناہ ہے، تو عورت نہیں ہے خنثیٰ ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی محمد متعلم حقانیہ ۱۶/۱/۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر عقد نکاح ان علامات کے ظہور کے بعد ہوا ہو تو یہ عقد لازم ہے اور یہ عورت

---

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۳۸۸، ۳۸۹ مطلب فی منع الزوجة نفسها لقبض المهر)

(۲) (فتاوی عالمگیریه ۱: ۲۸۵ الباب الرابع فی الاولیاء)

منکوحہ ہے﴿۱﴾بغیر طلاق کے آزاد نہیں ہوسکتی اور یہ شوہر اس اقدام میں ظالم ہے، یدل علی اصل المسئلة ما فی الهندیة ۶: ۴۶۳ ولو ظهر له ثدی کثدی المرأة اونزل له لبن فی ثدیه او حاض...... فهو امرأة﴿۲﴾. وهو الموفق

لڑکی کے نکاح میں فریقین کا دعویٰ اور صورت فیصلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی مطلقہ کا نکاح تیرہ جون کو زید کے ساتھ اجلاس عام میں کیا گیا بعد میں اکرم نے اسے اغوا کیا اور دعویٰ کیا کہ میں نے ۲۳/ مئی کو اس کے ساتھ نکاح کیا ہے جبکہ اکرم اس تاریخ کو جیل میں پابند سلاسل تھا، اس کے چچا کا بیان ہے کہ میں نے اس سے جیل میں وکالت لی تھی اور لڑکی کا ماموں کہتا ہے کہ میں نے لڑکی سے وکالت لی تھی، اور یہ دونوں گواہ بھی پیش کرتے ہیں اور زید دعویٰ کرتا ہے کہ ۱۳/ جون کے نکاح کے علاوہ ۲۶/ اپریل پر بندہ نے اس کے ساتھ گندم کی کٹائی کے دوران میں دو گواہوں کے سامنے نکاح کیا ہے اب متواتر دو جرگوں نے لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ ثابت کیا ہے، علاوہ ازیں امام صاحب مسجد کا بیان ہے کہ میں تیرہ جون سے ایک ہفتہ قبل اس لڑکی کو اپنے بھتیجے کے نکاح میں لانے کیلئے اس کے گھر گیا لیکن مہر میں راضی نہ ہونے کی وجہ سے واپس آیا، اب اس لڑکی کا نکاح کس کے ساتھ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی نور حسین شاہ ڈم کلہ کرک......۱۹۶۹ء/۱/۲

﴿۱﴾قال العلامة الافندی: لو زوجه ابوه او مولاه امرأة او رجلا لا یحکم بصحته حتی یتبین حاله انه رجل او امرأة فاذا ظهر انه خلاف مازوج به تبین ان العقد کان صحیحا والا فباطل لعدم مصادفة المحل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۸۱ کتاب النکاح)

﴿۲﴾(فتاویٰ عالمگیریه ۶: ۴۵۷ الباب التاسع فی میراث الخنثی)

الجواب: اگر زید نے ۲۶/ اپریل کے عقد نکاح کے گواہ حکم یا حاکم کے سامنے پیش کئے تو سبقت تاریخ کی وجہ سے اس کا دعویٰ ثابت ہوگا، اور فریقین کیلئے شہادت پیش کرنے سے قبل عورت اس کی ہوگی، جس کیلئے عورت اقرار کرتی ہو، صرح به فی جمیع معتبرات الفقه، قال صاحب الهدایة ۳: ۲۱۲ ویرجع الی تصدیق المرأة لاحدهما وهذا اذالم یوقت البینتان فاما اذا وقتا فصاحب الوقت الاول اولیٰ (یعنی اذا لم یکن الدعویٰ بعد الطلاق) وان اقرت لاحدهما قبل اقامة البینة فهی امرأته لتصادقهما وان اقام الآخر البینة قضیٰ بها لان البینة اقویٰ من الاقرار انتهیٰ باختصار یسیر ﴿۱﴾. وهو الموفق

کنیز کے ساتھ جماع کرنے اور نکاح نہ کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا یہ سچ ہے کہ ایک مسلمان چار عدد بیویاں رکھنے کے باوجود بے شمار کنیز بھی رکھ سکتا ہے، کیا یہ درست ہے؟ جبکہ جس کتاب کو میں مطالعہ کر رہا تھا اس میں لونڈیوں سے نکاح نہ کرنے کا لکھا تھا، صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی غلام نبی مردان ..... ۱۹/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: مسلمان لونڈی سے مالک بغیر نکاح کے جماع کر سکتا ہے، لقوله تعالیٰ: الا علی ازواجهم او ماملکت ایمانهم ﴿۲﴾ لیکن بشرطیکہ یہ کنیز مسلمان یا اہل کتاب ہو لان محل الجماع هو هذا کما فی ردالمحتار ﴿۳﴾.....

﴿۱﴾ (هدایة ۳: ۲۱۸ باب مایدعیه الرجلان)

﴿۲﴾ (سورة المؤمنون آیت: ۶ پارہ: ۱۸) (وسورة المعارج آیت: ۳۰ پارہ: ۲۹)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: وحرم نکاح المولیٰ امته والعبد سیدته لان المملوکية تنافی المالکية ..... وحرم نکاح الوثنية بالاجماع قال ابن عابدین: ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

والبدائع﴿۱﴾ اپنی کنیز سے نکاح نہیں کیا جائے گا، لانہ کاستیجار مملوکه﴿۲﴾ وایضا لقوله تعالیٰ: کمامر. وهوالموفق

(بقیہ حاشیہ) وافاد بحرمة النکاح حرمة الوطٔ بملک الیمین کما یأتی قوله کتابیة اطلقه فشمل الحربیة والذمیة والحرة والامة الخ.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۳۱۴ قبیل مطلب فیما لو زوج المولیٰ امته)

﴿۱﴾ قال العلامة الکاسانی: والاصل ان لا یحل وطء کافرة بنکاح ولا بملک یمین الا الکتابیات خاصة.

(البدائع الصنائع ۲:۵۵۴ مبحث عدم نکاح المشرکة)

﴿۲﴾ قال العلامة المرغینانی: ولا یتزوج المولیٰ امته ولا المرأة عبدها لان النکاح ما شرع الامثمراً بثمرات مشترکة بین المتناکحین والمملوکیة تنافی المالکیة فیمتنع وقوع الثمرة علی الشرکة. (هدایة ۲:۳۱۰ فصل فی بیان المحرمات)

...... : قال اللّٰه تعالیٰ : ......

وانزل من السمآء مآء،

فاخرجنا به ازواجا من

نبات شتیٰ.

......﴿طٰه : ۵۳﴾......

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد اول

مسائل شتیٰ

مسائل شتیٰ[1]

اس عنوان کے تحت وہ مسائل جمع کئے گئے ہیں جو حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے بیماری کی حالت میں لکھے اور سہ ماہی الفرید میں دارالافتاء کے عنوان سے شائع ہوتے رہے، سہ ماہی الفرید جلد: ۷ شمارہ: ۱ سے جلد: ۸ شمارہ: ۴ تک کے ان مسائل کو جمع کر کے مسائل شتیٰ کے عنوان سے برائے افادہ عام شامل فتاویٰ کیا جاتا ہے۔ (از مرتب)

سلام کے الفاظ میں اضافی کلمات کی مقدار

سوال: اگر کوئی شخص السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہدے تو جواب دینے والا اس پر اضافی کلمات کہیں گے یا نہیں؟ مثلاً ومغفرتہ وغیرہ؟

الجواب: افضل یہ ہے کہ سلام کرنے والا اور مجیب دونوں "وبرکاتہ" تک الفاظ کہدیں، کما فی الھندیۃ ۵: ۳۲۵ والافضل للمسلم ان یقول السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ والمجیب کذلک یرد، ولا ینبغی ان یزاد علی البرکات شیئ قال ابن عباس رضی اللہ عنھما لکل شیئ منتھیٰ ومنتھی السلام البرکات کذا فی المحیط﴿۱﴾.

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۲۵ الباب السابع فی السلام وتشمیت العاطس)

البتہ ابو داؤد۲:۳۵۹ باب کیف السلام میں ومغفرتہ کالفظ آیا ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

زلزلہ کے وقت مکان سے باہر نکلنا مستحب ہے

سوال: زلزلہ کے وقت مکان سے باہر فضا میں نکلنا جائز ہے یا مکروہ؟

الجواب: زلزلہ کے وقت چونکہ مکان اور چھت گرنے کا خطرہ ہوتا ہے اسلئے فضا میں نکلنا مستحب ہے، کما فی الھندیة ۵ : ۳۷۹ رجل کان فی البیت اخذته الزلزلة لا یکره له الفرار الی الفضاء بل یستحب لما روی عن النبی ﷺ انه مر بحائط مائل فاسرع فی المشی فقیل له أتفر من قضاء الله قال أفر من قضاء الله الی قضاء الله الخ ﴿۲﴾ وھکذا فی البزازیة علی ھامش الھندیة ۲ : ۳۷۱ ﴿۳﴾ .وھو الموفق

﴿۱﴾ عن سھل بن معاذ بن انس عن ابیه عن النبی ﷺ بمعناه زاد ثم اتی آخر فقال السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته ومغفرته فقال اربعون قال ھکذا تکون الفضائل.

(سنن ابی داؤد ۲ : ۳۵۹ باب کیف السلام)

وقال الشیخ محمد زکریا الکاندھلوی: وفی الدر المختار لا یستحب ان یزید علی وبرکاته وقد ورد فی ذلک روایات مرفوعة فی مجمع الزوائد وفی جمع الفوائد عن ابن عباس ان السلام قد انتھی الی البرکة وکذا عن ابن عمر انه کره الزیادة وفی الدر المنثور حکی الانتھاء الی البرکة عن عروة بن الزبیر وھکذا فی العالمگیریة عن علی وابن عباس واورد الحافظ الآثار فی ذلک فی الفتح.

(التعلیق علی بذل المجھود فی حل ابی داؤد ۵ : ۳۲۲ باب کیف السلام)

وقال فی اوجز المسالک بعد ما نقل کلام الحافظ: فغایة ما یثبت به الجواز والسنة ما علیھا الروایات المعروفة (ھامش عمل الیوم واللیلة للدینوری ۱۹۳ باب ثواب السلام)

﴿۲﴾ (فتاوی عالمگیریه ۵ : ۳۷۹ الباب الثلاثون فی المتفرقات)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن البزاز الکردری: واذا تزلزلت (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

حدیث "من بشرنی بخروج صفر بشرته بالجنة" ثابت نہیں ہے

سوال: کیا یہ حدیث ثابت ہے "من بشرنی بخروج صفر بشرته بالجنة"۔

الجواب: ملا علی قاری نے کہا ہے، لا اصل له كما في الموضوعات الكبرى صفحه: ٢٢٥ (١) . وفي الهندية ص ٥: ٣٨٠ اما ما يقولون في حق صفر فذلك شيئ كانت العرب يقولونه (واما الخبر المذكورة) فهو كذب محض كذا في جواهر الفتاوى (٢) .وهو الموفق

گردوغبار ختم کرنے کیلئے راستوں میں بقدر حاجت پانی چھڑکنا

سوال: بارش وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے گردوغبار ختم کرنے کیلئے سڑکوں اور راستوں پر پانی ڈالنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: بقدر حاجت جائز ہے، کمافی الملتقط(۲۱)لا بأس برش الماء في الطريق لتسكين الغبار فالزيادة على الحاجة لا تحل (٣)، وهكذا في

(بقيه حاشيه) الارض وهو في بيته له الفرار الى الصحراء لقوله تعالى ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة وفيه قيل الفرار مما لا يطاق من سنن المرسلين.

(فتاوى بزازية على هامش الهندية ٦ : ٣٤١ كتاب الكراهية التاسع في المتفرقات)

(١) قال العلامة نورالدين ملا علي قاري الهروي. حديث "من بشرني بخروج صفر بشرته بالجنة" لا اصل له. وعلى هامشه ذكره تذكرة الموضوعات ١١٦ وكشف الخفاء ٢: ٣٢٧.

(الموضوعات الكبرى للقاري ٥ ٢٢ رقم حديث: ٩٨٦)

(٢) (فتاوى عالمگيريه ٥: ٣٨٠ الباب الثلاثون في المتفرقات)

(٣) (الملتقط في الفتاوى الحنفية ١٢ كتاب الطهارات)

الهندية ۵: ۳۸۱ ﴿۱﴾. وهو الموفق

نوافل میں آیت واحدہ کی تکرار مکروہ نہیں

سوال: بعض کتابوں نے نماز حاجت کے مختلف طریقے بتائے ہیں۔ مثلاً پہلی رکعت میں حسبنا الله ونعم الوكيل سو بار دوسری میں وافوض امری الی الله سو بار یا سورۃ اخلاص کواتنی بار وغیرہ، کیا تکرار آیات ایک رکعت میں جائز ہے؟

الجواب: نفلی نماز میں یہ تکرار مکروہ نہیں اور فرض نماز میں بغیر کسی عذر اور نسیان کے مکروہ ہے، کمافی الهندية ۱: ۱۰۷ واذا كرر آية واحدة مراراً فان كان فی التطوع الذی یصلی وحده فذلک غیر مکروه، وان کان فی الصلوٰة المفروضة فهو مکروه فی حالة الاختيار واما فی حالة العذر والنسیان فلا بأس هكذا فی المحيط ﴿۲﴾. وهو الموفق

روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہو کر دوسروں کا سلام پہنچانا جائز ہے

سوال: بعض لوگ روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہو کر دوسرے لوگوں کا سلام پہنچاتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟ وہاں پر بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں۔

الجواب: یہ سلام پہنچانا جائز ہے، كما فی الهندية ۱: ۲۶۵ ويبلغه سلام من اوصاه فيقول السلام عليک يا رسول الله من فلان بن فلان يستشفع بک الی ربک فاشفع له ولجميع المسلمين ﴿۳﴾، اور یہ سلف صالحین کا معمول رہا ہے، کما فی الملتقط ۹۴

﴿۱﴾ وفی الهندية: لا بأس برش الماء فی الطريق لتسكين الغبار والزيادة علی الحاجة لا تحل. (فتاوی عالمگیریه ۵: ۳۸۱ قبيل كتاب التحری)

﴿۲﴾ (فتاوی عالمگیریه ۱: ۱۰۷ الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة ومالا یکره)

﴿۳﴾ (فتاوی عالمگیریه ۱: ۲۶۵ خاتمة فی زيارة قبر النبی ﷺ)

قال عمر بن عبد العزیز لرجل اذا قدمت المدینة واتیت قبر النبی ﷺ فاقرأه منی السلام ﴿۱﴾، سوائے نجدی لوگوں کے کسی نے اس پر نکیر نہیں کیا ہے۔

نابالغ یا کافر نے آیت سجدہ پڑھ لیا تو مکلّف سامع پر سجدہ واجب ہے

سوال: کسی کافر یا نابالغ نے آیت سجدہ تلاوت کی یہ دونوں چونکہ اہل نہیں ہیں تو ان سے سننے پر سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: نابالغ اور کافر پر سجدہ نہیں البتہ سننے والا اگر اہل اور مکلّف ہے تو اس پر واجب ہے، کما فی الملتقط ۵۲ الصبی اذا تلا آیة السجدة لا یجب علیه السجدة وتجب علی من سمع ذلک وکذلک الکافر والحائض ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (الملتقط فی الفتاویٰ الحنفیة ۹۴ مطلب فی الحاج عن الغیر)

وقال الشاه اشرف علی التهانوی: حضرت عمر بن عبدالعزیز (جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں) سے ثابت ہے کہ روضہ اقدس پر سلام پہنچانے کیلئے قصداً قاصد کو بھیجتے تھے اور کسی سے نکیر منقول نہیں تو یہ ایک قسم کا اجماع ہوگیا اور جب دوسرے کا سلام پہنچانے کیلئے سفر جائز ہے لانه اقرب الی الضرورة لکونه عملا لنفسه، اور وہ روایت یہ ہے: فی خلاصة الوفاء ۴۷ للسمهودی المتوفی ۱۰۱۱ھ وقد استفاض عن عمر بن عبد العزیز انه کان یبرد البرید من الشام یقول سلم لی علی رسول الله ﷺ، وقال الامام ابوبکر بن عمر بن ابی عاصم النبیل من المتقدمین فی مناسک له التزم فیها الثبوت (لعل المراد انه لا یروی فیها الا الروایات الثابتة المقبولة عند اهل الفن) وکان عمر بن عبد العزیز یبعث بالرسول قاصدا من الشام الی المدینة لیقرئ النبی ﷺ السلام ثم یرجع. (کذا کتب الی المولوی محمد شفیع من الدیوبند).

(بوادر النوادر ۴۰۳ تحقیق اعراس وزیارت روضه مقدسه)

﴿۲﴾ (الملتقط فی الفتاوی الحنفیة ۵۲ مطلب فی زیارة القبور)

کھانا کھانے کے بعد ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرنا

سوال: کیا کھانا کھانے کے بعد ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرنا جائز ہے۔کیا یہ کاغذ کی بے حرمتی نہیں؟بینوا توجروا

الجواب: کھانا کھانے کے بعد کاغذ سے ہاتھ صاف کرنا مکروہ ہے، کما فی الھندیة ۵: ۳۲۲ حکی الحاکم عن الامام انه کان یکره استعمال الکواغذ فی ولیمة لیمسح بها الاصابع وکان یشدد فیه ویزجر عنه زجراً بلیغاً کذا فی المحیط﴿۱﴾،البتہ یہ مخصوص قسم کا کاغذ جو صفائی کیلئے بنایا گیا ہے مکروہ نہیں، لانه لا قیمة له بعد القطع وکذا لیس هذا للکتابة فافهم﴿۲﴾، البتہ انگلیوں کو صاف کرنے سے پہلے چاٹنا سنت ہے،کما فی الهندیة ۵: ۳۳۷ ومن السنة لعق الاصابع قبل المسح بالمندیل کذا فی الوجیز للکردری﴿۳﴾.وهو الموفق

امام مالک رحمہ اللہ تابعی ہے یا تبع تابعی؟

سوال: امام مالک رحمہ اللہ تابعی ہے یا تبع تابعی؟

﴿۱﴾(فتاویٰ عالمگیریه ۵: ۳۲۲ الباب الخامس فی اداب المسجد والقبلة والمصحف الخ)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: واذا کانت العلة فی الابیض کونه آلة للکتابة کما ذکرناه یؤخذ منها عدم الکراهة فیما لا یصلح لها اذا کان قالعا للنجاسة غیر متقوم کما قدمناه من جوازه بالخرق البوالی وهل اذا کان متقوما ثم قطع منه قطعة لا قیمة لها بعد القطع یکره الاستنجاء بها ام لا الظاهر الثانی لانه لم یستنج بمتقوم نعم قطعه لذلک الظاهر کراهته لو بلا عذر بان وجد غیره لان نفس القطع اتلاف.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۲۵۰ فصل فی الاستنجاء)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۵: ۳۳۷ الفصل الحادی عشر فی الکراهة فی الاکل وما یتصل به)

الجواب: تبع تابعی ہونے میں کوئی شک نہیں ،البتہ آپ کو تابعی شمار کیا جاتا ہے، کیونکہ عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص کی صحابیت اور امام مالک کا ان سے روایت کرنا ثابت ہے،ذکرہ فی المرقاۃ ۱:۱۸ وقیل من التابعین اذروی انه روی عن عائشة بنت سعدبن ابی وقاص وصحبتها ثابتة۔﴿۱﴾.وهو الموفق

موبائل میں گھنٹی کی بجائے آیات قرآن یاذکراللہ کی آواز بھردینا

سوال: موبائل سیٹوں میں گھنٹی کی بجائے آیات قرآن یا کسی دوسرے ذکر وغیرہ کی آواز بھردی جاتی ہے۔کیا یہ جائز ہے؟بینوا توجروا

الجواب: چونکہ اس سے مقصود اخبار اور اعلام ہوتا ہے اور فقہاء نے ذکر وغیرہ کو آلہ اعلام واخبار بنانا مکروہ کہا ہے۔کما فی الدر المختار :وقد كرهوا والله اعلم ونحوه لإعلام ختم الدرس حين يقرر ،وقال الشامي :فإنه استعمله آلةللإعلام ونحوه إذا قال الداخل يا الله مثلاً ليعلم الجلاس بمجيئه ليهيئوا له محلاً ويوقروه.(۵:۲۰۶قبيل كتاب احياء الموات)﴿۲﴾البتہ اس میں ساز وسرود نصب کرنا بھی جائز نہیں۔عام گھنٹی جو بغیر ساز کی ہو نصب کرنے کی اجازت ہے۔وهو الموفق

مخصوص قسم کے کتوں کے ذریعے قاتل وچور کا کھوج لگانا

سوال: فوجی لوگ مخصوص قسم کے بیرونی ممالک سے کتے لاکران کے ذریعہ قاتل ،چور وغیرہ کا کھوج لگاتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

﴿۱﴾ (مرقاة المفاتيح شرح المشكوة ۱:۱۸ تذكرة الامام مالك رحمه الله تعالىٰ)

﴿۲﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۵:۲۰۶ قبيل كتاب احياء الموات كتاب الحظر والاباحة)

الجواب: یہ یقینی نہیں بلکہ ظنی امر ہے، اور تجربہ سے یہ غلط بھی ثابت ہوا ہے، لہٰذا پاک شخص کے متہم ہونے کے اندیشہ کی وجہ سے یہ عمل جائز نہ ہوگا ﴿۱﴾ اور اگر اتباع قرائن میں معتبر مانا جائے تو آیت قرآن کو مدنظر رکھنا چاہئے، قال اللہ تعالیٰ: ولا تقف مالیس لک بہ علم (الآیة)﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ کسی بھی ملزم پر فرد جرم عائد کرنے کیلئے شریعت مقدسہ نے ظاہر پر بنا کیا ہے کہ یا شہادت شرعیہ موجود ہو جائے یا اقرار سے ثابت ہو جائے تب کوئی ملزم مجرم ثابت ہو سکتا ہے، قال العلامة عبد الله الموصلي: وتثبت السرقة بما يثبت به القذف يعني بالاقرار مرة وبشهادة شاهدين كسائر الحقوق .. وينبغي ان يلقن المقر الرجوع احتيالا للدرء فقد روى: انه عليه الصلاة والسلام اتى بسارق فقال له: اسرقت؟ ما اخاله سرق؟ ويسأل الشهود عن كيفيتها وزمانها ومكانها وما هيتها ولا بد من حضور المسروق منه عند الاقرار والشهادة والقطع الخ (الاختيار لتعليل المختار ۲:۳۵۷ كتاب السرقه)

اس کے علاوہ کتوں کے ذریعہ معلوم کرنا یا عملیات کے ذریعہ کسی چور وغیرہ یا سحر کرنے والا معلوم کرنا مفید شبہ ہو سکتا ہے لیکن مفید ظن غالب اور یقین ہرگز نہیں ہے، اور شبہات یا ظنیات کی بناء پر کسی کو مجرم ٹھہرانا ہرگز شریعت میں جائز نہیں اور کتوں کے بارے میں تو عام قومی اخبارات میں بھی یہ بیان آیا تھا کہ ضلع کرک میں کتوں کے ذریعے ایک قاتل کا کھوج لگایا گیا تھا پھر مہینہ بعد وہ غلط نکلا اور اصل قاتل کوئی اور تھا، اور امام ولی اللہ الدہلوی نے برائے شناختن دزد القول الجمیل میں ایک عمل لکھا ہے اور اس کے بعد خود فرمایا ہے: قلت ويجب على من اطلع على السارق بامثال هذه ان لا يجزم بسرقته ولا يشيع فاحشته بل يتبع القرائن فانما هي طريق اتباع القرائن قال الله تعالىٰ ولا تقف ما ليس لك به علم (القول الجميل ۱۷۲).

اور حضرت شاہ اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ امداد الفتاویٰ میں حضرت شاہ صاحب کے اس عمل کے بارے میں استفسار کے جواب میں لکھتے ہیں کہ جس کا اس طرح سے پتہ لگے اس کا تفحص بطریق شرعی کریں لیکن عوام اس حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں اور پھر اس سوال کے جواب میں کہ یہ عمل کیسا ہے فرماتے ہیں: میرے نزدیک بالکل ناجائز اس لئے کہ عوام حد تفحص سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ۴:۸۸ تعویذات و اعمال) (از مرتب)

﴿۲﴾ (سورة بنی اسرائیل پارہ: ۱۵ آیت ۳۶)

مردوں کیلئے سرخ کپڑے پہننا جائز نہیں

سوال: بعض لوگ قومی یا طبقاتی تعصب میں سرخ کپڑے پہنتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: مردوں کیلئے سرخ لباس پہننا جائز نہیں ہے کمافی ردالمحتار ﴿۱﴾ وایضاً رجح الحرمة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة ﴿۲﴾ ،قلت ویؤیدالحرمةالروایات الحدیثیة ایضا﴿۳﴾ .وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله فا فادانها تحریمیة الخ) هذا مسلم لو لم یعارضه تصریح غیره بخلافه ففی جامع الفتاوی قال ابوحنیفة والشافعی ومالک یجوز لبس المعصفر وقال جماعة من العلماء مکروه بکراهة التنزیه وفی منتخب الفتاوی قال صاحب الروضة یجوز للرجال والنساء لبس الثوب الاحمر والاخضر بلا کراهة وفی الحاوی الزاهدی یکره للرجال لبس المعصفر والمزعفر والمورس والمحمر ای الاحمر حریرا کان او غیره اذا کان فی صبغه دم والا فلا ونقله عن عدة کتب وفی مجمع الفتاوی لبس الاحمر مکروه اقول ولکن جل الکتب علی الکراهة کالسراج والمحیط والاختیار والمنتقی والذخیرة وغبرها وبه افتی العلامة قاسم.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۲۵۲ فصل فی اللبس کتاب الحظر والاباحة)

﴿۲﴾قال العلامة محمد امین: وما فی المجتبیٰ وشرح النقایة لابی المکارم الحنفی لاباس بلبس الثوب الاحمر یفید کراهة التنزیه لکن صرح صاحب تحفة الملوک بالحرمة فافادان المراد کراهة التحریم وهو المحمل عند الاطلاق ومثله فی معین المفتی وفی الاختیار شرح المختار ویکره الاحمر والمعصفر لانه علیه السلام نهی عن لبس المعصفر. وفی المحیط ویکره لبس الثوب الاحمر والمعصفر قال علیه الصلاة والسلام ایاکم والحمرة فانها زی الشیطان ولا نها کسوة النساء ویکره التشبیه بهن وللعلامة قاسم فتوی مفصلة طویلة فی حرمة لبس الاحمر کمافی فتاویٰ الکازرونی الخ.
(تنقیح الفتاوی الحامدیة ۲: ۳۵۵ تحریر مسئلة لبس الاحمر)

﴿۳﴾عن عبد الله بن عمر وقال مر رجل وعلیه ثوبان احمران (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

خراب انڈا خریدنے کے بعد دکاندار کو واپس کرنے کا مسئلہ

سوال: کسی نے انڈے خریدے، توڑنے پر معلوم ہوا کہ وہ گندے اور بے کار ہیں، کیا دکاندار کو واپس کرکے وہ رقم واپس لے سکتا ہے؟

الجواب: دکاندار کو واپس کرکے رقم (قیمت) واپس لے سکتا ہے، کما فی الهداية من اشترى بيضاً او بطيخاً او قثاءً او خياراً او جوزاً فكسره فوجده فاسداً فان لم ينتفع به رجع بالثمن (باب خيار العيب ۳:۲۷)﴿۱﴾. وهو الموفق

منگنی ہونے کے بعد ایک دوسرے کے گھر عیدی وغیرہ بھیجنا

سوال: یہاں جب منگنی ہوجاتی ہے تو جانبین ایک دوسرے کے گھر عید کے موقع پر عیدی وغیرہ بھیجتے ہیں شرع میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع بلکہ مباح ہے۔

لاوارث میت کے حقوق مالی کی ادائیگی کا طریقہ

سوال: ایک شخص کی میرے پاس کچھ رقم تھی، میں انکار کررہا تھا، اب اس کا کوئی وارث نہیں ہے، اس کی ادائیگی کا کیا طریقہ اختیار کروں؟

الجواب: اس لاوارث میت کی جانب سے اس کا وہ مال صدقہ کرے، في شرح فقه الاكبر:

(بقيه حاشيه) فسلم على النبي ﷺ فلم يرد عليه رواه الترمذي وابوداؤد، وعن عمران بن حصين ان نبي الله ﷺ قال لا اركب الارجو ان الخ رواه ابوداؤد.

(مشكواة المصابيح ۲:۵۷۳ كتاب اللباس)

﴿۱﴾ (هداية على صدر فتح القدير ۶:۱۸ باب خيار العيب)

رجل له حق علی خصم فمات ولا وارث له تصدق عن صاحب الحق بقدر ماله علیه لیکون ودیعة عند الله، یوصلها الی خصمانه یوم القیامة (۱۵۸)﴿۱﴾.وھو الموفق

وضو میں گردن کا مسح مشروع اور ثابت ہے

سوال: یہاں ایک مولوی صاحب لاؤڈ اسپیکر پر ترجمہ کر رہا ہے کہتا ہے کہ مسح عنق حدیث سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ بدعت ہے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: مسح عنق مشروع اور مستحب ہے۔عندنا وعند احمد وعند الشافعی فی روایة،اور روایات سے ثابت ہے، رواہ ابو عبید والدیلمی وتاریخ اصفھان عن ابن عمر مرفوعاً وموقوفاً انه امان من الغل ومن توضأ ومسح عنقه وقی الغل یوم القیمة.وکذا ما رواہ ابو داؤد مرفوعاًیمسح راسه حتی بلغ القذال وھو اول القفا وجه الدلالة ان بلوغ منتھی الیدالی القذال یستلزم مسح العنق.وقال مسدد مسح راسه من مقدمته الی مؤخرہ حتی اخرج یدیه تحت اذنیه وھو واضح الدلالة﴿۲﴾.وھو الموفق

﴿۱﴾ (شرح فقه الاکبر للقاری ۱۵۸ بحث التوبة)

﴿۲﴾ وفی المنھاج: اعلم ان مسح العنق مستحب عندنا وعند احمد وقال به الامام الشافعی فی روایة، والحجة علی مشروعیته ما رواہ ابوعبید والدیلمی وتاریخ اصفھان عن ابن عمر مرفوعا وموقوفا انه امان من الغل ومن توضأ ومسح عنقه وقی الغل یوم القیامة وکذا ما رواہ ابوداؤد مرفوعا یمسح رأسه حتی بلغ القذال وھو اول القفا. وجه الدلالة ان بلوغ منتھی الید الی القذال یستلزم مسح العنق . وقال مسدد مسح رأسه من مقدمه الی مؤخرہ حتی اخرج یدیه تحت اذنیه وھو واضح الدلالة. واعلم انه لم یرو ان العنق من الرأس وکذا لم یثبت اخذ الماء الجدید له فالانسب ان یمسح ببلة ظھور الکفین بعد الاذنین.

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اجتماعی ختم خواجگان پر دوام مندوب اور التزام مکروہ ہے

سوال: بعض لوگ اجتماعی ختم خواجگان پڑھتے ہیں کیا اس کا ہمیشہ پڑھنا بدعت نہیں؟

الجواب: منکرات (مثلاً یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً لله) سے خالی ختم خواجگان

(بقیہ حاشیہ)(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۱ :۱۲۸ باب ان الاذنین من الرأس)

وقال العلامة عبد الحیٔ اللکھنوی: ما روی ابو داؤد واحمد من حدیث طلحة بن مصرف عن ابیه عن جده قال رأیت رسول اللهﷺ یمسح رأسه مرة واحدة حتی بلغ القذال، ووقع فی سنن ابی داؤد هو اول القفا ومنها ما روی الطحاوی فی شرح معانی الآثار ... عن طلحة بن مصرف عن ابیه عن جده قال رأیت رسول اللهﷺ مسح مقدم رأسه حتی بلغ القذال من مقدم عنقه ومنها ما ذکره ابن السکن فی کتاب الحروف من حدیث مصرف بن عمر قال رأیت رسول اللهﷺ توضأ فمسح لحیته وقفاه ... ومنها ما رواه ابونعیم فی تاریخ اصبهان من حدیث ابن عمر ان النبیﷺ قال من توضأ ومسح عنقه وقی الغل یوم القیامة ومنها ما رواه الدیلمی فی مسند الفردوس من حدیث ابن عمر مسح الرقبة امان من الغل یوم القیامة ومنها ما رواه ابوعبید فی کتاب الطهور عن عبد الرحمن بن مهدی عن المسعودی عن القاسم بن عبد الرحمن عن موسیٰ بن طلحة انه قال من مسح قفاه مع رأسه وقی الغل یوم القیامه قال العینی فی شرح الهدایة هذا وان کان موقوفا لکن له حکم الرفع لانه لا مجال للرأی فیه. ومنها ما حکاه ابن الهمام من حدیث وائل فی صفة وضوء رسول اللهﷺ ثم مسح علی رأسه ثلاثا وظاهر اذنیه ثلاثا وظاهر رقبته واظنه قال ظاهر لحیته ثم غسل قدمه الیمنی الحدیث رواه الترمذی ثم قال ابن الهمام فیه دلیل علی ان مسح الرقبة ادب الخ.

(مجموعة سبع رسائل ۵، ۶، ۷ تحفة الطلبة فی تحقیق مسح الرقبة)

حصول برکت کیلئے مشائخ کا مجرب عمل ہے ﴿۱﴾۔ اور کسی بھی امر مندوب اور مستحسن پر دوام مندوب اور التزام مکروہ ہوتا ہے، والمعروف هو الدوام لا الالتزام فافهم ﴿۲﴾ ۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ ☆قال الشيخ العالم الفاصل محمد مراد القزاني: واما هذه الختمات فالمروى منها من قدماء اكابر النقشبندية هو ختم خواجكان وكانوا يستعملونه عند ظهور حادثة ووقوع بلية برعاية شروطه من عدم الزيادة على الاعداد المعينة والنقص عنها ويصرفون همتهم لدفعها لا انهم كانوا يستعملونه في جميع الاوقات وانما كان استعماله واستعمال غيره من الختمات على سبيل الدوام عند مشائخنا المتأخرين ويمكن اختيارهم ذلك على الدوام لامرين احدهما كثرة الحوادث والبلية في زماننا بحيث لا يخلو منها وقت كما يحكم به المشاهدة والثاني ان لكل مقام مقالا ولكل ميدان رجالا فانهم لما رأوعدم تأثر بعض الطالبين من طريق الخفية واحتطاظهم به احتاروا المداومة على تلك الختمات من اجلهم وذلك جائز بل مطلوب الخ.

(هامش رشحات عين الحياة ۲۳۲ بيان الطريقة النقشبندية)

☆قال الاستاذ الكامل السيد محمد حقي النازلي: اعلم ان الامام جعفر الصادق وابويزيد البسطامي وابوالحسن الخرقاني ومن دونهم الى شاه النقشبندية قدس الله اسراهم انهم اتفقوا في قضاء الحاجات وحصول المرادات ودفع البلاء وقهر الاعداء والحساد ورفع الدرجات ووصول القربات وظهور التجليات قد استعملوا هذه الفائدة الجليلة والاسرار العربية وهي الاستغفار مأة مرة والفاتحة سبع مرات الخ.

(خزينة الاسرار الكبرى للحقى ۲۲۰ باب خواص ختم خواجكان)

﴿۲﴾ التزام مالا یلزم یعنی کسی شے کا اپنی حیثیت سے مافوق اہتمام کرنا بدعت ہوتا ہے التزام دو قسم کا ہے ایک التزام حقیقی کہ ایک شے لازم اور واجب نہ ہو اور اس کے لزوم اور وجوب کا اعتقاد کیا جائے تو یہ نذر کی صورت میں جائز ہے اور نذر کے بغیر مکروہ اور بدعت ہے اور دوسرا التزام حکمی ہے کہ کسی چیز کو لازم اور واجب نہیں سمجھتا لیکن [illegible] اس کا اہتمام کرتا ہو جیسا کہ [illegible] کا اہتمام۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

روٹی کے اوپر سلاد کے پتے یا نمک رکھنا مکروہ نہیں

سوال: بعض علماء نے لکھا ہے کہ روٹی کے اوپر کا سہ وغیرہ رکھنا مکروہ ہے، لیکن عام طور پر سلاد اور نمکدان اس پر رکھے جاتے ہیں کیا یہ بھی مکروہ ہے؟

(بقیہ حاشیہ) اور اللہ تعالیٰ نے اس پر انکار کیا اور یہ آیت نازل ہوئی (یا ایها الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافة ولا تتبعوا خطوات الشیطان (البقرة)) اور اسی طرح انصار کی ابتداء میں یہ آیت نازل ہوئی (لیس البر بان تأتوا البیوت من ظهورها) اور اللہ تعالیٰ نے اس پر انکار کیا اسی طرح عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انکار کیا ان پر جو نماز کے بعد دائیں جانب پھیرنا لازمی سمجھ رہے تھے۔ حیث قال: لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلاته یری ان حقا علیه ان لا ینصرف الا عن یمینه (بخاری ۱:۱۱۸) اور ملا علی قاری فرماتے ہیں: من اصر علی امر مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال. (مرقاة المفاتیح شرح المشکواة ۲: ۵۳)

البتہ التزام اور دوام میں فرق ضروری ہے کسی مستحب کا التزام ممنوع ہے اور اس پر دوام مطلوب ہے، قال رسول اللہ ﷺ خیر العمل ما دیم علیه وقال رسول اللہ ﷺ احب الاعمال الی اللہ ادومها وان قل، (رواہ البخاری ومسلم عن عائشة رضی اللہ عنها) پس امر مندوب و مستحسن پر دوام مندوب ہے، الا تری الی مداومة المحقق البغدادی علی تلاوة سورة الملک کل لیلة حیث حمد اللہ بذلک مع ان تلاوة سورة الملک من المستحسنات لا من الواجبات وکذا اهتمام بلال رضی اللہ عنه لتحیة الوضوء واهتمام الصلحاء القیام للتهجد وغیر ذلک من المستحبات.

التزام اور دوام کے درمیان میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے پس جو شخص کسی مستحب امر کو ہمیشہ کیلئے کرتا ہے اور التزام کے ساتھ کرتا ہے وہ دوام اور التزام دونوں کا مرتکب ہوا، اور جو شخص کسی مستحب کو کبھی کبھی کرتا ہے البتہ التزام کے اعتقاد کے ساتھ کرتا ہے تو اس نے التزام کیا اور دوام نہیں کیا، اور جو شخص کسی مستحب ومندوب امر کو ہمیشہ کیلئے کرتا ہے لیکن نہ اسے لازم سمجھتا ہے اور نہ تارک پر انکار کرتا ہے تو اس (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: یہ مکروہ نہیں ہے، فی الهندية(۵: ۳۴۱) ويجوز وضع كاغذ فيها ملح على الخبز ووضع البقول عليه قال شمس الائمة الحلواني كل ذلك جائز ﴿۱﴾.

سنن قبلیہ نہیں پڑھے اور امامت کرے

سوال: جو امام ظہر کے پہلے چار سنن نہ پڑھے اور امامت کرے کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: جائز ہے، عن عائشة ان النبي ﷺ كان اذا لم يصل اربعاً قبل الظهر صلاهن بعدها (ترمذی ۱: ۵۷) قلت ظاهر هذا الحديث يدل على جواز امامة الذي لم يصل الراتبة ﴿۲﴾ .فافهم

دو آدمی اکٹھا ذبح کر رہے ہوں تو دونوں پر تسمیہ پڑھنا واجب ہے

سوال: کوئی شخص ذبح کر رہا ہو لیکن اس میں پوری قوت نہیں ہے، لہٰذا دوسرا شخص اس کے ساتھ چھری پکڑ کر ذبح کر رہا ہے، تو ان میں سے کس پر تسمیہ پڑھنا واجب ہے؟

الجواب: دونوں پر پڑھنا واجب ہے، في الدر المختار: وضع يده مع يد القصاب في الذبح واعانه على الذبح سمى كل وجوباً فلو تركها احدهما او ظن ان تسمية احدهما تكفي حرمت (۵: ۲۳۵ كتاب الاضحية) ﴿۳﴾ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) نے دوام کیا اور التزام نہیں کیا اور بدعت سے بچ گیا، ہمارے حضرت (مفتی) صاحب کے ایک مرید نے آپ سے کہا کہ ہمیں ختم خواجگان کی اجازت دیجئے تو حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے اسے فرمایا کہ یہ کوئی لازمی چیز نہیں البتہ مجرب اور مستحسن ہے اور پھر اجازت دیکر فرمایا کہ کبھی کبھی چھوڑ دیا کریں اور طریقے کے اسباق کی پابندی کیا کریں (ماخوذ از مقالات فریدیہ وغیرہ)۔ (از مرتب)

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۵: ۳۴۱ الباب الحادی عشر فی الکراهة فی الاکل)

﴿۲﴾ (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۲: ۲۹۴ باب ماجاء فی الرکعتین بعد الظهر)

﴿۳﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۵: ۲۳۵ قبیل کتاب الحظر والاباحة)

پہلے سلام کرے یا اجازت طلب کرے؟

سوال: کوئی شخص مکان کے اندر یا کمرہ میں بیٹھا ہوا اور دوسرا شخص آ جائے تو پہلے سلام کرے گا یا اجازت طلب کرے گا؟

الجواب: پہلے اجازت مانگے گا پھر سلام کرے گا، بخلاف الفضاء کہ پہلے سلام کرے گا پھر کلام کرے گا، کما فی الھندیة (۵: ۳۲۴) اذا اتی الرجل باب دار انسان یجب ان یستأذن قبل السلام ثم اذا دخل یسلم اولا ثم یتکلم وان کان فی الفضاء یسلم اولا ثم یتکلم﴿۱﴾. وھو الموفق

کیک اور ڈبل روٹی چھری کے ساتھ کاٹنا جائز ہے

سوال: بعض لوگ چھری یا چاقو کے ساتھ ڈبل روٹی اور کیک کاٹتے ہیں کیا یہ بے ادبی نہیں؟

الجواب: جائز ہے بے ادبی نہیں ہے، وفی الھندیة (۵: ۳۴۱) وسئل عن (قطع الخبز بالسکین) علی بن احمد فقال ینظر ان کان خبز مکة معجونا بالحلیب فلا یکرہ ولا بأس واما اذا لم یکن کذلک فھو من اخلاق الاعاجم کذا فی التتارخانیة﴿۲﴾.

حدیث ’’کل قرض جر نفعا فھو ربا‘‘ کا ثبوت

سوال: کیا حدیث ’’کل قرض جر نفعا فھو ربا ‘‘ثابت ہے؟

الجواب: ثابت ہے۔ عن علی قال: قال رسول اللہ ﷺ کل قرض جر منفعة فھو رباً ، قال العسقلانی: رواہ الحارث بن ابی اسامة واسنادہ ساقط ولہ شاھد ضعیف

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۲۴ الباب السابع فی السلام وتشمیت العاطس)

﴿۲﴾ (الفتاویٰ الھندیة ۵: ۳۴۱ قبیل الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات)

عن فضالة بن عبيد عند البيهقي و آخر موقوف عن عبد الله بن سلام عند البخاري، (بلوغ المرام لابن الحجر ۲۸۲ باب الربا)﴿۱﴾ قلت وله شواهد كثيرة تثبت صحته ومعناه، مثل ماروا ه ابن ماجة (۱۷۷) باب القرض، عن انس بن مالک قال قال رسول الله ﷺ اذا اقرض احدكم قرضا فاهدى له اوحمله على الدابة فلا يركبها ولا يقبله الا ان يكون جرى بينه وبينه قبل ذلک﴿۲﴾. وهكذا رواه البيهقي في شعب الايمان كمافي المشكوٰة (۱: ۲۴۶) الربا. وهكذا عن انس عن النبي ﷺ قال اذا اقرض الرجل الرجل فلا ياخذ هدية رواه البخاري في تاريخه هكذا في المنتقى (مشكوٰة)﴿۳﴾. وهو الموفق

زندہ آدمی کا اپنے لئے قبر تیار کرنے کا مسئلہ

سوال: بعض صوفی قسم کے لوگ اپنے لئے پہلے سے قبر تیار کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے بلکہ فقہاء نے لاباس بہ کہا ہے، کما في الشامية:

﴿۱﴾ (بلوغ المرام من ادلة الاحكام ۲۸۲ قبيل باب التفليس والحجر)

﴿۲﴾ سنن ابن ماجه ۱۷۷ باب القرض)

﴿۳﴾ (مشكواة المصابيح ۱: ۲۴۶ باب الربوا الفصل الثالث)

وفي المنهاج: قال النبي ﷺ كل قرض جر نفعا فهو ربا اخرجه الحارث بن ابی اسامةعن علي امير المؤمنين وله شواهد كثيرة روى ابن ماجه عن انس مرفوعا بمعناه وروى عن ابی بن كعب وابن عباس وابن مسعود وفضالة بن عبيد وغيرهم موقوفا او هو محمول على اختلاف الانواع كما قال الطبري.

(منهاج السنن شرح ترمذی ۵: ۲۴ باب ماجاء في الصرف)

ویحفر قبراً لنفسہ ای ولابأس بہ وفی التتارخانیۃ لابأس بہ ویؤجر علیہ ھکذا عمل عمر بن عبد العزیز والربیع بن خیثم وغیرھما (ردالمحتار کتاب الجنائز ۱: ۶۰۲)﴿۱﴾.

وھوالموفق

نام مبارک نبی ﷺ کے ساتھ لفظ سیدنا پڑھنا

سوال: بعض لوگ درود شریف وغیرہ پڑھتے وقت نام مبارک نبی ﷺ کے ساتھ لفظ سیدنا پڑھنے کو بدعت کہتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: یہ بدعت نہیں بلکہ حدیث سے ثابت ہے مارواہ مسلم (۲: ۲۴۵) عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ انا سید ولد آدم یوم القیامۃ، اوررسول اللہ ﷺ دنیاوآخرت میں سید ہیں، قال النووی: قولہ ﷺ یوم القیامۃ مع انہ سیدھم فی الدنیا والآخرۃ فسبب التقیید ان فی یوم القیامۃ یظھر سوددہ لکل احد ولا یبقی منازع ولا معاند ونحوہ بخلاف الدنیا الخ، (نووی علی مسلم ۲: ۲۴۵)﴿۲﴾.

مدارس دینیہ میں دستار بندی کی شرعی حیثیت

سوال: مدارس دینیہ میں دستار بندی کی جو رسم جاری ہے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: دورہ حدیث کے طلباء کی دستار بندی تبرک اور اظہار اعتماد کیلئے کی جاتی ہے اس کیلئے اصل موجود ہے، اما التعمیم للتبرک فیدل علیہ ما رواہ ابوداؤد عن عبد الرحمن بن عوف وفی اسنادہ شیخ مجھول وکذا یدل علیہ ما رواہ ابونعیم ان رسول اللہ ﷺ عمم علی بن ابی طالب فی غدیر خم، وما رواہ عن عمار بن یاسر ان

﴿۱﴾ ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱: ۶۶۷ بعید مطلب فی اھداء ثواب القراءۃ للنبی ﷺ)

﴿۲﴾ (شرح الکامل للنووی علی مسلم ۲: ۲۴۵ کتاب الفضائل)

رسول اللهﷺ عمم عليا حين بعثه الى خيبر، وكذا التعميم لاظهار الاعتماد جائز ايضا يدل عليه ما رواه البخارى ان النبىﷺ عند اول الهجرة لم ينكر على تعميمهم عبد الله بن ابى، والتفصيل فى منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذى ۵:۲۱۲﴿۱﴾. وهو الموفق

ذبح کے وقت تسمیہ کس وقت کہنا چاہیے؟

سوال: ذبح کے وقت تسمیہ پہلے سے شروع کرنا چاہیے یا چھری رکھ کر پڑھنا چاہیے؟

الجواب: یہ دونوں ساتھ ساتھ کرنا چاہیے اگر کچھ سیکنڈ تقدیم ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، وفی الهنديه: واما وقت التسمية فوقتها على الذكاة الاختيارية وقت الذبح لا يجوز تقديمها عليه الابزمان قليل لا يمكن التحرز عنه واما وقت الاضطرارية فوقتها وقت الرمى والارسال ص: ۵:۲۸۶﴿۲﴾. وهو الموفق

حکومت کے خرچ پر حج کرنے سے فریضہ ساقط ہو جاتا ہے

سوال: حکومت اپنے ملازمین کو مختلف سکیموں کے ذریعے حج کراتے ہیں کیا اس طرح حج فرض شمار ہوگا؟ بينوا توجروا

الجواب: اس سے حج فرض ادا ہو کر اس کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے یہ حج کرانا اور رقم دینا بطور تعاون ہے نہ کہ حج بدل، فی ردالمحتار: بخلاف ما لو خرج ليحج عن نفسه وهو فقير فانه

﴿۱﴾ (منهاج السنن شرح جامع السنن ۵: ۲۱۱، ۲۱۲ باب سدل العمامة بين الكتفين)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگيريه ۵: ۲۸۶ كتاب الذبائح الباب الاول)

وصوله الی المیقات صار قادرا بقدرة نفسه ص ۴۶۰: ۲ کتاب الحج ﴿۱﴾.

عورت کیلئے پاکستان سے جدہ تک جہاز میں بغیر محرم کے سفر کرنا

سوال: اگر کوئی عورت صرف جہاز میں محرم کے بغیر سفر کرے پشاور ائیر پورٹ تک محرم ساتھ ہو پھر جدہ میں بھی ہوائی اڈے پر محرم کھڑا ہو، اور پھر اپنے بیٹے کے ساتھ افعال حج ادا کرے کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: پشاور سے جدہ تک یہ بلا محرم سفر جائز نہیں ہے، کما فی الصحیحین: لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخرة تسافر مسیرة یوم ولیلة الا مع ذی محرم علیها ﴿۲﴾، اور حج ادا ہو جائے گا لیکن مکروہ ضرور ہے، فی الدرالمختار ولو حجت بلا محرم جاز مع الکراهة ص ۴۶۵ : ۲ کتاب الحج ﴿۳﴾. وهو الموفق

صاحب استطاعت کیلئے تبلیغ پر حج مقدم ہے

سوال: ایک شخص پر استطاعت کی وجہ سے حج فرض ہو گیا ہے جبکہ وہ تبلیغ میں سال لگانے کا بھی ارادہ رکھتا ہے اب کونسی عبادت مقدم کرے؟

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۴۶۲ مطلب العمل علی القیاس دون الاستحسان)

﴿۲﴾ قال ابن الهمام: ما فی الصحیحین عن قزعة عن ابی سعید الخدری مرفوعا لا تسافر المرأة یومین الا ومعها زوجها او ذومحرم منها واخرجا عن ابی هریرة مرفوعا لا یحل لامرأة تومن بالله والیوم الآخر ان تسافر مسیرةیوم ولیلة الا مع ذی محرم علیها وفی لفظ لمسلم مسیرة لیلة وفی لفظ یوم وفی لفظ لابی داؤد برید او هو عند ابن حبان فی صحیحه والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم وللطبرانی فی معجمه ثلاثة امیال فقیل له ان الناس یقولون ثلاثة ایام فقال وهموا. (فتح القدیر ۲: ۳۳۱ کتاب الحج)

﴿۳﴾ (الدرالمختار هامش علی ردالمحتار ۲: ۱۵۸ قبیل مطلب فی فروض الحج وواجباته)

الجواب: جب حج فرض ہو چکا ہے تو تمام چیزوں پر حج کو مقدم رکھے، تبلیغ میں جانا عذر شرعی نہیں، اگر ایک سفر میں دونوں ہو سکتے ہوں تو بہت اچھا ہے۔

حالت فقر میں حج کے بعد دوبارہ حج لازمی نہیں

سوال: بعض فقیر لوگ عمرہ پر جا کر وہاں حج کیلئے ٹھہرتے ہیں حالانکہ ان پر حج فرض نہیں ہوتا یہ شخص غنی ہوکر دوبارہ حج کرے گا یا اس سے فریضہ ساقط ہوا ہے؟

الجواب: فرضی حج کی ادائیگی کیلئے غنا شرط نہیں بلوغ کے بعد حج ادا کرنے سے فرضیت ساقط ہوجاتی ہے، قال ابن عابدین: الفقیر الافاقی اذا وصل الی میقات فھو کالمکی ...... ولیفید انه یتعین علیه ان لا ینوی نفلا علی زعم انه لا یجب علیه لفقره لانه ما کان واجبا وھو آفاقی فلما صار کالمکی وجب علیه ﴿۱﴾، ردالمحتار ص ۴۶۰: ۲ مطلب فی من حج بمال حرام. وھو الموفق

خطبہ نکاح کا سننا واجب اور اس دوران باتیں وغیرہ کرنا جائز نہیں

سوال: خطبہ جمعہ کے دوران میں لوگ آرام سے بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، کیا خطبہ نکاح میں بھی یہ احکام لاگو ہوں گے؟

الجواب: ہر خطبہ خواہ عیدین و جمعہ ہو یا نکاح اس کا سننا واجب اور اس دوران میں باتیں کرنا اور دوسرے امور میں مشغول رہنا وغیرہ ناجائز ہیں، کما فی الدر المختار: وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبة نکاح وخطبة عید وختم علی المعتمد ص: ۷۶۹: ۲﴿۲﴾.

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدر المختار ۲: ۱۵۵ کتاب الحج)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۱: ۲۰۶ مطلب فی حکم المرقی بین الخ باب الجمعة)

مکانات پر هذا من فضل ربی لکھنے کا حکم

سوال: بعض لوگ نئے مکانات بنا کر اس پر هذا من فضل ربی کا بورڈ لگاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: اگر یہ مکان حرام مال سے بنایا گیا ہو تو اس پر یہ لکھنا جائز نہیں ہے۔

افطاری کے وقت دعا میں ”وبک امنت“ کہنے کا حکم

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ دعائے افطاری میں وبک آمنت کہنا بدعت ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: یہ الفاظ معنیً صحیح ہیں البتہ ماثور نہیں، قال الملا علی قاری : وبک امنت لا اصل لها وان کان معناها صحیحا وکذا زیادة علیک توکلت ولصوم غد نویت بل النية باللسان من البدعة الحسنة ، مرقاة شرح مشکواة ص۲٦۸ : ۴ قبیل تنزیه الصوم﴿۱﴾. وهو الموفق

آب زمزم کی خرید وفروخت کا مسئلہ

سوال: حج سے واپسی پر بعض حاجی جدہ اور کراچی میں آب زمزم خرید کر لاتے ہیں کیا آب زمزم کی خرید وفروخت جائز ہے؟ بینوا توجروا

﴿۱﴾ (مرقاة المفاتیح شرح المشکواة ۴:۲٦۸ قبیل تنزیه الصوم) وقال الشیخ محمد زکریا الکاندهلوی: وفی روضة المحتاجین ما اشتهر علی الالسنة من زیادة (وبک آمنت) کذا زیادة (وعلیک توکلت) لا اصل لها وان کان معناها صحیحا. ویظهر منه ان الزیادة ثابتة فی روایة اخریٰ قلت وزاد فی الاذکار للنووی علی روایة ابی داؤد من روایة ابن عباس فتقبل منا انک انت السمیع العلیم. (هامش بذل المجهود ۳:۳۵۰ کتاب الصوم باب القول عند الافطار)

الجواب: آب محرز میں تقوم اور ملک صحیح ہے کما صرحوا بہ﴿۱﴾ پس اس کی خرید وفروخت میں کوئی امر مانع نہیں ہے، واما کونہ تبرکا فایضا لیس بمانع کبیع المصحف وغیرہ. وھو الموفق

متعدد اموات کو ایک چیز کا ایصال ثواب ہر ایک کو پورا پورا ملتا ہے

سوال: ایصال ثواب مثلاً ختم قرآن یا صدقہ وغیرہ متعدد لوگوں کو متجزی ہو کر پہنچتا ہے یا بلا تجزی پورا پورا ملتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: بلا تجزی ہر ایک کو پورا پورا ملتا ہے، صرح بہ الفقہاء وقال الحافظ ابن الحجر المکی: وھو اللائق بسعة الفضل (ردالمحتار) ﴿۲﴾، ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: المعتمد عندنا ان شراء الشرب لا یصح وقیل ان تعارفوہ صح ... نعم لو کان محرزا باناء فانہ یملک.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۵۵ باب العشر)

﴿۲﴾قال العلامة الشامی: الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانھا تصل الیھم ولا ینقص من اجرہ شیئ...... قلت لکن سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاھل المقبرة الفاتحة ھل یقسم الثواب بینھم او یصل لکل منھم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعة الفضل.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱: ۶۶۲ مطلب فی القراءة للمیت واھداء ثوابھا لہ)

﴿۳﴾قال الشاہ اشرف علی التھانوی: فی ردالمحتار ویوضحہ انہ لو اھدی الی اربعة یحصل لکل منھم ربعہ فکذا لو اھدیٰ الربع لواحد وابقی الباقی لنفسہ ملخصا قلت لکن سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ مگر کسی نے دلیل میں کوئی نص ذکر نہیں کی اور ظاہر ہے کہ مسئلہ قیاسی ہے نہیں، اس لئے بدون نص اس پر کوئی حکم نہیں کیا جا سکتا، البتہ حدیث طبرانی (عن ابی عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ اذا تصدق احدکم صدقة تطوعا فلیجعلھا عن ابویہ فیکون لھما اجرھا ولا ینقص من اجرہ شیئا) کو ظاہر الفاظ سے عدم تجزی پر دال کہا جا سکتا ہے...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جنازہ کیلئے کئے گئے تیمّم پر فرض نماز پڑھنے کا مسئلہ

سوال: جنازہ کیلئے تیمّم کیا، کیا اس تیمّم سے فرض نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

الجواب: پڑھی جاسکتی ہے، کما فی الهندية ۱ :۲٦ لو تیمم لصلاة الجنازة او لسجدة التلاوة اجزأه ان یصلی به المكتوبة بلا خلاف كذا فی المحيط﴿۱﴾.

وهو الموفق

کفار کے شکار کئے ہوئے مچھلیوں کا حکم

سوال: عرب ممالک بلکہ اب پاکستان میں بھی کفار ممالک سے بند ڈبوں میں مچھلیاں آتی ہیں جو کفار کے شکار کئے ہوتی ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: کفار کے شکار کئے ہوئی مچھلی بشرطیکہ طافی نہ ہو﴿۲﴾ کھانا جائز ہے﴿۳﴾ ......

(بقیہ حاشیہ) کیونکہ اجرھا کا مرجع صدقہ ہے جس کا حقیقی مفہوم کل الصدقة ہے نہ کہ جزو الصدقة اور لهما سے متبادر اور شائع اطلاق کے وقت کل واحد ہوتا ہے اور مجموعہ مراد ہونا محتاج قرینہ ہوتا ہے اور قرینہ کا فقدان ظاہر ہے پس معنیٰ یہ ہوئے کہ دونوں میں سے ہر واحد کو پورے صدقہ کا اجر ملے گا۔

(بوادر النوادر ۳۵۴ اسی ویں حکمت)

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱ :۲٦ الباب الرابع فی التیمم)

﴿۲﴾ وفی الهندية: السمک والجراد يؤكلان غير ان الجراد يوكل مات بعلة او بغير علة والسمک اذا مات بغير علة لا يؤكل كذا فی الظهيرية.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۵ :۲۸ ۴ الباب السادس فی صید السمک)

﴿۳﴾ قال العلامة عبد الحئی اللكهنوی: محمد بن موسیٰ دمیری رحمہ اللہ حیاۃ الحیوان میں امام حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے ستر صحابی کو مجوسی کا شکار کھاتے ہوئے دیکھا ہے اور ابوالمکارم رحمہ اللہ شرح نقایہ میں لکھتے ہیں: وفی المحيط لا بأس باكل سمكة... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لانها تحل بدون التسمية والذبح﴿۱﴾. وهو الموفق

چاند پرنماز پڑھنے کا حکم

سوال: بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ اب چاند پر لوگ آتے جاتے ہیں وہاں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے کیونکہ سجدہ تو زمین پر پیشانی رکھ کر ادا ہوتا ہے؟

الجواب: چاند پر نماز پڑھنا جائز ہے اس میں کوئی محظور شرعی نہیں اور تحری سے سمت قبلہ معلوم کیا کریں﴿۲﴾۔وهو الموفق

(بقیه حاشیه)اصطادها المجوسی لانها تحل بدون التسمية فالمجوسی وغيره فيه سواء، مچھلی جسے مجوسی نے شکار کیا ہو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ مچھلی بغیر خدا کا نام لئے ہوئے بھی حلال ہے پس مجوسی اور دوسرے لوگ سب اس معاملے میں مساوی ہیں۔

(مجموعة الفتاویٰ ۲: ۳۰۶ كتاب الاكل والشرب)

﴿۱﴾قال العلامة شمس الدين السرخسي: ذكاة السمک والجراد اخذه ومراده بيان ان الذكاة ليست بشرط فيهما بل يثبت الحل فيهما بالاخذ من غير ذكاة الاترىٰ انه لا تثبت الحرمة بكون الآخذ مجوسيا او وثنيا وما يشترط فيه الذكاة يشترط فيه الاهلية للمذكى وحيث لم يشترط في السمک والجراد.

(كتاب المبسوط للسرخسي ۱۱: ۲۲۹ كتاب الصيد)

﴿۲﴾وفي المنهاج: فان قيل ان السجدة لا بد ان تكون على الارض او على ما قام مقام الارض والمعلق في الجو والفضاء ليس هكذا قلنا: كما ان الماء جسم فاصل بين السفينة والارض لا يعتد بفصله فكذلک الريح جسم فاصل بين الطيارة والارض لا يعتد بفصلها وكما ان السمآء جسم ليس بارض ولا قام مقامها وتصح الصلوٰة فيها لقوله تعالىٰ: واوصاني بالصلوٰة والزكوٰة مادمت حيا، ولاستقرار الجبهة عليها، فكذلک يقال في الصلوٰة في القمر والمريخ وغيرهما. (منهاج السنن شرح ترمذی ۲: ۲۳۴ باب الصلوٰة على الدابة)

صوفیاء کے اشغال واذکار کا حکم

سوال: صوفیاء کرام کے اشغال واذکار مثلاً حبس دم وغیرہ جو احادیث سے ثابت نہیں بدعت ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: احسان اور اخلاص عند اللہ محبوب اور بندہ سے مطلوب ہے، ان مدارج اور ان کے مبادی کا نظیر علم قرآن کے حصول جیسا ہے، پس جس طرح لسان عربی کے مبادی میں مشغول رہنا عبادت ہے بدعت نہیں ہے اسی طرح حصول احسان کے مبادی میں مشغول ہونا اور مجاہدات کرنا عبادت ہے بدعت نہیں ﴿۱﴾ اور مبادی میں یہ ضروری نہیں ہے کہ نص صریح سے ثابت ہوں البتہ یہ ضروری ہے کہ نص سے متصادم نہ ہوں کما اشیر الیہ فی حدیث مسلم اعرضوا علی رقاکم لاباس بالرقی مالم یکن فیہ شرک ﴿۲﴾. وھو الموفق

تالی سوار ہے اور سامع پیادہ جارہا ہے سجدہ تلاوت کے تکرار کا کیا حکم ہے؟

سوال: ایک آدمی سوار ہے اور اس کے پیچھے دوسرا آدمی پا پیادہ جارہا ہے جبکہ سوار آدمی نے آیت سجدہ کئی بار تلاوت کیا اب ایک سجدہ کافی ہے یا سب سجدے؟ بینوا توجروا

الجواب: اتحاد مجلس کی وجہ سے تلاوت کرنے والے پر ایک سجدہ واجب ہے اور سامع پر سب

﴿۱﴾ قال الفقیہ العلامۃ رشید احمد الجنجوھی: اشغال صوفیا بطور معالجہ کے ہیں سب کی اصل نصوص سے ثابت ہے جیسا اصل علاج ثابت ہے مگر شربت بنفشہ حدیث صریح سے ثابت نہیں ایسا ہی سب اذکار کی اصل ہیئت ثابت ہے جیسا توپ بندوق کی اصل ثابت ہے اگرچہ اس وقت میں نہ تھی سو یہ بدعت نہیں، ہاں ان ہیئات کو سنت ضروری جاننا بدعت ہے اور اس کو بھی علماء نے بدعت لکھا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ۱۹۴ کتاب الاخلاق والتصوف)

﴿۲﴾ (صحیح مسلم ۲: ۲۲۴ قبیل باب جواز اخذ الاجرۃ علی الرقیۃ)

واجب ہیں،لاختلاف المجلس (قاضی خان)﴿۱﴾. وهو الموفق

وساوس اور رغبت معصیت دور کرنے کا وظیفہ

سوال: وسوسوں اور گناہوں میں رغبت زیادہ ہے اور دل کی صفائی نہیں ہوتی اس کیلئے کونسا وظیفہ بہتر ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: اعوذبالله من الشيطن الرجيم لاحول ولا قوة الا بالله، کثرت سے پڑھا کریں ﴿۲﴾ یا ۳۱۳ بار روزانہ وظیفہ بنالے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة فخر الدين الفرغاني: المصلى اذا قرأ آية السجدة على الدابة مرارا وخلفه رجل يسوق الدابة يسجد المصلى سجدة واحدة والسائق يسجد لكل مرة.

(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیه ۱ : ۱۵۹ فصل فی قراءة القرآن)

﴿۲﴾ عن مكحول عن ابى هريرة قال قال لى رسول الله ﷺ اكثر من قول لاحول ولا قوة الا بالله فانها من كنز الجنة، قال مكحول فمن قال لاحول ولاقوة الا بالله ولا منجأ من الله الا اليه كشف الله عنه سبعين بابا من الضر ادناها الفقر، رواه الترمذى...... وعن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا حول ولا قوة الا بالله دواء من تسعة وتسعين دآء ايسرها الهم، وعنه قال قال رسول الله ﷺ الا ادلك على كلمة من تحت العرش من كنز الجنة لا حول ولا قوة الا بالله يقول الله تعالىٰ اسلم عبدى واستسلم رواهما البيهقى فى الدعوات الكبير.

(مشكوٰة المصابيح ۱ : ۲۰۲ باب ثواب التسبيح الفصل الثالث)

﴿۳﴾ قال الامام ولى الله الدهلوى: اعلم ان الشرع لم يخص عدداً ولا مقداراً دون نظيره الالحكم ومصالح وان كان الاعتماد الكلى على الحدس المعتمد على معرفة حال المكلفين وما يليق بهم عند سياستهم وهذه الحكم والمصالح ترجع الى اصول الاول ان الوتر عدد مبارك لا يجاوز عنه ما كان فيه كفاية الخ.

(حجة الله البالغة ۱ : ۰۰ ۱ باب اسرار الاعداد والمقادير)

قرآنی آیات اور دعائیں لکھ کر پینے اور پلانے کا مسئلہ

سوال: بعض عامل قرآنی آیات اور دعائیں وغیرہ لکھ کر اور پانی سے دھوکر مریضوں کو پلاتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ یا بدعت اور ناجائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: جن تعویذات کا مضمون معلوم اور جائز ہو اس کا پینا اور پلانا برائے علاج جائز ہے، خیر القرون میں ﴿۱﴾ اور مشائخ کے ہاں معمول اور مجرب ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی ﷺ قال: اذا عسر علی المرأة ولدها اخذ اناء لطیفا یکتب فیه (کانهم یوم یرون ما یوعدون) الی آخر الآیة، و(کانهم یوم یرونها لم یلبثوا الا عشیة او ضحاها)، و (لقد کان فی قصصهم عبرة لاولی الالباب) الی آخر الآیة، ثم یغسل ویسقی المرأة منه وینضح علی بطنها وفرجها. (الحدیث)

قال عبد الرحمن البرنی: ذکره السیوطی فی الدر المنثور، وقال: اخرجه ابن السنی والدیلمی، وفیه عبد الله بن محمد المغیرة، قال ابو حاتم: لیس بالقوی، وقال ابن یونس، منکر الحدیث. (عمل الیوم واللیلة المعروف بابن السنی ۵۷۶ باب ما تعوذ به المرأة التی تطلق)

﴿۲﴾ قال العلامة عمر بن احمد الخرپوتی: فی المواهب نقل عن القشیری ان ولده مرض مرضا شدیدا حتی اشرف علی الموت واشتد علیه الامر قال فرأیت رسول الله ﷺ فی المنام فشکوت الیه ما بولدی، فقال: این انت من آیات الشفاء فانتبهت فتفکرت فیها فاذا هی فی ستة مواضع من کتاب الله تعالیٰ (ویشف صدور قوم مؤمنین، وشفاء لما فی الصدور، یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس، وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنین، واذا مرضت فهو یشفین، قل هو للذین آمنوا هدی وشفاء ۵) قال فکتبتها ثم محوتها بالماء وسقیته ایاها فکانما نشط من عقال.

(شرح الخرپوتی علی قصیدة البردة ۱۴۶ کم ابرأت وصبا الخ)

العقائد الاسلامیہ باللغۃ السلیمانیہ

چالیس عقائد اور چالیس مہم احکام پر پشتو زبان میں شائع کی گئی ہیں۔
اردو زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے، بہت جلد شائع کیا جائے گا۔

مسائل حج

حج کے اہم مسائل ولحکام اور جدید دور میں پیش آنے والے
واقعات کو قدیم کتب کے حوالوں سے مزین کر کے لکھا گیا ہے۔

رسالہ قبریہ

میت کے موت سے کفن دفن تک تمام اہم مسائل اس میں جمع کیے گئے ہیں۔
بہت سے اختلافی مسائل واضح اور مدلل انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔

مولفات حضرت مفتی اعظم محدث کبیر مولانا مفتی محمد فرید دامت برکاتہم

حدیث کی جلیل القدر کتاب جامع ترمذی کی مبسوط اور مدلل عربی شرح

منهاج السنن

شرح

جامع السنن للامام الترمذی

پانچ جلد

لفضيلة الشيخ محدث كبير فقيه العصر مفتی اعظم عارف بالله
مولانا مفتی محمد فريد الزروبوی المجددی النقشبندی
المفتی والشيخ بدار العلوم حقانيه اکوڑہ خٹک

کل صفحات/ ۱۴۸۰

ناشر

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

واما بنعمة ربك فحدث

الفرائد البهية الى احاديث خير البريه

من افاضات

المحدث الشهير والفقيه النبيل

الشيخ المفتی **محمد فرید** المجددی الزروبوی

جامعة دار العلوم الحقانیة اکوره ختك باکستان

ویلیه

المقدمة فی مصطلحات علم الحدیث

للشیخ عبد الحق الدهلوی رحمه الله

اعداد وتقدیم

مفتی محمد وهاب المنجلوری

خادم العلم والافتاء بدار العلوم صدیقیه

......: الناشر:......

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی مدیر دار العلوم صدیقیه زروبی (صوابی)

صحیح البخاری کے کتاب الایمان کتاب العلم کا جامع عربی شرح

هداية القاری

علیٰ

صحیح البخاری

للعلامہ بفضیلۃ الشیخ مولانا الحاج محمد فرید المجددی النقشبندی الزروبوی

بخاری شریف کے مطول اور ضخیم شروح کا ملخص، اکابر محدثین کے امالی کا نچوڑ

کل صفحات/۲۵۲

ناشر: دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

صحیح مسلم کے مقدمہ کی محققانہ شرح (عربی)

فتح المنعم

شرح

مقدمة المسلم

لفضیلۃ الشیخ مولانا مفتی محمد فرید مجددی الشیخ والمفتی بدارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

کل صفحات/۵۲

یہ شرح دس مباحث پر مشتمل ہے، طلبہ حدیث کیلئے مشعل راہ ہے۔

ناشر: مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی